REGD.L.No 3890

مردِ عارف کیلئے اس میں ہے رازِ زندگی　　اہلِ بینش کیلئے ہے سوز و سازِ زندگی

(شوقؔ امرتسری)

اسلامی، ادبی، تمدنی، معاشرتی مضامین کا

ماہانہ رسالہ

# عذرا

مری نوا سے ہوئے زندہ عارف و عامی　　دیا ہے میں نے انہیں ذوقِ آتش آشامی

عجب نہیں کہ مسلماں کو پھر عطا کر دے　　شکوہِ سنجر و فقرِ جنید و بسطامی


مدیر　　پروپرائٹر

عبدالرحمٰن شوقؔ امرتسری　　ملک دین محمد



چندہ سالانہ ایک روپیہ۔ فی پرچہ دو آنے

ملک دین محمد پرنٹر پبلشر نے فیروز پرنٹنگ ورکس ۱۱۹ سرکلر روڈ میں طبع کرا کر بل روڈ لاہور سے شائع کیا

# فہرست مضامین

# عارف

جلد ۱ ماہ مارچ ۱۹۳۷ء نمبر ۶

## لمعاتِ اوّلین

زیرِ نظر عارف کے چھٹے نمبر پر عارف کا نصف سال ختم ہو رہا ہے۔

اس چھ ماہ کی عمر میں عارف نے اپنی پالیسی کے مطابق جو کچھ بھی قوم کی اسلامی اقتصادی اخلاقی ادبی خدمت کی ہے۔ اس کا اعادہ اصولِ اخلاص و ایثار کے خلاف ہے۔

چنانچہ اس دماغی محنت و اصلاحی خدمت کو قطع نظر کرتے ہوئے صرف عارف کی اشاعت و مصارف کی نسبت وہ بھی موجودہ اقتصادی بدحالی و گرانی کاغذ کی مجبوری کے باعث چند معروضات ذیل قارئین کرام کے پیش نظر ہیں۔

(۱) موجودہ وقت میں عارف ۵۰۰۰ پانچہزار شائع ہو رہا ہے۔ اور اس چھ ماہ کی مدت میں تقریباً ۲۴۰۰۰ چوبیس ہزار کی تعداد میں تقریباً ۵۰۰۰ پانچہزار اصحاب کے نام جا چکا ہے جس میں سے اب تک تقریباً صرف ایک سو اصحاب نے از خود عارف کا سالانہ زرِ چندہ ادا کیا ہے۔ جو بلا تحریک طلبی زرِ چندہ اگرچہ ہمت افزا اور باعث تشکر ہے۔ لیکن باقی تقریباً انچاس سو ۴۹۰۰ اصحاب اب تک خاموش ہیں۔

(۲) چنانچہ اکثر قارئین عارف کی اس گہری خاموشی اور بے توجہی۔ نیز اپنے اس عمل اعتماد پر کہ بعض رسائل و اخبار چونکہ پیشگی وصول کردہ زر چندہ کی ادائیگی سے قاصر رہتے ہیں اسلئے ہم نے چھ ماہ تک بغیر پیشگی زر چندہ وصول کئے قارئین کرام کی خدمت میں عارف کو مسلسل بہ پابندی وقت ارسال کر کے اپنی نیت عمل و حسن معاملہ کا عملی ثبوت دیدیا ہے۔ اور آج نصف سال کے بعد اُن تمام قارئین کرام کی خدمت میں عارف کا سالانہ زر چندہ صرف ایک روپیہ بذریعہ منی آرڈر ارسال کرنیکی استدعا کرتے ہیں۔

---

(۳) کیا اب بھی ہم یہ اُمید کر سکتے ہیں؟ کہ قارئین عارف نہ فقط ہمارے اس عمل اعتماد اور اسلامی خدمات کو بلکہ عارف کے ظاہری محاسن (یعنی کاغذ کتابت چھپائی کے تقریباً دُگنے اخراجات کو) مدنظر رکھتے ہوئے صرف ایک روپیہ سالانہ زر چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال کرنے میں بخل نہ فرمائیں گے

---

# وی پی کی زحمت سے اور اپنے ۲۰ر فیس رجسٹری سے بچائیے

(۴) براہِ کرم آئندہ پرچہ بجائے وی پی کرانے کے جلد از جلد ایک روپیہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما کر ممنون فرمائیے۔ اور جن اصحاب کو باوجود عارف کے متواتر مطالعہ فرمانے کے بعد بھی عارف سے دلچسپی نہ ہو ان کا اخلاقی فرض ہے کہ صرف ۳ر کا ایثار کر کے ایک کارڈ سے اپنے ارادہ سے مطلع فرمائیں۔ تاکہ آئندہ کے لئے عارف ایسے اصحاب کی گرانباری طبیعت اور اپنے نقصان کا باعث نہ بن سکے۔ چونکہ

# معروضات کا جواب نہ دینا اخلاق سے بعید ہے

(۵) اسلئے تمام قارئین کرام سے آخری استدعا یہ ہے کہ براہ کرم مندرجہ بالا معروضات پر توجہ فرما کر واپسی ڈاک اپنے ارادہ سے مطلع فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں۔

جو اصحاب (خدانخواستہ) اس اخلاقی فرض سے بھی عہدہ برآنہ ہونا چاہیں۔ ان کو سمجھ لینا چاہئے۔ کہ آئندہ رسالہ عارف ان کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے گا۔

ملک دین محمد پروپرائٹر رسالہ عارف

إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِى الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ

"صدقات (یعنی مال زکوٰۃ) تو صرف غریبوں، مسکینوں، ناظمین و محاصلین زکوٰۃ اور ان لوگوں کے لئے ہے جن کو (اسلام میں لانے کے لئے) دلجوئی کی (ضرورت ہے) اور (طوق غلامی سے) گردنیں چھڑانے کیلئے (نیز) اُن قرضداروں کے لئے (جو ادائیگی قرض کی طاقت نہیں رکھتے) اور خدا کی راہ میں (یعنی جہاد و تبلیغ اسلام کے لئے) اور ان مسافروں کے لئے (جو زادِ راہ نہ رکھنے کے باعث بھٹکتے پھرتے ہوں) یہ فرائض اللہ کے ٹھہرائے ہوئے ہیں۔ (القرآن المجید سورہ توبہ رکوع ۸)

| "عارف کے کسی گزشتہ نمبر میں مسئلہ زکوٰۃ پر کچھ لکھنے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ جسے آج کی فرصت میں معارف القرآن کے ماتحت پورا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔" (مدیر) |
|---|

زکوٰۃ کے متعلق مندرجہ بالا یہ آٹھ مصارف معاملہ کی قدرتی ترتیب کے مطابق قادر قدرت نے بیان فرمائے ہیں۔
چنانچہ سب سے پہلے فقرا و مساکین کا ذکر فرمایا۔ جو دیگر مستحقین امداد کے بالمقابل سب سے زیادہ امداد کے مستحق ہیں۔
لیکن فقیر اور مسکین میں فرق ہے وہ اس واسطے کہ

(۱) فقیر اُسے کہتے ہیں جو اپنی ضروریاتِ زندگی تک کیلئے بالکل تہی دست ہو۔ اور اُسے اپنا دستِ سوال دراز کرنے میں عار نہ ہو۔

(۲) مسکین وہ ہے جس کی ضروریاتِ زندگی اگرچہ کسی نہ کسی طرح پوری تو ہو جاتی ہوں۔ لیکن وہ اپنی اور اپنے اہل و عیال کی دائمی ضروریاتِ زندگی پر مطمئن نہ ہو۔ بلکہ ہراساں و متفکر رہنے کے باوجود بھی اپنی خودداری و

سفید پوشی کے باعث اہل سخاتک کے سامنے اپنا ہاتھ نہ پھیلا سکے۔
چنانچہ حضور پُرنور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے مسکین کی یہ تعریف فرمائی ہے:۔
"جسے تونگری کے وسائل میسر نہ ہوں۔ جس کا فقر ظاہر نہ ہو کہ اُسے لوگ خیرات دے سکیں۔ جو اپنا ہاتھ پھیلانے کے لئے لوگوں کے سامنے کھڑا نہ ہو"

(۳) اسکے بعد محاصلین و ناظمین زکوٰۃ کا حق ٹھہرایا جن کے بغیر زکوٰۃ کا نظام قائم نہیں رہ سکتا۔

(۴) پھر تقویت ایمان کے لئے اسلام قبول کرنے والوں کا۔

(۵) اور غلاموں کو قید غلامی سے آزاد کرانے کا۔

(۶) قرضداروں کو قرضہ کے بوجھ اور قرضخواہوں کے پنجۂ ظلم سے چھڑانے کا۔

(۷) ان مسافروں کو گھر تک پہنچانے کا جو زادِ راہ نہ ہونے کے باعث مسافرت میں پریشان ہوں

(۸) سب کے بعد اللہ کی راہ یعنی جہاد۔ قرآن و علوم دینیہ کی اشاعت و دیگر ہر قسم کی قومی و اجتماعی ضروریات پوری کرنے کا حق مقرر فرمایا۔

---

یہ مختصر احکام ہیں زکوٰۃ کے متعلق جو کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں پر عائد فرمائے ہیں۔ جن پر غور و فکر کی ضرورت ہے۔ کہ ہم مسلمان ان احکاماتِ خداوندی کو کیا سمجھتے اور ان کی کس قدر تعمیل کرتے ہیں۔
یعنی زکوٰۃ کے سب سے زیادہ حقدار کون ہیں۔ غریب کی تعریف کیا۔ اور مسکین کی کیا ہے۔ ان مستحقین اولین کی ہم مدد کرتے بھی ہیں۔ یا نہیں؟
عاملین زکوٰۃ کے حکم کے مطابق۔ زکوٰۃ کا بیت المال اسکے ناظمین محاصلین مقرر کرنے سے ہم کیوں قاصر ہیں۔
نو مسلموں کی دلجوئی کرنا۔ غلاموں کا آزاد کرنا۔ تہی دست مقروضوں کو قرضخواہوں کے پنجۂ ظلم و ستم سے چھڑانا۔ غریب مسافروں۔ خدا کے دیگر کاموں کا طریق مصارف کیا ہے۔ اور مال زکوٰۃ سے یہ سب مصارف حکم الٰہی کے مطابق کس تنظیم و ترتیب سے پورے کئے جا سکتے ہیں۔

---

اگرچہ ہر ایک مذہب میں غریبوں اور محتاجوں کی امداد کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ لیکن اسلام میں اس امداد کو عبادت الٰہی کی اہمیت دی گئی ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہر جگہ حکم نماز (عبادت) کے ساتھ اس عمل (زکوٰۃ) کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اور یہ ہر دو عمل ہی اسلامی زندگی کا امتیازی نشان قرار دیئے گئے ہیں۔ ان میں سے اگر مسلمانوں کی کوئی جماعت اگر ایک عمل بھی ترک کردے گی تو یقیناً وہ جماعت مسلمان نہیں کہلا سکتی۔

اسی وجہ سے حضور پرنور ہادی اسلام صلعم کی وفات حسرت آیات کے بعد جب کہ بعض اہل عرب نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کیا۔ تو خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن کے خلاف تلوار کھینچ لی تھی اور فرمایا تھا۔

"خدا کی قسم جو نماز اور زکوٰۃ میں کچھ فرق کرے گا۔ میں اس سے بیشک لڑوں گا۔ اور جو شخص حضور پُرنور صلعم کے زمانہ میں بھیڑ کا ایک بچہ بھی (زکوٰۃ میں) دیتا تھا وہ اسکو دینا پڑے گا"

---

اس عمل زکوٰۃ کا مقصد روحانی پاکیزگی۔ پارسائی۔ نیکی۔ ہمدردی بنی نوع انسان کے علاوہ دنیاوی بہتری پر بھی مبنی ہے۔ وہ یوں کہ:۔

اسلام مساوات کا حامی ہے۔ وہ نہیں چاہتا۔ کہ دولت پر کسی ایک گروہ کا اجارہ ہو۔ بلکہ اسلام یہ چاہتا ہے۔ کہ دولت سب میں تقسیم ہو۔ جس کا ایک ثبوت قرآن مجید کی اس آیہ شریف میں موجود ہے۔

"جو لوگ چاندی سونا جمع کرتے ہیں اور اسکو خدا کی راہ میں صرف نہیں کرتے۔ اُن کو دردناک عذاب کی خوشخبری سُنا دو۔"

دوسرا ثبوت ورثہ کی تقسیم کے متعلق وہ احکام ہیں جنکی تعمیل کے مطابق کسی دولت مند مسلمان کے مرتے ہی اسکی دولت اسکے وارثوں میں بٹ جاتی ہے۔

کاش کہ ہم مسلمان احکام قرآنی کے مطابق اگر زکوٰۃ کی ادائیگی۔ وصولی اور مصارف کی تنظیم ہی کریں تو مسلمانوں کی اجتماعی و معاشرتی مشکلات یقیناً دور ہو سکتی ہیں۔

مُدیر

# قارئین "عارف" کی توجہ کیلئے

عرض کیا جاتا ہے۔ کہ بفضل ایزدی آپ کے عارف کا نصف سال ختم ہو چکا ہے۔ اور اس چھ ماہ میں تقریباً ۵ ہزار اصحاب کے نام مسلسل بہ پابندیٔ وقت اس عملِ اعتماد پر جا چکا ہے۔ کہ بعض رسائل و اخبار چونکہ پیشگی وصول کردہ زرِ چندہ کی ادائیگی سے قاصر رہتے ہیں۔ لہٰذا اپنی نیت عمل و حسن معاملہ کا نصف سال تک ثبوت دینے کے بعد آج تمام قارئین کرام کی خدمت میں عارف کا سالانہ چندہ صرف ایک روپیہ بذریعہ منی آرڈر ارسال کرنے کی استدعا کرتے ہیں۔

# کیا اب بھی ہم امید کر سکتے ہیں

کہ محترم قارئین عارف نہ فقط ہمارے اس عملِ اعتماد اور اسلامی خدمات کو بلکہ عارف کے ظاہری محاسن یعنی کاغذ کتابت، چھپائی کے تقریباً دگنے اخراجات کو مدِنظر رکھتے ہوئے صرف ایک روپیہ سالانہ زرِ چندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال کرنے میں تامل نہ فرمائینگے۔

# وی پی کی زحمت سے اور اپنے ۲ر فیس رجسٹری ٹکے بچائیے

براہ کرم آئندہ پرچہ بجائے وی۔ پی کرانیکے جلد از جلد ایک روپیہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما کر ممنون فرمائیے۔ اور جن اصحاب کو باوجود عارف کا چھ ماہ تک متواتر مطالعہ فرمانے کے بعد بھی عارف سے دلچسپی نہ ہو ان کا اخلاقی فرض ہے۔ کہ صرف سہ پیسہ کا ایثار کر کے ایک کارڈ سے اپنے ارادہ سے مطلع فرما دیں۔ تاکہ آئندہ کیلئے عارف ایسے اصحاب کی گرانباریٔ طبیعت اور اپنے نقصان کا باعث نہ بن سکے چونکہ

# معروضات کا جواب نہ دینا اخلاق سے بعید ہے

اسلئے تمام قارئین کرام سے آخری التماس یہ ہے۔ کہ براہ کرم مندرجہ بالا معروضات پر توجہ فرما کر بواپسی ڈاک اپنے ارادہ سے مطلع فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔ جو اصحاب (خدانخواستہ) اس اخلاقی فرض سے بھی عہدہ برآنہ ہونا چاہیں انکو سمجھ لینا چاہئے کہ آئندہ رسالہ عارف انکی خدمت میں حاضر نہ ہو سکیگا

العارض - مینجر رسالہ عارف مل روڈ لاہور

# احادیثِ خیر الانام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَيْرًا

جسے اللہ اور قیامت پر ایمان ہے اسے چاہئے کہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔ اور عورتوں کے حق میں بھلائی کرنے کی (نسبت) میری وصیت قبول کرے (حدیث شریف رواہ البخاری)

" قرآن مجید کے بعد احادیث رسول مقبول صلعم پر عارفین کرام و اولیاء عظام نے جس حد تک عمل کیا ہے۔ وہ انہیں پاک ہستیوں کا دل گردہ تھا۔ جو اپنی پاکیزہ طبیعت کے باعث حضور پُرنور ہادیٔ اسلام صلعم کی احادیث شریف کے ظاہری معنوں سے حقیقی سبق حاصل کرتے اور حقیقت الٰہی سے شناسا ہوتے تھے:

چنانچہ حدیث شریف بالا کے پہلے حصہ کے مطابق:۔

"اپنے پڑوسی کو تکلیف پہنچانا تو کیا۔ یہ نیک انسان تمام بندگان خدا کو اپنے سے افضل سمجھتے ہوئے ان کی راحت و اطمینان کے لئے اپنی جان کی بھی پرواہ نہ کرتے تھے"

---

امام الاولیا شیخ علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

"کہ میں نے احمد سرخسیؒ سے ان کی توبہ کرنے کا سبب دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا:۔

"میں سرخس کے جنگل میں اونٹ چرایا کرتا تھا۔ اور قرآن مجید کی اس آیت کے مطابق" اور جو اپنی جانوں کو چھوڑ کر

غیروں پر ایثار کرتے ہیں اگرچہ خود انہیں اسکی ضرورت ہے۔" اپنا کھانا دوسروں کو کھلا دیتا اور خود بھوکا رہتا۔ لیکن ایک روز میں نے دلچسپ واقعہ دیکھا۔ کہ ایک شیر نے پہاڑ سے اتر کر میرے اونٹ کو ہلاک کر دیا۔ پھر اُسے اپنے تیز پنجوں سے پھاڑ دیا۔ لیکن اپنے اس شکار کا گوشت کھائے بغیر پہاڑ پر چڑھ کر چنگھاڑنے لگا۔

شیر کی آواز سے جنگل کے دیگر درندے جو ادہر اُدہر چھپتے سٹتے جنگل سے گزرے۔ تو شیر کے اس شکار یعنی میرے ہلاک شدہ اونٹ پر پل پڑے۔ میں ایک جگہ چھپ کے یہ سب تماشا دیکھ رہا تھا۔ جب سب درندے اپنا اپنا پیٹ بھر کر چل دیئے تو وہ شیر پہاڑ سے پھر اترا ہی تھا۔ کہ ایک لومڑی لنگڑاتی ہوئی مردار اونٹ کی طرف آتے دیکھ کر دوبارہ پہاڑ پر چڑھ گیا۔ حتی کہ جب وہ لومڑی بھی اطمینان سے اپنا پیٹ بھر کر چلدی تو شیر نیچے اتر کر تھوڑا سا گوشت کھا کر چلتا بنا۔ لیکن جاتے جاتے مجھے اپنی زبان حال سے کہتا گیا۔

"دیکھو جوانمردی یہ ہے۔ کہ دوسروں کے لئے اپنی زندگی اور خواہش کو بھی قربان کر دیا جائے۔ جبکہ تم لوگوں کا ایثار کرنا کیا ہے۔ اسے تو کتے بھی کرتے ہیں۔"

اسی طرح ابو جعفر حلدی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:۔

ایک روز حضرت ابوالحسن نوری[1] رحمتہ اللہ علیہ خلوت میں نہایت فصیح اور مؤثر مناجات درگاہ الٰہی میں کر رہے تھے۔ میں نے دبے پاؤں اسجگہ کان لگائے تو یہ سنا آپ فرماتے تھے۔

یاالٰہی تو اہل دوزخ کو عذاب فرمائیگا۔ حالانکہ سب تیری ارادت اور قدرت قدیم سے پیدا شدہ ہیں۔ خیر اگر تو نے دوزخ کو ضرور ہی پُر کرنا ہے۔ تو اُن کے بدلے مجھ اکیلے کو ہی دوزخ میں ڈال دینا۔ یا الٰہ العالمین تجھے یہ بھی قدرت ہے۔ کہ مجھ اکیلے سے دوزخ کو بھر دے۔ اور ان سب دوزخیوں کو جنت میں بھیج دے

اللہ اللہ یہ تھے وہ ستودہ صفات انسان جنہوں نے ہادی اسلام صلعم کی احادیث شریف پر حقیقی عمل کر کے اسلام کا نام روشن کیا۔ ایک ہم لوگ ہیں۔ کہ حدیث پر عمل کرنا تو کار دارد جب کہ حدیث شریف کا سننا ہی

---

[1] نوری لقب کی وجہ تسمیہ یہ ہے۔ کہ آپ اندھیری کوٹھری میں جب کلام فرماتے۔ تو آپ کے باطنی نور سے تمام گھر روشن ہو جاتا تھا۔ اسی واسطے حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ کہ ابوالحسن دلوں کا جاسوس ہے۔

ناگوار ہے۔

حدیث بالا کا دُوسرا حصہ عورتوں سے حسنِ سلوک کرنے کے متعلق ہے۔

کیونکہ اسلام سے قبل دُنیا میں صنفِ نازک (عورت) کی جو حالت تھی اسکا مختصر تذکرہ عارف کی کسی گزشتہ اشاعت میں کر دیا گیا ہے۔ اسجگہ ضرورت نہیں۔

بہرحال یہ مظلوم ہستی دنیا کے نامور پیشوایانِ مذہب کی نظرِ الطاف سے بھی محروم تھی۔ لیکن اسلام نے دنیا میں آتے ہی عورتوں کی اس مظلومیت کو نظرِ انصاف سے دیکھ کر ان کی عزت و توقیر کی اور ان کے حقوق مردوں کے برابر مقرر کئے۔

چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہی قول ہے (کہ اسلام سے قبل، مکہ میں ہم لوگ عورتوں کو ناقابل التفات سمجھتے تھے۔ اگرچہ مدینہ میں عورتوں کی قدر تھی۔ لیکن نہ اسقدر جسقدر اسلام کے مطابق وہ جس کی مستحق تھیں۔

---

لیکن یہی عورتیں جو عرب کی نظر میں ناقابل التفات۔ مغرب کی نظر میں باغِ انسانیت کا کانٹا۔ یونان کی نظر میں شیطان وغیرہ قرار دی گئی تھیں۔ اسلام نے ان کو مردوں کے دوش بدوش کھڑا کر دیا۔ اور مردوں کی حقیقی شریک زندگی بن کر دین دُنیا کے ہر کام میں شریک ہوگئیں۔ چنانچہ دربار رسالت میں آکر ایسی دلیری سے حضور پُرنور صلعم سے مسائل دریافت کرتی تھیں۔ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ عنہ کو عورتوں کی اس جرأت پر حیرت ہوتی تھی۔ لیکن رسالت مآب صلعم کسی قسم کی ناگواری ظاہر نہ فرماتے تھے۔

---

بلکہ ایک روز خود ہی بعض عورتوں نے دربارِ رسالت میں درخواست کی۔ چونکہ مردوں کے سامنے ہم بعض مسائل دریافت نہیں کر سکتیں۔ اسلئے ہمارے لئے وعظ و نصائح سُننے و دیگر امورات دریافت طلب کے لئے ایک خاص دن مقرر کر دیا جائے

چنانچہ حضور پُرنور رحمتُ اللعالمین صلعم نے ان کی یہ درخواست منظور فرمائی۔ اور ان کے لئے ایک خاص دن

مقرر کیا گیا۔

عورتوں سے حسن سلوک کی نسبت ہادی اسلام صلعم کا یہ طریق عمل تو مساوات سے متعلق تھا۔ اُن کی عزت و توقیر مندرجہ ذیل اسوۂ حسنہ رسولِ مقبول صلعم سے ظاہر ہے۔

---

ایک روز حضور پرنور ہادی اسلام صلعم اونٹ پر سوار کہیں سے آرہے تھے۔ راستہ میں آپ نے دیکھا کہ حضرت اسماؓ (جو حضرت عائشہؓ کی علاتی بہن اور حضرت زبیرؓ کی بیوی تھیں) کھجور کی گٹھلیاں سر پر لادے آرہی ہیں۔ آپ کو اسماؓ کی موجودہ حالت کا علم تھا۔ کیونکہ حضرت زبیرؓ حال ہی میں مدینہ شریف میں ہجرت کر کے آئے تھے۔ اور ان کے پاس ایک گھوڑے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اس عسرت میں وفادار اور جفاکش بیوی مدینہ سے دو میل کے فاصلہ پر حضرت زبیرؓ کی اس زمین سے جو کہ حضور پرنور صلعم نے ان کو عطا فرمائی تھی کھجور کی گٹھلیاں چن کر ان کو اپنے سر پر لادے پا پیادہ آرہی تھیں۔ چنانچہ حضور پرنور صلعم نے اپنے اونٹ کو بٹھا دیا۔ تاکہ وہ سوار ہو لیں۔ لیکن حضرت اسماؓ شرما گئیں۔ حضور پرنور صلعم یہ سوچ کر کہ وہ محجوب ہیں تو بغیر کچھ کہے سُنے آگے بڑھ گئے۔ حضرت اسماؓ کا بیان ہے۔ کہ اسکے بعد ہی میرے والد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے گھوڑوں کے ایک خادم کو بھیجا۔ جس نے میرا بوجھ اٹھا لیا اور مجھے حضور پرنور صلعم کی اس ہمدردی سے ایسا معلوم ہوا کہ میں غلامی سے آزاد ہو گئی۔

---

ایک دفعہ حضور پرنور صلعم کے ہمراہ سفر میں ازواج مطہرات بھی تھیں۔ اس سفر میں ایک حبشی غلام انجشہ نام حدی خوان بھی مامور تھا۔ جس کا کام اونٹوں کے آگے حدی پڑھنا تھا۔ چنانچہ انجشہ حدی خوانی کر رہے تھے۔ کہ اونٹ زیادہ تیز چلنے لگے۔

یہ حالت دیکھ کر حضور پرنور صلعم نے فرمایا:۔

انجشہ دیکھنا۔ یہ آبگینے (عورتیں) کہیں ٹوٹ نہ جائیں۔

---

یہ طرزِ عمل ہے اسلام اور ہادیٔ اسلام کا جس سے اکثر موجودہ تعلیم یافتہ اصحاب بالخصوص اور عام مسلمان مستورات بالعموم ناواقف ہیں۔ اسی ناواقفیت کے باعث غیر مذاہب کے ان لغو اعتراضات "کہ اسلامی شعار پردہ وغیرہ نے عورتوں کو فطری آزادی سے محروم رکھا ہے۔ اور ان کی قدر و منزلت یہاں کی جاتی وغیرہ وغیرہ" کا جواب دینے کی بجائے کچھ مشتبہ سے ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا اُن کو کہہ دینا چاہئے کہ اسلام اور صرف ہادیٔ اسلام صلعم نے ہی عورتوں کو عزت و آزادی سے نوازا ہے۔ اور وہ مسلمان عورتیں ہی تو ہیں جنہوں نے اسلامی تعلیم اور اسلامی شعار تعلیم و تربیت سے حضرت باوا فرید شکر گنج علیہ الرحمۃ جیسے فرزند سعید اور بہت سی ہستیوں کی ہزاروں جیسی پاک ہستیاں پیدا کی ہیں۔ جن کا نام اب تک روشن ہے اور تا قیامت روشن رہے گا۔

بشیر محمد

---

# اسلامی احکامات کی ناواقفیت مسلمان کیلئے باعثِ ندامت ہے

لہٰذا

اسلام کے تمام حقوق و فرائض سیکھنے کیلئے ایک ہی کتاب

# حقوق و فرائض اسلام

# تذکرۂ بزرگانِ اسلام

## سید الشہدا حضرت حمزہؓ بن عبد المطلب

اسم گرامی حمزہؓ۔ ابو عمارہ کنیت۔ اسد اللہ لقب۔

حضور پُرنور ہادی اسلام صلعم کے حقیقی چچا بھی تھے۔ اور رضاعی بھائی بھی۔ (کیونکہ دونوں نے ابو لہب کی لونڈی ثوبیہ کا دودھ پیا تھا) عمر میں حضور پرنور صلعم سے دو برس بڑے تھے۔ بچپن سے ہی پہلوانی۔ تیراندازی۔ شمشیرزنی اور سیر و شکار کا شوق تھا۔ چنانچہ جوانی کا بیشتر حصہ سیر و شکار میں ہی بسر ہؤا

آپ کی شجاعت۔ جانبازی۔ تیراندازی عرب بھر میں مشہور تھی۔ اور اسی شجاعت و شہامت فطری کے باعث اگرچہ مزاج میں تیزی تھی۔ لیکن عزیز و اقربا کے ساتھ فیاضانہ برتاؤ رکھتے۔ اور تمام نیک کاموں میں ہمیشہ پیش از پیش رہتے تھے۔

شراب حرام ہونے سے پہلے۔ شراب کے اسقدر عادی تھے۔ کہ آپ اس عادت میں اپنے ہوش و حواس تک کھو بیٹھتے تھے۔

---

چنانچہ آپ کی اس مدہوشی کا ایک مشہور واقعہ یہ ہے:۔

ایک روز انصار کے ایک میخانہ میں صحبت رندانہ گرم تھی۔ آپ بھی اس میں شریک تھے۔ جام پر جام چل رہے تھے۔ خوش الحان مغنیہ کی راگ رنگنیوں سے محفل کا رنگ جما ہؤا تھا۔ حاضرین جوش مسرت سے بے خود ہو رہے تھے۔ اس پُرکیف موقعہ پر مُغنیہ نے دو اونٹوں کی طرف (جو سامنے ہی بندھے ہوئے تھے) اشارہ کر کے یہ مصرعہ کہا ؎

اَلَا یَا حَمْزَۃِ الشُّرُفِ النِّوَاءِ

آپ یہ سُنتے ہی بے اختیار ہو کر مدہوشی کی حالت میں محفل سے کودتے پھاندتے اونٹوں کے پاس پہنچے۔ اور دونوں کے کوہان وجگر کاٹ لائے۔

یہ دونوں اونٹ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے تھے۔ انہوں نے یہ حال دیکھا تو مغموم و آبدیدہ ہو کر دربار رسالت (صلعم) میں آپ کی اس زیادتی کی شکائیت کی۔

حضور پرنور صلعم کو آپ کی اس زیادتی کا افسوس ہؤا۔ اور اسی وقت زیدؓ بن حارثہ کے ہمراہ اس محفلِ رندانہ میں تشریف لے گئے۔ اور آپ کو ملامت فرمانے لگے۔

لیکن یہاں ہوش وحواس ہی ٹھکانے کہاں تھے۔ جو انہیں ندامت ہوتی۔ بلکہ مدہوشی کی حالت میں آپ نے حضور پرنور صلعم کی طرف سر سے پاؤں تک گھور کر دیکھا۔ بلکہ بہکنے میں یہ بھی کہہ دیا۔ "تم سب ہمارے باپ کے غلام ہو"

حضور پرنور رحمت العالمینؐ آپ کی یہ حالت مدہوشی دیکھ کر آخر وہاں سے لوٹ آئے۔

---

آپ کا اسلام لانے کا واقعہ حمیّتِ نسبی ومحبّت فطری سے وابستہ ہے۔ جس کی مختصر کیفیت یہ ہے :-

اگرچہ حضور پرنور ہادی اسلام صلعم کا نعرۂ توحید بہت دنوں سے اہل مکہ کے کانوں میں گونج رہا تھا۔ لیکن آپ کو سیر وشکار سے ہی فرصت کہاں تھی۔ جو اس صدائے توحید پر غور کرتے۔ لیکن قدرت کو آپ کی شجاعت سے چونکہ کام لینا منظور تھا۔ اسلئے وقت آنے پر قدرت نے ہی یوں رہنمائی کی۔

کہ ایک روز حسب معمول آپ سیر وشکار سے واپس آرہے تھے۔ کوہ صفا کے قریب پہنچے۔ تو آپ کی لونڈی نے آپ سے کہا۔

"کاش! آپ تھوڑی دیر پہلے اپنے بھتیجے محمد (صلعم) کا حال دیکھتے۔

آپ نے تعجب سے ——— بات کاٹ کر پوچھا ——— وہ کیا؟

لونڈی نے کہا ——— وہ کعبہ میں اپنے مذہب کی باتیں بیان کر رہے تھے۔ کہ آپ کو ابوجہل نے سخت گالیاں دیں اور بہت بُری طرح آپ کو تنگ کیا۔ لیکن اسپر بھی شریف خصلت محمد (صلعم) نے کچھ جواب نہ دیا۔ بلکہ بے بسی اور بے کسی کے ساتھ وہاں سے چلے گئے۔

یہ سنتے ہی آپ کی فطری محبت اور نسبی شرافت و شجاعت کے خون میں جوش آگیا۔ اور اسیوقت بڑی تیزی سے کعبہ کی طرف بڑھے۔ ابوجہل ابھی کعبہ میں ہی موجود تھا۔ آپ نے کعبہ میں پہنچتے ہی ابوجہل کے سر پر اس زور سے اپنی کمان دے ماری کہ اسکے سر سے خون جاری ہوگیا۔

---

یہ واقعہ دیکھ کر ابوجہل کے خاندان بنی مخزوم کے چند اشخاص نے ابوجہل کی حمایت میں آپ سے اُلجھتے ہوئے کہا:۔

"حمزہ! شاید تم بھی اپنے آبائی مذہب سے منحرف ہو کر بے دین ہو گئے ہو!

آپ نے فرمایا۔ ہاں ہاں۔ میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ محمد (صلعم) خدا کے سچے رسول ہیں۔ اور جو کچھ وہ کہتے ہیں سب حق ہے۔ خدا کی قسم اب میں اس دین حقیقی سے پھر نہیں سکتا۔ جبکہ مجھ پر اس دین الٰہی کی حقانیت ظاہر ہو گئی ہے۔ تو کون مجھے اس سے باز رکھ سکتا ہے۔ اگر تم سچے ہو۔ تو مجھے روک کر دیکھ لو۔

ابوجہل یہ سب کچھ سُن رہا تھا۔ اور اسے آپ کی جانبازی و دلاوری کا علم تھا۔ اسلئے اُسنے اپنے حمائتوں سے کہہ دیا:۔

"ابو عمارہ کو چھوڑ دو۔ خدا کی قسم میں نے واقعی اسکے بھتیجے کو ابھی ابھی سخت گالیاں دی ہیں۔ اور اُسے بہت ستایا ہے"!

یہ آغاز اسلام کا وہ زمانہ تھا۔ کہ جب حضور پُرنور ہادی اسلام صلعم ارقم بن ابی ارقم کے مکان میں چھپ کر اسلام کی تلقین عمل فرمایا کرتے تھے۔ اور ابھی چند کمزور و ناتواں شخص ہی اسلام سے مشرف ہوئے تھے۔ لیکن آپ کے اسلام لاتے ہی ان چند نومسلموں کے دلوں سے ہزار ہا جابر و ظالم مشرکین کی دست درازیوں اور ایذا رسانیوں کا خوف جاتا رہا۔

---

زمانہ بعثت کے تیرہویں برس دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ اجمعین کے ساتھ آپ بھی مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ شریف میں تشریف لائے۔

ہادی اسلام حضور پرنور صلعم نے مکہ شریف میں ہی آپ کی مواخات (بھائی چارہ) اپنے محبوب غلام زید بن حارثہ

سے کرادی تھی۔ اور آپ کو بھی حضرت زیدؓ سے اسقدر محبت تھی کہ جب کسی غزوہ میں تشریف لے جاتے۔ تو انہی کو ہر قسم کی وصیت کر جاتے تھے۔

سنہ ۱ھ میں مدینہ شریف سے جب تیس۳۰ مجاہدین اسلام ساحلی علاقہ کی طرف اسلئے روانہ ہوئے۔ کہ اہل قریش کے قافلہ کے سدّراہ ہوں۔ تو اُن کے سردار آپ ہی مقرر ہوئے تھے۔ اگرچہ آپ صرف ان تیس۳۰ جانثاران اسلام کے ساتھ ابوجہل کے قافلہ کے تین سو سواروں سے مقابل ہو چکے تھے لیکن مجدی بن عمر الجہنی نے بیچ میں پڑکر جنگ نہ ہونے دی۔ اسی سال صفر کے مہینے میں حضور پرنور ہادی اسلام صلعم نے جب قریش مکہ کی نقل و حرکت کے بالمقابل تقریباً ساٹھ صحابہ کرامؓ کو روانہ فرمایا۔ تو اس فوج کے علمبردار بھی آپ ہی مقرر کئے گئے تھے۔ چونکہ قریش کا قافلہ آگے بڑھ چکا تھا۔ اسلئے اسدفعہ بھی جنگ کا موقعہ پیش نہیں آیا۔

---

سنہ ۲ھ میں غزوہ عشیرہ میں بھی آپ ہی مجاہدین اسلام کے کماندار تھے۔ اگرچہ اسدفعہ بھی جنگ نہ ہوئی۔ تاہم بنو مدلج سے آپ کی ہی وساطت سے عہدنامہ مرتب ہوگیا۔ ابتہ اسی سنہ ۲ ہجری میں مشہور غزوہ بدر ہوا۔ جس میں آپ کو اپنے اظہار شجاعت کا پورا پورا موقعہ ملا۔ چنانچہ غزوہ بدر میں ہر دو لشکروں کی صف آرائی کے بعد ہی کفار مکہ کی طرف سے عتبہ شیبہ اور ولید نے آگے بڑھ کر مبارزطلبی کی۔ تو لشکر اسلام میں سے چند انصاری نوجوان اُن کے مقابلہ کے لئے نکلے جن کو دیکھتے ہی عتبہ نے بلند آواز سے کہا۔

"محمد (صلعم)!۔ ہم غیر کفو والوں سے نہیں لڑسکتے۔ ہماری برادری اور برابر کے لوگ ہمارے بالمقابل بھیجو۔"

حضور پرنور ہادی اسلام صلعم نے عتبہ کی یہ آواز سُن کر اپنے جانثاروں کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ حمزہ علی عبیدہ نکلو اور آگے بڑھو۔

---

اس ارشاد رسول مقبول صلعم کے سنتے ہی تینوں بہادر جانثاران رسول صلعم بے تابانہ وار اپنے نیزے تانے تیر کی طرح دشمنوں پر جھپٹے۔

اِدھر تو آپ نے اپنے ایک ہی بھرپور ہاتھ سے عتبہ کو خاک وخون میں ملادیا۔ اُدھر حضرت علیؓ نے شیبہ کو واصل جہنم

کیا۔ البتہ ابوعبیدؓ اور ولید میں کچھ دیر کشمکش ہوتی رہی۔ جب آپ نے اور حضرت علیؓ نے دیکھا۔ کہ ابوعبیدہؓ زخمی ہو گئے ہیں تو دونوں نے ایک ساتھ حملہ کر کے ولید کو بھی تہ تیغ کر دیا۔

اپنے تینوں بہادر آناً فاناً قتل ہوتے دیکھ کر طعمہ بن عدی جوش انتقام میں جیسے ہی آگے بڑھا۔ آپ نے ایک ہی وار میں اسکو بھی وہیں ڈھیر کر دیا۔

آخر مشرکین نے اپنی یہ ذلت و رسوائی دیکھ کر طیش میں آکر ہلہ بول دیا۔ لیکن مجاہدین اسلام کب چوکنے والے تھے وہ بھی اپنے جانثار دلاوروں کو دشمن کے نرغہ میں دیکھ کر مشرکین پر ٹوٹ پڑے۔ پھر تو وہ گھمسان کا رن پڑا۔ کہ کسی کو اپنے پرائے کی تمیز نہ رہی۔ آپ چونکہ اپنی دستار مبارک پر شتر مرغ کی کلغی لگائے ہوئے تھے اسلئے جوش شجاعت میں جس طرف نکل جاتے تھے۔ صاف پہچانے جاتے تھے۔ آپ کے دونوں ہاتھوں میں تلوار تھی۔ اور بیتابانہ اپنے دو دستی حملوں سے ہر طرف دشمنوں کے پرے کے پرے صاف کر رہے تھے۔

آخر آپ کی اس جوانمردی اور شجاعت سے ہی مشرکین مکہ اپنے بہت سے قیدی اور مال غنیمت چھوڑ کر بھاگے۔ اور مجاہدین اسلام کو اس جنگ میں فتح کامل حاصل ہوئی۔

---

سـ۳ـھ میں غزوہ بدر کی شکست کے جوش انتقام میں مشرکین مکہ کا سیلاب عظیم مدینہ کی طرف پھر بڑھا۔
حضور پرنور ہادی اسلام صلعم نے اپنے جانثاروں کے ساتھ مدینہ سے نکل کر اس سیلاب عظیم کو کوہ احد کے قریب روکا۔

دونوں طرف کی صفیں درست ہوتے ہی کفار کی طرف سے سباع نے آگے بڑھ کر مبارز طلبی کی۔ تو لشکر اسلام کی طرف سے آپ اپنی تیغ خونفشاں تولے نکلے اور سامنے آتے ہی للکار کر کہا۔

او نجس و ناپاک سباع کیا تو خدا اور اُسکے رسول برحق سے لڑنے آیا ہے؟

یہ کہتے ہی ایک ہی پُرزور وار سے اسکا خاتمہ کر دیا۔

سباع کے قتل ہوتے ہی تمام مشرکین نے تلواریں سونت لیں۔ ادھر مجاہدین اسلام بھی آگے بڑھ چکے تھے۔ چنانچہ دونوں لشکروں میں زبردست جنگ شروع ہو گئی۔

آپ نے جس طرح غزوۂ بدر میں دشمنانِ دین کو چن چن کر قتل کیا تھا۔ اسی طرح جنگ احد میں بھی غنیم کے لشکر میں بے خوف گھس کر تیس۳۰ مشرکین کو خاک وخون میں ملا کر رکھ دیا۔

---

چونکہ جنگ بدر میں بھی آپ کے ہی ہاتھ سے قریش مکہ کے معزز و مشہور دلاور موت کے گھاٹ اتر چکے تھے۔ اسلئے اب کی دفعہ تمام مشرکین مکہ زیادہ تر آپکے ہی خون کے پیاسے ہوکر آئے تھے۔ اور انہوں نے جبیر بن مطعم کے ایک غلام وحشی نام کو اسکے چچا طعمہ بن عدی کے انتقام کا جوش دلاکر آپ کو شہید کر دینے پر خاص طور پر مقرر کر رکھا تھا۔ وحشی بھی اپنی آزادی اور ہر طرح کے انعام و اکرام کی لالچ میں ہر شہر ہوکر موقعہ کی تاک میں جہاں چھپا ہوا تھا۔ اتفاقاً بے خبری کے عالم میں آپ جب اسکے قریب سے گزرے تو وحشی نے آپ پر اس زور سے وار کیا۔ کہ آپ کے جسم مبارک کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ سید الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شہید ہوتے ہی تمام مشرکین میں مسرت کی لہر دوڑ گئی اور انکی عورتوں نے تو اچھلنا کودنا شروع کر دیا۔ سب سے زیادہ ابوسفیان کی خونخوار بیوی ہندہ کو ہوئی جس نے بیخود ہوکر اپنے باپ عتبہ کے انتقام میں آپ کے جسد مبارک سے ناک اور کان کاٹ کر اپنے زیور بنائے۔ اور شکم پاک کو چاک کر کے جگر کو چبا چبا کر تھوکا۔

---

حضور پرنور ہادی اسلام صلعم نیز آپ کے تمام جانثار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو آپ ایسی جانثار و بہادر ہستی کے مٹ جانے کا نہایت صدمہ ہوا۔

اختتام جنگ کے بعد مجاہدین اسلام کی تجہیز و تکفین کے وقت حضور پرنور صلعم اپنے بہادر عم محترم کی لاش پر تشریف لائے تو آپ کے جسد مبارک کی یہ بے حرمتی دیکھ کر قلب اطہر ہل گیا۔ اور نہایت حزن و ملال کے لہجہ میں آپ کی لاش مبارک سے مخاطب ہوکر فرمایا

"تم پر خدا کی رحمت ہو۔ تم اپنے عزیزوں آشناؤں کا سب سے زیادہ خیال رکھتے تھے۔ اور تمام نیک کاموں میں سب سے بڑھ کر حصہ لیتے تھے۔"

آپ کی حقیقی بہن حضرت صفیہؓ نے جب آپ کی شہادت کی خبر سنی تو روتی پیٹتی جنازہ کے پاس آئیں۔ اور اپنے

جوانمرد بھائی کا آخری بار چہرہ مبارک دیکھ لینے کے لئے بہت مصر ہوئیں۔ چونکہ خونخوار ہندہ نے آپ کا مثلہ کر دیا تھا۔ اسلئے حضور پرنور صلعم نے اس عبرت خیز منظر کے لحاظ سے سیدالشہداؓ کا آخری دیدار کئے بغیر ہی تسلی و تشفی دیکر واپس کر دیا۔

---

حضرت صفیہؓ واپس ہوتے وقت اپنے صاحبزادہ حضرت زبیرؓ کو اپنے شہید بھائی کے کفن کے لئے دو چادریں دے گئی تھیں۔ لیکن سیّدالشہداء کے ساتھ ہی ایک اور انصاری مجاہد کی لاش بھی چونکہ بے کفن پڑی ہوئی تھی۔ اسلئے حضرت زبیرؓ نے ان دونوں مجاہدین میں ایک ایک چادر تقسیم کر دی۔

لیکن آپ کی ضخیم جسامت پر ایک چادر مکتفی نہ ہو سکی۔ چنانچہ جب سر چھپایا جاتا تو پاؤں کھل جاتے۔ اگر پاؤں چھپائے جاتے تو سر برہنہ رہ جاتا تھا۔

آخر حضور پرنور صلعم نے فرمایا۔

"سر چھپا دو۔ پاؤں پر گھاس اور پتے ڈال دو۔"

الغرض اس عبرت خیز منظر سے آپ کا جنازہ تیار ہوا۔ اور حضور پرنور صلعم نے خود نماز جنازہ پڑھائی۔ اور یہ ممتاز و جانثار ہستئ اسلام اسی میدان میں سپرد خاک کی گئی۔

---

آپ کی متعدد بیویاں تھیں۔ اگرچہ ان سے اولادیں بھی ہوئیں۔ چونکہ کوئی اولاد کسی بیوی کے بطن سے زندہ نہ رہی اسلئے آپ کا سلسلہ نسل بھی قائم نہ رہ سکا۔

مُدیر

---

**ضروری نوٹ:۔** براہ کرم خط و کتابت کرتے وقت مطبوعہ رجسٹرایل نمبر کا نہیں بلکہ نمبر خریداری (جو کہ آپ کے نام کی چٹ پر دستی تحریر ہوتا ہے) حوالہ ضرور دیں۔

**نیز** رسالہ عارف مطالعہ فرمانے کے بعد اپنے دیگر احباب و اقارب کو بھی رسالہ ہذا مطالعہ کرا دیا کریں۔ تاکہ دیگر مسلمان بھی اس سے مستفید ہو سکیں۔

منیجر رسالہ عارف

# محسوساتِ ماہر

چلے دو قدم اور قیامت اٹھا دی ‏ ‏ ذرا عکس پڑے اور بجلی گرا دی

خطائے محبت کی اچھی سزا دی ‏ ‏ مرے دل کی دنیا بنا کر مٹا دی

غم و درد سے پہلے دل کو بنایا ‏ ‏ جو باقی رہا اس سے دنیا بنا دی

محبت میں دل نے مرا ساتھ چھوڑا! ‏ ‏ بھنور میں مجھے ناخدا نے دغا دی

تری خودنمائی کے قربان جاؤں ‏ ‏ مری آنکھ سے میری ہستی چھپا دی

ستمگر کی شانِ تجاہل تو دیکھو ‏ ‏ نظر کی خطاؤں پہ تہمت لگا دی

یہ کن مست آنکھوں کا آیا تصور ‏ ‏ مرے ہاتھ سے جس نے بوتل گرا دی

بتاؤ کوئی، کس کا یہ آستاں ہے؟ ‏ ‏ ارے کس نے یہ میری گردن جھکا دی

مرے دم قدم سے ہیں شاداب ماہر
تغزل کی منزل، تخیل کی وادی

از: ماہر القادری۔

# مشرقی عورتوں پر مغربی تمدن کے اثرات

اور

# ہندوستان کی اقتصادی مشکلات

"موجودہ ہند کے دیوتاؤں کی کشش سے تمدن یورپ کے بادل مشرق پر کچھ ایسے محیط ہیں۔ جن سے بظاہر تو یہی معلوم ہو رہا ہے۔ کہ مغربی تقلید معاشرت کا یہ سیلاب ایک نہ ایک دن مشرق کو بھی اپنے ساتھ بہا لے جائے گا۔"

لیکن تہذیب نو کے متوالے بزعم خود زندہ قوموں کی تقلیدِ معاشرت کو اپنی خوش بختی سمجھتے ہوئے اب تک اس تقلید میں ایسے محو ہیں۔ کہ انہیں اس مسموم فضا کا احساس تک نہیں۔

اور جو اصحاب بقول علامہ سر اقبال ؎

ہم مشرق کے مسکینوں کا دل مغرب میں جا اٹکا ہے

مغربی تقلیدِ معاشرت کو اہل مشرق کے لئے قابل نقصان خیال کرتے ہیں۔ وہ موجودہ ماحول کے زیر اثر مغربی تاثرات سے بچنا۔ یا اُسے ترک کرنا شاید اپنی کسرِ شان سمجھتے ہیں۔

---

موجودہ زمانہ میں مغربی تمدن اوضاع و اطوار معاشرتی تکلفات بالخصوص عورتوں کی آزادانہ روش (لڑکیوں کی مروجہ تعلیم۔ مسرفانہ فیشن۔ نزاکت و نفاست) بے پردگی۔ بے حیائی بے غیرتی بے تکلفی وغیرہ نے اہل مشرق کو نہ فقط اپنے مذہب سے بیگانہ اور منحرف سا کر دیا ہے۔ بلکہ ہندوستان کی اقتصادی کمزوری بھی اس مغربی اثرات کی رہین منت ہے۔

---

آج سے نہیں۔ آج سے پچیس تیس برس بلکہ اس سے بھی پہلے بعض رہبران ملت اپنے ملک کو مغربی تقلید معاشرت کے خطرات سے آگاہ کر چکے ہیں

جیسے کہ بے پردگی کے متعلق ترجمان ملت حضرت اکبر الٰہ آبادی فرما چکے ہیں ؎

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بی بیاں　　اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا
میں نے کہا کہ آپ کا پردہ وہ کیا ہوا　　کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

مروجہ تعلیم کے متعلق ترجمانِ حقیقت علامہ سر اقبال کا یہ ایک ہی شعر کافی ہے ؎

لڑکیاں پڑھ رہی ہیں انگریزی　　ڈھونڈ لی قوم نے فلاح کی راہ

اسی طرح فیشن و نفاست وغیرہ کے متعلق بھی ہماری ملی و قومی ترقی و تنزل کے قابلقدر ترجمانوں نے اپنا حق ترجمانی ادا کر دیا ہے۔

لیکن آج تک مسلمان قوم میں سے کسی ایک نے بھی موجودہ تمدن ہند کی ان مشکلات کو حل کرنے کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ اور اس بے توجہی کے نتایج آج ہمارے سامنے ہیں جسکے مختصر نقوش یہ ہیں۔

---

بڑے بڑے شہروں میں ہر روز ہماری لڑکیوں کے غول کے غول مروجہ سکولز تعلیم حاصل کرنے زنانہ مدرسوں میں جاتے دکھائی دیتے ہیں۔ اور ان کی یہ نمائش و تعلیم ایک قوم کی تہذیب و ترقی کا باعث خیال کی جاتی ہے۔ لیکن دن میں دو دفعہ پُر رونق بازاروں میں تنہا۔ یا اپنی ہم جلیسوں کے ساتھ کنواری نوجوان لڑکیوں کا آنا جانا نصاب تعلیم کے نقائص۔ سکول میں فیشن ایبل امراء لڑکیوں سے غریب لڑکیوں کی ہم نشینی۔ آزاد مزاج شوخ و شنگ طالبات کی بے تکلفی و دیگر اسی قسم کے اثر و نفوذ سے مذہب اخلاق۔ ادب۔ شرم و حیا کے برخلاف جو نتایج بعض اوقات ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں۔ ان کے اظہار کی سر دست ضرورت نہیں۔ البتہ اس آزادانہ روش سے جسقدر اقتصادی مشکلات میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے وہ ہر گھر سے ظاہر ہے۔

---

ایک مروجہ سکولز تعلیم یافتہ آزاد مزاج۔ فیشن ایبل بیوی سے نہ شوہر کو ہی جسمانی و روحانی مسرت و تقویت حاصل

ہو سکتی ہے۔ اور نہ ایسی بیوی مسرفانہ پُر تکلف طرز معاشرت کے باعث اپنی ریاست (گھر) کی اقتصادی حالت کو بہتر بنا سکتی ہے۔ بلکہ یقیناً کہا جا سکتا ہے۔ کہ اس طبقہ کی نوجوان تعلیم یافتہ فیشن ایبل عورتوں کا یہی مسرفانہ طرز معاشرت ہی ملک کی اقتصادی بدحالی کا باعث ہے۔

اور اسی وجہ سے موجودہ وقت میں نہ کسی گھر کا اثاث البیت قائم رہ سکتا ہے۔ اور نہ کسی کے پاس اتنا روپیہ ہی پس انداز ہو سکتا ہے۔ جو ضرورت کے وقت فکر معاش سے بے فکر کر سکے۔ بلکہ جس شخص سے پوچھ دیکھو۔ وہ یہی کہے گا۔ کہ:۔

"مہینہ بھر کی آمدنی ۲۰ روز کے لئے بھی مکتفی نہیں ہو سکتی"

---

افسوس کہ میری عدیم الفرصتی تفصیل و توضیح سے مانع ہے۔ ورنہ موجودہ طرز معاشرت کے معائب و مصائب نیز امراء لڑکیوں کی ہم جلیس یعنی ان غریب لڑکیوں کی نفاست پسندی (جس سے یہ سکولز لڑکیاں نہ فقط اپنے گھر کے کام وکاج سے متنفر بلکہ اپنے غریب طبقہ لڑکوں سے منسوب ہونا بھی پسند نہیں کرتیں) وغیرہ وغیرہ پر بہت کچھ لکھتا۔ تاہم بطور اختصار اتنا اور عرض کئے دیتا ہوں۔

"کہ موجودہ تعلیم یافتہ فیشن ایبل۔ مغربی تقلید معاشرت کی دلدادہ۔ ایسی ہر ایک عورت جو انسانی زندگی کی حقیقی رفیق اور مرد کے لئے باعث راحت ہونی چاہئے۔ وہ آج اپنے حقیقی رفیق سے بیزار اور مجازی شفیق کی طلبگار ہے"

"وہ صنف نازک (عورت) جو صنف قوی (مرد) کی محافظت میں۔ بچوں کی تربیت اسلامیت اخلاق و ادب شفقت و محبت صداقت و شرافت نیز سادہ اور آسان مشرقی طریق معاشرت کی معلمہ ہونی چاہئے۔ آج بچوں سے غیر مانوس ہی نہیں بلکہ ماں بننا ہی معیوب سمجھتی ہے"

---

یہ اثر ہے موجودہ مغربی معاشرت۔ مروّجہ تعلیم۔ آزادی۔ خود پسندی۔ بے پردگی کی تقلید کا۔ نہ معلوم محترم مصلحان قوم اس مسموم فضا سے (یعنی مغربی اثرات سے باخبر ہونے کے باوجود بھی) کب متاثر ہوں گے۔ اور کب تک

اس مسموم فضا کو بدلنے کی کوشش فرمائیں گے۔

شائد اکثر اہل علم و ادب یہ خیال نہ فرمائیں۔کہ ان الٹے خیالات کا او الٹ فیشن راقم مضمون تعلیم نسواں کا بھی مخالف نہ ہو۔

لہذا ایسے اصحاب کی دلجمعی کے لئے ان آخری سطور میں مجھے اتنا مزید عرض کرنا پڑا ہے کہ میں تعلیم نسواں کا کٹر حامی ہوں۔لیکن اس تعلیم نسواں کا جس کا انتظام و نصاب نہ فقط عورتوں کے لئے بلکہ نونہالانِ قوم ملک و ملت تمدن و معاشرت کیلئے سبب نقصان نہ ہو بلکہ مفاد کا باعث ہو۔

محمد عارف (ملک) لاہور

---

# لمعاتِ ضیاءؔ

از حمید اللہ خان ضیاؔ ایچ پی۔ ایچ یو (موچھ۔ میانوالی)

ڈال کر اپنے رُخ زیبا پہ اک رنگیں نقاب
کر دیا ہے تُو نے عالم کو رہینِ اضطراب

دیکھئے کیونکر گزرتی ہے سرِ میدانِ حشر
اپنے عصیاں کی ہے کثرت اسکی رحمت بیحساب

عشق اپنی زندگی ہے زندگی اپنی ہے عشق
راز ہے گویا کتابِ عشق کا ایک ایک باب

یار کے دیدار کی حسرت بر آئے کس طرح
میری آنکھوں کو کہاں اُس رُخ کے نظارے کی تاب

تیرے باغ حُسن کے دو پھول ہیں اے رشکِ گل
کہہ رہی ہے حُسن کو دُنیا آفتاب و ماہتاب

لطف کرتی ہے پیدا دل کے داغوں کی بہار
تیرا احساں مند ہوں میں اے فضائے ماہتاب

خستگی کی ظلمتیں ہیں کارِ فرما شش جہت
نورِ تسکیں سے نہیں ہے ایک دل بھی فیضیاب

ابتدا پر غور فرما۔ انتہا پر رکھ نظر
زندگانی کی حقیقت کچھ نہیں جز وہم و خواب

زندگی کی بے ثباتی کے ہیں نوحہ خواں ضیاؔ
جو زمیں کی گود میں ہیں مدتوں سے محوِ خواب

# حضرت خالدؓ کی آخری تمنّا

سیف من سیوف اللہ حضرت خالدؓ ابن ولید قرونِ اولیٰ کے وہ جانباز اور سرفروش مجاہد اسلام تھے جنہوں نے شجرِ اسلام کو اپنے خون سے سینچا۔ اور پیغمبر رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دینِ کامل کی ترویج و اشاعت میں دمِ واپسیں تک مشغول و مصروف رہے۔

خالد کو رب اکبر نے وہ جرأت و شجاعت اور قوت عطا فرمائی تھی۔ کہ جب وہ اپنی شمشیرِ آبدار کو نیام سے باہر نکالتے تھے۔ تو سو پچاس مشرکین کا داخلِ جہنم ہو جانا یقینی تھا۔ وہ گرسنگی و تشنگی اور دیگر معاشرتی تکالیف کے باوجود دن رات کفر و شرک کی ہلاکت آفرینیوں کے سدباب میں منہمک رہے اور اسلام کے علم اقتدار کو بلند رکھنے کے لئے اخیر دم تک کوششیں بروئے کار لاتے رہے۔

قبول اسلام کی بنا پر وہ اپنے عزیز و اقارب کی نظروں میں کھٹکنے لگے۔ اور ان کے مخلص احباب بھی ان کا ساتھ چھوڑ گئے۔ خانہ بربادی اور غربت وطن کی بے پناہ صعوبتوں سے دوچار ہوئے۔ مگر اس جانباز مجاہد کے پائے ثبات میں معمولی لغزش بھی نہ آئی۔ یہی وجہ ہے کہ خالد کو اپنے اقران و اماثل میں فوقیت و برتری حاصل ہے۔

خالد اپنے دورِ حیات میں تقریباً سو خونریز معرکوں میں شامل ہوئے اور آپکے بدن پر بالشت بھر جگہ ایسی باقی نہ تھی جہاں تلوار یا تیر کا زخم موجود نہ ہو مگر اسکے باوجود جب یہ مجاہد اسلام اس دارِ ہست و بود سے عالم بقا کیطرف رحلت فرما ہوئے تو اس نے بادیدۂ تر بھرّائی ہوئی آواز میں اپنی آخری تمنا یوں بیان کی کہ

یہ آرزو مدت ہائے دراز سے میرے گوشۂ قلب میں پرورش پا رہی تھی کہ میں کسی میدان کارزار میں جہاد فی سبیل اللہ کرتا ہوا جام شہادت نوش کروں اور شہادت کے مرتبۂ بلند پر فائز ہو کر ملک العزیز العلام کے الطاف و افضال سے ہمکنار ہوں۔ وا حسرتا! کہ میری اس آرزو کو پورا ہونے کا موقع نہ ملا۔ اور آج میں بستر علالت پر دم توڑ رہا ہوں۔ یہ کہتے کہتے اس جانباز اور قدسی نفس مجاہد اسلام نے جان جان آفرین کے سپرد کی۔

(ابن علامۃ الالور سید محمد ازہر شاہ قیصر)

# "ہلالِ عید سے خطاب"

اے ہلالِ عید اے آئینہ دارِ کائنات　　　اے کہ سمجھا ہوں تجھے میں محرمِ رازِ حیات
اے کہ تو تھا خنجرِ حلقومِ صدلات و منات　　　لرزہ بر اندام تھے تجھ سے بتانِ سومنات

باطل سرکش سے حق جب بر سرِ پیکار تھا
تو مسلمانوں کی سطوت کا عَلم بردار تھا

یاد ہیں مسلم کے ایامِ حدی خوانی تجھے　　　یاد ہے کیا بدر میں بھی انکی قربانی تجھے
یاد ہے کیا ساربانوں کی جہابانی تجھے　　　یاد ہے اِک مورِ بے پر کی سلیمانی تجھے

جسکی سطوت کا ہوا تھا غلغلہ افلاک تک
کانپتے تھے زیرِ مرقد خفتگانِ خاک تک

جبکہ تو شربِ مئی اسلام کا پیغام تھا　　　ساغرِ صہبائے وحدت جبکہ تیرا نام تھا
جبکہ تیرا بادۂ دوشینہ کیف انجام تھا　　　میں بھی تیرے ساغرِ الفت سے شیریں کام تھا

یاد آیا میکہ تو مجھ کو پیامِ عید تھا
گویا میری عشرتوں کا باعثِ تجدید تھا

تو علمبردار تھا اسلام کی تعلیم کا　　　درس تھا تیرا سرِ خم شیوہ تسلیم کا
تو نے سکھلایا سبق اللہ کی تعلیم کا　　　واقعہ بتلایا اسماعیل و ابراہیم کا

تو ہوا سرخم تھا دُنیا کو سکھانے کیلئے
سامنے اللہ کے سب کو جُھکانے کیلئے

وہ جہاں باں اور نہ آئینِ جہانبانی رہے　　صرف باقی نوحہ خوانانِ مسلمانی رہے
چند شیون کوش وقفِ چاکِ دامانی رہے　　اب نہیں مسلم فقط ننگِ مسلمانی رہے
رہ گئے ہیں شکوۂ بیدست و پائی کیلئے
جو کہ تھے مامورِ تسخیرِ خدائی کے لئے

جو کہ جھک جاتے تھی تجھکو دیکھ کر وہ اور تھے　　ہاں تری تعلیم کے پیغامبر وہ اور تھے
جن کو بخشا تھا خدا نے مال و زر وہ اور تھے　　ہاں مسلماں مالکانِ بحر و بر وہ اور تھے
کس لئے آیا ہے کہتا ہے کسے تو السلام
کون باقی ہے کہ جو آکر کہے گا والسلام

ہاں بنا دے میری بگڑی گر بنا سکتا ہے تو　　معجزہ کوئی دکھا دے گر دکھا سکتا ہے تو
سرکشوں کو پھر جھکا دے گر جھکا سکتا ہے تو　　پھر وہی قرآن سنا دے گر سنا سکتا ہے تو
تازہ کر دے وعدۂ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَاد کو
پھر وہی مژدہ سنا زندانیِ بیداد کو

دخترِ رز میکدے میں پھر ترنم کوش ہو　　پھر وہی بادہ وہی غوغائے ناؤ نوش ہو
تیر میکش پھر رہینِ بادۂ سرجوش ہو　　بیخودی ہو پھر وہی بیگانگیِ ہوش ہو
از سرِ نو دے نوید فرحت و شادی مجھے　　نواز۔ بی اے (آنرز)
ہاں سنادے پھر وہی پیغام آزادی مجھے　　از ڈیرہ غازیخاں

# احساسات

حمید اللہ خان ضیاء ——— اسلام پوری (میانوالی)

وہ پھولوں کی نرم و نازک گود میں محوِ خواب استراحت تھا۔ کہ کسی نے اُسے گُدگُدانا اور چھیڑنا شروع کیا۔ اس شوخ نے آنکھیں کھولتے ہی مسکرادیا۔

---

دور کہیں دور اُفق مشرق کے پاکیزہ اور مقدس پہلو میں وہ اپنی بے خبری کی نیند سو رہا تھا۔ کہ قدسیوں نے اسکے حسین و جمیل چہرہ پر سے ردائے شب سرکادی۔ وہ انگڑائیاں لینے لگا۔ اسکے رخسارے شرم و غصہ سے سُرخ ہوگئے۔ مگر پیشانی پر نورِ عرفان قربان ہو رہا تھا۔

---

وہ رسیلا راگ چھیڑے ہوئے تھا۔ مجھے اس کی ترنم ریزیاں اپنی طرف کھینچنے لگیں۔ میں نے ہر طرف متجسس نگاہیں دوڑائیں۔ مگر وہ کہیں بھی نظر نہ آیا۔ میں اتنا کہہ کر بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ اے محسوس ہونے والے منظر کیوں نہیں آتے؟

---

معصوم بچہ پنگھوڑے میں پڑا کھیل رہا ہے۔ خدا جانے وہ بے زبان کس زبان میں اور کس سے مصروفِ تکلم ہے۔ ہر آنے جانیوالے کی نظریں اس میں جذب ہو کر رہ جاتی ہیں۔ سچ ہے کہ حسن کا نباہ معصومیت سے ہے۔

---

ہر طرف خاموشی چھائی ہے۔ ذرہ ذرہ سکونِ کامل کے قبضہ میں ہے۔ ہر اہلِ زمین کو نیند کی ساحرہ نے مسحور کر رکھا ہے۔ مگر ستارے تیری جستجو میں بیگانۂ خواب ہیں ——— آہ! اس وقت کے تاثرات نے مجھے اسقدر گھیر لیا ہے کہ میں اپنے آپ کو موسیقی کے بے کراں سمندر میں ڈوبا ہوا پاتا ہوں۔

فقط ———

# قوم مسلم سے

دیکھ اے مسلم دیدۂ عبرت سے اپنا حال زار
کیا ہوئیں تیری وہ شانیں تھیں جو مشہورِ دیار

اب نہ وہ جوشِ شجاعت ہے نہ وہ خودداریاں
اب ملا کر خاک میں بیٹھا ہے تو عزّ و وقار

کیا ہوا وہ جوشِ ملت حق پرستی کیا ہوئی
کیا ہوئی وہ حُبِ قومی جس سے تھا تو شہر یار

کیا ہوئی وہ غیرتِ قومی جو تھی تیری رفیق
کیا ہوئی وہ یک دلی جو تھی ہمیشہ یارِ غار

کیا ہوا اگلا وہ تیرا اتفاقِ باہمی
کیا ہوئی وہ ہمت عالی جو تھا تیرا شعار

کھو کے جاہ و مال و ثروت زار ہے حالت تری
اب یہاں پردیس میں تیرا نہیں ہے کوئی یار

جتنی قومیں آج دُنیا میں ہیں سب بیدار ہیں
سوئیگا کب تک تو غافل جاگ اے غفلت شعار

کھو کے پہلی ثروتیں کب تک کریگا اُن کو یاد
خواب میں دیکھے گا کب تک وہ مٹا نقشِ نگار

تو کرے گا فخر کب تک ثروتِ اجداد پر
دل کو کب تک خوش کریگا بن کے فرضی شہریار

محنت و کوشش کو اُن کی دیکھ چشمِ غور سے
آج جن کی جاہ و ثروت پر ہے تجھ کو افتخار

کھول آنکھیں دیکھ دُنیا کا یہی ہے انتظام
بے مشقّت ہو نہیں سکتا کوئی اہلِ وقار

سیکھ پہلے علمِ مذہب بعد ازاں دیگر علوم
تاکہ ہو تیرا بھی غافل زندہ قوموں میں شمار

تیرے ہی گھر میں ہے سب کچھ اور تو واقف نہیں
اپنی سُستی کی بدولت ہے جہالت کا شکار

ہو گیا محتاج غیروں کا تو گھر کو بھُول کر
تیری غفلت نے بنایا ہے تجھے بے اعتبار

علم و حکمت دین و دُنیا سب ہے قرآں میں ترے
تو جہالت سے ہے ناواقف بنا اے خامکار

دولت علم و عمل سے پہلے ہو لے بہرہ ور
بعد ازاں کر کار جائز بہرِ روزی اختیار

کم سے کم اتنا تو غافل اپنے دل میں غور کر
کن اولو العزموں کی اس دُنیا میں ہے تو یادگار

ہو جہاں تک تجھ سے ممکن رہ بُرے کاموں سے دُور
کیونکہ ہے یہ موجبِ خوشنودیٔ پروردگار

حق جو سمجھانے کا تھا سمجھا دیا نشتر نے صاف
مان اسکو یا نہ مان آگے ہے تجھ کو اختیار

اے ایم خان نشتر محمد کھیڑی

اے. ایم خان نشتر ——— گورکھپوری
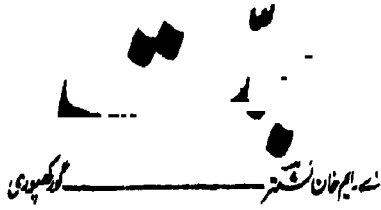
محبت کیا شے ہے!

جب ہم بچے تھے اور ہمارے ننھے ننھے پاؤں ابھی نام خدا لینے بھی نہ ہوئے تھے کہ ہمارے جانثار والدین ہمارے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں تھام کر دس پانچ قدم آسانی سے ٹہلا سکیں۔ جسوقت ہمارے لبوں پر مشاطۂ قدرت کا خاص دست آموز تبسم کھیلا کرتا اور جس وقت گہوارۂ آغوش مادر قیام گاہ اور دوش پدر ہمارا مرکب تھا۔ ہم محبت کی چاشنی محسوس کرتے باوجودیکہ اس چہار حرفی لفظ کی تفسیر سے قطعی ناواقف تھے۔

دن گزرتے گئے اور لڑکپن شباب میں تبدیل ہؤا۔ اور اب ہم کچھ اس قابل ہوئے۔ کہ اس لفظ کے قوام کا مزہ لے سکیں۔ اب ہمیں حسینوں کی تمام اداؤں میں ایک ادائے تبسم نظر آنے لگی۔ جسکا پرایۂ ناز ہر حالت میں زیب دلبری دکھاتا تھا۔ اب ہمیں حسینوں کے لب میگوں پر دلفریبی اور دلربائی کی لہر دکھائی دینے لگی اور حسینوں کا ایک ایک لفظ قطرۂ چشمۂ حیواں سے کم نہ تھا۔

ہم نے اور ترقی کی اور اب وہ زمانہ تھا کہ ہم مشکل سے مشکل مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ "محبت" کی تشریح کے لئے بڑے بڑے فلاسفر اور ادیب سے تبادلۂ خیالات ہونے لگے۔ کسی نے کہا "محبت ایک قسم کا جنوں ہے"۔ کسی نے اسے ہوش و حواس عقل و خرد سے بالا چیز بتائی۔ کسی نے کہا "محبت وہ شے ہے جو تمام کائنات کی قوت متحرکہ ہے"۔ کسی نے کہا "محبت وہ لازوال اثر ہے۔ جو زندگی کے آخری لمحوں تک رگ رگ میں سرایت کئے رہتا ہے"۔ کسی نے کہا "محبت بام حقیقت پر پہنچانے کا مجازی زینہ ہے"۔

قیس نے اس لفظ کی تشریح کچھ عجیب طریقہ سے کی۔ اس نے اپنا گریبان چاک کر ڈالا۔ کپڑے پھاڑ ڈالے۔ سر پر خاک ڈال لی اور ایک شعر پڑھتا ہؤا جنگل کی طرف چل دیا۔ شعر کا مطلب

یہ تھا۔

"لیلے نے مجھ سے پوچھا کہ اے مجنوں تو نے میرے عشق میں چور ہو کر ایسی جنوں زدہ حالت کیوں بنائی تو میں نے جواب دیا۔ کہ لیلے عشق و محبت تو اس مجنونانہ حرکت سے بالاتر چیز کا نام ہے"

سقراط کا قول ہے کہ۔

عشق و محبت حال ہے قال نہیں۔ فلسفی اور طبیب کو کیا معلوم کہ دل میں تڑپ اور درد۔ سر میں سودائے آشفتگی۔ آنکھوں میں آنسوؤں کا طوفان۔ چہرے پر زردی۔ لبوں پر خشکی کا کیا مزا ہے۔ دل کے زخم کو رگ دِنشتر سے کیا لگاؤ۔ کیفیت کا علاج مزاج کے دواؤں سے نہیں ہو سکتا۔ دنیا کے کسی طبیب یا حکیم نے محبت کا مزاج نہ پہچانا۔ عشق و محبت کی اصل حقیقت وہ ہے جو مجنوں نے ایک آن میں دکھا دی اور عقل و ہوش کی سمجھ میں اب تک نہ آئی

ایک دوسرے قابل اور لائق فلسفی نے محبت کی تشریح یوں کی۔

محبت ایک مرض ہے جو دل میں پیدا ہوتا ہے۔ محبت ایک آندھی ہے جو آہ سرد کے ساتھ چلتی رہتی ہے۔ محبت خزاں کا جھونکا ہے۔ جو چہرے کو زرد کر دیتا ہے۔ محبت ایک آبلۂ درد ہے جو نمناک آنکھوں سے ٹپکتا رہتا ہے۔ محبت کرنے والا غذائے غم کی وجہ سے بھوک اور پیاس کی پرواہ نہیں کرتا۔ محبت کرنے والا ذکر محبوب کے علاوہ مہر بہ لب رہتا ہے۔ عاشق کی آنکھوں میں اگر نیند آتی ہے تو محبوب کے تصور کے لئے ورنہ دنیائے عشق میں رات اور دن کا وجود آرام اور سونے کے لئے نہیں

---

# پھولوں کی نصیحت

میں دیکھ رہا تھا۔ وہ آ رہی تھیں۔ ان کی ہر حرکت سے حسن، ہر ادا سے غرور، ہر جنبش سے تمکنت نمایاں تھی۔ ان کا ہر قدم قیامت خیز اور ہر ادا محشر ایجاد تھی۔ وہ آئیں۔ اور بصد انداز و افتخار مجھ سے تھوڑی دور ایک درخت کے پاس کچھ اس طرح رکیں۔ گویا انہوں نے مجھے دیکھا ہی نہیں۔

درخت کے ارد گرد سرسبز و شاداب ہر قسم کے خوشنما پودے باہم سرگوشیاں کر رہے تھے۔ ان کے لطیف و نازک پھولوں کی عطر آمیز و روح پرور خوشبو سے فضا مہک رہی تھی۔ ہوا کی ایک ہلکی سی لہر نے پتوں کو مرتعش کر دیا۔ اور چمن کے گوشہ گوشہ میں ایک خفیف لرزش پیدا ہو گئی۔ غنچے اور شگوفے ان کے پاؤں چومنے اور ان کی قدم بوسی سے شرف نیاز حاصل کرنے لگے۔

ہر ایک پھول اور کلی ان پر فدا ہو رہی تھی۔ غنچے شاید ان کا مذاق اڑا رہے تھے۔ یا ان کی آمد پیغام نسیم تھی۔ وہ کھل کھلا کر ہنسنے لگے۔ میں کہہ نہیں سکتا۔ یہ ان کی ہنسی تھی۔ یا کسی آرزو مند کی لب کشائی۔ کیونکہ چمن میں گونج تھی۔ اور میرے کانوں سے کچھ اس قسم کی آواز ٹکرا رہی تھی۔

الٰہی پھولوں میں وہ انتخاب مجھ کو کرے | کلی سے رشک گل آفتاب مجھ کو کرے

اب یہ غنچے نہیں تھے۔ بلکہ پھول بن چکے تھے۔ ان کا تنگ و تاریک دامن کشادہ ہو چکا تھا۔ اور میں یہ دیکھ رہا تھا۔ کہ ان کی یہ عاجلانہ اور معنی خیز ہنسی موت کی تمہید ہے۔ آہ! یہ کسقدر حیرت انگیز مقام ہے۔ کہ کلیاں ابھی صرف مسکرائی ہی تھیں۔ کہ ان کا یہ ادنیٰ مگر بے معنی قصور ان کی گرفت اور یاران چمن سے علیحدگی و جلاوطنی کا موجب بن گیا۔

ہائے غضب! کہ انہوں نے قیامت خیز انگڑائی لی۔ اور اپنی کالی کالی شب رنگ زلفوں میں کچھ ٹٹولا۔ پھر اپنی کمر لوس جوئی سے زرد زرد اور مرجھائے پھولوں کو، جو رات بھر اُسکے مشام نوازرہ چکے تھے، اس بے دردی کیساتھ نوچ کر پھینک دیا کہ بیچارے، بے کس و بے بس پھول اپنی خستہ حالی و پائمالی پر آٹھ آٹھ آنسو رونے اور خاک کے تودوں میں تڑپنے لگے۔ اور ٹوٹا سانپ کی طرح بل کھا کر پودوں کی جانب

کسیقدر خمیدہ ہوگئیں۔

میں آہستہ آہستہ اُن کے قریب پہنچ گیا۔ انہوں نے ایک دزدیدہ نظر سے میری پرشوق نگاہوں کا جائزہ لیا۔ اور وہ کسیقدر متحرک کر پہلی سی عاشقانہ بیخبری کیساتھ گلچینی میں مصروف ہوگئیں۔ میں بھی خاموش مگر سوجان سے قربان انکے مستانہ اور شوخ انداز سے کیف اندوز ہونے لگا۔

کچھ دیر بعد انہوں نے اپنے دامن میں انتہائی بیباکی اور سفاکی کے ساتھ بہت سے پھول جمع کر لئے۔ ان پرستم توڑا۔ ان کو اپنے دوسرے ہمنشیوں اور ہم وطنوں سے جدا کر دیا۔ لیکن یہ نوشگفتہ و دلآویز پھول حسن پر نازاں، شباب کی رنگینیوں اور سرمستیوں سے سرشار داغ مفارقت و غم جدائی اور اپنے دردناک انجام سے بے خبر تھے۔

انہوں نے اپنا دامن سنبھالا۔ اور آہستہ آہستہ اپنی کمر کو لچکاتی ہوئیں سرو قامت بن گئیں۔ پھر اپنی پوری لاعلمی اور تجاہل سے کہنے لگیں۔ ہائیں! تم یہاں کہاں؟ کیا میرے ہی ساتھ ساتھ ہو! میں نے کہا۔ اوہو! کیا واقعی آپ نے مجھے نہیں دیکھا! بس! جان من!! رہنے دیجئے۔ یہ دیدہ و دانستہ اغراض آپ مہ جبینوں کا جبلی شعار ہے!

وہ خاموش تھیں۔ لاجواب تھیں۔ انہوں نے مغرورانہ، مگر دلربایانہ انداز میں، اپنی مسکراہٹ کو چھپاتے ہوئے کسیقدر سینہ اُبھار کر اپنی میگون اور رس بھری آنکھوں سے میری طرف دیکھ کر اس طرح گردن جھکالی۔ گویا انہیں میری تشنہ لبی کا پورا پورا احساس تھا۔ اور وہ امرت بھرے جام میرے ہی لئے تھے۔ میں دیوانہ وار بڑھا۔ میرا دل دھڑک رہا تھا۔ سانس چل رہی تھی۔ میں قطعاً بے خبر تھا۔ نہ معلوم کب، مگر ہاں جب میں نے آنکھ کھولی۔ تو ان کی سیمین کلائیاں میرے گلے میں حمائل تھیں۔

شائد میری یہ حرکت ان پھولوں کو ناگوار گزری۔ جو اب تک خاک میں پڑے انکی بیرحمی اور سفاکی کا ماتم کر رہے تھے پھولوں نے زبان حال سے ایک پُر درد اور المناک آہ کھینچی۔ جس کو میں سُن کر سہم گیا۔ وہ مبہوت سی ہوگئیں۔

پھر ان افسردہ پھولوں نے کسیقدر غمگین اور کرخت لہجہ میں کہا۔ کہ او! نخوت و تکبر کے پُتلے، مغرور انسان! تو نے یہی سمجھ رکھا ہے! کہ تیرے حسن و جمال کی یہی شان اور تیرے چہرہ کی یہی ملاحت و دلکشی ہمیشہ قائم رہیگی! تیرے گلشن شباب میں بادِ خزاں کا گزر ہی نہ ہوگا! کل بھی تو ایسا ہی رہے گا۔ جیسا کہ آج ہے! نہیں! تو غفلت میں مبتلا ہے۔ تو نے اپنی حقیقت کو بھلا دیا ہے۔ اور اپنے مقصد حیات سے ناآشنا ہے۔ تیری خودبین نظروں نے سخت دھوکہ کھایا ہے اور تیری آنکھوں پر دھوکہ کی پٹی بندھی ہوئی ہے۔

لیکن سُن! اور دل کے کانوں سے سُن! اپنی فریب خوردہ آنکھیں کھول کر دیکھ! کہ تو کیا ہونے والا ہے! تیری ابتدا کس لئے ہوئی۔ اور انتہا کیوں ہے!

تیری ابتدا اسی حقیر مشت خاک سے ہوئی ہے۔ جس پر تو تفخر کے ساتھ اینٹھتا ہُوا چلتا ہے۔ حالانکہ تو اس کا مجاز نہیں۔ تیری ابتدا اور سبب خلقت یہی تھا۔ کہ تو بندۂ تسلیم و رضا بن کر فلک کی سی عاجزی پیدا کرے۔ اور اپنے خالق حقیقی کی چوکھٹ پہ سر تسلیم و نیاز خم کرے۔ ہر وقت اسکی طاعت میں مشغول ہو۔ اپنے ساتھ کی خلق شدہ چیزوں پر حکومت کرے۔ اور ان سے فائدہ اٹھائے۔ مگر نصفت، شعار و معدلت گستر رہے۔ کسی پر دست تظلم نہ بڑھائے۔ بلاوجہ کسی کو نہ ستائے۔ لیکن دیکھ! کیا تجھ میں ان صفات کا ایک شمہ بھی موجود ہے!

اگر تو ان فضائل و صفات انسانی سے متصف نہیں۔ تو تجھے یہ حق حاصل نہیں۔ کہ تو دنیا کی کسی چیز سے بھی استفادہ کا قصد کرے۔ بتا جلد بتا تُو نے ہم پر ظلم نہیں کیا! ستم نہیں توڑا! جس کا تجھ کو مالک چمنستان کے روبرو جواب دینا ہوگا۔ ہم نے تو ان لوگوں کی خدمت کے لئے وجود پایا تھا۔ جو سراپا ظلم و نیکوکار ہوں۔ کیا یہ انصاف ہو سکتا ہے؟ جب کہ تو غرور و نخوت کا پتلا اعمالِ حسنہ و طاعات سے معرا ہو۔ پھر ہمیں اس بے دردی و سفاکی سے پامال کرے۔ کہ تجھے ہمارے درد و تکلیف اور مٹ جانے کا کچھ احساس ہی نہ ہو۔

دیکھ! اب بھی باز آ! اور کل کی طرح آج بھی اپنے ناپاک ہاتھوں سے ان ہونہار اور رنگین چہروں کو بدنما اور داغدار نہ بنا۔ جو نو وارد گلستان، زمانہ کے نشیب و فراز سے بے خبر، انسان کے جور تظلم سے ناواقف، تکلفات حسن سے ناآشنا، نازک و لطیف اور معصوم و بے گناہ پھول ہیں۔

اور یاد رکھ! تو بھی ایک روز اسی طرح بے رنگ و بو ہو کر چراغ سحری کی طرح ٹمٹا کر موت کی تند و تیز ہواؤں سے تاریک و خاموش ہو جائے گا۔ اور تیرا بھی یہی خوفناک انجام ہوگا۔ جو آج تو نے اپنے سنگین ہاتھوں سے ہمارا اپنا کیا۔ اور اپنی خوفی و ناعاقبت نگاہوں سے دیکھ رہا ہے۔ کیونکہ تیری ابتدا کی بھی یہی انتہا ہے۔ جس سے تو غافل و بے خبر ہے۔

سید مخدوم حسینی کرنولی (مدراس)

# عارف "معارف" کی نظر میں

"معارف" اعظم گڑھ، ماہ جنوری ۱۹۴۳ء، جلد ۵۱ نمبر ۱

رسالہ (عارف) کئی مہینوں سے لاہور سے نکل رہا ہے۔ ظاہری نفاست و پاکیزگی میں بہت کم رسائل اسکا مقابلہ کرسکتے ہیں اسکا خاص مقصد مسلمانوں کو مغربی معاشرت کے سرنامہ مصارف سے بچانا ہے۔ لیکن مضامین مذہبی، اخلاقی، ادبی ہر قسم کے ہوتے ہیں۔ مذہبی اور اخلاقی پہلو غالب ہے۔ قرآنی احکام اور احادیث نبوی کی تشریح التزام کے ساتھ ہوتی ہے۔ بزرگان سلف کے مختصر حالات بھی اکثر ہوتے ہیں لیکن معیار ابھی اور بلند کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ظاہر و باطن میں مناسبت پیدا ہو جائے۔

## خادم اہل مدیر "عارف" کی عزت افزائی

# علامہ محترم سید سلیمان ندوی مدظلہ کا مکتوب گرامی

مکرم۔ اسلام وعلیکم!

آپ کا رسالہ عارف نظر سے گزرا۔ خوشی ہوئی کہ آپ کا مسلک صحیح۔ خیالات درست۔ اور طریق کار عمدہ ہے۔ ایسے ہی لوگوں کی ضرورت ہے۔ جو ہمارے نوجوانوں کو صحیح راہ پر چلا سکیں۔

میں بیمار رہتا ہوں (شافی مطلق آپ کو شفائے کلی عطا فرمائے آپ ایسے علامہ بزرگ کو قوم کے سر پر تادیر سلامت رکھے آمین بجاہ سید المرسلین آمین، مدیر عارف) اور آج کل بھی بیمار ہوں۔ محنت اٹھانے سے گھبراتا ہوں۔ اسلئے مضمون لکھنے کی فرمائش کی تعمیل سے مجبور ہوں۔ دل سے آپ کی کوششوں کو پسند کرتا ہوں۔ اور دعاگو ہوں۔

(سید سلیمان ندوی ۳ فروری ۴۳ء)

# انتقاد

**شیرازہ** ہفتہ وار اخبار۔ صفحات ۱۶۔ کاغذ عمدہ۔ خوشخط کتابت۔ چھپائی صاف۔ زیر ادارت چراغ حسن حسرت مقام اشاعت لاہور۔ چندہ سالانہ ۷ سے ادب نواز طبقہ میں ادیب شہیر چراغ حسن حسرت کا نام جس صورت میں محتاج تعارف نہیں۔ ایسی صورت میں بلحاظ اہل زبان ہونے کے آپ کی

سلیس علمی، ادبی اور شستہ و پاکیزہ ذکاہی قابلیت بھی مسلمہ ہے۔ چنانچہ کچھ عرصہ سے آپ نے بلا امتیاز مذہب و ملت ہندو مسلم سکھ ادب نواز اصحاب کے تفنن طبع کیلئے اپنے ہفتہ وار اخبار شیرازہ میں اپنی ذہنی کاوشوں کو سلسلہ پیش کرنا شروع کر دیا ہے۔ لہٰذا شیرازہ کی مستقل خریداری نہ فقط ایسے ادیب تہمیر کی عملی قدر افزائی بلکہ جناب حسرت کی ادبی و فکاہی جانکاہیوں کا مسلسل مطالعہ علمی و ادبی مجلسی معلومات میں اضافہ کرنے کا باعث ہے تمام اہل ادب سے توقع ہے۔ کہ وہ اپنی پہلی فرصت میں ہی اپنے اپنے نام نمبرہ جاری فرما کر اپنی ادب نوازی کا عملی ثبوت دیں۔ (مدیر "عارف" لاہور)

---

**چاند** ماہانہ۔ سائز ۲۰×۳۰ صفحات ۴۰ کاغذ سفید گلیز کتابت و چھپائی صاف زیر ادارت انصاری نیاز عثمانی مقام اشاعت سہارنپور سالانہ چندہ عہر ماہ ستمبر میں چاند کا ساتواں پرچہ عید نمبر کے نام سے شائع ہوا ہے۔ جس میں بعض مضامین اور اکثر نظمیں دلچسپ ہونے کے علاوہ کئی ایک علمی تصویریں بھی جاذب نظر ہیں۔ امید ہے کہ ناز و نیاز کی ذہنی کاوشیں کسی روز ادبی دنیا میں بارآور ہو کر رہیں گی۔ اور حامیان ادب چاند کے مطالعہ سے اپنی معلومات میں اضافہ کرنے اور چاند کے خریدار بننے کی کوشش کریں گے۔ ساتھ ہی اسکے نیاز و ناز میں ہمارا ایک ناچیز مشورہ بھی ہے۔ وہ یہ کہ نااہل یا اہل علم سے ان کی پسند کے مطابق و دیگر اخبارات و رسائل کے مضمون نقل کروا کر ان مضامین کو اپنی ذمہ داری سے چاند میں شائع کرنے کا اعلان کرنا اصول صحافت اور فرض ادارت کے خلاف ہے

---

**سالنامہ کنول** سائز ۲۰×۳۰ حجم تقریباً ۱۴۰ صفحات کاغذ سفید گلیز کتابت عمدہ چھپائی صاف زیر ادارت منظر صدیقی مقام اشاعت آگرہ سالانہ چندہ ہے رسالہ کنول کئی سال سے بستان ادب اکبرآباد (آگرہ) سے نکلتا ہے۔ جو اردو نثر و نظم کے اچھے رسائل کا ہم پلہ ہے۔ چنانچہ زیر تنقید سالنامہ کنول بھی آرٹ اور اردو ادب کا مشہور اور مفید و دلچسپ مجموعہ ہے۔ اگرچہ اکثر رسائل سالنامے نکالتے رہتے ہیں۔ لیکن کنول کے سالنامے کا معیار نہ فقط بلحاظ منظومات بلکہ ادبا محترم کی تصاویر کے باعث بھی مفید ہے۔ کیونکہ بجائے عام نظارہ حسن کے ادبی رسائل میں ادبا محترم کی تصاویر کا شائع کرنا ہی حسن ادب کا ثبوت ہے۔ لہٰذا معاونین ادب کو منظر صاحب کی اس ذہنی کاوشوں کی قدر کرتے ہوئے کنول کی دامی امانت سے اپنی ادب نوازی کا عملی ثبوت دینا چاہیے۔

---

**الزہرا** ماہانہ۔ سائز ۲۰×۳۰ صفحات ۶۴ کاغذ سفید گلیز کتابت خوشخط صاف چھپائی زیر ادارت س۔ ا۔ شمیم جالندھری۔ مقام اشاعت جالندھر سالانہ چندہ ملا عورتوں کے بلند پایہ رسائل میں ابھی تک جسقدر کمی ہے۔ الزہرا نے اس کمی کو پورا کرنے کی بہترین کوشش کی ہے جسمیں عورتوں کے مطالعہ کے قابل قدر مضامین ہوتے ہیں۔ لہٰذا جن اصحاب کو اپنی شریف اور تعلیم یافتہ بہو بیٹیوں کو مطالعہ کیلئے کسی اچھے رسالہ کی ضرورت ہو۔ انکو الزہرا ضرور منگانا چاہیے۔

# اسلام اور نجات

یہ امر مسلمہ ہے کہ اسلام ایک فطری مذہب ہے۔ اور بنی نوع انسان کے دنیوی و اخروی ہر شعبۂ زندگی کی اصلاح کا ذمہ وار ہے اور اہل عالم کے یکساں رشد و ہدایت کا مخرج و منبع ہے۔ اور اسکی صداقت و وحدانیت کا سکہ چار دانگ عالم میں بیٹھا ہوا ہے۔

جس طرح عالم میں علوم و فنون۔ تمدن و معاشرت۔ تہذیب و شائستگی۔ ادب و اخلاق۔ خلوص و ارتباط منت کش اسلام ہیں اور ان کی ترقی و تحفظ کے اعلیٰ و پاکیزہ قواعد اسلام ہی نے منضبط کر کے ان میں چار چاند لگائے اسی طرح روح جو ایک اصل و غیر فانی شئے ہے اسکو بھی عالم علیین تک پہنچانے و اسکے حصول نجات کا اہم بیڑا بھی اسلام و صرف اسلام ہی نے اٹھایا۔ معرفت و روحانیت کے بلند و تقدس مآب مدارج و منازل عالم انکشاف میں ہویدا کئے اور اسکی مکمل و منزہ درس و نصاب کی تعلیم و تلقین و عمل درآمد کے بدولت پیروان اسلام اپنی روشن ضمیری دکشف و کرامات کا ڈنکہ ہر زمانہ میں بجاتے چلے آرہے ہیں۔ اور ان میں بعض ولی ایسے مقرب بارگاہ و فنا فی اللہ ہوئے کہ اپنے پر زور کشف و کرامات میں معجزہ پیغمبری (مردہ کو زندہ کرنا) کا اظہار فرمایا۔ اور باقی اسلام کی روحانیت کا سوال تو اپنے مقام پر عدیم النظیر و بے مثال ہے کہ اسکی روحانی معراج تک نہ کوئی نبی۔ رشی یا مہرشی اب تک پہنچا ہے۔ اور نہ پہنچ سکے گا۔

اسی نظریہ کی تکمیل میں اسلام نے علاوہ دیگر لازمی ارکان و پاکیزہ تعلیمات کے ایک ماہ کا صوم ہر بالغ و مکلف مسلمان پر فرض قرار دیا جو اپنی خیر و عمل کی بنا پر ترقی و نجات روح کا بڑے حد تک ذمہ دار و ممد و معاون ہے۔ کیونکہ تزکیہ نفس و تصفیہ قلب جو روحانی ترقی کے منازل ہیں۔ انکا یہ رکن صریحی علمبردار ہے۔ علاوہ ازیں صوم کو شرف اکملیت و حقیقی اجابت سے ممتاز بنانے کے لئے ہر تولے ظاہری و باطنی سے روزہ رکھنے کا حکم و ہدایت ہے۔ تمام دن آب و دانہ و ذائقہ و شکم پری سے اجتناب کر کے عالم اشتہا و تشنگی میں رہنے سے حظوظ نفس کا غلبہ و خواہشاتِ نفسانی کا حملہ کم رہتا ہے جس سے انسان کو حضور قلب سے اپنے خالق کی یاد اور اسکی نعمت عظمت و تشکر کا موقع ہاتھ آتا ہے۔ جو ترقی روحانیت کا جزو اعظم ہے۔ علاوہ ازیں پرستار شکم پری کو چہ فاقہ کشی جس میں فقراء و مساکین ہر وقت گامزن ہیں۔ اس میں قدم رکھ کر ان کی تکالیف و مصائب کا درد و محرومین نعمت کے تعاون کا احساس اپنے قلب

میں پیدا کرتے ہیں۔ جو انسان کے وجود کی علت غائی ہے۔

قطع نظر اس مفہوم کے جو عام مسلمانان دن بھر صرف بے آب و دانہ رہ کر پیش کرتے ہیں۔ اگر احکام شریعہ و اصول کلیہ جو باب صوم میں اسلام نے صادر و مقرر کئے ہیں۔ اور ہر عضوِ جسمانی کے روزہ رکھنے کے فلسفہ و نکات کا بہ نظر تحقیق مطالعہ کیا جائے۔ تو واضح ہوتا ہے۔ کہ علاوہ اجتناب خورد و نوشش کے چشم بد کو خفتہ و چشم بینا کو وا۔ گوش ہوش کو مستعد ہوائے نفس کو ہوائے رضائے حق سے مملو۔ مشام جان کو بوئے محبت معشوق حقیقی سے معطر دست و پا کو ضعیف و ناتواں کا عصائے قوت و مظلوم و مقہور کا سلاح حمایت و افعال ذمیمہ کا تارک و اعمال حسنہ کا عامل۔ زبان کو غیبت۔ کذب۔ افترا سے پاک و ورد و وظائف کا شاغل اور قلب کو وردِ معبود و دردِ مخلوق میں زندہ و بیدار اور اس آئینہ نور معرفت کو زنگ معصیت و داغ ضلالت سے محفوظ رکھنے وغیرہ کا نام حقیقی صوم ہے۔ یا بالفاظ دیگر صوم اس اسلامی رکن کو کہتے ہیں جو انسان کو نیک نفس۔ روشن ضمیر اور پیکر اعمال صالح بنا کر اسکو فرشتہ یا معصوم صفت انسان بنا سکتا ہے۔

چنانچہ از ابتدائے آفرینش تا ایندم جسقدر حقیقی نبی۔ پیغامبر۔ رشی منی یا کتب الہامی پیام حق کے پیامبر و بنی نوع انسان کے رہنما ہوئے۔ ان کے زریں اقوال و حالاتِ زندگی سے یہی سبق ملتا ہے۔ کہ انسان کی نجات اسکے اعمال صالح پر منحصر ہے۔ جو طاعت حق و خدمت خلق کے دامن راز میں پوشیدہ ہیں اور نجات کا تعلق جسم سے نہیں بلکہ صرف روح سے ہے اور نجات کا یہ مطلب ہے کہ وہ شے لطیف آلائش و مکدرات سے پاک و ایک ہو کر بتدریج اعلیٰ۔ اعلےٰ تر و اعلےٰ ترین منازل قدسیہ حاصل کرتی ہوئی وہ اپنی اصلی روح جس کا وہ ایک حصہ ہے اسکے تقرب میں پہنچ کر فروغ تجلی یا آپس میں داخل ہو کر نجات ابدی حاصل کرے۔ پس ہر منصف مزاج اس نتیجہ پر پہنچ سکتا۔ کہ مذہب اسلام کا صرف ایک رکن 'صوم' اپنے فلسفہ و تفاسیر کے بنا پر کس درجہ انسان کو زیور انسانیت سے مرصع و روح کو قوتِ روحانیت سے ارفع بنانے کا ذمہ دار ہے اور فلاسفر جو نسل آدم کا ایک فرد تھا اپنی گروہ انسانی کے فلاح و بہبود و نجات کے لئے حق و صداقت۔ انسانیت و روحانیت کا کیسا روح پرور دریا کوزہ رکن صوم میں بھر کر عالم میں پیش کیا۔ اور اس نعمتِ غیر مترقبہ کو جو خزانہ قدرت میں پوشیدہ تھا اسکو ہم انسان تک پہنچا کر اس پر خود عامل ہوا اور عام انسان کو دعوتِ عمل دی۔ جس سے ان کی حقیقی عظمت و کامل اکملیت و عظیم شخصیت کا ثبوت ملتا ہے۔

بابو جنود الحق خان جنیدؔ۔ رام نگر (بنارس)

کہ

آپ کو جس قسم کا قرآن مجید یا جس مضمون کی کتاب مطلوب ہو اسکے متعلق مندرجہ ذیل پتے سے ہماری خدمات سے

فائدہ اٹھائیں

وہ اسلئے کہ

ہماری تجارت زیادہ فروخت اور تھوڑے منافع پر منحصر ہے،

ہمارا اصول قلیل منافع اور ہمارا معاملہ صداقت پر مبنی ہے

یہی وجہ ہے کہ

ہندوستان بھر میں ہمارے بالمقابل کوئی پبلشر ارزاں کتابیں فروخت نہیں کر سکتا

لہذا

آئندہ صفحات کی فہرست کتب ملاحظہ فرما کر آپ کو اپنے لئے اپنی روزمرہ حیات کیلئے یا اپنے بچے کیلئے یا اپنے احباب و اقارب کیلئے جس قسم کی کتاب مطلوب ہو طلب فرما کر ممنون کریں بندہ ہمیشہ کارلائق یاد فرمانے پر شکر گزار ہوگا

ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب بل روڈ لاہور

# مشاہیر آدب کی تاریخی، اخلاقی، ادبی مطبوعات

# تعلیم نسواں کی بہترین کتابیں

**تعلیم نسواں کی پہلی** ۔ اس میں خدا و رسول صلعم کے احکام و عقائد اسلام اخلاق ادب کی تعلیم ہے قیمت ۲ر

**تعلیم نسواں کی دوسری** ۔ احکام اسلام اور بزرگوں کے آداب تعلیم خانہ داری وغیرہ کے آسان اور مختصر مضامین ہیں۔ قیمت ۳ر

**تیسری** ۔ تعلیم اسلام ۔ سیدہ شعاری ۔ صبر ۔ استقلال وغیرہ مفید اسباق ۔ قیمت ۴ر

**چوتھی** ۔ اسلامی طریق معاشرت ، تہذیب و تمدن وغیرہ تاریخی مضامین قیمت ۵ر

**پانچویں** ۔ مسائل اسلام ۔ مشاہیر نسواں ، وغیرہ دینی معلومات قیمت چھ آنے ۶ر

**ادیب نسواں** خاوند کی اطاعت پردہ ۔ گھر کے کام کاج و اخلاق ادب کی تعلیم قیمت ۴ر

**انشائے نسواں** اردو لکھنے کا طریق رسم الخط کے آسان قواعد قیمت ۳ر

**زنانہ اردو خط و کتابت** زنانہ محاورات میں خط و کتابت کرنے کا طریقہ ۔ قیمت ۳ر

**انتظام خانہ داری** ۔ گھر کیسا ہونا چاہئے اسکے انتظام کا کیا طریقہ ہے قیمت ۳ر

**کھانا پکانا** ۔ ہر قسم کے کھانے پکانے کی آسان ترکیب ۔ قیمت ۵ر

**خوان نعمت کلاں** ۔ ہر قسم کے لذیذ و مرغن کھانے اچار ، چٹنیاں ۔ مربے وغیرہ بنانے کی ترکیب قیمت ۶ر

**رفیق نسواں** یہ کتاب مضامین کے لحاظ سے فی الواقعہ عورتوں کی رفیق حیات ہے قیمت ۶ر

**ماں بیٹی** بچپن سے لیکر بڑھاپے تک ضروریات زندگی و دیگر امور ات کی تعلیم ۔ قیمت ۶ر

**ہدیۃ المستورات** ۔ بعض مذہبی ضروری مسائل کی تعلیم و دیگر اسلامی معلومات ۔ قیمت ۳ر

**گھر کی ملکہ** گھر کے انتظام کا مکمل طریقہ قیمت ۲ر

**لیڈی ڈاکٹر** بچوں اور عورتوں کی پوشیدہ بیماریاں اور ان کے علاج ۔ قیمت ۳ر

**بہشتی حوریں** ۔ نیک بی بیوں کے متبرک حالات اور ان کے کارنامے ۔ قیمت ۳ر

**خورشید جہاں** ۔ ایک کنواری لڑکی کی دل ہلا دینے والی سچی سرگذشت ، قیمت ۴ر

**سگھڑ سہیلی** ۔ سگھڑ اور پھوہڑ سہیلی کا مقابلہ ، فضول خرچی اور خوشامد کے نتائج ۔ قیمت ۲ر

ملنے کا پتہ :۔ ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب بل روڈ ۔ لاہور

| نام کتاب | قیمت | نام کتاب | قیمت | نام کتاب | قیمت |
|---|---|---|---|---|---|
| انسان اور اس کی زندگی | ۲ر | ارمغان عرب | ۴ر | ہجرت | ۳ر |
| حکایات عرب | ۳ر | امانت | ۳ر | کبڑا شہزادہ | ۳ر |
| افسانہ نما | ۵ر | سچائی کا پرندہ | ۳. | پھولوں کا ہار | ۴ر |
| مور | ۲ر | پریوں کا بادشاہ | ۲ر | شاہ جہاں | ۱ر |
| بایزید بسطامی | ۲ر | انمول موتی | ۳ر | حسن بصری | ۱ر |
| انگلش ٹیچر جدید | ۸ر | سولہ کہانیاں | ۸ر | مہمان و میزبان | ۳ر |
| بڑی بی | ۱۲ر | چار سہیلیاں | عہ ر | غزال | ۱۰ر |
| بلقیس ملکۂ سبا | ۳ر | موروں کی شہزادی | ۴ر | پن شہزادی | ۲ر |
| وفادار بیٹی | ۱ر | بھکارن بہو | ۱ر | جرنیل حمید | ۲ر |
| دلاور سلطانہ | ۲ر | یتیم لڑکی | ۱ر | نڈیدی بیگم | ۱ر |
| دکھیاری دلہن | ۱ر | دکھیا شہزادی | ۱ر | شہزادی بلقیس | ۱ر |
| جہانگیر کی چہیتی بیگم | ۱ر | فریبی خالہ | ۱ر | چھ مائیں | ۱ر |
| اخلاقی گیت | ۱ر | ننھے میاں | ۱ر | رت جگے کی رات | ۱ر |
| دولت کی پجارن | ۱ر | لاڈلی بیٹی | ۱ر | سوتیلی ماں | ۱ر |
| چوروں کا گھر | ۱ر | چوروں کی بہو | ۱ر | بی ہمسائی | ۱ر |
| جن کٹنی | ۱ر | جادوگرنی | ۱ر | فقیر کی جھونپڑی | ۱ر |
| سگھڑ بیوی | ۱ر | بازیگرنی | ۱ر | پھولوں کا گہنا | ۱ر |
| خط تقدیر | ۶ | فلورا فلورنڈا | ۱۲ | گناہ کی راتیں | عہ ر |
| بچپن کی محبت | ۳ر | تصویر عشق | ۳ر | تیر نظر | ۲ |
| اسیر حسن | ۳ر | سوتیلی ملکہ | ۲ر | محبت کے آنسو | ۳ر |
| عورت کا دل | ۴ر | دل کی قیمت | ۴ر | شریف عیار | ۲ر |

# مثنوی، مسدس، منظومات، غزلیات

**بانگ درا** سر اقبال مدظلہ العالی کا اسم گرامی محتاج تعارف نہیں۔ یہ انہیں کے اردو کلام کا مجموعہ ہے۔ جسکا ایک ایک شعر جواہرات میں تولنے کے قابل ہے۔ اگر آپ نے آجتک اس مسلم اور فلاسفر شاعر اسلام کا کلام عالی نہیں دیکھا یا کچھ دیکھا ہے اور کچھ نہیں دیکھا۔ تو آپ یہ کتاب ضرور مطالعہ فرمائیے۔ قیمت عہ

**مسدس حالی** مولانا حالی کی یہ وہ نظم جو ہر صاحب ایمان کو وجد میں لاتی ہے۔ جسمیں زمانہ سلف و حال کے مسلمانوں کی پوری سیرت درج ہے قیمت ۴ر

**نظم حالی** یہ بھی حالی کی ادبی نظموں کا قابلقدر مجموعہ ہے جس کی ہر ایک نظم مطالعہ کے قابل ہے۔ قیمت ۴ر

**دیوان کلیات نعت سرور** قیمت علہ

**نور وحدت** کامل نعت رسولؐ کا مختصر مجموعہ ۴ر

**شمع رسالت** ۔ ۔ ۔ ۔ ار

**صنم خانہ یثرب** ۔ ۔ ۔ ار

**ساقی کوثر** ۔ ۔ ۔ ۔ ار

**در یتیم** ۔ ۔ ۔ ۔ ار

**مدینۃ الرسول** ۔ ۔ ۔ ار

**مثنوی مولانا روم** اگرچہ اس سے پہلے بھی مثنوی کے کئی ایک ترجمے شائع ہوچکے ہیں۔ لیکن ایسا منظوم ترجمہ آج تک طبع نہیں ہوا۔ جسکے اوپر مثنوی کا اصل شعر ہے اور نیچے ترجمہ کا اردو ترجمہ ہے۔ اسکے چھ حصے ہیں۔ فی حصہ کی قیمت ۱۲ہ ہے اور چھ یکمشت طلب کرنے پر صرف معہ ر

**دیوان فیضی** فیضی دربار اکبری کے ملک الشعرا تھے اُنکے فارسی علم ادب کا یہ نایاب مجموعہ ہے جسکا ہر ایک شعر تصوف میں ڈوبا ہوا ہے قیمت ۸ر

**میلاد اکبر** اکبر وارثی میرٹھی کا نعتیہ کلام۔ قیمت ۴ر

**باغ کلام اکبر** ۔ ۔ ۔ ۔ ۳ر

**مولود جدید** حضور پرنور صلعم کی ولادت کا بیان ۔ ۲ر

**شہید** ۔ ۔ ۔ ۔ ۳ر

**سعدی** ۔ ۔ ۔ ۔ ۲ر

**رحمت الرحیم** ۔ ۔ ۔ ۴ر

**مظہر النور** ۔ ۔ ۔ ۳ر

**سعیدی** ۔ ۔ ۔ ۔ ۲ر

**مثنوی گلزار نسیم** ۔ تعارف کی محتاج نہیں ۔ ۲ر

**ترانۂ عاشق** ۔ عاشق صاحب کے عاشقانہ کلام کا مجموعہ ۔ علہ ر

ملنے کا پتہ:۔ ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب بل روڈ لاہور

مردِ عارف کیلئے اس میں ہے رازِ زندگی
اہلِ بینش کیلئے ہے سوز و سازِ زندگی
(شوق امرتسری)

## اسلامی، ادبی، تمدنی، معاشرتی مضامین کا

ماہانہ

رسالہ

# عارف

مری نوا سے ہوئے زندہ عارف و عامی
دیا ہے میں نے انہیں ذوقِ آتش آشامی

عجب نہیں کہ مسلماں کو پھر عطا کر دے
شکوہِ سنجر و فقرِ جنید و بسطامی

مدیر
عبدالرحمٰن شوق امرتسری

پروپرائیٹر
ملک دین محمد

چندہ سالانہ ایک روپیہ

ملک دین محمد پرنٹر پبلشر نے فیوز پرنٹنگ ورکس ۹۱ سرکلر روڈ میں طبع کرا کر بل روڈ لاہور سے شائع کیا

# فہرست مضامین

# عارف

جلد ۱　　　ماہ اپریل ۱۹۳۷ء　　　نمبر ۷

## لمعاتِ اوّلین

"گزشتہ لمعات کے ہر دو صفحات، پروپرائٹر صاحب رسالہ عارف نے محترم قارئین عارف کی ہی نظر کر دیئے تھے۔ جس کا نتیجہ (یہ سطور لکھتے وقت تک) اگرچہ خاطر خواہ نہیں نکلا۔ تاہم کچھ حوصلہ افزا ہے۔ وہ اسلئے کہ بعض قارئین کرام نے عارف کی قبولیت کا عملی ثبوت دینا شروع کر دیا ہے۔ اور امید ہے کہ باقی حضرات بھی گزشتہ چھ پرچے مطالعہ فرما لینے کے بعد اب اپنا فرض محسوس کرتے ہوئے نہ فقط عارف کے دُگنے مصارف کا بلکہ میعاد چندہ کے بقایا اور آئندہ ششماہی کا نصف حصہ یعنی صرف ایک روپیہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما کر کارکنان عارف کو شکر گزار بنائینگے۔

---

موجودہ زمانہ تجدید میں اہل علم و ادب کو جدت پسند بننا چاہیئے۔ لیکن جس طرح بعض اشخاص طبعاً تقلید کے خوگر ہوتے ہیں۔ اور اپنے دماغ سے کام لینا نہیں جانتے۔ بعینہ اسی طرح ہمارے بعض ہمعصر محترم اہل قلم اکثر معزز ادبا و شعرا کے زیر بحث موضوعات یعنی آرٹ حسن محبت فطرت نفسیات فکاہات وغیرہ کی تقلید کرنا ہی خدمتِ ادب سمجھتے ہیں۔ حالانکہ زمانہ حاضرہ میں ضرورت اور بہت بڑی ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ اسلامی مسائل۔ فلسفہ تاریخ تمدن و تہذیب وغیرہ کو عام مسلمانوں میں ایسے ادبی رنگ میں پیش کیا جائے۔ جسکی دلچسپی ورا است اسلامیت کو ذہن میں محفوظ رکھنے اور اسلامی

طریقِ عمل پر عمل کرنے کی محرک ہو سکے۔

---

یہ ناچیز خادم اہلِ قلم ان لوگوں میں سے ہے۔ جو کسی امر کی زبانی تحریک کرنے سے قبل عملی تجویز پیش کرنا مستحسن سمجھتے ہیں چنانچہ عارف کی ادارت کا بار اٹھانے سے قبل ہی میں نے یہ خیال کیا تھا۔ کہ موجودہ ادبی دور میں اہلِ ادب و ادبی رسائل کے مقابل مجھ ایسے کم مایہ خادم اہلِ قلم کی ادارت میں عارف کیسے مقبول ہو سکتا ہے ؟

لیکن ساتھ ہی اسکے میرے ذہن نے یہ تجویز پیش کی۔ کہ اسلامی معاشرت کو ادبی رنگ میں اور تعلیم اسلام کو تاثراتِ ادب میں عارف میں ترتیب دیا جائے۔ لہٰذا رسالہ عارف میرے اس تجدیدِ عمل کا شاہد ہے جس کی قبولیت عام مسلمانوں کے علاوہ قابل اہلِ ادب و اہلِ علم کے ہمت افزا خطوط سے عیاں ہے۔

---

بعض عقلمند لوگوں کا مقولہ ہے کہ زمانہ کے رُخ پر چلنا چاہئے۔ لیکن رُخ کا پہچاننا صرف اس بات پر منحصر نہیں۔ کہ موجودہ ماحول کے مطابق غیر مفید اور مضر ترین عام روش کی اندھا دھند تقلید کی جائے۔ بلکہ جدت یہ ہونی چاہئے کہ موجودہ ماحول سے فائدہ اٹھا کر ملکی، تمدنی، اخلاقی، ادبی رو سے بدترین مذاق کو بہترین مذاق سے تبدیل کرنے کی کوشش کی جائے۔

---

انہی خیالات کے مطابق میں چاہتا ہوں۔ کہ تمام محترم مسلم ادبا (جن کی ادبی خدمات قابلِ تحسین اور ذہنی کاوشیں فی الواقعہ قابلِ قدر رہیں) کی خدمت میں بھی اس تجدیدِ عمل کی دعوت دوں۔ لہٰذا عارف کی اسی اشاعت میں کسی آئندہ صفحہ پر "مسلم ادبا و شعرا کیلئے لمحۂ فکر" کے عنوان سے یہ دعوت نامہ درج کر دیا گیا ہے۔

مجھے امید ہے۔ کہ جملہ مدیران محترم اپنے اپنے رسائل میں میری اس عرضداشت کو درج فرما کر اور عام مسلم ادبا و شعرا اس پر اپنے اپنے خیالات کا اظہار فرما کر اس خادم اہلِ قلم کو رہینِ منت فرمائیں گے۔

خادم اہلِ قلم ۔۔ عبدالرحمٰن فوق (امرتسری)
مدیر عارف لاہور

# معارف القرآن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا

(القرآن الحکیم سورۃ الزخرف)

"ہم نے بانٹ دی ہے (دنیاوی) زندگی میں ان کے درمیان معیشت (روزی) ان کی اور ارفع (بلند) کیا ہم نے بعض کو بعض پر (دنیاوی) درجات میں تاکہ (اس میں) بعض لوگ بعض کے محکوم (مطیع) رہیں۔"

---

اس ارشاد الٰہی کے مطابق ہر فرد اور ہر گروہ کو موقعہ دیا گیا ہے۔ کہ وہ دنیا میں اپنی کاوش و کوشش سے جو درجہ حاصل کر سکتا ہے کر سکے۔

رازق العباد کو اس کی پرواہ نہیں کہ اسکی مخلوق میں سے ہر ایک کو ایک جیسا ہی سامانِ معیشت ملے۔ بلکہ کارخانہ قدرت کا دستور یہی ہے۔ کہ دنیوی زندگی کی معیشت لوگوں میں تقسیم ہوتی رہے۔ کوئی کسی درجہ میں رہے۔ کوئی کسی درجہ میں۔

کیونکہ اگر اس قدرتی اختلاف کے برخلاف معیشت کے لحاظ سے سب کی حالت یکساں ہوتی۔ تو انسان کی قدرتی قوتوں کے ابھرنے اور ترقی پانے کے کوئی شے محرک نہ ہوتی۔ اور نہ اجتماعی زندگی کی وہ تمام سرگرمیاں ظہور پذیر ہوتیں۔ جس سے دُنیا کا یہ تمام کارخانہ چل رہا ہے۔

البتہ یہ ضروری ہے۔کہ سب کو سامانِ معیشت ملے۔اور سب کے سامنے ترقی کی راہیں کھلی رہیں۔

اسلئے الدّین الفطرت (اسلام) نے انسان کی ہر طرح کے نسبی و خاندانی امتیاز مٹا کر زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق مساوات کا اعلان کر دیا۔اور وہ تمام رکاوٹیں دور کر دیں۔جو سوسائٹی کے اونچے طبقہ نے کمزور لوگوں کی خوشحالی کے لئے دنیوی ترقی کی راہ میں حائل کر دی تھیں۔

اسی مساوات کے لحاظ سے اسلام نے دولت مندی کا امتیاز مٹانے اور دولت کو ایک جگہ جمع کرنے کی بجائے اسکی تقسیم پر ہر جگہ زور دیا۔سرمایہ داری کی تمام راہیں مسدود۔سود کو حرام۔جوئے کو ناجائز قرار دیتے ہوئے صرف اعمالِ حق کی بزرگی کو سب پر فوقیت دی ہے۔

---

کہا جاتا ہے۔کہ اسلام اگر سرمایہ داری کو ناجائز اور دولت کی تقسیم کو جائز قرار دیتا ہے۔تو کیا یہ سوشیلزم نہیں ہے؟

لیکن اسلامی مساوات اور سوشیلزم میں جو فرق ہے وہ اگرچہ مندرجہ بالا آیت سے ہی ظاہر ہے۔ تاہم اسلام اور سوشیلزم کی مختصر تشریح کر دی جاتی ہے۔

چنانچہ اسلام صرف یہ چاہتا ہے۔کہ دولت اور وسائلِ دولت کا امتیاز روک دیا جائے۔لیکن معیشت کے لحاظ سے تمام افراد کی یکسانیت فطرت کے خلاف ہے۔وہ اسلئے کہ جب تمام افراد کی جسمانی و دماغی استعداد فطرتاً یکساں نہیں تو اس معیشت کی جدوجہد کے ثمرات بھی یکساں نہیں ہو سکتے۔

اور سوشیلزم یہ چاہتا ہے کہ نہ فقط دولت پر ہی کسی ایک شخص کا قبضہ رہے۔بلکہ ہر ایک افراد اس سے یکساں طور مستفید ہوتے رہیں۔یعنی جسمانی و دماغی استعداد کے مطابق جو معیشت کا اختلاف ہے اُسے بھی مٹا کر جس طرح بھی ہو سکے تمام افراد میں اقتصادی و معیشتی یکسانیت پیدا کی جائے۔

---

لہذا اسلام اور سوشیلزم میں اگرچہ یہ اختلافِ قدرت حائل ہے۔تاہم سوشیلزم کا یہ اصول (جو سرمایہ داری کی رعونت اور اکثریت کی شقاوت مٹانے پر مبنی ہے) اسلام کے مقصدِ مساوات کا ہی رہینِ منت ہے۔اب رہا یہ۔کہ

جو لوگ فطرتاً کمزور و کاہل اور اپنی معیشت تک حاصل کرنے میں نااہل واقع ہوئے ہیں۔ ان کی امداد کا اسلام نے کیا طریقہ بتایا ہے؟

اس سوال پر اگر یہ کہہ دیا جائے۔ کہ دولتمندوں یا سرمایہ دار انجمنوں سے غریب و نادار و نااہل افراد کا یہ اقتصادی مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔

تو یہ غلط ہے۔ دنیا کی کوئی متمول سے متمول قوم بھی اس مسئلہ کو حل نہیں کر سکتی۔ جیسے کہ آج یورپ اور امریکہ کے ممالک بھی باوجود اپنی بے نظیر دولتمندی و قومیت کے اپنے کسی قومی فنڈ اور قومی نظام کے ماتحت نادار و بیکار طبقہ کی ناداری و بے کاری کا انتظام نہیں کر سکے۔ اور نہ کر سکتے ہیں۔

---

بلکہ مندرجہ بالا صورت حال کا علاج اسلام نے جو کچھ بتا دیا ہے۔ وہ وہی حکم زکوٰۃ ہے۔ جس کی تشریح عارف کے گزشتہ نمبر میں کی جا چکی ہے۔

یعنی قانون الٰہی کے مطابق ذی استطاعت لوگوں کی کمائی کا ایک خاص حصہ کمزور افراد کی معیشت کیلئے مخصوص کر دینا۔ اور اُسے بطور ٹیکس ہر ذی استطاعت سے وصول کرنا۔

لیکن افسوس ہے۔ کہ اس فرض اور اسکے کام کی اہمیت سے ہم مسلمان اسقدر غافل ہو گئے ہیں۔ کہ اوّل تو خدا کا یہ فرض ہی ادا نہیں کرتے۔ اور جو لوگ کرتے بھی ہیں۔ وہ پوری زکوٰۃ نہیں نکالتے۔ اگر ہزاروں میں کوئی ایک نکالے بھی۔ تو وہ خود ہی حساب کرکے ایک رقم نکال لیتے ہیں اور پھر جسطرح جی میں آتا ہے اسے خود ہی خرچ کر ڈالتے ہیں۔

حالانکہ جس زکوٰۃ کی ادائیگی کا جو طریقہ اسلام نے بتایا ہے وہ یہ ہے کہ اُسے عمال زکوٰۃ کی معرفت بیت المال میں جمع کیا جائے اور بیت المال سے ان ضروریات کے مطابق خرچ کیا جائے۔ جسکی تفصیل زکوٰۃ کے احکام مصارف میں موجود ہے۔

بس یہ علاج ہے نادار و بیکار لوگوں کی ناداری و بیکاری کا۔ جسے اگرچہ یورپ و امریکہ جیسے متمدن ممالک آج تک حل نہیں کر سکے۔ لیکن اسلام نے آج سے تیرہ سو برس پہلے اسکا حل بتایا ہے۔　　(مدیر)

# احادیث خیر الانام (صلعم)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِيْ إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِيْ إِلَى الْجَنَّةِ ط

"سچ بولنا نیک کاموں کی ہدایت کرتا ہے۔ اور نیک کام جنت میں لے جاتے ہیں" (حدیث شریف از تجرید البخاری)

کروڑوں مسلمانوں میں شائد گنتی کے ہی چند مسلمان ہوں گے۔ جو اس ارشاد رسول مقبول صلعم پر عمل پیرا ہوں۔ حالانکہ بات معمولی ہے۔ نہ اس میں دقت کی قید نہ محنت و ریاضت کی ضرورت۔ البتہ یہ ضرور ہے۔ جیسے کہ مثل مشہور ہے۔ سچی بات ہمیشہ کڑوی لگتی ہے۔ لیکن اس کڑوے پن سے بے پرواہ ہو کر اگر عام لوگ سچ بولنا اختیار کریں۔ تو یہ اکھڑ پنے کی کڑواہٹ شیریں مقالی و راست گفتاری سے بدل جائے

---

تاریخ روشن ہے۔ کہ بزرگان دین حق و صداقت کے عمل میں نہ سلاطین سے خائف ہوئے۔ نہ حاکموں سے۔ نہ تخت حکومت سے ڈرے۔ نہ تختۂ دار سے۔

انہوں نے تلواروں کی چھاؤں میں۔ گولیوں کے نشانوں میں۔ قید و بند کے مصائب میں صدائے حق بلند کرنے میں نہ کسی دنیادی عزت و وقار کا خیال کیا۔ نہ اپنی دنیاوی وجاہت و منفعت کی پرواہ کی۔

---

چنانچہ جن دنوں مدینہ شریف میں مروان حاکم تھا اور اسکا رعب و اقتدار ہر شخص پر حاوی تھا۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو ایک دفعہ اسکے دربار میں جانا پڑا۔ دیکھا تو وہاں تصویریں آویزاں ہیں۔ ان کو دیکھتے ہی مروان کے منہ پر فرمایا۔

"میں نے حضور پُرنور صلعم سے سُنا ہے۔ کہ اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہے۔ جو میری مخلوق کی طرح مخلوق بناتا ہے (اگر کسی کو دعویٰ تخلیق ہو۔ تو بھلا ایک جَو کا دانہ ہی پیدا کر کے دکھادے)

---

اسی مروان کے زمانہ حکومت میں چک (ہنڈی) کا رواج ہو چلا تھا۔ حضرت ابوہریرہؓ کو معلوم ہوا تو مروان کے سامنے جاکر فرمایا۔

"تم نے تو سود حلال کر دیا!

مروان نے کہا۔ نہیں تو؟

فرمایا۔ کیا تم نے ہنڈی کو رائج نہیں کیا؟ حالانکہ حضور پرنور صلعم نے اشیاء خوردنی کی بیع کی نسبت اسوقت تک ممانعت فرمادی ہے۔ جب تک کہ اسکو بائع ناپ نہ لے۔

چنانچہ ابوہریرہؓ کے اس اظہار صداقت پر ہی مروان نے ہنڈی کا یہ طریقہ منسوخ کر دیا۔

---

ظالم حجاج۔ جسکی سنگدلی اور ظلم و ستم کے ذکر سے تاریخ کے سینکڑوں صفحات سیاہ ہیں۔ ایک روز مسجد میں تقریر کر رہا تھا۔

حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ بھی موجود تھے۔ نماز کا وقت ہو رہا تھا۔ حجاج نے اسوقت بھی اپنی تقریر بند نہ کی۔ تو حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ نے اظہار صداقت سے مجبور ہو کر حجاج کو مخاطب کر کے فرمایا۔

"اے شخص نماز کا وقت آگیا ہے۔ اب بیٹھ جاؤ"

حتےٰ کہ تین بار انہی الفاظ کا اعادہ کیا۔ لیکن حجاج اسقدر خود سر تھا کہ اُسنے کچھ پرواہ نہ کی بلکہ اپنی تقریر کو جاری رکھا۔

آخر چوتھی بار حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ نے تمام سامعین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔

"اے فرزندانِ اسلام! اگر میں اس مجمع میں سے کھڑا ہو جاؤں۔ تو کیا آپ لوگ بھی میرے ساتھ اُٹھنے کو تیار ہیں؟

سب نے کہا ہم تیار ہیں۔

چنانچہ آپ کے ساتھ سب لوگ بھی جب کھڑے ہو گئے۔ تو آپ نے پھر ایک دفعہ حجاج سے فرمایا۔

"معلوم ہوتا ہے۔ کہ نہیں نماز کی ضرورت نہیں"

آخر حجاج نے ناکام ہو کر اپنی تقریر بند کر کے نماز ادا کی۔ اور نماز کے بعد حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کو بلا کر پوچھا:۔

"آپ نے یہ جرأت کیوں کی!"

فرمایا۔ نماز ہم سب پر فرض ہے۔ اسلئے جب نماز کا وقت آجایا کرے تو پہلے نماز پڑھ لیا کرو۔ اسکے بعد جو چاہے بکا کیا کرو۔

حجاج اسوقت اگرچہ خاموش ہو گیا۔ لیکن ظالم نے اپنی اس ذلت کا بدلہ لئے بغیر نہ چھوڑا۔

چنانچہ ایام حج کی بھیڑ بھاڑ میں ظالم حجاج کے مقرر کردہ ایک شخص نے زہر آلود تیر سے حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ کا پاؤں زخمی کر دیا۔ آخر اسی زہر آلود زخم کی وجہ سے آپ جانبر نہ ہو سکے۔

---

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے وقت منصور عباسی تخت نشین تھے۔ منصور نے امام صاحبؒ کو اپنے دربار میں بلا کر قضا کا عہدہ پیش کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔

"جس حکومت کا بادشاہ ہی منصف نہ ہو۔ تو اس حکومت کا قاضی رعایا کے ساتھ کیا خاک انصاف کر سکتا ہے؟"

منصور کو آپ کے اس اظہار صداقت پر سخت غصہ آیا۔ اور اُسنے جوش غضب میں کہہ دیا:۔

"تم جھوٹے ہو"

امام صاحبؒ نے فرمایا:۔

"اگر میں جھوٹا ہوں تو پھر میں اس عہدہ کے قابل کیسے ہو سکتا ہوں۔ کیونکہ جھوٹا شخص قاضی نہیں ہو سکتا۔

منصور نے امام صاحبؒ کی اس تاویل پر طیش میں آکر کہا۔

"میں قسم کھا چکا ہوں۔ کہ یہ عہدہ تمہیں ہی دوں گا۔ اور تمہیں قبول کرنا پڑے گا"

امام صاحبؒ نے فرمایا۔

"میں بھی قسم کھا چکا ہوں کہ یہ عہدہ قضا میں ہرگز قبول نہ کروں گا"

امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی اس جرأت پر دربار کے تمام امراء متحیر تھے۔ آخر منصور نے اپنی خفت مٹانے کے لئے آپ کو قید کر دیا آپکے قید ہوتے ہی بغداد بھر میں بغاوت پھیل گئی اور اسی بغاوت کو مٹانے کے لئے ہی منصور نے قید خانہ میں زہر دلوا کر اس آفتاب علم و فضل کا خاتمہ کر دیا۔

---

ابومسلم خراسانی کے ظلم و ستم سے لوگ اسقدر خائف تھے۔ کہ کسی اعلےٰ حاکم کو بھی اس کے خلاف ایک لفظ کہنے کی جرأت نہ تھی۔

لیکن اس زمانہ کے ایک عارف کامل ابراہیم بن میمون اظہار صداقت میں خاموش نہ رہ سکے۔

چنانچہ آپ ابومسلم خراسانی کے پاس گئے۔ اور اسکے منہ پر کہا۔

"ظالم آخر اس ظلم کی کوئی انتہا بھی ہے۔ دنیا کی اس حکومت کے لئے آخرت کا عذاب کیوں سمیٹتا ہے۔ اب تو اس خونریزی سے باز آ"

ابومسلم جیسے جابر حاکم وقت کو بھلا یہ باتیں سننے کی تاب کہاں تھی۔ فوراً حکم دیا۔

"ابراہیم بن میموں کو قید کر دیا جائے"

چونکہ عام لوگوں میں آپ کے زہد و اتقا کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ اسلئے آپ کے گرفتار ہوتے ہی ایک ہنگامہ بپا ہو گیا۔ اور آپ کو ابومسلم نے رہا کر دیا۔

آپ کے رہا ہوتے ہی ابومسلم کے منہ پر پھر فرمایا۔

"ظالم ظلم سے باز آ"

جابر ابومسلم نے آپ کو پھر قید کرا دیا۔ اور چند ہی دن بعد عام لوگوں میں دوبارہ ہنگامہ بپا ہونے کے

کے خوف سے نہایت خاموشی کے ساتھ آپ کو شہید کروا دیا۔

---

کاش موجودہ اہل اسلام بھی اظہار صداقت کے یہ عبرت خیز واقعات سامنے رکھیں اور اپنی زندگی میں سچائی کی عادت اختیار کریں۔ م۔ ل۔ سعید

---

# تذکرہ بزرگانِ اسلام

## حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

"خاندانی نام عبد شمس تھا۔ اسلامی نام عمیر (جو کہ حضور پرنور صلعم نے خود رکھا) کنیت ابوہریرہ (جس کی وجہ خود بیان فرماتے ہیں۔ کہ میں نے ایک ہرہ (بلی) پالی تھی۔ جسے شب کو درخت سے باندھ دیتا اور صبح کو بکریاں چرانے وقت ساتھ لے جاتا) بلی کے ساتھ میری یہ غیر معمولی دلچسپی دیکھ کر لوگوں نے مجھے ابوہریرہ مشہور کر دیا"

آپ قبیلہ دوس سے تھے۔ یہ قبیلہ یمن میں آباد تھا۔ ابھی چھوٹے تھے۔ کہ آپ کے والد عامر کا انتقال ہو گیا۔ والد کا سایہ سر سے اٹھتے ہی زمانہ بچپن میں ہی مفلسی نے آگھیرا۔

بڑے ہو کر بسرہ بنت غزوان کی (صرف روٹی کپڑے کے معاوضہ میں) ملازمت کر لی۔ کام یہ سپرد ہوا۔ کہ جب بسرہ بنت غزوان سوار ہو کر کہیں جاتیں آتیں۔ تو آپ پاپیادہ ننگے پاؤں آپ کی سواری کے آگے آگے چلتے۔

لیکن اتفاق کی بات تھی۔ کچھ دنوں بعد یہی عورت بسرہ آپ کے نکاح میں آ گئی۔ اور کچھ دنوں کے لئے آپ کی مفلسانہ حالت بدل گئی۔

---

آپ کے قبیلہ دوس میں سے ایک صاحب طفیل بن عمر دوسی ہجرتِ اولیٰ سے قبل ہی مکہ شریف میں کلام الٰہی سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر چکے تھے۔ اور اسلام لانے کے بعد تبلیغ اسلام کے لئے یمن میں چلے آئے تھے۔

اُن کی تبلیغ سے ہی دوس میں اسلام پھیلا۔ اور جن لوگوں کو وہ اپنے ہمراہ لے کر دربارِ رسالت میں آئے۔

انہی لوگوں میں آپ بھی تھے۔ بلکہ آپ کا ایک غلام بھی ساتھ تھا۔ جو راستہ میں کہیں گم ہو گیا۔

جب اہل دوس کا یہ قافلہ مدینہ شریف میں پہنچا۔ تو انہیں معلوم ہوا۔ کہ حضور پُرنور، ہادی اسلام صلعم غزوۂ خیبر میں تشریف فرما ہیں۔

اسلئے سب لوگوں کے ساتھ آپ بھی خیبر میں پہنچے۔ اور وہیں سب کے ساتھ اسلام سے مشرف ہوئے۔ مشرف بہ اسلام ہوتے ہی اپنا گم شدہ غلام بھی وہیں دیکھا۔ اور جب حضور پُرنور صلعم نے فرمایا:-

"ابوہریرہ، تمہارا غلام بھی آگیا"

تو عرض کیا۔ مَیں نے خدا کی راہ میں آزاد کر دیا۔

---

غزوہ خیبر کے بعد جب کہ آپ کی عمر تیس سال کی تھی۔ آپ دامن نبوی سے ایسے وابستہ ہوئے کہ سوائے اپنی والدہ ماجدہ کے تمام علائق دنیوی سے کنارہ کش ہو گئے۔ معاش و لباس۔ بیوی بچوں کے جھگڑوں سے ایسے بے نیاز تھے۔ کہ فقر و فاقہ کی بھی پرواہ تک نہ تھی۔

افلاس کا یہ دور نہایت دردانگیز تھا۔ مسلسل فاقوں سے غش پہ غش آتے تھے۔ لیکن کبھی کسی کے آگے دستِ سوال دراز نہ کرتے۔ بلکہ صبر کرتے۔ اور جب ناطاقتی سے بالکل صبر نہ ہوتا۔ تو اصحاب کرام کے آگے حسن طلب سے کام لیتے تھے۔

چنانچہ ایک بار اسی قسم کی ضرورت پیش آئی۔ تو راستہ میں بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس راستہ سے گزرے تو اُن سے ایک آیت پوچھی۔ وہ بتا کر گزر گئے۔ ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی گزرے۔ تو وہ بھی کچھ نہ سمجھے۔ اسکے بعد حضور پرنور صلعم تشریف لائے۔ مگر آپ اس حسن طلب کو سمجھ گئے۔ اور ساتھ لے جا کر آپ کو اور آپ کے ساتھ دیگر اصحاب صفہ کو بھی کھانا کھلایا

اس حالت مسکینی میں حضور پُرنور صلعم کی خدمت میں ہر وقت حاضر رہنا اور حضور پرنور صلعم سے قرآن و حدیث کی تعلیم حاصل کرنا ہی اپنی سعادت سمجھتے تھے۔

اور اس سعادت و رحمت میں اپنی والدہ مشفقہ کو بھی شریک کرنے کی دل میں آرزو تھی۔ کئی دفعہ

تبلیغ اسلام کی۔ لیکن والدہ اسلام کا نام سننے سے ہی انکار کرتی رہیں۔ ایک روز جب کہ پھر تلقین اسلام کی۔ تو والدہ نے حضور پرنور صلعم کی شانِ نبوت میں کچھ ناروا الفاظ بھی استعمال کئے جنہیں سن کر آپ مغموم و آبدیدہ ہو کر حضور پرنور صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور تمام واقعہ بیان کر کے عرض کیا۔

" حضور پُرنور دعا فرمائیں کہ میری والدہ بھی اسلام سے مشرف ہوں "

چنانچہ رسالتمآب صلعم نے درگاہ الٰہی میں دعا فرمائی جو اسقدر جلد مقبول ہوئی۔ کہ آپ جب واپس گھر میں لوٹے۔ تو آپ کی والدہ ماجدہ نہا دھو کر ظاہراً طور پر پاک و صاف ہو چکی تھیں۔ آپ کے پہنچتے ہی والدہ نے اندر بلایا۔ اور کلمہ طیبہ پڑھتے ہی اپنے دل کو بھی پاک صاف کر لیا۔

والدہ ماجدہ کے شرف بہ اسلام ہوتے ہی آپ اسی وقت پھر آستانۂ نبوت کو لوٹے اور حاضر خدمت ہو کر فرطِ مسرت سے عرض کی:-

" یا رسول اللہ صلعم آپ کی دعا سے میری والدہ ماجدہ بھی نورِ اسلام سے سرفراز ہو گئیں "

---

جیسے کہ گزشتہ صفحات میں کہیں عرض کر دیا گیا ہے۔ کہ آپ غزوۂ خیبر سے ہی حضور پرنور صلعم کی خدمت میں رہے۔ اور ایسے رہے۔ کہ ہر وقت حضور پُرنور کے ساتھ رہتے۔ تمام امہات المومنین کے گھروں میں آ لے جاتے۔ غزوات اور حج میں حضور پرنور صلعم کے ہمراہ جاتے۔

غرضیکہ ہر روز اور ہر وقت حضور پرنور صلعم کی خدمت میں حاضر رہنا اور حضور پرنور صلعم سے قرآن و حدیث کی تعلیم حاصل کرنا ہی اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ یہی باعث تھا کہ آپ علم الحدیث کی رواۃ میں سب سے بڑے حافظ تھے۔ اور اسی سبب سے تمام صحابہؓ میں سے کسی نے حدیث شریف کا اتنا ذخیرہ فراہم نہیں کیا۔ جسقدر کہ آپ کی روایات کتب احادیث میں موجود ہیں۔

---

حضور پرنور صلعم جسوقت ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جاتے تو آپ مسجد نبوی میں ذکرِ خدا اور دعا میں مشغول رہتے۔

چنانچہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

"کہ ایک روز میں اور ابوہریرہؓ نیز ایک اور شخص ہم تینوں مسجد نبوی میں ذکر خدا کے بعد جب دعا میں مشغول تھے۔ عین اسوقت حضور پرنور صلعم بھی تشریف لائے۔ ہم لوگ ازراہ ادب خاموش ہو گئے۔ تو حضور پرنور صلعم نے فرمایا:۔

"اپنا کام جاری رکھو"

اس ارشاد رسول مقبول صلعم پر ہم دونوں دعا کرنے لگے۔ اور حضور پرنورؐ نے آمین فرمائی۔

اسکے بعد ابوہریرہؓ نے یہ دعا کی۔

" یا اللہ العالمین جو کچھ میرے ساتھیوں نے تجھ سے ابھی طلب فرمایا ہے وہ مجھے بھی عطا کر اور علاوہ اسکے مجھے ایسا علم عطا کر جو مجھے فراموش نہ ہو"

آپ کی اس دعا پر حضور پرنور صلعم نے پھر آمین فرمائی۔

اس سے آگے حضرت زیدؓ فرماتے ہیں۔ کہ اس پر ہم دونوں نے بھی حضور پرنور صلعم سے عرض کی۔

"یا رسول اللہ صلعم ہم کو بھی ایسا علم عطا ہو جو فراموش نہ ہو"

حضور صلعم نے فرمایا۔ وہ اس دوسی نوجوان (یعنے آپ) کے حصہ میں آچکا۔

---

ایک دفعہ آپ نے حضور پرنور صلعم سے حدیث شریف بھول جانے کی شکایت کی

حضور پرنور صلعم نے فرمایا ——— چادر پھیلاؤ۔

آپ نے اپنی چادر پھیلادی۔ تو حضور پرنور صلعم نے اپنے دونوں دست مبارک اس میں ڈالے۔

پھر فرمایا ——— اسکو سینے سے لگالو۔

خود فرماتے ہیں۔ کہ اسکے بعد پھر میں کوئی حدیث شریف کبھی نہ بھولا۔

محبت رسول مقبول صلعم کے جذبہ سے ہر وقت سرشار رہا کرتے تھے۔

چنانچہ ایک موقعہ پر حضور پرنور صلعم سے اسکا خود اس طرح اظہار فرمایا۔

"یا رسول اللہ صلعم۔ حضور پُرنور صلعم کا جمالِ انور میری جان کا سرمایہ راحت اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے
بلکہ حضور پُرنور صلعم کی وفات حسرت آیات کے بعد بھی اس جذبۂ محبت رسول مقبول صلعم میں ذرہ بھر فرق
نہ آیا۔

ایک روز لوگوں نے آپ کو بھنی ہوئی بکری کی دعوت دی۔ تو فرمایا۔

"حضور پُرنور صلعم تو دنیائے فانی سے عالم جاودانی کو اس حال میں سدھارے۔ کہ کبھی جو کی روٹی بھی آسودہ
ہو کر نہیں کھائی۔ پھر میں بھنی ہوئی بکری کی یہ پُرتکلف غذا کیسے کھا سکتا ہوں۔

---

عبادت و ریاضت الٰہی کا یہ حال تھا۔ کہ تمام رات ذکرِ خدا میں بسر کر دیتے تھے۔ بلکہ اپنے گھر والوں کو بھی
شب بیدار رکھتے۔

گھر میں صرف تین شخص تھے۔ ایک آپ۔ دوسری بیوی۔ تیسرا خادم۔ تینوں باری باری اُٹھ کر ایک ایک
تہائی شب ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتے۔ یعنی شب کی ایک تہائی میں ایک ذکرِ الٰہی میں بسر کر کے دوسرے کو جگاتا۔
اور دوسرا تیسرے کو۔ اسی طرح تینوں مل کر تمام رات شب بیدار رہتے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ :-

"آپ بارہ ہزار تسبیحیں روزانہ ختم کرتے تھے۔ اور فرماتے۔ کہ بقدر گناہ تسبیح کرتا ہوں۔ اس تسبیح و تحلیل کا طریقہ
یہ تھا۔ کہ ایک تھیلی میں کنکریاں اور کھجور کی گٹھلیاں بھری رہتی تھیں۔ جن پر آپ تسبیح پڑھتے۔ جب تھیلی ختم ہو جاتی تو
خادم پھر بھر دیتا تھا۔

---

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں جس وقت آپ کو بحرین کا عامل مقرر فرمایا اسی
وقت سے آپ کے افلاس کا دور ختم ہوا۔

بحرین سے واپس ہوئے تو دس ہزار روپیہ پاس تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سخت گیر احتساب
نے جب آپ کو بھی نہ چھوڑا تو فرمایا۔

"یہ روپیہ میں نے گھوڑیوں کے بچوں اور عطیوں اور غلاموں کے ٹیکس سے جمع کیا ہے۔ تحقیقات سے یہ واقعہ درست ثابت ہوا تو حضرت عمر فاروقؓ نے دوبارہ بحرین کی امارت پر واپس کرنا چاہا۔ لیکن آپ نے انکار کر دیا۔"

پوچھا گیا۔ آپ کو امارت سے انکار کیوں ہے؟ اسکی خواہش تو حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی کی تھی۔ جو تم سے افضل تھے۔

فرمایا۔ وہ نبی اور نبی زادہ تھے۔ میں بیچارہ ابوہریرہ امیمہ کا بیٹا ہوں۔ اور تین باتوں سے ڈرتا ہوں (۱) کہ بغیر علم کچھ کہوں (۲) بغیر حجت شرعیہ کے فیصلہ کروں۔ (۳) مارا جاؤں۔ میری آبروریزی کی جائے۔ میرا مال چھینا جائے۔

---

اپنی فارغ البالی کا اظہار بھی اس طرح فرماتے تھے۔ کہ کتاں کے دو رنگے کپڑے پہنتے۔ اور ان میں سے ایک سے ناک صاف کر کے فرماتے۔

"واہ ابوہریرہ واہ۔ آج تو تم کتاں سے ناک صاف کرتے ہو۔ حالانکہ اس سے پہلے جب ممبر نبوی صلعم اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ مبارک کے درمیان بھوک سے نڈھال ہو کر تم غش کھا کر گر پڑتے تھے۔ تو تمہاری گردن پر پاؤں رکھ کر گزرنے والے کہا کرتے تھے۔ کہ ابوہریرہ کو جنون ہو گیا ہے۔"

لیکن اس فارغ البالی میں بھی امیرانہ ٹھاٹھ سے نفرت اور اسلام کی سادہ طرز معاشرت سے محبت تھی۔

چنانچہ جب کبھی شہر میں سوار ہو کر نکلتے۔ تو سواری میں گدھا ہوتا۔ چھال کی رسّی کی لگام ہوتی۔ زین کی بجائے معمولی سا نمدہ کسا ہوتا۔ اور جب کوئی شخص سامنے آجاتا۔ تو خوش طبعی سے خود فرماتے۔ ہٹو۔ راستہ چھوڑ دو۔ امیر کی سواری آتی ہے۔

---

اظہار صداقت میں اسقدر بے باک تھے۔ کہ شریعت نبوی کی لغزش پر بڑے سے بڑے شخص کو بھی ٹوک دیتے تھے۔

ایک مرتبہ مروان (حاکم مدینہ) کے پاس آپ کو جانا پڑا۔ دیکھا تو اسکے ہاں تصویریں آویزاں ہیں
چنانچہ اسیوقت مروان کے منہ پر فرمایا۔
"میں نے حضور پُرنور صلعم سے سُنا ہے۔ کہ اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہے۔ جو میری مخلوق کی طرح مخلوق
بناتا ہے۔ اگر کسی کو دعوےٰ تخلیق ہو تو ذرا جَو کا دانہ ہی پیدا کر دے۔"
اسی طرح مروان کے زمانۂ حکومت میں ہنڈی (چک) کا رواج ہو چلا تھا۔ آپ کو معلوم ہوا۔ تو مروان سے
مل کر فرمایا۔
"تم نے تو ربا (سود) حلال کر دیا۔"
مروان نے کہا۔ وہ کیسے؟
فرمایا۔ کیا تم نے ہنڈی (چکوں) کو رائج نہیں کیا۔ حالانکہ حضور پرنور صلعم نے اشیاء خوردنی کی بیع کی
اسوقت تک ممانعت فرمائی ہے۔ جب تک پہلے بائع اسکو ناپ نہ لے۔

---

جیسے کہ پہلے عرض کیا گیا ہے۔ کہ آپ علم الحدیث کے سب سے بڑے حافظ تھے۔ آپ کے اس علم و
عرفان کی بارش صرف مردوں تک ہی محدود نہ تھی۔ بلکہ عورتیں بھی اس میں برابر کی شریک تھیں۔
تعمیل شریعت نبوی کا اسقدر خیال رکھتے تھے۔ کہ اگر کسی عورت سے کوئی فعل خلاف نبوت سرزد ہو جاتا
تو اسی وقت تنبیہ فرما کر امر شریعت کی تلقین فرما دیتے۔
چنانچہ ایک روز ایک عورت آپ کے پاس سے گزری۔ چونکہ اسکے پیراہن سے خوشبو آتی تھی۔ اسلئے آپنے
اس سے پوچھا۔ کیا مسجد سے آرہی ہو؟
اسنے کہا۔ ہاں۔
اسپر فرمایا۔ میں نے رسول اللہ صلعم سے سُنا ہے۔ کہ جو عورت خاص کر مسجد میں جانے کے لئے خوشبو لگاتی ہے۔
اسکی نماز اسوقت تک مقبول نہ ہو گی۔ جب تک وہ غسل نہ کر ڈالے۔ یعنے اس کی خوشبو نہ دُھل جائے۔ باعث یہ
کہ وہ فتنہ بن جاتی ہے۔

ایک بار شفیا اصبحی مدینہ شریف میں آئے۔ تو دیکھا کہ ایک شخص کے گرد بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ لوگوں سے پوچھا کہ کون ہے؟

جواب ملا۔ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ لوگوں کو ایک حدیث سنا رہے ہیں۔ یہ سن کر شفیا اصبحی آپ کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ آپ جب حدیث بیان فرما چکے۔ اور سب لوگ چلے گئے۔ تو شفیا اصبحی نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی ایسی حدیث سنایئے جسکو آپ نے ان سے سنا ہو۔ آپ نے فرمایا۔ ایسی ہی حدیث بیان کروں گا۔ اور یہ فرماتے ہی غش کھا کر گر پڑے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہوش آیا۔ تو فرمایا۔ میں تم سے ایسی حدیث بیان کروں گا۔ جو حضور پرنور صلعم نے اپنے کاشانۂ نبوت میں بیان فرمائی تھی۔ اور اسوقت میرے اور حضور پرنور صلعم کے سوا کوئی تیسرا شخص نہ تھا۔ اتنا کہہ کر پھر زور سے چلائے۔ اور جذبۂ بے اختیاری سے بے ہوش ہو گئے۔ افاقہ ہوا۔ تو منہ پر دست مبارک پھیر کر اسی بات کا اعادہ فرما کر پھر غش کھا کر گر پڑے۔

شفیا اصبحی نے تھام لیا اور دیر تک بٹھائے رکھا۔ جب ہوش آیا۔ تو فرمایا۔

"حضور پرنور صلعم نے مجھے فرمایا تھا۔ کہ قیامت کے روز جب خداوند تعالیٰ اپنے بندوں کے فیصلہ کے لئے اترے گا۔ تو سب سے پہلے تین شخص طلب کئے جائیں گے۔ (۱) عالم قرآن (۲) راہ خدا میں جان دینے والا (۳) دولتمند سب سے پہلے اللہ تعالیٰ عالم سے پوچھے گا۔ کیا میں نے تجھ کو قرآن کی تعلیم نہیں دی؟ وہ کہے گا۔ ہاں یا اللہ العالمین ارشاد ہوگا۔ تونے اسپر کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا۔ رات دن اسکی تلاوت کرتا رہا۔ ارشاد ہوگا۔ تو جھوٹا ہے۔ تو صرف اسلئے تلاوت کرتا تھا۔ کہ لوگ تم کو قاری کا خطاب دیں۔ پس قاری کا خطاب تم کو دنیا میں مل چکا۔

اسکے بعد دولتمند سے اللہ جل شانہ سوال کریگا۔ کیا میں نے تجھے صاحب استطاعت کرکے لوگوں کی احتیاج سے بے نیاز نہیں کردیا تھا؟ وہ کہے گا۔ ہاں رب العالمین۔ ارشاد ہوگا پھر تونے کیا کیا؟ وہ کہے گا۔ میں صلہ رحمی کرتا تھا صدقہ و خیرات دیتا تھا۔ معبود برحق فرمائے گا۔ تو جھوٹ بولتا ہے۔ بلکہ اس عمل سے تیرا مقصد یہ تھا۔ کہ تو فیاض اور سخی کہلائے۔ پس تجھے لوگوں نے ایسا ہی کہا۔ اسکے بعد راہ خدا میں جان دینے والے سے جواب طلب کیا جائے گا۔ کہ تونے کس لئے اپنی جان دی۔ وہ جواب دے گا۔ خداوندا تیرے ہی حکم کے مطابق تیری راہ میں میں نے اپنی جان دی۔ ارشاد ہوگا تو جھوٹ کہتا ہے۔ بلکہ تیرے دل میں یہ بات تھی۔ کہ تو بہادر

اور شجاع کہلائے۔ پس دنیا میں تو ایسا ہی مشہور ہوا۔ یہ حدیث بیان فرمانے کے بعد حضور پرنور صلعم نے میرے زانو پر دست مبارک مار کر فرمایا۔

"ابوہریرہ! سب سے پہلے انہی تینوں شخصوں کے جسم سے جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی۔"

---

۵۸ھ میں آپ مدینہ شریف میں ہی بیمار ہوئے۔ بڑے بڑے امراء آپ کی عیادت کو آتے تھے۔ اور خود مروان حاکم مدینہ بھی آتا تھا۔

ایک ابوسلمہؓ بن عبدالرحمٰنؓ عیادت کو آئے اور حسب رواج جب آپ کی صحت کے لئے دعا کی۔ تو آپ نے فرمایا۔ خداوندا اب دنیا میں نہ لوٹا۔ اور ابوسلمہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا

"وہ زمانہ بہت جلد آنے والا ہے۔ جب موت کو انسان سونے کے ذخیرہ سے زیادہ پسند کرے گا۔ اگر تم زندہ رہے۔ تو دیکھو گے کہ جب کوئی شخص کسی قبر پر سے گزرے گا۔ تو تمنا کرے گا۔ کاش بجائے اس کے میری لاش اس قبر میں پڑی ہوتی۔"

بیماری کی حالت میں بہت روتے تھے۔ لوگ رونے کا باعث دریافت کرتے۔ تو فرماتے۔

"میں اس دنیا کی دلفریبیوں پر نہیں روتا۔ بلکہ سفر کی طوالت اور زاد راہ کی قلت پر روتا ہوں۔ اس وقت میں دوزخ و جنت کے درمیان ہوں۔ معلوم نہیں ان میں سے کون سا راستہ اختیار کرنا پڑے۔"

زندگی کے آخری وقت میں یہ وصیت فرمائی۔ حضور پرنور صلعم کی طرح مجھ کو عمامہ اور قمیص پہنانا۔ مگر عرب کے دستور کے مطابق میری قبر پر نہ خیمہ نصب کرنا۔ اور نہ جنازہ کے پیچھے آگ لے چلنا۔ بلکہ میرا جنازہ لیجانے میں جلدی کرنا۔ اگر میں بخشا گیا تو جلد اپنے رب سے جا ملوں گا۔ اگر قسمت میں ایسا نہ ہوا۔ تو ایک بوجھ تمہاری گردن سے جلد اتر جائے گا۔

---

آخر اٹھتر برس کی عمر میں اس مخزن علم و اخلاق ہستی نے بھی عالم جاودانی کو لبیک کہا۔ معتقدین و شاگردان رشید کو آپ کی وفات حسرت آیات سے نہایت صدمہ ہوا۔ اسوقت حاکم مدینہ ولیدؓ بن عتبہ تھے

انہوں نے کہلا بھیجا۔ کہ میرے آنے تک میت کو دفن نہ کیا جائے۔ لوگوں نے ظہر سے عصر تک ولیدؓ کا انتظار کرنے کے بعد جب نماز جنازہ پڑھانی چاہی۔ تو ولیدؓ کے ملازم نے روک کر کہا کہ بغیر امیر کے نماز جنازہ نہ پڑھائی جائے!

چنانچہ بعد نماز عصر ولیدؓ خود آئے۔ اور آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

صحابہ کبارؓ حضرت ابن عمرؓ ابوسعید خدری بھی موجود تھے۔ نماز کے بعد حضرت عثمانؓ کے صاحبزادوں نے کندھا دے کر جنت البقیع میں پہنچایا۔ اور مہاجرین کے گور غریباں میں سپرد خاک کر دیئے گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

ولیدؓ حاکم مدینہ نے امیر معاویہؓ کو آپ کی وفات کی خبر دی تو اُن کو بھی حضور پرنور صلعم کے اس جانثار صحابی کی وفات کا سخت افسوس ہوا۔ اور آپ کے ورثار کو آپ کے ترکہ کے علاوہ خزانہ امارت سے دس ہزار درہم عطا کئے۔ اور ولیدؓ کو ہمیشہ اُن کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کی تاکید تحریر کی۔

# جذباتِ نواز

نازشِ تصویر گرا ظالم تری تصویر بھی — نطق کو سامانِ زینت ہے تری تقریر بھی

لکھ دیا ہے کاتبِ تقدیر نے میرے لئے — اُس جواں کا بھی ستم، بیدادِ چرخِ پیر بھی

دل نے چاہا آنکھ نے دیکھا مگر کچھ پا سکے — اسقدر ہے بس اگر کچھ ہے مری تقصیر بھی

ہے قسم مجھ کو تمہاری گرمیِ گفتار کی — دیکھتے ہی بول اُٹھی ہے تری تصویر بھی

صاحبِ حسنِ نظر مجنوں نہیں رانجھا نہیں — نجد میں لیلیٰ بھی ہے پنجاب میں ہے ہیر بھی

ہو گئے نامہرباں میرے پرانے مہرباں — پیش آئی میری پیشانی کی لکھی تحریر بھی

اُٹھ کہ پیغامِ جنوں ہے آمدِ فصلِ بہار — پھر جواں ہونے لگا ہے یہ جہانِ پیر بھی

[illegible] کی تحریر ہے زنجیر پائے عافیت — آفتِ جاں ہے کسی کی زلف کی زنجیر بھی

عیدِ لب عیشِ نظر ہے اُنکے عارض کی بہار — عشرتِ زخمِ جگر اُن کی نگہ کا تیر بھی

اُن کے پاؤں میں متاعِ دین بھی ایمان بھی — اُن کے ہاتھوں میں مری تقدیر بھی تدبیر بھی

اُنکے ہاتھوں میں حیات و موت کی کنجیں تمام — ان کے قبضے میں بلند و پست کی تقدیر بھی

اُن کا حسنِ عشق پرور ہے مرا ذوقِ سخن — میری رسوائی بھی اُنکی ہے مری تشہیر بھی

اُن کے ملنے کی دعائیں عمر بھر کرتا رہا — یاالٰہی ہے دعاؤں میں کوئی تاثیر بھی

اُس نے آنکھیں پھیر لیں، سارا زمانہ پھر گیا
پھر گئی مجھ سے نواز آخر مری تقدیر بھی

نواز بی۔اے (آنرز)

# تہذیبِ عالم پر اسلام کا اثر

ابتدائے آفرینش عالم سے وقت کا چکر اس قادر مطلق خدا کے زیرِ اہتمام ہزاروں کارہائے نمایاں کرتا ہوا بلا روک ٹوک چلا آ رہا ہے۔ اسی چکر نے ہزاروں کی کشت امید کو بدنصیبی کی درانتی سے کاٹ کر خاک میں ملا دیا۔ بعض کو بام اوج تک پہنچا کر اس طرح سر کے بل گرایا کہ پھر تحت الثریٰ تک ان کا کہیں کھوج نہ ملا۔ اور ان کی جگہ وہ سیروں کو ان کا وارث بنایا۔ مگر ان کے ساتھ بھی وہی وقوع پذیر ہوا جو ان سے اگلوں کے ساتھ پیش آیا تھا۔ غرض جو اس کی زد میں آیا یہ اُسکو اپنے بہاؤ کے ساتھ لیتا گیا۔ اور پھر حباب آسا ان کو ملیا میٹ کر دیا۔ قوموں کی قومیں بام اوج پر ستارہ بن کر چمکیں۔ ان کی چمک سے آنکھیں خیرہ ہوتی تھیں۔ ہزاروں بلند ذی جاہ۔ گردوں مدار والا تبار پیدا ہوئے۔ مگر اسوقت کے چکر نے انکو بھی ویسا ہی کیف آور نشا پلا کر گوناگوں تغیرات سے بے دریغ خشک پھولوں کی طرح مسل کر رکھ دیا اور کچلتا روندتا آگے نکل گیا۔ ہزاروں تغیرات وقوع پذیر ہوئے۔ مگر پھر بھی یہ سچ ہے کہ ہر ایک قوم نے دوسری قوم کے علم و ہنر و جملہ کمالات کی بنا پر ہی اپنی دیوار کو مستحکم کیا ہے۔ اور انہی فرسودہ اطوار کو اکتساب کرتے ہوئے ہر قوم ترقی کے زینہ پر گامزن ہوئی ہے۔ اسکے ساتھ ساتھ تہذیب و تمدن بھی آہستہ آہستہ ترقی کرتا گیا۔ یہ اس دیوار کی طرح بھی جسکی بنا زمانہ سلف میں کسی قوم نے رکھی اور بتدریج ہر زمانہ میں کسی نہ کسی قوم نے اینٹ پتھر لگا کر اسکو وسعت دی۔ اور اسکو ہر طرح سے مکمل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔

زمانہ سلف میں انسان جنگلی جانور کی طرح تھے۔ جو درختوں پر یا غاروں میں بسیرا لیتے گھاس پات کھاتے ننگے رہتے اور غلیظ عادات و اطوار کے مالک تھے۔ وقت کے چکر نے اپنی مستقل رفتار سے زمانہ میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ اور ایک زمانہ آیا جب کہ انسان کی حالت پہلے سے ذرا سدھر گئی۔ وہ انجیر کے بڑے بڑے پتوں، درخت کی چھالوں اور جنگلی جانوروں کی کھالوں سے اپنے اجسام ڈھانپنے لگے۔ ننگے رہنے میں

ان کو خاص شرم محسوس ہونے لگی اور درختوں اور غاروں کی بجائے جھونپڑیوں میں رہنے سہنے لگے۔ رفتہ رفتہ کھیتی باڑی کرنا سیکھا، مکان بنانا، اوزار بنانا اور دیگر بنیادی ضروریات کو مہیا کرنے کے لئے ہزاروں چیزوں ایجاد کیں۔ اسکے ساتھ ساتھ اُن کی عقل و شعور بھی ترقی پذیر ہوئی۔ اور وہ علم و ہُنر میں یکتا ہوتے گئے۔ اپنے وحشی پن کو چھوڑ کر مہذبانہ طریقہ پر بود و باش اختیار کرنے لگے۔ شرم و حیا دامن گیر ہوئی۔ ان کے مُردہ دل وحشی پن کی تاریکی سے کنارہ کر کے عقل و شعور کے نور سے منور ہونے لگے اور عقل نے اُن کی رہبری اپنی چمک سے اسطرح کی۔ کہ ان میں سوچ و بچار کا مادہ پیدا ہو گیا۔ اور وہ چیزیں جو پہلے بالکل تاریکی میں تھیں اب عقل کی روشنی میں دھندلی سی نظر آنے لگیں۔ اور حضرت انسان کی آنکھیں بھی اب ذرا وا ہوئیں۔ اُسنے سورج، چاند ستارے اور زمین و آسمان، شجر و حجر، بارش و باراں کے متعلق سوچنا شروع کیا اور بصد کاوش اس نتیجہ پر پہنچا کہ ان کے بنانے والا بھی کوئی ہے۔ پھر اسکی کوشش کرنی شروع کر دی۔ اسکو خوش کرنے کے لئے قربانیاں دی جانے لگیں، اور ہزاروں دیگر رسومات اس قادر مطلق خدا کی خوشنودی کیلئے اختراع پذیر ہوئیں۔ آخر انسان نے دوسرے ہمجنسوں کے ساتھ رشتہ محبت استوار کیا، اُنس و ترحم، اخلاص و محبت، اخوت و ہمدردی کو اپنا بازو قرار دیا۔ اور اپنے اخلاق کو بہتر بنانا شروع کیا۔ مذموم رسومات اور وحشیانہ پن کو خیرباد کہا اور انکی جگہ عقل کی یاوری سے مہذبانہ اطوار کو اپنا پیش رو قرار دیا۔ قوموں کی قومیں ملیامیٹ ہوتی گئیں۔ مگر تہذیب و تمدن بدستور سینہ بہ سینہ ترقی پذیر رہا۔ ایک قوم کی تباہ کاری کے بعد دوسری قوم نے اسکو اپنا بازو قرار دیا اور اسکی ترقی و رفعت کی طرف خاص توجہ مبذول کی۔ اور اسی طرح اس قوم کی برگشتہ نصیبی کے بعد کسی اور قوم نے اسکو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اور وسعت دی۔ غرضیکہ وقت کا چکر ہر ایک کو غارت کرتا گیا۔ مگر یہ نونہال پری اسکی زد میں آنے کی بجائے ہر قوم و ملک پر سایہ فگن رہی اور اپنے قدوم میمنت لزوم سے حشمت و جاہ، عزت و ثروت کی وارث قرار دی جانے لگی۔

تاریخ شاہد ہے۔ کہ زمانہ سلف میں کس طرح اہلِ میسوپوٹیمیا بام اوج پر درخشاں تھے۔ یہی وہ زمانہ ہے۔ جسکو ہم تہذیب و تمدن کا منبع کہہ سکتے ہیں۔ یہی وہ ملک ہے۔ جسکو آج کل تہذیب کا گہوارہ کہتے ہیں۔ اور اسکی بنا رکھنے والے وہ لوگ تھے جو اس زمانہ میں یہاں آباد تھے اور جن کے متعلق ہم آج کل کچھ بھی نہیں

جانتے۔ وقت کے چکر نے انکی ترقی کا انسداد اس طرح کیا کہ وہ بھی صفحۂ عالم سے ملیامیٹ ہوگئے۔ میسوپوٹیمیا کی تباہ کاری کے بعد بابل و نینوا میں اس پری نے جنم لیا اور انکو اپنے سحر سے کچھ اس طرح مسخر کیا کہ بس وہ تو اسکے ہاتھوں بک گئے۔ انہوں نے اسکی ترقی میں آسمان تک کی خبر لی۔ مگر عرصۂ دراز کے بعد وقت کا منحوس چکر اسکو بھی کچلتا روندتا آگے نکل گیا اور اب ان ذی قدر بستیوں اور محلات کی جگہ ریت کے ٹیلے دور دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔

تہذیب کی پری کی اگرچہ اچھی درگت ہوئی تھی اور اُمید نہیں تھی کہ اب کوئی اسکو ہاتھ تک لگانے کا خیال تک کریگا۔ مگر قدر شناس یونانیوں، مصریوں اور رومیوں نے اسکو اپنے اوپر سایہ فگن ہونے کی دعوت دی۔ تہذیب نے اُن کے اندر کچھ ایسی روح پھونکی کہ بس یہ تو اسی کے دلدادہ و شیدا ہوگئے۔ سب نے مل کر ہاتھوں ہاتھ لیا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس طرح بام اوج پر پہنچایا کہ دیگر اقوام آج تک ورطۂ حیرت میں ہیں۔ تہذیب و تمدن کو مکمل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی اور اسکو تراش کر بالکل مصفا کر دیا گیا۔ ایسے ایسے زبردست مشاہیر پیدا ہوئے جنہوں نے ارضِ عالم میں تہلکہ مچا دیا۔ ہزاروں انکشافات وقوع پذیر ہوئے اور چاردانگ عالم میں انکی شہرت پھیل گئی۔ جس نے سُنا انگشت بدنداں رہ گیا۔ اسکے ساتھ ہی چین ماچین اور ہندوستان میں بھی اس پری کا پرتو پڑا۔ اور جملہ ممالک مہر و ماہ کی طرح درخشاں ہوگئے۔ علوم و فنون کے دروازے کھل گئے۔ ہر کوئی تہذیب و تمدن، علم و ہنر کا خلعت فاخرہ پہنے ہوئے نظر آنے لگا۔ مگر بصد افسوس کہنا پڑتا ہے کہ اس آسمان پیر و کج رفتار زمانہ کو یہ ترقی ایک آنکھ نہ بھائی۔ ان سب کو حسرت و یاس کے بحر بیکراں میں ڈبویا اور تمام جہان پر ایک روحانی موت طاری کر دی۔

ان حالات میں جبکہ فسق و فجور کا بازار گرم تھا یکایک تہذیب و تمدن کی گمشدہ پری عرب پر سایہ فگن ہوئی ایک نیا مذہب پیدا ہوا جس کا نام "اسلام" تھا۔ اسلام نے اس پری کو بصد شوق خیر مقدم کہا۔ اپنا پیش رو بنایا اور اپنی تمام ترقی کی بنا اس پر رکھی۔ عرب کے جاہلوں نے کچھ اس طرح اسکی قدر و منزلت کی کہ یہی بعد میں اُن کی تمام ترقی کی واحد بنا ثابت ہوئی۔ تہذیب اعرابیوں کو بام اوج پر لے گئی۔ علوم و فنون کے چشمے پھوٹنے لگے۔ بچہ بچہ اس نعمت غیر مترقبہ سے ضوفشاں ہونے لگا۔ ذرہ ذرہ مہر و ماہ کی طرح گنبد فلک پر چمکا۔ اور کوس

من الملک بجاکر اعلان کردیا کہ "امن و عافیت۔ علم و ہنر۔ عقل و شعور۔ اخوت و ہمدردی۔ تہذیب و تمدن کے پیاسے سایہ اسلام میں پناہ گزیں ہوں۔ اور خورشید آسا منور ہو کر خلعت مطلوبہ زیب تن کریں" بڑے بڑے ذی شان مدبر و مشاہیر پیدا ہوئے جنہوں نے عرصہ قلیل میں خافقین تک تہلکہ مچادیا اور دُنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جس نے سُنا انگشت بدنداں رہ گیا۔ اور اسلام کے سایۂ لے زوال میں آکر تہذیب و تمدن کا عصا مضبوط ہاتھوں سے پکڑ لیا۔

یہ وہ زمانہ تھا جب کہ یورپ وحشی پن کا مرکز قرار دیا جاتا تھا۔ جسم کو اچھی طرح ڈھانپنے کے طریق تک نہ آتے تھے۔ شکار کرکے اپنا پیٹ پالتے تھے۔ اور جھونپڑیوں میں رہتے تھے۔ علم و ہنر۔ تہذیب و تمدن اُن کے ہاں بالکل عنقا تھی۔ اور یہ اسلام کا ہی فیض صحبت ہے کہ وہ آج مہذب قوموں میں اوّل گنے جاتے ہیں۔ یہ وہی مثل ہوئی کہ "جو گوری تھی وہ رانی بن بیٹھی اور رانی منہ چھپا کر کونے میں دبک گئی۔

جب حضرت طارقؓ نے ایک معمولی سی فوج کے ساتھ سپین کو فتح کیا تو اسوقت سپین کی عیسائیوں کی حالت بالکل تباہ کن تھی۔ ہر طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی اور علم و ہنر، تہذیب و اخلاق نے اُن کو چھوا تک نہ تھا۔ مسلمانوں نے سپین پر قبضہ جما کر علم و ہنر کے دروازے کھول دیئے اور بغیر امتیازِ مذہب و ملت سب کو علم کے اکتساب کرنے کی مکمل آزادی دے دی۔ بڑے بڑے گاؤں میں دارالکتب اور درس گاہیں بنائی گئیں۔ خاص دارالخلافہ قرطبہ میں ایک زبردست یونیورسٹی بنائی گئی۔ جہاں دُور دراز حصص سے طلباء حصول تعلیم کے لئے آتے۔ اور تھوڑے عرصہ میں کامیاب ہو کر نکل جاتے۔ روزانہ میل جول سے تہذیب و تمدن کا اثر ایک دوسرے پر پڑا اور جلد ہی مغربی ممالک میں علم و ہنر، تہذیب و اخلاق موجزن نظر آنے لگا۔ اسلام نے تمام حصص میں تہذیب کو پھیلادیا۔ اور اب عیسائیوں کی آنکھیں بھی کھلیں۔ انہوں نے بصد شوق اسکو خیر مقدم کہا اور اسکو اخذ کرنے کے لئے ہمہ تن مشغول ہو گئے۔

اِدھر سپین میں تو یہ حالت تھی اُدھر شمالی یورپ میں ترکوں نے تہذیب کو عام کیا جو آہستہ آہستہ تمام پر حاوی ہو گئی۔ تمام یورپ تہذیب کو حاصل کرتا گیا۔ اور آج ہم کو یہ کہنا پڑتا ہے کہ "جس طرح سورج پہلے مشرقی ممالک پر درخشاں ہوتا ہے اور بعد میں مغربی ممالک پر۔ یعنی مغرب مشرق کے پیچھے پیچھے آرہا ہے۔

اسی طرح تہذیب و تمدن، علم و ہنر مشرق سے ترقی پذیر ہوا اور مغرب نے اسکو تعاقب کر کے حاصل کر لیا، اور اب تک لئے ہوئے ہے۔

مغربی قوموں نے تہذیب کو بام اوج پر پہنچا دیا۔ ہزاروں اختراعات کیں اور کانٹ چھانٹ کر کے اسکی ہیئت اسلامی بالکل بدل دی۔ کچھ ایسا رنگ و روغن دیا کہ اسکی چلبلاہٹ سے آنکھوں میں چکا چوند پیدا ہونے لگی . . . آہ! یہ ایک موتیوں کی لڑی تھی جو اسلام کے قبضۂ قدرت میں تھی۔ وائے حسرت کہ وہ ٹوٹ گئی۔ موتی پراگندہ ہو گئے اور کچھ ان مغربی ممالک نے چن کر اپنے تاجوں میں لگا لئے۔ اسکے مالک یعنی مسلم ان باقی پراگندہ موتیوں کو پانے کی سعی تک نہیں کرتے اور آج اپنی میراث کو تقریباً بھول گئے۔ احساس و خودداری جاتی رہی۔ اور اس کو دوسروں کے قبضہ میں دیکھ کر جبین غیرت پر ذرا ملال نہیں آتا۔

ہاں تو جب مغرب ہر طرح نئی تراشیدہ تہذیب سے بالکل لیس ہو چکا تو اُسنے ہر طرف نظر دوڑائی اور دیگر اقوام کو بھی اپنے جیسا بنانا چاہا۔ اس میں کچھ ایسی کشش تھی کچھ ایسا بانکپن تھا کہ سبھی اس کے نظارے میں محو گئے۔ مغربی تہذیب کی سواری بصد ناز ان علاقوں میں یورش کرنے لگی۔ جن سے وہ خود پیدا ہوئی تھی۔ اور اب بام اوج پر پہنچی تھی۔ ان کو کچھ ایسا مسخر کیا کہ جس کے دل میں اس نے ایک دفعہ جگہ لے لی بس وہ اسی کا ہو گیا۔ مگر نظر تدقیق سے جائزہ لینے پر معلوم ہوا کہ صرف بانکپن ہی بانکپن ہے۔ ورنہ تہذیب تو بدتہذیبی کا دوسرا نام ہے۔ آہ کہاں وہ اسلامی تہذیب جس پر عمل پیرا ہونے سے اخوت و ہمدردی، محبت و اخلاص، شرم و حیا اور نور ایمان دل میں نور بیز ہوتا تھا اور کہاں یہ تہذیب نو جس میں ایک بھائی دوسرے کی جان کا خواہاں، شرم و حیا مفقود، نور ایمان عنقا اور اُنس و اخوت خس و خاشاک میں مل چکے ہیں۔ خاوند تھیٹر کا دلدادہ تو بیوی ناچ (dance) کی دلدادہ شیدا گویا زندگی نہیں شغل ہے۔ چہار سمت فسق و فجور کا راج ہے مگر پھر بھی اسکو تہذیب سے تشبیہہ دی جاتی ہے۔ وہ اسلامی تہذیب ہی تھی۔ جس میں ہاں۔ ہاں ہوتا اور نہیں، نہیں۔ مگر یہ تہذیب نو کا اثر ہے کہ اُدھر بات کی ادھر جھٹ کہا۔ "میں نے کب کہا تھا؟ سند پیش کرو۔ ثبوت دو۔" اسلامی تہذیب و تمدن کا زمانہ تھا کہ دس بارہ سال کی عمر کا بچہ اپنے وعدے کا اسقدر پکا ہوتا تھا کہ سر ٹوٹے یا ناک پھوٹے وعدہ و عہد ضرور پورا کر کے چھوڑتا۔ مگر تہذیب نو ملاحظہ ہو۔ کہ

ایک کام کے کرنے کا وعدہ کیا جاتا ہے۔ وقت مقررہ پر کہا جاتا ہے۔ "مجھے افسوس ہے۔ گنجائش نہیں"۔ بھلے آدمی اگر گنجائش نہیں تھی تو پہلے کیوں ورغلائے رکھا صاف کیوں نہ کہہ دیا۔ مگر یہ تو تہذیب تو ہوئی اور لطف یہ کہ تمام اپنی پچھلی بدلے بس اسی کے رنگ میں رنگے جا رہے ہیں۔ اور فخر کرتے ہیں۔ کہ تہذیب و تمدن اُن پر زرفشاں ہے۔ اگر ذرا بالا نگاہ سے دیکھا جائے۔ تو ان کو خود ہی معلوم ہو جائے کہ وہ سب سے زیادہ بدتہذیب ہیں۔ مگر تہذیب تو حقیقتاً بالا نگاہ کو ہی چھوڑ چکی ہے۔ دیکھیں تو دیکھیں کس سے؟

آج کل ہر فرد و بشر اسی خیال میں منہمک ہے۔ کہ مغربی تہذیب کی تقلید ہی ترقی کی واحد شاہراہ ہے۔ مگر سوچا جائے کہ تہذیب نُوکس سے نکلی۔ یقیناً اسلامی تہذیب سے۔ تو جب ایک نقلی چیز کی پیروی بام اوج پر لے جا سکتی ہے۔ تو پھر اصلی کا تو کیا کہنا۔ آہ کیا ہی اچھا ہو کہ ہم مغربی تہذیب کی بجائے مشرقی تہذیب کو ہی ہاتھ ڈیالیں۔ اور ایک دفعہ پھر وہی ترقی ہم پر سایہ فگن ہو جائے۔ اور ہماری آنکھیں بھی اس زمانۂ سعید کو دوبارہ دیکھ لیں۔ جو کہ اب ہمارے لئے خواب سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ اے کاش کہ مسلمان، مسلمان بنیں۔ غیرت و خودداری ذرا بیدار ہو۔ اور موجودہ دورِ ذلالت کو سنجیدگی سے عقل و شعور کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے احساس کی مضراب سے چھیڑیں تو اور ایک دفعہ پھر سطوتِ گزشتہ کو حاصل کرنے کی سعی کریں تو کیوں نہ عظمت و حشمت۔ تہذیب و تمدن، علوم و فنون ان کے گھر کی نگہبانی کریں اور ایک دفعہ پھر کوس لمن الملکی بجا کر تمام کرۂ ارض کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیں

غنی روزِ سیاہ پیرِ کنعاں را تماشا کن
کہ نورِ دیدہ اش روشن کند چشمِ زلیخا را

# مسلم ادبائے محترم و شعرائے مکرم کے لئے لمحۂ فکر

زبانِ اردو کی ترویج و ترقی کے موجودہ دور میں بعض محترم ادبا و شعرا کی اردو ادبی خدمات یقیناً قابلِ تحسین اور ذہنی کاوشیں فی الواقعہ قابلِ قدر ہیں۔

لیکن آرٹ، حسن، محبت، فطرت، نفسیات و تخیلات کے ان موجودہ زیرِ بحث موضوعات کو فلسفۂ اسلام، اسلامی تہذیب و تمدن سے اگر بدل دیا جائے۔ تو خدمتِ ادب کے ان جدید موضوعات سے نہ فقط اسلامی لٹریچر میں ہی مفید اضافہ ہو سکتا ہے۔ بلکہ مسلم ادبا و شعرا کی یہ دماغی محنت اس دنیائے فانی میں چند روزہ نام روشن رکھنے کی بجائے ابدالآباد کیلئے ثوابِ دارین کا باعث بھی ہو سکتی ہے۔

---

شاید یہ کہا جائے کہ اسلامی لٹریچر کی یہ خدمت ترقی اردو کی متحدانہ کوشش کیلئے باعثِ نفاق ہے۔ یا خدمتِ ادب کو کسی فرقہ اور مذہب سے ملوث نہ ہونا چاہئے۔

اسپر یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ جب کرشن مہاراج کی گیتا، تلسی داس کی رامائن، ٹیگور کی گیتانجلی آرٹ و ادب کے نادر نمونوں میں پیش ہو سکتی ہیں۔ تو غزالیؒ و رومیؒ، اقبال و آزاد کا فلسفۂ اسلام خدمتِ ادب کے منافی کیسے ہو سکتا ہے۔

---

آپ ایسے حساس، بلیغ نظر، دور اندیش، فاضل ادیب کی خدمت میں یہ عرض کرنا لاحاصل ہے کہ اسلامی لٹریچر کسقدر وسیع ہے۔ اسمیں کتنی صداقت، کیسی جاذبیت اور کتنا اثر ہے۔ لیکن ادب اردو سے محض ناواقف علمائے کرام یا نیم ملاؤں نے اسے کس الجھی ہوئی، بے ربط، غیر دلچسپ بلکہ قارئین کی طبیعت کو اکتا دینے والی اکھڑ نثر میں مسلمانوں کے پیش کیا ہے۔ اور اسے اسلامی دنیا میں مقبول عام زبان اردو میں عام مسلمانوں کے سامنے موجودہ ادبی رنگ میں پیش کرنے کی کسقدر ضرورت ہے؟

لہٰذا ضرورت اور بہت بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی مسائل، فلسفہ، تاریخ، تمدن و تہذیب کو عام مسلمانوں میں ایسے ادبی رنگ میں پیش کیا جائے جسکی دلچسپی و سلاست، اسلامیت کو ذہن میں محفوظ رکھنے اور اسلامی طریق عمل پر عمل کرنے کی محرک بن سکے۔

کیا آپ کا یہ ادنیٰ خادم اہلِ قلم یہ توقع کرنے میں حق بجانب ہے؟ کہ آپ اپنے خادم کی اس تجویز پر اشتراکِ عمل کرتے ہوئے اپنا عملی ثبوت پیش کریں گے؟

خادم اہلِ قلم عبد الرحمٰن شوقی (امرتسری)

مدیر عارف لاہور

## محسوساتِ ماہر

یہ کیوں کہوں۔ کہ لگی آگ آشیانے کو | کیا ہے برق نے روشن سیاہ خانے کو

شراب، نغمہ، جوانی، گھٹائیں، موسمِ گل | صدائیں دو مرے گزرے ہوئے زمانے کو

یہ روز روز کی مشقِ سجود ختم تو ہو | جبیں میں جذب ہی کر لوں نہ آستانے کو

قفس میں بھی نہ کہیں بجلیوں کی یورش ہو | بنا رہا ہوں تصور میں آشیانے کو

یہ بیخودی ہے تری مست انکھڑیوں کی قسم | کہ رِند بھول گئے ہیں شراب خانے کو

بھرے چمن میں بس اک اوس وقفِ ماتم ہو | سمجھ رہی ہے جو کلیوں کے مسکرانے کو

گزر رہی ہے کچھ اس ڈھب سے زندگی ماہر
کہ جیسے میری ضرورت نہیں زمانے کو

ماہر القادری

## تاثراتِ ضیار

بھٹکا ہوا راہی ہوں ٹوٹا ہوا تارا ہوں | خاکسترِ حسرت کا خاموش شرارا ہوں

گو ہستیِ فطرت میں اک دیدۂ بینا ہوں | پر شومیِ قسمت سے محرومِ نظارا ہوں

ہر چیز میں شامل ہوں۔ ہر چیز سے باہر بھی | میں موج ہوں کشتی ہوں دریا ہوں کنارا ہوں

کرتے ہیں جفا مجھ پر سب اہلِ جہاں مل کر | میں شل گل بازیِ تقدیر کا مارا ہوں

ظالم نہ مٹا مجھ کو میں ہی تو جہاں بھر میں | اندوہ و غم و حسرت اور دکھ کا سہارا ہوں

کہتے ہیں وفا جسکو وہ جنس نہیں ملتی | ہر دوست کے کوچہ میں سو بار پکارا ہوں

رسماً نہیں افسردہ اشعار ضیار میرے
یہ امر حقیقی ہے صدمات کا مارا ہوں

ضیار اسلام پوری (میانوالی)

# اسلام کا اثر دیگر مذاہب پر

موجودہ زمانہ میں بھی اگرچہ غیر مسلم اسلام کی تعلیمات اور اصولوں کے قائل ہوتے جاتے ہیں۔ لیکن جوں جوں زمانہ گزرتا جائے گا۔ اور تعلیم اسلام عام ہوتی جائے گی۔ اسکی خوبیاں بھی عیاں ہوتی جائیں گی۔ آریہ ہوں یا سکھ، عیسائی ہوں یا بودھ، دنیا کا کوئی مذہب نہیں۔ جس نے اسلام کا اثر کسی نہ کسی طرح قبول نہ کیا ہو۔ اور ہمارا یقین ہے۔ کہ ایک زمانہ آنیوالا ہے۔ جب ساری دنیا دل سے اسلام کی فضیلت کی قائل ہو جائے گی۔ معمولی سی مثال ہے۔ کہ آج جبکہ اسلام والوں کو بظاہر کوئی دنیوی شان و شوکت حاصل نہیں اور ہم اس ملک میں چھ سات سو سال سے آباد ہیں۔ اسلام کی ابتدائی زمانہ میں یہ ملک بعینہ دارالحرب تھا۔ جہاں خدا کی عبادت کی قطعی ممانعت تھی۔ مسلمانوں کو اور ان کے مذہب کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ آج بھی دنیا کے دور افتادہ تاریک گوشوں میں ایسے مقامات موجود ہیں۔ جہاں علانیہ اس طریق عبادت کے اظہار کیلئے مشکلات حادی ہیں۔

ہم سے پہلے ہندوستان میں شمالی مغربی دروں سے ساکا، ستھین، منگول اور ہیچوقسم دیگر اقوام کے بحیثیت فاتح ہندوستان میں وارد ہونے کی تواریخ شہادت دیتی ہیں۔ لیکن آج ہندوستان میں ان لاتعداد اقوام کا نام و نشان تک باقی نہیں۔ یہی نہیں کہ وہ ہندوستان میں آکر اپنا نام اور مناسبت مذہب ہی کھو بیٹھیں۔ بلکہ اپنا سب کچھ جو وہ اجنبی اقوام کی حیثیت سے اپنے ساتھ لائیں تھیں معدوم کر بیٹھیں۔ آج انہیں وضع قطع کی تفریق سے بھی کوئی موروثی باشندوں سے جدا نہیں کر سکتا۔ فقط آج ہی نہیں، بلکہ اس زمانہ میں بھی جبکہ اسلام بحیثیت فاتح ہندوستان میں وارد ہو کر سریر آرائے حکومت ہوا تھا۔ یہیں اپنے سابقہ تارک الوطن جانشینوں اور اصلی باشندوں میں کوئی تفریق نہیں نظر آتی۔ اور نہ کوئی امتیاز باقی تھا۔ سکندر کے یونانی سپاہی کثرت سے ہندوستان میں رہے۔ غیر اغلب نہیں کہ وہ اپنے قبائل کو بھی یونان سے ہمراہ لائے ہوں۔ وہ ضرورت سے زیادہ پُرجوش تھے۔ انہوں نے تمام وسط ایشیا کو قلیل عرصہ میں بزور شمشیر تسخیر کر لیا تھا۔ یونان سے اٹھ کر [illegible] اور

فراسیاب کی قدیم حکومتوں کو تہ و بالا کرتے ہوئے۔ دریائے ستلج کے ساحل پر آ کھڑے ہوئے۔ جس مردانگی اور دلاوری کا لوہا اگر دان یونانی نے مانا۔ کیا انکی تلواریں جس شجاعت کو نیچا نہ دکھا سکیں۔ وہ ہندوستان کے مختصر عرصۂ قیام کے بعد ہی فنا ہو گئی۔

اگرچہ اسلام کی وہ حکومت اور سلطنت اب باقی نہیں۔ مگر اسلام اپنی پوری شان سے آج بھی زندہ ہے۔ اور پہلی امتیازی فوقیت ہر گوشہ میں رکھتا ہے۔ آریہ دن رات اور عیسائی مشنریاں علانیہ و خفیہ اسلام کی بربادی پر تلی رہتی ہیں۔ لیکن نتیجہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ کہ ان تھک کوششوں اور لاکھوں روپیہ پانی کی طرح بہائے جانے کے باوجود اسلام کا بال بیکا نہیں ہو سکا۔ اور خدا کے فضل و کرم سے دنیا کے گوشہ گوشہ میں دن دونی اور رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔
۱۹۲۳ء کے کسی امریکن اخبار کا اقتباس ہم نے دیکھا تھا۔ کہ سفید قوموں کو اندیشہ لاحق ہو رہا ہے۔ کہ شاید اسلام حبشیوں کا مذہب نہ بن جائے۔ کیونکہ اسلام رنگت کا امتیاز مٹا کر سب کو ایک درجہ میں لا کھڑا کرتا ہے۔ لکھا تھا۔ کہ ہر چند عیسائی مبلغین افریقہ کے باشندوں کو عیسائی بنانے کے لئے سر توڑ کوششیں کر رہے ہیں۔ لیکن یہ باشندے بتدریج اور یقینی طور پر اس امر کو محسوس کر رہے ہیں۔ کہ بہ نسبت عیسائیت کے اسلام کے ماتحت وہ اپنا منتہائے مقصود حاصل کرنے میں زیادہ قابل ہوں گے۔ کیونکہ اسلام اپنے تابعداروں کو مرد اور بہادر بننے کی تعلیم دیتا ہے۔ نیز خود دار و باحوصلہ بننے کی تلقین کرتا ہے۔ اسکے بالعکس عیسائی مذہب چاہتا ہے۔ کہ سفید رنگ والے آدمی کے ساتھ ہی مساوات لو انسانیت کا سلوک کیے۔ دوسروں کی اسکو پرواہ نہیں۔ مگر اسلام کا پیرو کار مقدس حق اور عزت کی نگہداشت کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہے۔ امریکن اخبار کا یہ بیان قابل غور ہے۔ کہ گزشتہ سالوں میں پانچ کروڑ تیس لاکھ دیسی باشندے افریقہ میں مسلمان بنائے گئے۔ جنوبی نیاسلینڈ میں جہاں ۱۹۰۰ء میں ایک بھی دیسی باشندہ مسلمان نہ تھا۔ آج اس ملک میں ہر جگہ مساجد ہی مساجد پائی جاتی ہیں۔ ڈربن اور کیپ کالونی کے درمیانی علاقہ میں گزشتہ سال دس لاکھ دیسی باشندے دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ مذہب اسلام افریقہ میں بڑی سرعت اور تیزی سے پھیل رہا ہے۔ اور نہ صرف افریقہ ہی میں بلکہ ممالک متحدہ امریکہ میں بھی تیزی کے ساتھ ترقی کر رہا ہے۔ ابھی تھوڑا عرصہ گزرا کہ تین ماہ کے قلیل عرصہ میں ایک سو آدمی امریکہ میں مسلمان ہوئے ہیں۔

اخبار بین حضرات نے سابق چیف کمانڈر مسٹر چیٹ ووڈ کی وہ تقریر پڑھی ہو گی جو دار العلوام لندن میں ہوئی تھی کہ انگریزوں کو مسلمانوں سے غافل نہ رہنا چاہیئے۔ ابھی تک ان کو کوئی ہیرو نہیں ملا ہے" یہ تو محض ایک سیاسی

خطرہ ہے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ تمام سفید طاقتیں مذہب اسلام سے خوفزدہ ہیں۔ کیونکہ اسلام اس بے سرو سامانی میں اپنے اندر وہ جاذبیت رکھتا ہے۔ کہ ایک حبشی نژاد اسلام کے ماتحت مذہب اور ملک میں اعلیٰ مرتبہ حاصل کر سکتا ہے۔ یہ کیفیت تو عیسائی مشنریوں کی ہے جو تبلیغ کے میدان اور سازو سامان میں اپنا جواب نہیں رکھتیں۔ ہمارے وطنی دوست جو آئے دن اسلام والوں کے مُنہ آیا کرتے ہیں۔ مذکورہ بیان کو غور سے پڑھیں۔

کچھ عرصہ ہوا میرے دوست مسٹر فہیم آفندی نے سوڈان سے مصری اخبار المؤید بھیجا تھا۔ جس میں مشہور عیسائی عالم ایم مارٹن کا ایک مضمون اسلام کی خوبیوں کے متعلق تھا۔ مسٹر مارٹن لکھتے ہیں:-

"حقیقت یہ ہے۔ کہ یورپ نے اسوقت تک ترقی نہ کی۔ جب تک اسلامی علوم و فنون اسپین اور فرانس میں نہ پھیلے۔ یورپ نے فلسفہ مسلمان فلسفیوں اور حکمائے اسلام سے ہی حاصل کیا۔ اسپین اسلامی تمدن کے زمانہ یعنی نیرہویں صدی میں اس حالت سے کہیں بہتر تھا جس حالت میں کہ آج کل ہے۔"

لیکن اسپین پر ہی کیا موقوف ہے ساری دنیا پر اسلام نے ہی آکر اجالا کیا ہے۔ یقین نہ ہو تو مشہور عیسائی مؤرخ مسٹر پی سکاٹ کی مشہور تالیف "ہسٹری آف دی مورش ایمپائر ان یورپ" دیکھئے۔ لکھتے ہیں:-

"ہم کو چاہئے کہ اس غیر معمولی مذہب اسلام کی سرعت ترقی اور اسکے دوامی اثرات کی قدر کریں۔ جو ہر جگہ امن و امان۔ دولت و حشمت، فرح و سرور اپنے ساتھ لے گیا۔ جس نے کعبہ کے بتوں کو توڑ کر تین صدیوں کی روایات کو مٹا دیا جس نے مولد مذہب مسیحی کو فتح کر کے اپنے قبضہ میں لے لیا۔ جس نے یہودیوں کی بقیہ حکومت اور روم کے شرائع دینی کو پراگندہ کر دیا۔ جس نے مجوسیوں کو ایران کے منہ آتشکدوں سے نکال باہر کیا۔ جس نے کلیسائے بزنطین کو تخت دنیاوی اور عصائے دینی سے محروم کر دیا۔ جس نے صحرائے افریقہ کے بتوں کو نیست و نابود کر دیا۔ جس نے حیرت زدہ مصریوں اور قدیم ہندو تہذیب کو آئین نو سے روشناس کر کے خدائے واحد کی پرستش کرائی۔ جس نے کیتھولک مذہب کی دینی کونسلوں پر حملہ کیا۔ جس نے عیسائیت کے نہایت مشہور گرجاؤں میں خوبصورت محرابیں بنانے کی ترکیب بتائی۔ جس نے کرۂ ارض کی پیمائش کر کے اسپر اپنے نورانی دستخط کئے۔ جس نے یورپ کی زبانوں پر نہایت نمایاں اثر ڈالا۔ جس کی فیاضیوں اور مہربانیوں کا ثبوت ہم کو ہر وقت ہمارے لباس سے ملتا

بے بہا ان غلّوں سے ملتا ہے۔ جو ہمارے کھیتوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ ان پھولوں سے ملتا ہے۔ جن سے ہم لطف اُٹھاتے ہیں۔ جس نے یکے بعد دیگرے بادشاہوں کے وہ خاندان پیدا کئے جن کا اصل نصب العین یہ تھا۔ کہ اپنی رعایا کو منتہائے عروج پر پہنچائیں۔ آنے والی نسلوں کو علوم و فنون کا لازوال خزانہ دیں اور انسان کے دماغی قوا کی ایسی سلطنت قائم کر دیں۔ جو کبھی حوادث سے نہ مٹے۔ یہ عجیب و غریب اور بے مثال نتائج عرب کے ایک بکریاں چرانے والے کے غیر متزلزل استقلال عظیم استان جوہر ذاتی اور سیاسی دور اندیشی سے پیدا ہوئے ہ۔

ناظرین یہ کسی مسلمان مصنف کے خیالات نہیں ہیں بلکہ ایک نکتہ ور دقیقہ رس عیسائی مؤرخ کی رائے ہے۔ جس نے تاریخ اسلام کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ اور یہی ہے وہ اثر اسلام کا جس سے غیر مسلم متاثر ہو رہے ہیں۔ (ابوالفضل فخر الحق فخر)

---

# تاثراتِ حاجی

خواب و خیال ہو گئیں گزری ہوئی کہانیاں — جان ہے ایک اسکواب پیش ہیں سخت جانیاں
عہدِ شباب ہے ابھی جذبۂ بے خودی بھی ہے — وقت یہی ہے کام کا ڈھونڈو گے پھر جوانیاں
دم کا ہے کھیل کوئی دم جسم سے نکل گیا یہ دم — خاک میں ہونگے بادشاہ آگ میں ہونگی رانیاں
عشقِ رسولؐ دل میں ہو روشن اسے سدا رکھو — حشر کے دن حساب میں ہونگی نہیں حیرانیاں
مسلم کو اپنے دین کی، ناز ہے بارگاہ کا! — شاہ و گدا کی ایک جا جھکتی ہیں یاں پیشانیاں
جس کا طریقِ زندگی۔ خدمتِ دین ہو مدام — زندہ رہیں گی تا ابد۔ ان کی ہی زندگانیاں

حاجی نے کیا ہی خوب یہ شوق سے ہے غزل کہی
شعروں میں ہیں روانیاں، طبع میں ہے جولانیاں

ملک حاجی محمد حاجی لاہور

# حُسنِ غُربت
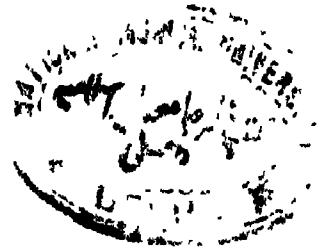
موسمِ گرما میں جبکہ دم ڈھل رہا تھا آفتاب ۔۔۔ آتشیں کرنوں کا جس نے چھیڑ رکھا تھا رُباب

گنگناتی کھرج میں ہر کوہ کی تھی آبشار ۔۔۔ تھا سکوں مفقود، ہر سینے میں دل تھا بیقرار

تھیں سبیلیں جا بجا پھر بھی نہ کم ہوتی تھی پیاس ۔۔۔ گرم لُو سے جسم جھلسے، زرد چہرے تھے اُداس

اہلِ ثروت کی مقامِ سرد میں تھی بود و باش ۔۔۔ جل رہے تھے دھوپ میں غربا مگر بہرِ معاش

گلشنوں میں خامشی تھی، بُلبلیں بیہوش تھیں ۔۔۔ حُسن میں پژمردگی تھی، مہ جبینیں روپوش تھیں

کھوگئی تھی جانے کس دُنیا میں جاں پرور ہوا ۔۔۔ تشنہ لب بھوکے، برہنہ پھر رہے تھے بے نوا

تھی کنارے سڑک کے اِک نازنیں بیٹھی ہوئی ۔۔۔ کہہ رہی تھی اسکی صورت، داستانِ بیکسی

بال چکٹے، روئے تاباں پہ پڑا گرد و غبار ۔۔۔ تھیں زمیں پر پیکرِ غربت کی نظریں شرمسار

اس نقابِ گرد میں بھی یوں جھلکتا حُسن تھا ۔۔۔ جیسے ہلکے بادلوں میں ہو چمکتا چاند سا

جا م جس کی زندگی کا درد سے معمور تھا — جسکی پیشانی سے عصمت کا جھلکتا نور تھا

یاس کی تاریکیاں چھائی ہوئی تھیں رُوبرُو — اس بھیانک زندگی میں موت کی تھی آرزو

کئی دنوں کی تھی وہ شائد بھوک کی ماری ہوئی — بھیک کے مارے وہ در در خاک تھی چھانی ہوئی

کرچکی مجبوریاں تھیں ضبط کے حلقے پہ وار — ہو چکا دامانِ احساسِ خودی تھا تار تار

آہ یہ تیرے چمن کی داستانِ جانگزیں — بلبلیں کتنی ہیں جنکا آشیاں تک بھی نہیں

یہ تری معصوم کلیاں آہ اے ہندوستان — کردیا برباد خود تُو نے ہی اپنا گلستان

وقف ہیں تیرے خزانے اہلِ دولت کیلئے — وقف ہے تیرا گلستان اُن کی راحت کیلئے

تیرے منصوبے غریبوں کو مٹانے کیلئے — تیری چالیں بیکسوں کو ہیں ستانے کے لئے

تیری دنیا میں سکندر ہیں ھزاروں آج بھی — صورتِ سلمانؓ و حیدرؓ ہیں ہزاروں آج بھی

چشمِ بینا کھول اور اُن بیکسوں کی لے خبر

دِل کسی کا تھام لینا ہے یہی رازِ بشر

(نیاز کاشمیری)

# آ — اور ان آنکھوں میں سما جا

دنیا کے عروج وزوال میں جلوہ دکھانے والے۔ سنا ہے کہ تو دنیا کی ہر چیز اور ہر ذرہ میں جلوہ نما ہے۔ سمندر کی گہرائیوں اور رات دن کی پہنائیوں میں تیری شان ارفع کارفرما ہے۔ آفتاب میں چمکنے والے، ماہتاب میں دمکنے والے — آ — آ — میری آنکھیں تیری دید کی منتظر ہیں — آ — اور ان آنکھوں میں سما جا۔ تاکہ میں تجھے ہر وقت دیکھتا رہوں۔

آسمانوں کے اوپر زمینوں کے اندر رہنے والے۔ پھولوں کی خوشبو میں مہکنے والے۔ گلوں کی رعنائی اور رنگینی میں دلکش بننے والے۔ بجلی میں چمکنے بادلوں میں گرجنے والے۔ بلبل کی نوا، پپیہا کی صدا، کوئل کی کوک میں پنہاں۔ آ — اور میری آنکھوں میں سما جا۔ تاکہ میں ہر وقت تجھے دیکھا کروں۔

بہار کی دل آویزی، حسن کی دلفریبی میں چھپنے والے۔ شبنم کے قطروں، سیپ کے موتیوں میں جلوہ گر، خزاں کی خانہ ویرانی میں رونما، دریا کے تموج و تلاطم میں کشتی نشینوں کی امید، دنیا کی تاریکیوں میں تجلی اور نور بن کر ضیا پاشیاں کرنے والے۔ آ — اور میری آنکھوں میں سما جا۔ تاکہ میں ہر وقت تجھے دیکھتا رہوں۔

غریبوں کے دلدار، مایوسوں کے مونس و غمگسار۔ عاشقوں کے ملجا، عارفوں کے ماویٰ۔ جور و جفا کے دشمن۔ سچائی اور صداقت کے ضامن۔ سائنس کی عقدہ کشا قوتوں کے مالک۔ فضائی طاقتوں کے مستقر مذہب اسلام کے نگہبان۔ دیکھ! تیرے اسلام کی کشتی اغیار کے ظلم و ستم کے بحر ظلمات میں ڈگمگا رہی ہے۔ بچا! اسے زبردستوں کے پنجوں سے بچا۔ اے چیونٹی کی آواز کو سننے والے۔ شب تیرہ و تار کے سیاہ پردوں میں جرائم پیشہ لوگوں کی حرکت کو دیکھنے والے۔ سمیع و بصیر۔ اے خانہ دل کے مکین۔ میری آنکھوں سے دوئی کا پردہ ہٹا۔ اور آ میری دل کی آنکھوں میں سما جا۔ تاکہ میں تیرے جلوؤں کو ہر وقت دیکھتا رہوں۔ بے حجاب و بے نقاب دیکھتا رہوں۔

سید مخدوم حسینی از کرنول (مدراس)

## انتقاد

**نواب صاحب۔** عزیز محترم۔ ایم اشفاق صاحب غازی سابق جنرل مینیجر رسالہ نیرنگ خیال لاہور محتاج تعارف نہیں۔ آپ نہایت خوش خلق اور زندہ دل مستعد نوجوان ہیں اور صحافت ادبی کا کافی تجربہ رکھتے ہیں چنانچہ حال میں ہی آپنے نواب صاحب جو آپکی ظرافت کا تحریری مجسمہ ہے کے نام سے پندرہ روزہ علمی ادبی فلمی تنقیدی مصور مجلہ جاری کیا ہے جسکے پہلے نمبر بابت (اپریل) عزیز محترم غازی صاحب میں ہی میدان ادب کے مشہور شہسوار ایم اسلم۔ اختر شیرانی۔ چراغ حسن حسرت۔ جناب احسان دانش عبدالمجید سالک۔ سید امتیاز علی تاج۔ ساغر نظامی۔ پروفیسر علیم الدین سالک تشریف فرما نظر آرہے ہیں بہت ممکن ہے کہ غازی صاحب کے حسن اخلاق سے آگے چلکے بار نواب صاحب میں دیگر مشاہیر ادب بھی جلوہ فرما ہو جائیں۔ جنکی علمی ادبی نگاہیں جہانیان دنیا کے ادب میں چکا چوند پیدا کر دیں۔ لہٰذا قارئین عارف سے خصوصاً و دیگر معاونین ادب کو عموماً ابھی پہلی فرصت میں ہی نواب صاحب اپنے نام جاری فرما کر چھپنے میں بہاراں علمی ادبی نگاہی دلچسپیوں کا سامان فراہم کر لینا چاہیے چندہ سالانہ صرف تے روپے

مینجر نواب صاحب نیلہ گنبد لاہور

## انتقاد

**نخلستان:** ماہانہ رسالہ زیر ادارت … بسمل صاحب ملتان شہر سے شائع ہوتا ہے جو ادبی نگہ سے نصاب تعلیم سطین و متعلمین کی درستی و بہتری کے علاوہ اردو ادب و اردو کی خدمات بھی انجام دے رہا ہے۔ لہٰذا معاونین علم و ادب کو نخلستان کی بھی اعانت کرنی چاہیے چندہ سالانہ تین روپے۔

مینجر۔ نخلستان ملتان

**اخبار مبلغ** پندرہ روزہ زیر ادارت مولوی محمد اسحٰق صاحب مقام اشاعت امرتسر۔ جماعت اہلحدیث کا ترجمان ہے۔ حقوق مسلمین کی حفاظت و مذہبی مسائل کی صداقت کی اشاعت مقاصد میں داخل ہیں۔ سالانہ چندہ …

**طریقت** ماہانہ زیر ادارت مولوی محمد حسن اختر مقام اشاعت دہلی۔ دہلی کا سب سے پہلا اسلامی رسالہ ہے۔ جو شاید مالی کمزوری کے باعث کئی سال تک بند رہا۔ اب پھر جاری ہوا ہے لہٰذا اسلامی معلومات و اشاعت اسلام کیلئے ہر ایک تعلیم یافتہ مسلمان کو ہر طریق سے طریقت کی مدد کرنا چاہیے چندہ سالانہ صرف ایک روپیہ

مینجر۔ طریقت دہلی

گگے زئی برادری کے رُکنِ اعظم

## امیر الامراء جناب ملک محمد الدین صاحب جنرل کنٹریکٹر و رئیس لاہور

کی خدمت میں

اُن کی صاحبزادی کی شادی کتخدائی پر

## ملک دین محمد پروپرائیٹر رسالہ عارف کی طرف سے

# مبارکباد

شہر لاہور کے امیر الامراء گگے زئی برادری کے رکنِ اعلیٰ ملک محمد الدین صاحب جنرل کنٹریکٹر و رئیس لاہور کی دختر نیک اختر کی شادی کتخدائی ملک خورشید احمد صاحب بار ایٹ لاء و لیکچرار لاء کالج لاہور صاحبزادہ ملک علی محمد صاحب پنشنر سیشن جج امرتسر کے ساتھ مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۳۶ء کو منعقد ہوئی۔

اس تقریبِ مسرت کی پرتکلف دعوت میں نہ فقط شہر لاہور کی تمام گگے زئی برادری بلکہ بلا امتیاز مذہب و ملت دیگر معززین و رؤسائے شہر نے بھی شمولیت فرمائی

امیر الامراء موصوف نے دختر نیک اختر کو کئی ہزار کا زیور اور کئی ہزار کا جہیز دینے کے علاوہ اپنے خسر الملک کی خدمت میں بطور پارچہ ایک قیمتی کار بھی پیش کی۔ ہم اس تقریب سعید پر ملک محمد الدین صاحب ان کے صاحبزادے ملک معراج دین صاحب و دیگر متعلقین کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے صمیم قلب سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس متبرک جوڑے کی زندگی میں برکت دے اور ہمیشہ زندگی دائمی رفاقت عطا فرمائے۔ ملک دین محمد پروپرائیٹر رسالہ عارف بل روڈ لاہور

وہ لوگ جنہیں خوش قسمتی سے سامانِ معیشت کی فراوانیاں میسر ہیں ان کیلئے اپنی پرتکلف زندگی بسر کرتے ہوئے اگرچہ بیٹے بیٹیوں کی شادیوں میں بھی ہر قسم کا تکلف باعث مسرت ہے لیکن ایک غریب آدمی کیلئے ایسے امر کی تقلید بہ معاشرت یا نام و نمود کی خواہش باعث مصیبت و ندامت ہے۔

مدیر

## منجانب رسالہ عارف

تمام قارئین کرام کی خدمت میں

# ضروری گذارش

چونکہ اکثر کارکنان رسائل اپنے اپنے رسائل کے ناظرین کی خدمت میں ایک دفعہ کی اطلاع کے بعد الخاموشی نیم رضا کے مقولہ پر عمل کرتے ہوئے وی. پی کر دیتے ہیں ——— لیکن کارکنان عارف اس طریق عمل کے معتقد نہیں اسلئے

## تمام ناظرین عارف کی خدمت میں باوضاحت عرض کر دیا جاتا ہے

**عارف**۔ ناظرین کے زبردستی گلے منڈھا نہیں جاتا۔

**عارف**۔ ناظرین کی بغیر اجازت وی پی نہیں کیا جاتا۔

**عارف**۔ اپنے مضامین کی نوعیت، کاغذ، کتابت، طباعت کی محاسن

" اور سالانہ چندہ کی انتہائی رعایت کے باعث

# اگر پسند ہو

تو بہتر ہو ہے۔ کہ اپنے ۲؍ فیس رجسٹری کے بچاتے ہوئے اسکا سالانہ چندہ صرف ایک روپیہ بذریعہ منی آرڈر بھیج دینگا

# یا اگر آپ

اپنے ۲؍ فیس رجسٹری میں ضائع کرنے کے لئے وی پی ہی طلب کرنا چاہتے ہیں۔ تو مجبوراً ہم بھی وی پی کرنے کی زحمت گوارا کر سکتے ہیں۔ لیکن آپ کی اجازت کے بغیر ہرگز وی پی نہیں کر سکتے

منیجر رسالہ عارف بل روڈ لاہور

# مدیر عارف کی چند تاریخی تالیفات

# عربی، فارسی نایاب تصانیف کے بعض اُردو ترجمے

**فتوح العرب** ترجمہ اردو — یہ عربی تاریخ فتوح العرب کا سلیس اور بامحاورہ اردو ترجمہ ہے۔ جس میں حضور پر نور بانی اسلام صلعم کے غزوات اور اصحاب رسول کریم صلعم کی اولالعزم جانثاریوں کے جرأت آمیز وحیرت انگیز ایسے کارنامے ہیں جن سے اسلام کا مخلصانہ جذبہ دلوں میں پیدا ہوتا ہے۔ قیمت عہ

**فتوح الشام** — یہ عربی تاریخ فتوح الشام کا سلیس اردو ترجمہ ہے جس میں ان مجاہدین اسلام کے تمام سرفروشانہ کارنامے ہیں۔ جو تبلیغ اسلام کے لئے۔ ملک شام میں انجام دئے گئے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ مٹھی بھر اسلامی فوج نے ہتھیلی پر سر رکھ کر ہرقل کی لکھوکھا فوج کو کس طرح شکست دی۔ قیمت تین روپے چار آنے۔ سے ہ

**فتوح المصر** — یہ عربی تاریخ فتوح المصر کا اردو ترجمہ ہے جس میں بے سروسامان مجاہدین اسلام سے اس زمانہ کے مشرک مصریوں کا موازنہ و مقابلہ کرکے دکھایا گیا ہے۔ کہ اعلاے کلمۃ الحق کیلئے جانثاران اسلام نے کس بہادری سے اپنی جانیں نثار کرکے مصر کو فتح کیا۔ قیمت عہ ر

**مثنوی مولینا روم** — زبان فارسی کی نظم میں جو بلند و برتر مرتبہ مثنوی مولانا روم کو حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں اصل فارسی نظم کے ساتھ ایسا بامحاورہ اور سلیس منظوم ترجمہ کہیں شائع نہیں ہوا۔ مکمل چھ حصے قیمت مہ ر

**سیرۃ نعمان** — علامہ شبلی علیہ الرحمۃ محقق و مورخ کی تالیف ہے جسمیں امام ابو حنیفہ کی سیرت و سوانح اور انکے فقہی استدلال پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ قیمت ۸ ر

**حیدر کرار** — یعنی حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ کی مبسوط و مستند بڑی سوانحعمری ہے جس کے مطالعہ سے آپ ایسے دریائے معرفت وحقیقت کی ذات ستودہ صفات کا طرز عمل واقوال وکلام نصائح ہدایہ و دیگر مذہبی و روحانی معلومات حاصل ہو سکتی ہے۔ قیمت ۱۲ ر

پتہ ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز تاجران کتب بل روڈ۔ لاہور

مردِ عارف کیلئے ہے اسمیں رازِ زندگی　　اہلِ بینش کیلئے ہے سوز و سازِ زندگی

اسلامی، ادبی، تمدنی، معاشرتی مضامین کا

ماہانہ رسالہ

# عارف
## لاہور



---

میری نوا سے ہوئے زندہ عارف و عامی　　دیا ہے میں نے انہیں ذوقِ آتش آشامی

عجب نہیں کہ مسلماں کو پھر عطا کر دے　　شکوہِ سنجر و فقرِ جنید و بسطامی

سر اقبال مدظلہ

مدیر
عبدالرحمٰن شوق امرتسری

پروپرائٹر
ملک دین محمد

چندہ سالانہ ایک روپیہ

ملک دین محمد پرنٹر پبلشر نے فیروز پرنٹنگ ورکس مولا سرکلر روڈ میں طبع کرا کر بل روڈ لاہور سے شائع کیا۔

# فہرست مضامین

**معذرت:-** گرانیٔ کاغذ کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ارادہ یہی تھا۔ کہ حسبِ معمول گلیز کاغذ پر رسالہ عارف طبع ہو۔ لیکن باوجود نہایت کوششِ تلاش گلیز کاغذ نہیں مل سکا۔ لہٰذا مجبوراً اس موجودہ کاغذ پر رسالہ ہذا طبع کیا گیا ہے۔

(مینجر)


# عارف:-

## لاہور

| نمبر ۸ | ماہ مئی ۱۹۴۷ء | جلد ۱ |
|---|---|---|


# لمعاتِ اولین:-

عارف کے گزشتہ نمبر میں اس خادم اہل قلم نے مسلم ادبا محترم و قابل قدر اہل قلم کو جس تجدید عمل (یعنی اسلامی لٹریچر کو سلیس ادبی رنگ میں پیش کرنے) کی دعوت دی تھی۔ میری خوش قسمتی سے اُسے اب تک جن چند محترم اہل قلم نے شرف قبولیت بخشا ہے۔ ان میں سے بالخصوص دُنیائے ادب کے مشہور عالم و ادیب جناب ماہر القادری اور مکرم و محترم ہلال احمد زبیری ایم اے مدیر مجلہ انصاری دہلی قابل ذکر اور مستحق شکریہ ہیں۔ چنانچہ ادیب شہیر جناب ماہر القادری اپنے مکتوب گرامی میں لکھتے ہیں۔

"آپ کی تجویز سے مجھے بالکل اتفاق ہے۔ اسلامی لٹریچر کو یقیناً عام فہم پیرایہ میں پیش کرنا چاہیئے۔ تاکہ دل و دماغ اس سے مانوس ہوں۔ میں بے حد مصروف ہوں ورنہ اس سلسلہ میں کچھ ضرور لکھتا۔ فرصت ملتے ہی کچھ نہ کچھ ضرور لکھوں گا۔"

اسی طرح برادر محترم ہلال احمد زبیری مدیر انصاری نے میری اس عرضداشت کو اپنے جریدہ میں شائع کرکے مجھے ممنون فرمایا ہے۔ مجھے امید ہے کہ دیگر محترم مدیران اسلامی رسائل و مشاہیر علم و ادب بھی میری سابقہ گزارش پر توجہ فرماتے ہوئے اپنے اشتراک عمل کا عملی ثبوت دینگے۔

---

کہا جاتا ہے کہ جدید تعلیم یافتہ اصحاب کو نہ اسلامیت سے دلچسپی ہے اور نہ اسلامی شائستہ مذاق سے۔ لیکن تعجب تو یہ ہے کہ جو صاحب یہ کہتے ہیں۔ وہ نہ تو اسکی وجہ سوچتے ہیں بلکہ نہ مسلمان تعلیم یافتہ نوجوانوں میں اسلام کے صحیح عقائد و اعمال صالح پیدا کرنے اور ان میں سادہ اور آسان اسلامی تمدن رائج کرنے کی کوشش ہی کرتے ہیں۔ یہ وہی حقیقت ہے۔ جیسے کہ ہر ایک مصنف و مؤلف اپنی تالیف و تصنیف کی تمہید میں، ہر ایک مقرر اپنی تقریر کے آغاز میں۔ ہر صاحب صدر اپنے خطبہ صدارت میں زمانہ اسلام الیوم اکملت دینکم اور مسلمانان سلف کی دینی عظمت اور دنیوی ترقی پر اظہار خیالات کرتے ہوئے زمانہ حاضرہ کے مسلمانوں کی مذہبی بے حسی اور دنیوی پستی پر رسماً اظہار کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ حالانکہ سب جانتے ہیں کہ قوم کا عروج و زوال صرف وجوہات بیان کرنے پر نہیں بلکہ ان کے مکمل دستور العمل اور ترقی یافتہ قوم کے طرز و طریق پر عمل کرنے اور نہ کرنے پر منحصر ہے۔

لہٰذا جب تک مکرم اہل علم و محترم اہل قلم اور ان کا یہ ادنےٰ خادم (چونکہ بحیثیت خادم۔ خادم کو ہر ایک کی خدمت کا زیادہ ہی حق پہنچتا ہے) مذہب اسلام اور زمانہ سلف کے ان قابل تعظیم مسلمانوں کا (جن کی سوانح حیات اور ان کی متبرک زندگی کے دیگر واقعات لکھنے کی وہ عزت حاصل کرتے ہیں) بذات خود نمونہ عمل بن کر نونہالان قوم کو نہ بتائیں گے اسوقت تک عام اہل قلم و مصلحان قوم کو نہ تو قوم کی بے حسی پر افسوس کرنے کا حق حاصل ہو سکتا ہے۔ اور نہ نوجوانان قوم کی دینی و دنیوی حالت ہی سدھر سکتی ہے۔

---

کہنے اور کرنے، رفتار اور گفتار میں جسقدر فرق ہے اسی قدر مجھے اس بات کا یقین ہے۔ کہ جو کام خلوص عقیدت سے کیا جائے، یا جو بہترین طریق عمل خلوص عمل سے بتایا جائے۔ ناممکن ہے کہ اسمیں اثر نہ ہو۔

چنانچہ اسی طریق عمل کے اثر سے عارف اگرچہ اس چھوٹی سی عمر میں اسقدر مقبول عام ہو رہا ہے (نہ کہ کنویسروں اور ایجنٹوں کی کوشش یا زبردستی اور بذریعہ وی۔ پی لوگوں کے گلے پڑنے سے) کہ بعض قارئین عارف اس سال کے علاوہ آئندہ سال یعنی دو سال کا پیشگی چندہ بھیج رہے ہیں۔ تاہم ابھی بہت سے اصحاب بالخصوص وہ اصحاب جو فرم ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب کے قدیم خریداران کتب ہیں۔ اور بالعموم وہ صاحب جو عارف کو اکثر اسلامی رسائل سے بہتر مفید و کارآمد اور ارزاں سمجھتے ہیں، نہ فقط اپنے اپنے چندے کا صرف ایک روپیہ منی آرڈر ارسال کرنے بلکہ اسکی ترقی اشاعت کا عملی ثبوت دینے میں تساہل فرما رہے ہیں۔

لہٰذا ایسے تمام اصحاب کا اخلاقی فرض ہے کہ یا تو اپنا اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجدیں۔ یا کتب مطلوبہ کے وی پی میں ایک روپیہ چندہ عارف بڑھا دینے کی نسبت مطلع فرما کر شکر گزار فرمادیں

(مدیر عارف لاہور)

# معارف القرآن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ

"اُن لوگوں نے اپنے عالموں اور مشائخوں کو اللہ تعالےٰ کی بجائے اپنا پروردگار بنا لیا۔ اور مریم کے بیٹے مسیح کو بھی"

---

آیت مندرجہ بالا میں اللہ تعالیٰ نے اُن یہود و نصاریٰ کو مخاطب فرمایا ہے۔ جو اسوقت دُنیا بھر کی بُرائیوں اور گمراہیوں کا سرچشمہ تھے۔

چنانچہ اس آیت کو سُنکر عدی بن حاتم نے (جو پہلے عیسائی تھے) حضور پُرنور صلعم سے عرض کیا

"ہم اپنے فقیہوں اور زاہدوں کو تو اپنا پروردگار سمجھ کر اُن کی پرستش نہیں کرتے"

اسپر حضور پرنور ہادی اسلام صلعم نے فرمایا۔

"کیا یہ درست نہیں کہ جس بات کو وہ حرام ٹھہرا دیں۔ تم حرام سمجھ لیتے ہو جس بات کو وہ حلال کر دیں حلال مان لیتے ہو!"

عدی نے عرض کیا۔ ہاں یہ تو درست ہے

ارشاد فرمایا۔ بس یہی اُن کی پرستش ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ اسوقت اہل یہود میں ان کے فقیہوں کا اور عیسائیوں میں پوپ اور پادریوں کا جسقدر رعب و اقتدار تھا اور اُن کے پیروکار اُن کے جائز و ناجائز احکامات کی جس شدت یا عقیدت سے تعمیل کرتے تھے۔ وہ فی الواقعہ اپنے معبود حقیقی کو بھول کر اُن کی پرستش کے ہی مترادف تھا۔

چنانچہ اُن کے طرزِ عمل کا یہ حال تھا۔ جیسے کہ حلال و حرام عذاب و ثواب دوزخ و جنت کی تقسیم انہی کے قبضہ میں تھی۔ جس چیز کو وہ حلال کر دیں وہ حلال۔ جسے حرام کر دیں وہ حرام۔ جسے چاہیں بخشش کا پروانہ دیدیں جسے چاہیں محروم قرار دیں اسی طرح جنت کی کنجی بھی انہی کے ہاتھ میں تھی اور دوزخ کا داروغہ بھی انہی کا حکم بردار تھا۔

گویا بزعم خود وہ ایسی مقدس ہستیاں تھیں کہ اُن کی کوئی بات غلط ہو ہی نہ سکتی تھی۔ اس گمراہی اور خود غرضی نفس پرستی کا جو کچھ نتیجہ نکلا۔ وہ یورپ کے اس عہد کی تاریخ میں محفوظ ہے۔ جو ازمنہ وسطیٰ کے نام سے مشہور ہے۔

---

اگرچہ اسوقت اس گمراہی کے زمانہ میں خدائے واحد کی اس صدائے توحید پر عیسائیوں نے توجہ نہ کی۔ لیکن اُسوقت جبکہ لوتھر نے اصلاح کلیسہ میں یہ معیارِ حق پیش کیا۔ کہ

"خدائی کتاب پر عمل کیا جائے یا پوپ کی باتوں پر انسان ذریعہ نجات ہے یا پوپ کی سند"

لہٰذا لوتھر کی یہ صدائے صداقت بھی اسی صدائے توحید کے زیر اثر تھی۔ جس سے مضمون زیر نظر کا عنوان مزین ہے۔

خیر یہ داستان طویل تو عیسائیوں سے متعلق ہے۔ جس سے ہر ایک مؤرخ اور معلم اچھی طرح واقف ہے۔ کہ اسلام سے قبل عیسائیت پر گمراہیوں کے کیسے گھناؤنے بادل چھائے ہوئے تھے جو صرف روشنی اسلام سے ہی چھٹتے رہے اور اب تک چھٹتے جا رہے ہیں۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ جس اسلام نے اپنی تعلیم سے غیر مذاہب کے اعمال و اعتقاد اخلاق و آداب سنوارے ہیں آج اُسکے اپنوں کی کیا حالت ہے؟

کیا مسلمانوں کے موجودہ (اگر سب پر نہیں تو) اکثر علماء مشائخین پر یہ آیت صادق نہیں آتی؟

آج سے تقریباً دو سو برس پہلے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ محدث دہلوی نے اپنی تصنیف

فوز الکبیر میں لکھدیا ہے۔

"اگر احبار یہود کی حالت دیکھنی چاہو تو آج کل کے علماء کو دیکھ لو"

یہ تو دو سو برس پہلے ایک قابل تعظیم بزرگ دین کا نظریہ ہے۔ آج کی حالت تو بد سے بھی بدتر ہے۔

دینداری میں دوکانداری، درویشی میں گداگری، عملیات وظائف میں پاکیزگی قلب کی بجائے ناجائز خواہشات نفسانی اور نفس پروری۔ صورت و لباس میں وضع اسلامیت و پیروی سُنت کی بجائے نمائش و ریاکاری نظر آتی ہے۔

نازیبا سی بات ہے کہ ان موجودہ پاسبان شریعت کے طرز عمل پر تبصرہ کیا جائے۔ جو اپنی خود غرضیوں کا ذریعہ نفس پرستیوں سے نہ فقط اسلام میں اجتہاد کا دروازہ ہی بند کر دینا چاہتے ہیں۔ بلکہ اپنی نذر و نذرانہ کو ذریعہ نجات۔ اور عمل صالح کی بجائے داڑھی مونچھوں، وضع لباس جیسے فروعی مسائل کو تقوی کی بنیاد قرار دے رہے ہیں میں نے آج تک ایسے علماء و مشائخین کو (بحیثیت اُن کے حاملان شریعت ہونے کے) کبھی بُرا نہیں کہا۔ لیکن آج مجھے کہنا پڑا ہے کہ انہی لوگوں کی تنگ خیالی۔ خود غرضی۔ فرد مات و بدعات نے الدین الفطرت پر ایسے پردے ڈال دیئے ہیں جس سے اسلام کا درخشاں چہرہ چھپ گیا ہے

---

باوجود اسکے کہ موجودہ زمانہ میں دہریت و الحاد کی تاریکی چھائی ہوئی ہے تاہم عقل و فکر والے تمنا کر رہے ہیں۔

"کاش کہ موجودہ زمانہ میں کوئی ایسا دین ہو۔ جو سکینت دین کے ساتھ عقل کو بھی مطمئن کر سکے جو آخرت کے ساتھ دُنیا کو بھی سنوار سکے"

لہذا وقت آگیا ہے کہ اسلام کو ایسے ریاکار اور دوکاندار علماء و مشائخین کی زبانوں اور ان کی تصنیف کردہ کتابوں سے نہ دیکھا جائے۔ بلکہ اللہ کی کتاب قرآن مجید فرقان حمید اور اسکے برحق رسول مقبول صلعم کی احادیث صحیحہ و بزرگان سلف کے اسوہ حسنہ کو سامنے رکھ کر کہدیا جائے۔

کہ آؤ دیکھو۔ یہ ہے اسلام۔ خدا کا دین حقیقی۔ دُنیا کا آخری اور مکمل مذہب۔ اسی سے نجات

حاصل ہو سکتی ہے۔ اور اسپر عمل کرنے سے ہی دُنیا کی سربلندی اور آخرت کی سعادت نصیب ہو سکتی ہے۔

(مدیر)

(احمد اللہ خان ہیڈ مدرس میراں پور کٹرہ)

مصطفیٰ کے نور کو نُورٌ مِّنَ اللہ کہدیا ۔۔۔ اُمتی کو آپ کے یُحْبِبْکُمُ اللہ کہدیا

نعمتوں سے اپنی مالامال کر دے گا خدا ۔۔۔ بندۂ عاجز نے جب اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہدیا

کیوں مسلمانوں نے چھوڑا قرضِ حسنہ کا اصول ۔۔۔ حق تعالیٰ نے ہے جب خود اَقْرِضُوا اللہَ کہدیا

لشکرِ اسلام کو پھر کیوں فتحیابی نہ ہو ۔۔۔ جنگ سے پہلے ہی جب نَصْرٌ مِّنَ اللہ کہدیا

سُنتے ہی کافور ہو جاتا ہے شیطانِ رجیم ۔۔۔ جب بشر نے زور سے اَعُوْذُ بِاللہِ کہدیا

مومنوں کو دی بشارت فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِیْنَ ۔۔۔ ظالموں اور کافروں کو لَعْنَۃُ اللہ کہدیا

بہرِ تسکینِ نبیؐ ہم عاصیوں کے واسطے ۔۔۔ فضل سے لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللہ کہدیا

اُنکے قدموں کی بدولت دین کا ڈنکا بجا ۔۔۔ بُت پرستوں نے بھی آخر قُلْ ھُوَ اللہ کہدیا

حشر میں فضلِ الٰہی سے وہ پائیگا نجات

صدقِ دل سے جس نے اَسْتَغْفِرُ اللہ کہدیا

# احادیث خیر الانام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ فَقَدِ اسْتَبْرَأَ لِعِرْضِهِ وَدِيْنِهِ

یعنی جو شخص شبہ کی چیزوں سے بچے۔ اس نے اپنے دین اور اپنی آبرو کو بچا لیا۔

ارشاد الرسول صلعم
(نخریہ بخاری)

---

حضور پُرنور ہادیٔ اسلام صلعم کی اس حدیث کے مطابق۔ حلال و حرام اور مشتبہ چیزوں سے پرہیز کرنے کی اس تہدید و تاکید پر بزرگان دین نے جس شدت سے عمل کیا ہے۔ وہ مندرجہ ذیل واقعات سے ثابت ہے۔

ایک دفعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے غلام کا پیش کردہ دودھ پی لیا۔ بعد کو معلوم ہوا۔ کہ غلام نے لوگوں میں کسی امر کی پیشین گوئی کی تھی۔ اور اُسکے معاوضہ میں ان لوگوں نے اُسے یہ دودھ دیا تھا۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے یہ سُنتے ہی قے کرنا شروع کی۔ اور اسقدر کی۔ کہ غلام کو شبہ ہوا۔ کہ کہیں آپ کا دم ہی نہ نکل جائے لیکن اس احتیاط پر بھی آپ نے درگاہ الٰہی میں عرض کیا۔

"خداوندا اگر اس دودھ کا کوئی قطرہ میری رگوں میں یا معدہ میں رہ گیا ہو تو اس کے متعلق مجھے معاف کر۔"

---

اسی طرح ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زکوٰۃ کی اونٹنی کا دودھ پی لیا تھا۔ اور مطلع ہونے پر

فوراً قے کی تھی۔

---

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ سلاطین و امراء کی کھدائی ہوئی نہروں کا پانی اس وجہ سے نہ پیتے تھے۔ کہ اس میں مال ناجائز صرف کیا گیا تھا۔

اسی طرح ان نہروں کے پانی سے جو انگور تیار ہوتے تھے۔ ان کی نسبت بعض عارفین عظام علیہما الرحمۃ باغبانوں سے فرمایا کرتے۔ کہ تم نے ان نہروں کے پانی سے اپنے انگور خراب کر لئے۔

---

حضرت امام احمد حنبل علیہ الرحمۃ کو یحییٰ بن معین علیہ الرحمۃ سے بڑی محبت تھی۔ اور یہ دونوں بزرگ ایک ساتھ رہتے تھے۔

ایک روز حضرت امام صاحبؒ نے سُنا۔ کہ یحییٰؒ فرماتے ہیں کہ میں کسی سے سوال نہیں کیا کرتا البتہ اگر بادشاہ مجھے کچھ دیدے تو میں اُن سے لے لوں۔

امام احمد حنبلؒ نے یہ سنتے ہی یحییٰؒ سے ملاقات ترک کر دی۔

حضرت یحییٰؒ کو امام صاحب کی اس ناراضگی کا حال معلوم ہوا تو معذرت کرتے ہوئے عرض کیا۔

"میں تو ہنستا تھا"

اسپر امام صاحبؒ نے فرمایا۔

"کیا تم دین کے معاملہ میں ہنستے ہو۔ کیا تمہیں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد یاد نہیں کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا پاک غذائیں کھاؤ۔ اور نیک عمل کرو۔ اسلئے کہ غذا بھی دین میں شامل ہے"

---

بعض بزرگان دین نے ارشاد فرمایا ہے۔

جو شخص مسلسل چالیس دن تک مشتبہ مال کا استعمال کرتا ہے۔ اسکا قلب سیاہ ہو جاتا ہے۔

حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے:-

"جو شخص راہ خدا میں مال ناجائز خرچ کرتا ہے اسکی مثال ایسی ہے جیسے کہ کوئی بیوقوف پیشاب سے اپنا کپڑا دھو کر صاف کرتا ہے:"



---

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا قول ہے:-

"اگر نماز پڑھتے پڑھتے کمان کی طرح تمہاری پیٹھ دہری ہو جائے۔ اور روزہ رکھتے رکھتے تم سوکھ کر کانٹا ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہاری یہ عبادت و ریاضت اسوقت تک قبول نہ کریگا جب تک تم حرام کی غذا اور مشتبہ مال کے استعمال سے نہ بچوگے:"

---

الغرض اگر حدیث بالا پر مسلمان عمل کریں تو ان کے قلب منوّر۔ دماغ روشن۔ نیّت خلوص سے اور روح لطافت سے معمور ہو سکتی ہے۔

کیونکہ غذا پر ہی انسان کی حیات کا مدار ہے اور حیات سے ہی روح و قلب و دماغ کا تعلق ہے۔ (مصیبتا)

---

# نعتِ خلوت:-

نتیجۂ فکر جناب عبداللطیف صاحب خلوتؔ۔ بنارسی

گلزارِ ارم صدقے ہے صحرا پہ یہاں کے　　ہیں پھول سے بڑھ کر کے کہیں خارِ مدینہ

ٹھنڈک میری آنکھوں میں اگر آئے تو کیونکر　　دیکھی ہی نہیں گرمئ بازارِ مدینہ

سوکھے نہ میری کشتِ تمنّا۔ کوئی چھینٹا!　　للّٰہ ادھر ابرِ گہر بارِ مدینہ

سمجھوں میں ٹھکانے لگی آنکھوں کی بصارت　　حاصل مجھے جس وقت ہو دیدارِ مدینہ

خلوتؔ ہے پڑا ہند میں بیچارہ و بیکس
بلوایئے اس کو کبھی سرکارِ مدینہ

# تذکرہ بزرگانِ اسلام

## حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ

"اسم گرامی زید۔ کنیت ابو اسامہ۔ لقب حب رسول مقبول صلعم۔ والد کا نام حارثہ تھا۔ جو یمن کے ایک معزز قبیلہ بنی قضاعہ میں سے تھے"

والدہ کا نام سعدیٰ بنت ثعلبہ تھا۔ جو قبیلہ طے کی ایک شاخ بنی معن کے قبیلہ سے تھیں۔

ابھی کمسن تھے۔ کہ آپ کی والدہ اپنے میکہ میں ہمراہ لے گئیں۔ اسی سفر میں بنی قین کے غارت گر سوار آپ کو اٹھا کر لے گئے۔ اور ان رہزنوں نے غلام بنا کر مکہ شریف کے مشہور بازار عکاظہ میں فروخت کر ڈالا

لیکن اس غلامی پر ہزاروں آزادیاں قربان تھیں۔ یعنی حکیم بن حزام نے ۴۰۰ درہم میں بازار عکاظہ سے خرید کر اپنی پھوپھی حضرت خدیجتہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پیش کیا۔ ان سے آپ کو سردار دو جہان رسول مقبول صلعم کی غلامی کا شرف حاصل ہوا۔ اور اس غلامی میں تمام دنیا کی بادشاہی سے زیادہ مسرت حاصل ہوئی۔

---

آپ کے والد حارثہ بن شرحبیل آپ کی غم مفارقت میں دیوانہ ہو رہے تھے۔ رات دن رونے اور تلاش کرنے کے سوا ان کو اور کوئی کام نہ تھا۔ آخر اس محبت پدری کے جذبات نے اشعار کی صورت اختیار کر لی

اس نوحۂ فرقت کے کچھ اشعار عربی تواریخ میں موجود ہیں۔ جن کا ترجمہ یہ ہے۔

"میں زید کو رو رہا ہوں۔ مجھے معلوم نہیں کہ اسکی امید رکھی جائے۔ یا کیا؟ وہ زندہ ہے یا اُسے موت آگئی"

خدا کی قسم میں نہیں جانتا۔ اور پوچھوں تو کس سے۔ کہ تجھے زمین نگل گئی یا پہاڑ کھا گیا۔

کاش مجھے جانتا۔ کہ تیرا واپس آنا بھی ممکن ہے یا نہیں۔ ! ۔ اگرچہ تیرا واپس آنا ہی میرے لئے سب کچھ ہے۔

آفتاب طلوع ہوتے وقت مجھے اسکی یاد دلاتا ہے۔ اور جب غروب ہوتا ہے۔ تو اسکی یاد میرے سینے میں روشن کرجاتا ہے۔

نکہت باد بہاری کی چھیڑ بھی اسکی یاد کو ابھارتی ہے آہ! میں کتنا اندوہگیں ہوں

میں عنقریب اونٹ کی طرح بن کر تمام دنیا کی خاک چھانوں گا۔ اس میدان سفر میں اگرچہ اونٹ تھک جائے لیکن میں زندگی بھر نہ تھکوں گا۔

میں قیس عمر یزید کو اور اُن کے بعد اپنے بیٹے جبلہ کو اُسکے چھوٹے بھائی ابھی زید کی تلاش کرنیکی وصیت کرتا ہوں "

---

چنانچہ کئی سال آپ کا شفیق باپ آپ کی مفارقت میں اسی طرح حزن کے آنسو بہاتا رہا۔ آخر ایک سال ذوالکلب کے چند لوگ مکہ شریف میں حج کرنے آئے۔ اتفاقاً انہوں نے آپ کو دیکھ کر پہچان لیا اور بلکہ آپ کے والد کا نوحۂ غم بھی سُنا دیا۔

آپ نے اپنے مشفق والد کا یہ اظہار فرقت سُن کر اسکے جواب میں چند شعر لکھ کر ان لوگوں سے تاکید کر دی کہ میرے خاندان والوں کو میری طرف سے بھی یہ سُنا دینا۔

" گو میں اُن سے دور ہوں۔ مگر اپنی قوم کا مشتاق ہوں۔

میں خانہ کعبہ میں مشعر حرام کے قریب رہتا ہوں۔

جس غم فرقت نے تم کو اندوہگیں بنا دیا ہے اُسکو دور کر دو۔ اور اونٹ کی طرح بن کر کوہ و بیابانوں کی خاک نہ چھانو۔

خدا کا شکر ہے۔ کہ میں بنی معد کے اس معزز گھرانے میں ہوں۔ جو پُشت ہا پُشت سے معزز چلا آتا ہے "

بنی کلب کے لوگوں نے اپنے وطن میں پہنچ کر غمزدہ باپ کو آپ کے مل جانے کی اطلاع دی تو وہ فرطِ مسرت سے اُچھل پڑے۔ پھر تعجب سے پوچھا۔

"سچ کہنا۔ وہ میرا ہی نورِ نظر تھا؟"

انہوں نے جب یقین دلا کر اور آپ کا سب حلیہ بتا کر آپ کے اشعار بھی سنائے تو اسی وقت اپنے بھائی کعب بن شراحیل کو ساتھ لے کر مکہ کی راہ لی۔

چنانچہ مکہ شریف میں پہنچتے ہی حضور پُرنور ہادیٔ اسلام صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر بہ منت عرض کی۔

"اے ابن عبدالمطلب آپ اپنی قوم کے رئیس زادہ ہو۔ حرم کے مجاور ہو۔ مصیبت زدوں کی مدد کرنے والے، بھوکوں کو کھانا کھلانے والے۔ اسیروں کو رہا کرنے والے ہو۔ ہم بھی آپ کی شرافت و سخاوت کے سامنے اپنا دامن اُمید پھیلائے ہوئے حاضر ہوئے ہیں۔ اگر آپ ہمارے لڑکے کو آزاد کر دو۔ تو تازندگی آپ کے احسانمند رہیں گے۔ اور اسکے معاوضہ میں جسقدر زر نقد آپ چاہیں۔ ہم دینے کو تیار ہیں"

حضور پُرنور صلعم نے فرمایا۔ وہ کون ہے؟

عرض کیا۔ زیدؓ بن حارثہ

حضور پُرنور صلعم۔ زیدؓ کا نام سُنکر کچھ متردد سے ہوئے۔ پھر ذرا تامل کے بعد فرمایا۔

"کیا اسکے سوا تمہاری اور کوئی خواہش نہیں؟"

عرض کیا۔ نہیں۔

فرمایا۔ بہتر ہے۔ زیدؓ کو اختیار ہے۔ اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو تمہارا ہے۔ اور اگر وہ تم پر مجھے ترجیح دے تو پھر میں مجبور ہوں

آپ کے والد حارثہ اور چچا کعب نے اس شرط کو شکریہ کے ساتھ قبول کیا۔ اور آپ جب اُن کے سامنے بلائے گئے۔

تو حضور پُرنور صلعم نے آپ سے دریافت فرمایا۔

"کیا تم ان دونوں سے واقف ہو؟"

عرض کی - ہاں - ایک میرا باپ ہے دوسرا چچا۔

اسپر حضور پرنور صلعم نے فرمایا - اب قرعہ انتخاب تمہارے ہاتھ میں ہے - تم یہ بھی جانتے ہو - کہ میں کون ہوں اب تمہیں اختیار ہے چاہے مجھے پسند کرو - یا ان کو -

---

آپ کو سرور کونین کی غلامی میں جو لطف مسرت حاصل تھا - اسپر ایسی ہزار ہا آزادیاں نثار کی جا سکتی تھیں -

فرمایا - میں ایسا نہیں ہوں - کہ حضور پرنور صلعم پر ان کو ترجیح دے سکوں - آپ ہی میرے مشفق باپ ہیں اور میں آپ کی خدمت میں ہی رہنا چاہتا ہوں -

آپ کے اس جذبۂ محبت سے متعجب ہو کر باپ اور چچا نے کہا

"زید تم اپنی آزادی، اور اپنے باپ و چچا و خاندان پر اس غلامی کو ترجیح دے رہے ہو؟"

فرمایا - "ہاں مجھے اس ذات ستودہ صفات کی غلامی میں کچھ ایسا ہی لطف حاصل ہے کہ میں ان پر کسی کو بھی ترجیح نہیں دے سکتا۔"

آپ کی اس مخلصانہ وفاداری نے حضور پرنور صلعم کے دل میں ایسی محبت پیدا کر دی کہ اس جذبۂ محبت میں سرشار ہو کر اسی وقت خانہ کعبہ میں مقام حجر کے پاس آپ کو اپنے ہمراہ لے گئے اور وہاں یہ اعلان فرما دیا

"کہ زید آج سے میرا فرزند[1] ہے - میں اس کا وارث ہوں گا اور یہ میرا۔"

حضور پرنور صلعم کی اس شفقت و محبت سے آپ کے باپ اور چچا کے افسردہ دلوں میں بھی شگفتگی پیدا ہو گئی - آخر وہ بھی اپنے لخت جگر کو ایک مشفق و محترم باپ کی آغوش محبت میں دیکھ کر نہایت اطمینان سے شاداں و فرحاں واپس لوٹ گئے۔

---

[1] لیکن زمانۂ اسلام میں جب کلام الٰہی کی رو سے صرف اپنے نسبی آبا کے ساتھ انتساب کی ہدایت ہوئی - تو آپ زید بن محمدؐ کی بجائے زید بن حارثہ مشہور ہو گئے۔

حضور پرنور صلعم کے درجہ نبوت عطا ہونے کے ساتھ ہی آپ بھی اسلام سے مشرف ہوئے۔ محققین سے ثابت ہے کہ آپ سب غلاموں سے پہلے اسلام لانے والوں میں سے ہیں

حضور پرنور صلعم کی خوشنودی مزاج کے اسقدر خواہاں تھے۔ کہ ایک روز حضور پرنور صلعم نے اپنی کنیز ام ایمن کی نسبت فرمایا:-

"اگر کوئی شخص کسی جنتی عورت سے نکاح کرنا چاہے تو اسے ام ایمنؓ سے نکاح کر لینا چاہیئے"

آپ نے اس حکم رسول مقبول صلعم کے سنتے ہی ام ایمن سے نکاح کر لیا۔

اسامہؓ بن زیدؓ جو آپ کے بعد حب رسول مقبول کے لقب سے سرفراز ہوئے۔ اسی ام ایمنؓ کے بطن سے ہی پیدا ہوئے تھے۔

جب مکہ سے ہجرت کر کے آپ مدینہ شریف میں پہنچے۔ تو حضور پرنور صلعم نے اگرچہ مکہ میں بھی حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے آپ کی مواخات کرا دی تھی۔ لیکن مدینہ میں بھی انصار کے قبیلہ عبدالاشہل کے معزز رئیس اسید بن حضیر سے آپ کا بھائی چارہ کرا دیا۔

مکہ میں خاندان نبوت کے ایک فرد کی طرح آپ بھی حضور پرنور صلعم کے ہمراہ رہتے تھے۔ لیکن مدینہ میں پہنچ کر پہلے تو حضور پرنور صلعم نے آپ کے رہنے کے لئے ایک علیحدہ مکان دیدیا اور پھر اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ بنت جحش سے ان کا نکاح کر دیا۔

---

یہ نکاح مساوات اسلام کا ایسا زبردست عملی ثبوت ہے۔ جس کی مثال اسلام کے سوا دنیا کے کسی مذہب میں نہیں مل سکتی۔

زینبؓ حضور پرنور صلعم کی حقیقی پھوپھی کی لڑکی تھیں۔ اور اس معزز خاندان سے تھیں۔ جسے تولیت کعبہ کا شرف حاصل تھا۔ یہ اتنا بڑا شرف تھا۔ جسکے بالمقابل شاہان یمن بھی اس خاندانی شرافت کی ہمسری کا دعویٰ نہ کر سکتے تھے۔ لہٰذا زید اگرچہ غلام تھے۔ لیکن اسلامی طریق عمل اور اپنے تقوےٰ کے باعث وہ ہزارہا احرار اور اشراف سے افضل سمجھے جاتے تھے اسی بنا پر یعنی پست و بالا کو ایک ہی سطح پر لانے اور نسب و امارت کے بالمقابل تقوےٰ کو ترجیح دینے کی عملی تعلیم اس نکاح

میں موجود تھی۔

لیکن حضرت زینبؓ چونکہ حضور پُر نور کے مقتدر اور محترم خاندان سے تھیں۔ اور زیدؓ غلام رہ چکے تھے۔ اسلئے حضرت زینبؓ کو یہ نسبت دل سے گوارا نہ تھی۔ لیکن بظاہر حضور پر نور صلعم کے ارشاد کے خلاف انکار بھی نہ کر سکتی تھیں۔ تاہم ایک سال تک یہ رشتہ بندھا رہا مگر بعد میں باہمی شکر رنجیاں پیدا ہو گئیں۔ جو اسقدر بڑھیں۔ کہ ایک روز آپ نے دربار رسالت صلعم میں حضرت زینبؓ کی شکائت کی بلکہ طلاق دینے پر تیار ہو گئے۔

حضور پُر نور صلعم نے پھر بھی آپ کو طلاق دینے سے روکا لیکن میاں بیوی کے باہمی تعلقات اسقدر کشیدہ ہو چکے تھے۔ کہ آخر طلاق سے ٹوٹ گئے۔

---

معرکہ بدر سے پہلے موتہ تک جسقدر غزوات میں مجاہدین اسلام کو معرکہ آرا ہونا پڑا۔ آپ ان اکثر معرکوں اور دیگر چھوٹی چھوٹی مہمات کے سپہ سالار تھے

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ

"جس مہم میں زیدؓ شریک ہوتے امارت کے عہدہ سے وہی سرفراز کیے جاتے تھے"

اس قول سے ظاہر ہے کہ حضور پر نور صلعم کو آپ کسقدر محبوب تھے۔ ان کی اس شان محبوبی کے متعلق بھی حضرت عائشہ صدیقہؓ کی کئی روائتیں ہیں جن میں سے ایک یہ ہے۔

"اگر آپ آنحضرت محمد صلعم کے بعد زندہ رہتے تو آپ کو ہی اپنا جانشین فرماتے"

---

سنہ ۸ھ میں جبکہ غزوہ موتہ واقع ہوا۔ اور اس وجہ سے ہوا کہ حضور پر نور صلعم کی طرف سے حارثؓ بن عمیر ازدی شاہ بصریٰ کے دربار میں سفارت کی خدمت انجام دے کر واپس آرہے تھے۔ مقام موتہ میں (جو دمشق کے قریب ہے) شرحبیل بن عمرو غسانی نے ان کو شہید کر دیا۔

لہذا اس شہید سفیر اسلام کے انتقام کیلئے ہی حضور پر نور صلعم نے تین ہزار مجاہدین اسلام پر آپ کو سردار بنا کر غزوہ موتہ پر روانہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:-

"اگر زیدؓ شہید ہوں تو حضرت جعفر طیارؓ ان کے بعد عبداللہؓ بن رواحہ سپہ سالار مقرر ہوں"

چونکہ غنیم کو مجاہدین اسلام کی اس فوج کشی کا حال معلوم ہو چکا تھا۔ اسلئے ایک لاکھ نبرد آزماؤں کا لشکر جانثاران اسلام کے مقابلہ کیلئے موتہ میں پہلے ہی موجود تھا۔

لیکن آپ اس بہت بڑی جمعیت کی پرواہ نہ کرکے علم اسلام تھامے پا پیادہ ہی غنیم کی صفیں چیرتے ہوئے دشمنان اسلام کو خاک و خون میں ملانے لگے۔ آپ کی یہ جانبازی دیکھ کر دیگر جانبازان اسلام نے بھی دشمنوں پر ہلہ بول دیا۔

لیکن آپ دشمنوں کے زرغے میں ایسے گھر چکے تھے۔ کہ جانبر نہ ہو سکے۔ آپکی شہادت کے بعد حضرت جعفر طیارؓ نے علم اسلام سنبھالا لیکن آپ بھی واصل بحق ہوئے۔ ان کے بعد حضرت عبداللہؓ بن رواحہ نے علم تھام لیا۔ لیکن وہ بھی جام شہادت نوش فرما گئے۔

آخر سیف اللہ خالدؓ بن ولید نے مجاہدین اسلام کو مجتمع کر کے ایسا زبردست حملہ کیا کہ غنیم کے پاؤں اکھڑ گئے۔

---

حضور پُرنور صلعم کو اگرچہ آپ کی اور دیگر امرائے لشکر اسلام کی شہادت کا حال پہلے ہی معلوم تھا۔ تاہم جنگ موتہ کے بعد آپ کی شہادت کا حال سنکر دفور غم سے آنسو نہ روک سکے۔ آپ کو اپنے محبوب وفا شعار غلام کی شہادت کا اسقدر شدید غم تھا۔ کہ حجتہ الوداع سے واپس آنے کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت اسامہؓ کو ... جمعیت کے ساتھ انتقام پر مامور فرمایا۔

آپ نے متعدد شادیاں کیں۔ بیویوں کے نام یہ تھے۔

ام ایمنؓ۔ ام کلثومؓ بنت عقبہ۔ درہؓ بنت لہب۔ ہندؓ بنت العوام۔ زینبؓ بنت جحش (جن کو نا موافقت کے باعث طلاق دے دی تھی۔

آپ کی اولاد میں۔ دو لڑکے۔ اسامہؓ بن زیدؓ اور زیدؓ بن زید اور ایک لڑکی رقیہ تھی اسامہؓ کے سوا دونوں بچوں نے بچپن میں ہی وفات پائی۔ (مدیر)

# چراکارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی!

جہاں میں گلشن اسلام پر چھائی ہے ویرانی
مسلمانوں کی غفلت کر نہیں سکتی نگہبانی
ہے ایسی بے حسی بھٹکے ہوئے ہیں عِلمِ ربّانی
بہا کر لے چلی ان کو یم غفلت کی طغیانی

جگاتے ہیں انہیں غفلت سے ہم بیدار کرتے ہیں
مگر یہ راہ حق سے واقعی انکار کرتے ہیں

یہ وہ اسلام جسکو خون سے سینچا پیمبرؐ نے
یہ وہ اسلام جس پر جان دی ہر اک دلاور نے
یہ وہ اسلام جس میں خلق دکھلایا ہے سرورؐ نے
یہ وہ اسلام حق جسکی گواہی دی ہے پتھر نے

اسی اسلام نے دنیا میں پھیلائی بڑی ہل چل
اسی اسلام کو حق نے کیا ہے کامل و اکمل

ذلیل و خوار ہیں اب خلق میں عزت نہیں باقی
وہ اگلی شان کھودی نام کو شوکت نہیں باقی
غلامی میں بسر کرنے لگے ثروت نہیں باقی
بنے محتاج غیروں کے زر و دولت نہیں باقی

اٹھو اے سونے والو نیند سے بیدار ہو جاؤ
زمانہ پیس ڈالے گا تمہیں تیار ہو جاؤ

تمہارا کام ہے اسلام کی شوکت بڑھا دینا
تمہارا کام ہے اسلام پر ہستی مٹا دینا
تمہارا کام ہے بگڑی ہوئی حالت بنا دینا
تمہارا کام ہے سوتی ہوئی قسمت جگا دینا

ذرا انصاف سے تم دیکھ لو محنت پیمبرؐ کی
سُنا دو سننے والوں کو صدا اللہ اکبر کی

خودی اک دن تمہیں آخر ذلیل و خوار کر دے گی
سمجھ لو غیر کی قوت تمہیں مسمار کر دیگی
یہی غفلت رہی تو زندگی بے کار کر دے گی
مصیبت سانس بھی لینا تمہیں دشوار کر دیگی

صدا اشفاق دے گی ہر طرف یہ عقلِ انسانی
چراکارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

(سید محمد اشفاق رضوی لکھنوی)

# حضرت حمزہؓ کا قاتل

(جناب مرزا عظیم بیگ چغتائی)

سیدنا حمزہؓ کے حالات ناظرین گزشتہ اشاعت میں ملاحظہ ہو چکے ہیں لیکن بوجہ حمزہؓ کے قاتل کے تفصیلی حالات نہ ہونے کے میں چند سطور تحریر کرتا ہوں۔

حمزہؓ کا قاتل وحشی نسل ملک حبش (ابی سینیا) کا رہنے والا غلام تھا۔ اور حبشیوں کے خاص حربہ یعنی نیزہ دور ہی سے پھینک کر مارنے میں یکتائے زمانہ تھا۔ اپنے سر کو داہنی طرف قدرے جنبش دے کر برچھے کو ایسا پھینکتا تھا کہ وہ صحیح نشانہ پر بیٹھتا تھا۔ جنگ اُحد میں حضرت حمزہؓ نے کفار کا اسقدر قتال کیا کہ جسطرف رُخ کرتے کفار بھاگ کھڑے ہوتے تھے۔ اور کائی سی پھٹ جاتی تھی۔ جوش غضب میں کفار کو دشنام طرازی سے آپ ڈپٹتے تھے اور وہ بھاگ کھڑے ہوتے تھے۔ وحشی کو خاص طور پر انعام واکرام کا لالچ دے کر مقرر کیا گیا تھا یہ سابقہ مضمون میں ظاہر ہو چکا ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے کہ حضرت حمزہؓ کو اُسنے ایک ہی وار میں قریب آکر دو ٹکرے کر دیا۔ وحشی ایسا سورما یا جنگ آزما نہیں تھا اور حمزہؓ کے سامنے یا قریب شہسواران قریش تک آنے سے ڈرتے تھے۔ وہ ایک درخت کی آڑ میں چھپا ہوا تھا۔ حضرت حمزہؓ نے دوران جنگ میں کافروں کی ایک ٹولی کا رُخ کیا۔ ایک چھوٹا سا نالہ سامنے آیا جس میں پانی بہہ رہا تھا۔ اور قدرے کیچڑ تھی۔ حضرت حمزہؓ اسکو پار کرنے لگے کہ گر پڑے۔ اور منہ کے بل گرے۔ اُن کا گرنا تھا کہ دور ہی سے وحشی نے آپ پر نیزہ پھینکا۔ نیزہ حمزہؓ کی پشت پر پیچھے کی طرف پڑا اور دوسری طرف پیڑو کو چھیدتا ہوا نکل گیا۔ اس زخم سے آپ شہید ہو گئے۔

حضرت موصوف کی موت آنحضرت صلعم کے لئے زیادہ رنجدہ تھی۔ اسلام کا ایک قوی بازو شکست ہو گیا۔ آنحضرت کو آپ سے بیحد محبت تھی اور رنج وغم سے آپ بے حد محزون وملول ہوئے۔ وحشی نے تو خیر آپ کو شہید کیا تھا لیکن ہندہ نے لاش مبارک کی بُری طرح توہین کی تھی۔ اور ان دونوں سے خود آنحضرت صلعم بدلا لینے کے مستحق تھے۔ لیکن شان نبوی اور کرم دیکھئے کہ وحشی بھی اسلام لے آیا اور ہندہ بھی مسلمان ہو گئی۔ اور حضور سرور دو عالم نے دونوں کا قصور معاف کیا۔ محض اسلام کی خاطر۔ لیکن حمزہؓ کا رنج آپ کو نہ گیا۔ جب آپ خطبہ فرماتے یا تقریر کرتے یا کسی

جگہ عام میں قیام فرما ہوتے تو دوسرے مسلمانوں کے ساتھ اگر محفل میں وحشی آتا تو آپ کا غم تازہ ہو جاتا۔ لہٰذا حضور صلعم نے وحشی سے کہہ دیا تھا کہ اے وحشی تو میرے سامنے مت بیٹھا کر بلکہ ذرا ہٹ کر پشت کی طرف بیٹھا کر۔ سلئے کہ میں تجھ کو دیکھتا ہوں تو مجھے چچا یاد آتے ہیں۔ اللہ اللہ کیا شان نبوی تھی اور کیا خلق نبوی تھا۔ اور کیسا حضور نے اپنے نفس پر محض اسلام کی خاطر جبر فرمایا۔

لیکن حضور صلعم کی نوازش رائیگاں نہیں گئی۔ وحشی نے اپنے گناہوں کی تلافی کی۔ حضرت صلعم کے بعد جب حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں فتنہ اٹھا اور مسیلمہ کذاب جھوٹا نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام کو زیر و زبر کرنے کے لئے اٹھا تو یہ مسیلمہ کذاب اسی وحشی کے نیزہ سے واصل جہنم ہوا۔ مجھے اسوقت یاد نہیں رہا۔ وحشی نے مسیلمہ کو قتل کرتے ہی رجزیہ مصرعہ پڑھا اس کا مضمون یہ تھا کہ

"واہ رے میں۔ جب کافر تھا تو ایک بہترین مسلمان (یعنی حمزہؓ) کو مارا اور

اب مسلمان ہوں تو بہترین کافر کو مارا۔"

بہرحال وحشی پر جو عنایت حضور صلعم نے فرمائی تھی وہ رائیگاں نہیں گئی۔ مجھے خیال نہیں کہ وحشی کا خاتمہ کیونکر ہوا مگر یہ معلوم ہے کہ اسکا خاتمہ اسلام پر ہوا۔ واللہ اعلم

حمزہؓ کے قتل میں دوسرے نمبر پر مجرم ہندہ تھی۔ جس نے آپکی لاش مبارک خراب کی تھی اور شہید بھی اسنے کرایا تھا۔ ہندہ نے یرموک کی خونیں جنگ پر اسلام کی کافی خدمت کی۔ جب مسلمانوں کے ایک ٹکڑے کو کفار کے جم غفیر نے شکست دی اور مسلمان سپاہی منہ موڑ کر بھاگے تو ان بھاگنے والوں میں ہندہ کے شوہر ابوسفیانؓ بھی تھے۔ ہندہ نے بڑھ کر اپنے شوہر کے گھوڑے کے منہ پر لکڑی ماری اور اس سے کہا کہ

"تم کو دشمن کے سامنے سے منہ موڑتے شرم نہ آئی۔ برا ہو تمہارا کہ آنحضرت اور مسلمانوں سے جب کبھی لڑے تو منہ نہ موڑا اور آج مسلمان ہو کر مسلمانوں کی طرف سے لڑتے ہو تو منہ موڑتے ہو۔"

یہ سنکر ابوسفیانؓ نے غیرت میں آکر دشمن کی طرف اپنے گھوڑے کو موڑا اور گھمسان میں شریک ہو گئے۔ ایسے کہ پھر زندہ نہ لوٹے۔

ابوسفیانؓ رسول اللہ صلعم کے خاندان کے پُرانے دشمن تھے اور یزیدؔ کے دادا تھے۔ جس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کروایا اسلئے بعض کا خیال ہے کہ ہندہ اور ابوسفیانؓ دونوں کا اسلام درست نہیں ہوُا اور انہوں نے رسولؐ کا بدلہ آلِ رسولؐ سے نکالا۔ یہ شیعہ سُنّی کی بحث ہے اور مقاصد مضمون سے خارج ہے۔ بظاہر ابوسفیانؓ کا انجام نیک ہی ہوُا آئندہ انکی نیّت اور دل کا حال تحقیق نہیں معلوم۔

میری دانست میں یہ حضور صلعم کا معجزہ تھا کہ ایسے گردن زدنی آپ کی معافی کے مستحق ہو کر کچھ اسلام کے کام آئیں۔

حضرت حمزہؓ کا مشہد مقدس میدان احد میں اب بھی موجود ہے۔ یہ ایک پختہ چبوترہ کی شکل میں ہے جو کافی بلند ہے۔ اس پر عالیشان گنبد تھا۔ جو ابن سعود کے وہابیوں نے شکست کر دیا۔ لیکن خاص مزار قائم ہے۔ گو کس مپرسی کے عالم میں ہے۔

جذبۂ ایثار دل میں روح پرور چاہیئے
پھر جہاں والوں کو درسِ ابن آذر چاہیئے

دل ہے آئینہ تو آئینے میں جوہر چاہیئے
طور کیا کونین کے جلوؤں کا مظہر چاہیئے

رفتہ رفتہ بڑھ نہ جائیں حسن کی خودآرائیاں
عشق کا دنیا میں ہر انداز خودسر چاہیئے

کر رہی ہیں چشم تر پھر یادِ ساقیِ ازل
آنسوؤں میں پیکرِ رقصاں موجِ کوثر چاہیئے

چاہیئں جلوؤں کو تیرے وسعتیں کچھ اور بھی
کیوں کہوں میں وسعتِ میدانِ محشر چاہیئے

ضوفشاں تاروں کو دیکھ اُڑتے ہوئے ذرّوں کو دیکھ
اور درسِ زندگی کیا اس سے بڑھ کر چاہیئے

عرش تک جانا نہیں آساں تو مشکل بھی نہیں
طائرِ تخئیل کے بازو میں شہپر چاہیئے

میں ہوں میرا سر ہو سنگِ آستانِ دوست ہو
میری نظروں کو یہی ہر وقت منظر چاہیئے

ذرّہ ذرّہ سے عیاں ہے طور کا منظر خلیقؔ
دیدۂ دل نورِ عرفاں سے منوّر چاہیئے

خلیقؔ سہارنپوری

# غربارِ اسلام کی طمانیتِ قلب

کے

# عملی اسباب

عزیز محترم ملک محمد عارف نے اپنے قابلِ قدر مضمون میں (؟) سلام سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی رحمت وشفقت کے نادر کرشمے اور اسلامی سادہ آسان طریقِ معاشرت کے جو عملی نمونے پیش کئے ہیں وہ قابلِ تحسین ہیں۔ عارف کو ایسے ہی بہترین مضامین کی ضرورت ہے۔ اُمید ہے کہ غربارِ اسلام ان اسباب پر غور فرماتے ہوئے اپنی زندگی کی مشکلات کو کم کرنے کیلئے اس پر عمل درآمد کرنے کی کوشش فرمائیں گے۔ (مدیر)

سینکڑوں میں سے صرف چند مندرجہ ذیل واقعات اس ذات بابرکات سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات سے متعلق ہیں۔ جن کی غلامی کے تصدق ہی سلاطینِ اسلام سے غربارِ اسلام تک دُنیا بھر کی متمدن اقوام کے سامنے اپنا سرِ افتخار بلند کر سکتے ہیں۔ لیکن موجودہ زمانہ کے ہم مسلمان اسوۂ حسنہ رسول مقبول صلعم کو ترک کرنے اور مغربی طریقِ معاشرت کی تقلید نمائش کے باعث نہ صرف اقتصادیات (بلکہ رحم وکرم امانت وسخاوت وغیرہ کی صفاتِ انسانیت) یعنی اخلاقیات میں بھی دُنیا بھر کی قوموں کے بالمقابل کمزور ہو رہے ہیں۔

کیا یہ تعجب خیز بات نہیں؟ کہ ہر عقلمند انسان بالخصوص غریب مسلمان اس دنیائے فانی کی روزانہ مشکلات اور مرنے کے بعد باقی رہنے والے اعمال الصالحات کا نہ موازنہ کر سکیں اور نہ اپنے ہادیٔ برحق صلعم کے اسوۂ حسنہ کو اپنی زندگی کا دستور العمل قرار دیتے ہوئے زندگی کی روزانہ مشکلات کو کم کرنے اور اس دنیا میں مطمئن زندگی بسر کرنے کے خواہاں ہوں۔

کاش کہ میرے تمام برادران محترم اگر دن بھر کی چکا چوند دنیاوی مصروفیت کے بعد رات کی خاموش تاریکی میں

اپنے اپنے بستر استراحت پر ہی چند منٹ کے لئے موجودہ فانی زندگی اور اسکی روزانہ صعوبات اور باقیات الصالحات پر غور کرنا اور پھر اُس پر عمل کرنا بھی اختیار کرلیں تو چند ہی دنوں میں اسلامی دنیا کا موجودہ ادبار عزّ و وقار سے تبدیل ہو سکتا ہے۔

---

سرور کائنات۔ فخر موجودات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی ذات ستودہ صفات دنیا کے لئے رحمت تھی۔ اور آپ کی دنیاوی زندگی مسلمانوں کی راحت و مسرّت و طمانیّت قلب کا باعث۔

چنانچہ ایک دفعہ کسی صحابی نے رسالتمآب صلعم سے کسی دشمن پر بد دعا یا لعنت کرنے کی التماس کی۔ تو فرمایا

میں دُنیا میں لعنت کے لئے نہیں بلکہ رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

بلکہ آپ نے اسی رحمت و شفقت کا ہی تمام دُنیا کو ان الفاظ میں پیغام دیا۔

"ایک دوسرے پر بغض و حسد نہ کیا کرو۔ ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرا کرو۔ اے خدا کے بندو!۔ سب آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔"

تمام مسلمانوں میں حضور پرنور صلعم کا یہ حکم عام تھا۔

"جو مسلمان مرجائے اور اپنے ذمہ قرض چھوڑ جائے تو مجھے اطلاع دی جائے تاکہ میں اسکو ادا کر دوں لیکن متوفی کا ترکہ وارثوں کا حق ہے۔ مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔"

فیاضی اور سخاوت کا یہ حال تھا۔ کہ ایک شخص (جو ابھی مشرک تھا) حاضر خدمت ہوا۔ اُسنے یہ دیکھتے ہوئے کہ دور تک آپ کی بکریوں کا ریوڑ پھیلا ہوا ہے۔ آپ سے یہ سب ریوڑ مانگ لیا۔

رحمت للعٰلمین پیکر جود و سخا صلعم نے بھی اپنی سب کی سب بکریاں اسے دیدیں۔ اور وہ شخص بہت خوش ہو کر اور تمام بکریاں اپنے ہمراہ لے کر جب اپنے قبیلہ میں پہنچا تو اُسنے سب سے کہا

"لوگو اسلام قبول کرلو۔ (آنحضرت) محمد (صلعم) ایسے فیاض ہیں کہ خود مفلس ہو جانے کی پرواہ نہیں کرتے۔"

غرضیکہ جو چیز آپ کے پاس ہوتی یا کہیں سے کسی وقت آتی اسے جب تک مستحقین مساکین یا سائلوں میں تقسیم نہ فرما لیتے آپ کو قرار نہ آتا تھا۔ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں

ایک روز حضور پرنور صلعم گھر میں تشریف لائے تو چہرہ مبارک متغیر سا تھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) خیر تو ہے؟

فرمایا۔ کل جو سات دینار آئے تھے۔ شام ہوگئی۔ مگر وہ بستر پر ہی پڑے رہ گئے۔

اکثر معمول تھا کہ گھر میں نقدی کی صورت میں جو کچھ موجود ہوتا۔ جب تک وہ سب خیرات نہ کر دیا جاتا گھر میں آرام نہ فرماتے۔

ایک دفعہ رئیس فدک نے چار اونٹ غلہ کے خدمت اقدس میں بھیجے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بازار میں جا کر پہلے تو وہ غلہ فروخت کر کے ایک یہودی کا قرض تھا وہ ادا کیا۔ پھر حضور پرنور صلعم کی خدمت میں آکر اس بات کی اطلاع دی۔ اسپر حضور پرنور صلعم نے فرمایا۔

کچھ بچ تو نہیں رہا؟

حضرت بلالؓ نے عرض کیا۔ ہاں کچھ باقی تو ہے۔

فرمایا۔ جب تک کچھ باقی رہے گا۔ میں گھر میں نہیں جا سکتا۔

اسپر بلالؓ نے عرض کیا۔ میں کیا کروں کوئی سائل ہی نہیں ملا۔

چنانچہ وہ رات حضور پرنور صلعم نے مسجد میں بسر کی۔ دوسرے دن بلالؓ نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی۔ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا نے آپ کو سبکدوش کر دیا (یعنے جو کچھ تھا وہ بھی تقسیم ہوگیا)

یہ اطلاع پا کر آپ نے خدا کا شکر ادا کیا اور پھر گھر میں تشریف لے گئے۔

اسی طرح ایک روز عصر کی نماز پڑھ کر خلاف معمول گھر میں تشریف لے گئے مگر فوراً ہی واپس تشریف لے آئے اسپر صحابہؓ کو تعجب ہوا تو فرمایا۔

"مجھے نماز میں خیال آیا۔ کہ کچھ سونا گھر میں پڑا رہ گیا ہے۔ اس خیال سے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ رات ہو جائے۔ اور وہ اسی طرح گھر میں پڑا رہ جائے۔ اُسے خیرات کر دینے کو کہہ آیا ہوں۔"

آپ کی اس بے نظیر فیاضی سے لوگ بھی ایسے دلیر ہو گئے تھے کہ ایک دفعہ عین اقامت نماز کے وقت ایک بدو آیا اور اُس نے آپ کے دامن مبارک کو پکڑ کر کہا۔

میری ایک معمولی ضرورت باقی رہ گئی ہے۔ کہیں میں اسکو نہ بھول جاؤں۔ اسلئے آپ اُسے پہلے پوری کر دیجئے۔

پیکر جود و سخا رسالتمآب صلعم بھی پہلے اسکے ساتھ تشریف لے گئے اور اس کی غرض پوری کرکے واپس آئے تو پھر نماز ادا کی۔

مہمان نوازی کا یہ حال تھا۔ کہ مشرک یا مسلمان جو بھی آپ کے مہمان ہوتے۔ کاشانۂ نبوت میں جو کچھ موجود ہوتا وہ آپ کی نذر کر دیتے اور خود مع اہل و عیال فاقہ سے رہتے۔ بلکہ راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر اپنے مہمانوں کی خبر گیری فرماتے۔

ایک دفعہ ایک مشرک مہمان ہوا۔ آپ نے ایک بکری کا دودھ اُسے پلایا۔ وہ تمام کا تمام پی گیا۔ تو آپ نے دوسری بکری کا دودھ منگایا اسے وہ بھی کافی نہ ہوا۔ غرض اسی طرح سات بکریوں کے دوہنے کی نوبت پہنچی۔ مگر جب تک وہ شخص سیر نہ ہوا آپ اُسے دودھ پلاتے گئے۔

---

انسانوں کے علاوہ حیوانات پر بھی آپ کی شفقت عام تھی۔

زمانہ جاہلیت میں اہل عرب زندہ جانوروں کے بدن سے گوشت کا ٹکڑا کاٹ لیتے اور اُسے بھون کر کھا جاتے تھے۔

سرور کائنات صلعم نے نہ فقط اس ظلم سے منع فرمایا۔ بلکہ جانوروں کی دم اور ایال یعنی گھوڑے کی گردن کے بال کاٹنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا۔

دم ان کا مورچھل اور ایال ان کا لحاف ہے۔

جانوروں کی پیٹھوں کو اپنی نشست گاہ یا کرسی نہ بناؤ۔

جانوروں کو باہم نہ لڑاؤ۔

جانوروں کو تیر اندازی کی مشق کا نشانہ نہ بناؤ۔

(چونکہ ایام جاہلیت میں اس بے رحمی کا بھی دستور تھا۔ کہ مشقِ تیراندازی کے وقت کسی جانور کو باندھ کر اُسے نشانہ بنایا کرتے تھے)

سفر میں ایک منزل پر مقام فرمایا۔ تو وہاں کسی صحابیؓ نے ایک پرند کا پڑا ہؤا انڈا اُٹھا لیا۔ پرند کی بیقراری دیکھ کر دریافت فرمایا۔

اس کا انڈا چھین کر اسے کس نے اذیت دی ہے؟

اس صحابیؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلعم مجھ سے یہ حرکت ہوئی ہے

فرمایا۔ اس انڈے کو وہیں رکھدو۔

اسی طرح ایک مرتبہ ایک انصاری کے باغ میں آپ تشریف لے گئے وہاں ایک بھوکا اونٹ دیکھا جو آپ کو دیکھ کر بلبلایا۔ آپ نے شفقت سے اسپر اپنا دستِ مبارک پھیرا اور لوگوں سے اسکے مالک کا نام پوچھا۔ تو معلوم ہؤا ایک انصاری کا ہے۔ اس انصاری سے فرمایا۔

اس جانور کے معاملہ میں کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے

---

الغرض جس طرح حضور پرنور صلعم کی یہ بیریز شفقتِ متبرک زندگی کے عملی نمونے نہ فقط آپ کے اصحاب کبار رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے لئے ہی باعثِ عمل شریعت تھے۔ بلکہ موجودہ اور آئندہ زمانہ کے تمام مسلمانوں کے لئے بھی مشعل راہ ہدایت ہیں۔

اسی طرح حضور پُرنور صلعم کا دنیوی طریق معاشرت بھی مطابق فطرت تھا۔ جس کی تقلید تمام غلامانِ محمدؐ کے لئے باعث رحمت ہے۔

بعض اصحاب کو شاید معاشرت اور فطرت کی یہ مناسبت قابل تعجب معلوم ہو۔ اسلئے مجھے اس معاشرت و فطرت کی توضیح کے لئے (اسیدھی سادھی عبارت میں) ایک مثال عرض کرنی پڑی ہے۔ مجھے اُمید ہے۔ کہ مدیر و قارئین عارف میری اس غیرادبی طوالت سے مجھے معاف فرمائیں گے

چنانچہ مثالاً عرض ہے جیسے کہ انسانی معیشت کے متعلق فطرت کا قانون ہر شخص پر یکساں حاوی نہیں (یعنی فطرت کی طرف سے ہر شخص کو یکساں دل و دماغ عطا نہیں ہوا جس سے ہر شخص کا سامان معیشت یکساں ہو) اور اسی وجہ سے غریب و امیر عاقل و جاہل کا فرق دُنیا میں بسنے والے انسانوں میں موجود ہے اور موجود رہے گا۔

ویسے ہی ہر مسلمان پر باپ بننے کا شرعی قانونِ فطرت یکساں عائد ہوتا ہے۔ اور ہر ایک باپ کو فطرتاً شرعاً رسماً رواجاً اپنی لڑکی کو دوسرے لڑکے کی محافظت میں سونپنا پڑتا ہے۔ اور اس باہمی تجدید رفاقت کو ہی شادی یا نکاح کہا جاتا ہے۔ لیکن ایک شخص فطرتاً غریب ہے عیالدار ہے۔ اُسکے اسباب معیشت اتنے ناکافی ہیں کہ وہ سال ہا سال میں بھی کوئی رقم اپنی ضروریاتِ زندگی سے پس انداز نہیں کر سکتا۔ اور ساتھ ہی اسکے اسکی کئی ایک لڑکیاں بھی ہیں جن کا فطرتاً جوان اور شادی یا نکاح کا ہونا بھی ضروری ہے

اب ایسا غریب الحال شخص اپنا یہ فرض کیسے ادا کر سکتا ہے؟۔ اسکی تعلیم ہادی برحق صلعم نے اپنی چہیتی بیٹی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے نکاح میں اپنے حسن اسوۂ حسنہ سے دی ہے اسکا مختصر واقعہ یہ ہے۔

فاطمۃ الزہراؓ سن بلوغ کو پہنچ چکی تھیں۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے اُن سے جب نکاح کی درخواست کی تو حضور پُر نور صلعم نے فاطمۃ الزہراؓ کی مرضی دریافت فرمائی۔ وہ چپ ہو رہیں (یہ ایک طرح کا اظہار اقرار تھا) اسکے بعد رسالتمآب صلعم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پُوچھا

تمہارے پاس مہر میں ادا کرنے کے لئے کیا ہے؟

آپ نے کہا۔ کچھ نہیں۔

ارشاد فرمایا۔ وہ حطیتہ زرہ (جو کہ جنگ بدر میں ہاتھ آئی تھی) کیا ہوئی؟

عرض کیا۔ وہ تو موجود ہے۔

فرمایا۔ بس وہی کافی ہے۔

ناظرین عارف شائد یہ خیال فرمائیں۔ کہ وہ بڑی قیمتی زرہ ہوگی لیکن واضح ہو کہ اُسکی قیمت صرف ۴۸؎ کے قریب تھی۔ اس قیمت کی زرہ کے علاوہ ایک بھیڑ کی کھال اور ایک بوسیدہ یمنی چادر بھی تھی۔ اور یہی حضرت علیؓ کا کل سرمایہ تھا جو انہوں نے سرورِ کونین صلعم کی دختر اطہر خاتون جنت فاطمۃ الزہراؓ سے شادی کرنے کیلئے پیش کیا اور اسی سے

حضور پرنور صلعم نے اپنی چہیتی بیٹی کی حضرت علیؓ کے ساتھ شادی کر دی۔ جہیز میں سرورِ کائنات نے سیدۂ عالمؓ کو ایک بان کی چارپائی، چمڑے کا گدا (جسکے اندر روئی کے بدلے کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی) ایک چھاگل۔ ایک مشک دو چکیاں اور دو مٹی کے گھڑے دیئے۔

اب شادی کے بعد اس متبرک جوڑے کو علیحدہ گھر کی ضرورت تھی۔

حارثہؓ بن نعمان انصاری کے کئی ایک مکانات تھے جن میں سے وہ کئی ایک حضور پرنور صلعم کی نذر کر چکے تھے چنانچہ خاتون جنتؓ نے حضور پرنور صلعم سے کہا۔ کہ انہی سے کوئی اور مکان دلوا دیجئے۔ اس پر حضور پرنور صلعم نے فرمایا۔

کہاں تک؟ اب اُن سے کہتے بھی تو شرم آتی ہے۔

حارثہؓ نے سُنا تو دوڑے ہوئے آئے اور آتے ہی عرض کیا۔

میرے پاس جو کچھ ہے وہ سب آپ کا ہے۔ خدا کی قسم میرا جو مکان آپ لے لیتے ہیں۔ مجھے اس مکان کو آپ کی خدمت میں پیش کر دینے اور آپ کے قبول کرنے سے خوشی ہوتی ہے۔ الغرض انہوں نے اپنا ایک مکان خالی کر دیا اور حضرت فاطمۃ الزہرا اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اس میں رہنے لگے۔

---

یہ اس قانونِ فطرت کے فرض ادا کرنیکا عملی نمونہ ہے۔ جو ہر ایک مسلمان بالخصوص غریب الحال انسان کے لئے قابل عمل اور باعثِ اطمینان ہے۔ وہ لوگ جنہیں فطرتاً سامانِ معیشت کی ارزانیاں میسر ہوں۔ وہ اپنی پُر تکلف زندگی بسر کرتے ہوئے اگرچہ اپنی بیٹیوں کی شادیوں میں ہر قسم کا تکلف (حدود شرعی کے اندر) مباح سمجھ سکتے ہیں۔

لیکن ایک غریب الحال مسلمان کیلئے جسکی کئی لڑکیاں جوان ہوں۔ ان کی شادی کا فرض ادا کرنے کیلئے جہیز کے تکلفات اور دعوت برات کی دھوم دھام کا عذر و فکر کسقدر افسوسناک بلکہ سوہان روح کا باعث ہے۔ کیا ایسے لوگوں کے لئے امرا کی تقلید نمائش یا نام و نمود کی خواہش باعثِ مصیبت و ندامت اور حضور پرنور صلعم کی متبرک زندگی کے دستور العمل کی تقلید طمانیت قلب کا باعث نہیں؟

---

# نغمۂ تاج

شائستۂ جنونِ تمنا بنا دیا — وہ دل کہ جسکو تم نے بگاڑا بنا دیا
دل کی خلش کو دل کا مداوا بنا دیا — اس نے مجھے بگاڑ کے گویا بنا دیا
مَیں اور تیرے دردِ محبت کا مستحق؟ — تیرا کرم کہ تو نے دل ایسا بنا دیا
جب وہ حجابِ نازِ تماشا اُٹھا چکے — دل کو حجابِ تابِ تماشا بنا دیا
اب کون اس جنوں کے معمے کو حل کرے — دُنیا کو درد۔ درد کو دُنیا بنا دیا
اب کہہ رہے ہیں فرقِ گل و خار کچھ نہیں — جب دل کو صرفِ گلشن و صحرا بنا دیا

لازم ہے اُن کی بندہ نوازی کا شکریہ
اے تاج دل کو درد کی دُنیا بنا دیا

(تاج بدایونی رامپوری)

# رموزِ کائنات

(حاصلِ مشاعرہ اندور کے پانچ شعر)

جذب ہوئی نگاہِ شوق عینِ تجلیات میں (عزیز) یعنے ہوا میں کامیاب آج مشاہدات میں
سمجھے رموزِ عشق کون دورِ عجائبات میں (صہبا) قید ہے وسعتِ نظر حدِ تعینات میں
کاہشِ اضطراب شرطِ سعیِ سکون لازمی (ادیب) کون ہے جرأت آزما شورشِ کائنات میں
میری نظر کی وسعتیں؟ تجھے کوئی غلط! غلط!! (وقار) دیکھ رہا ہوں جانے کیا پردۂ التفات میں

کُنہِ رموزِ کائنات کوئی نہیں سمجھ سکا!
جتنی بھی فکر کی عطا پڑ گئے مشکلات میں عطا

# اسلام اور سائنس

(ڈاکٹر رشید محمد صاحب ایم اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی)

خداوند تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے کہ اس سے بہت اشخاص گمراہ ہو جاتے ہیں اور بہت ہدایت پاتے ہیں۔ اس سے معترض یہ اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جو گمراہ کن ہیں۔ لیکن یہ خیال غلط ہے۔ قرآن کی تعلیم سرتاسر باعث ہدایت ہے۔ لیکن لوگوں کی گمراہی ان کی اپنی خام خیالی اور کم عقلی کا باعث ہے۔ قرآن کا اس میں کوئی قصور نہیں۔ اسکی مثال موجودہ زمانے میں محبان سائنس میں ملتی ہے۔ بہت سے مغربی تعلیم کے دلدادہ اور کالجوں کے طلبا ایسے ہیں جو سائنس کی معلومات کو قرآنی تعلیم پر ترجیح دیتے ہیں۔ ان کے ذہن میں یہ امر جاگزین ہے کہ سائنس غلطی نہیں کرتی۔ اگر قرآن کا کوئی مسئلہ سائنس کے مطابق نہ ہو تو وہ بجائے اسکے کہ سائنس کی تعلیم کو جھوٹا کہیں وہ قرآن کریم کی تکذیب پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ مثلاً قرآن کریم میں سات آسمانوں کا ذکر ہے۔ اور سائنس آسمان کے وجود سے انکاری ہے۔ لہذا ہمارے نوجوان قرآن کی صداقت سے انکار کر دیتے ہیں۔ گو لوگوں کے ڈر سے بظاہر وہ کسی رائے کا اظہار نہ کریں۔ لیکن ان کا ایمان نہایت کمزور ہو جاتا ہے۔ سو ایسے آدمی قرآن کے صحیح مفہوم سے ناواقف ہونے کی وجہ سے مذکورہ بالا آیت کا مصداق ہوتے ہیں۔ درحقیقت بات یہ ہے کہ سائنس کی معلومات ابھی مکمل نہیں۔ بہت سے مسائل ایسے ہیں۔ جو پہلے صحیح مانے جاتے تھے۔ لیکن اب ان کی صحت قابل تسلیم نہیں۔ اسی طرح بہت سے امور جو اب صحیح شمار ہوتے ہیں۔ ممکن ہے زمانہ آیندہ میں غلط ثابت ہوں۔ اسلئے سائنس کے مقابلے میں وحی کو غلط قرار دینا کسی طرح بھی درست معلوم نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر قرآن شریف میں ذکر ہے۔ کہ جنوں کو بھڑکتی آگ سے پیدا کیا۔ سائنس والوں نے چونکہ جنوں کو نہیں دیکھا۔ اسلئے وہ اس سے انکار کر جاتے ہیں۔ لیکن اگر غور کیا جاوے۔ تو انکار کی کوئی معقول وجہ دکھلائی نہیں دی۔ سائنس کے موجب بنی نوع انسان کی پیدائش کو کئی لاکھ سال گزر چکے ہیں۔ اور اس سے پہلے یہ کرہ آتشین تھا اور اس میں کوئی مخلوق نہیں تھی۔ کیا عقل سلیم تسلیم کر سکتی ہے۔ کہ کروڑوں سال تک دنیا بغیر کسی ذی روح کے رہی۔ اگر نہیں رہی تو وہ مخلوق ضرور آتشیں ہوگی۔ کیونکہ آگ

میں مخلوق بھی آتشیں ہی ہونی چاہئے۔ اور ہم اسکو جن کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اسکی ایک دلیل اور بھی ہے۔ ہمارا کرہ زمین کروڑہا سیاروں، ستاروں کے نظام کا ایک ادنےٰ ممبر ہے۔ جسکے ایک معمولی ممبر کے مقابلے میں زمین کی حقیقت رائی کے دانے کے برابر بھی نہیں۔ اگر زمین کے سورج کے گرد گردش کرنے کے فاصلے کو نصف انچ کے برابر شمار کیا جاوے۔ تو سب سے نزدیک کا ستارہ چار ہزار میل کے فاصلے پر ہوگا۔ بہت سے ستارے ایسے ہیں۔ جن کی روشنی ہم تک لاکھوں برس کے بعد پہنچی ہے۔ تو کیا عقل خیال کر سکتی ہے۔ کہ زمین پر تو آبادی ہو اور باقی کروڑہا ستارے بغیر آبادی کے ہوں۔ اگر وہاں بھی آبادی مانی جاوے اور برائے عقل ماننی پڑے گی تو یہ بھی تسلیم کرنا پڑیگا کہ اُن کا وجود ہمارے وجود سے مختلف ہوگا۔ اور ان ستاروں کی حالت کے مطابق ہوگا۔ اور جو سیارے یا ستارے بہت گرم ہیں وہاں ایسے لوگ آباد ہوں گے جن کا وجود آگ کا ہوگا۔

اسی طرح اگر ہم غور کریں تو عقل کی رو سے قرآنی مسائل کی صحت کو ثابت کر سکتے ہیں۔ بہر صورت ہمیں ان امور کے انکار کرنے کی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی۔

الٰہی روزِ محشر جب ہجومِ عاصیاں ہوگا — تیری رحمت کا ممکن ہے کرشمہ بھی عیاں ہوگا

وہ ہے سرِّ الٰہی دو جہاں پر گر عیاں ہوگا — عیاں ہے جو نہاں ہوگا نہاں ہے وہ عیاں ہوگا

نہ کوئی حال کا پرساں نہ کوئی رازداں اپنا — غریبوں پر خداوندا تو ہی بس مہرباں ہوگا

تلاطم خیز طوفاں موجزن دریائے بے پایاں — جہازِ بارِ عصیاں کس طرح میرا رواں ہوگا

نمود و نام کی خواہش عبث ہے ایک دن محشرؔ
تیرا نام و نشاں بھی خاک میں، تو بھی نہاں ہوگا

# جذباتِ عشق روشنیٔ حقیقت میں

(ایم عبدالرؤف نشتر جنرل سیکرٹری بزم ادب لائبریری رانی لیدہ - انڈمان)

عشق کا صحیح نصب العین بدگمانی اور غلط فہمی کا پیدا ہونا ہے۔ اگر بے اعتباری اور بدگمانی نہیں تو کچھ نہیں ؎

تمنا ہے کہ درد عشق کو دل میں نہاں کر لیں ۔۔۔ مدد لے ضبط اپنے ظرف کا ہم امتحاں کر لیں

یہی وہ باتیں جس نے انسان کو خاص طاقت کا مالک بنا رکھا ہے۔ روز ازل کا وہ پر لطف انتخاب جسے خود ہم نے خدا کے روبرو منتخب کر کے شرف اشرف المخلوق پا کر نمایاں طور سے درجہ حاصل کیا ہے۔ شایان شان ہے۔ ہماری دلچسپ بلند خیالی اور عالی ہمتی نے اوراق دنیا پر فلسفیانہ رنگ چڑھا کر ضابطۂ ابتدا کو حاطۂ انتہا تک پہنچانا چاہا۔ حیف۔ فلک ناپائیدار کی بدمذاقی اور کج خلقی پر مسکرا مسکرا کر قلب زخم خوردہ پر نمک پاشی کر رہی ہے۔ عقائد عشق کو۔ عقل و علم۔ منطق و فلسفہ اپنے راہ مستقل سے نہیں پھیر سکتے۔ کائنات عشق کے سمجھنے اور جاننے والوں کو نہ فرشتوں کی حقیقت سے انکار ہے نہ یہ جنات کی ماہیت سے کچھ تعلق رکھتے ہیں۔ روشن خیالی اور رندہ دلی کی رو میں قضیہ دہریت کی طرف نظر اٹھانا بھی کسر شان ہے۔ فراخ حوصلی اکشادہ دلی کو قائم رکھ کر عقلی ثبوت کی تنقید و تردید میں پڑنا کار عشق نہیں۔ عشق خود ایک مذہب ہے جس کا کسی خاص مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔ عاشق آغاز عشق ہی سے اپنے عزم میں خود کو آراستہ و پیراستہ پا کر کسی ہمدردی اور لطف و کرم کی امید رکھنا بھی توہین محبت سمجھتا ہے۔ وہ اپنے ضمیر میں خواہشات کے ہوتے ہوئے بھی بے غرض رہنا پسند کرتا ہے۔ اس کا مقصود جداگانہ ہے۔ جو اسکو بھی نہیں معلوم۔ وہ خصوصیت سے دنیا کی نگاہوں میں آنا تاریک خیالی کم ہمتی اور بے ضابطگی خیال کرتا ہے۔

---

دنیا غافل ہو چکی ہے اور فراموش کرنے والے فراموش کر چکے ہیں۔ مگر جاننے والے جانتے اور پہچاننے والے پہچانتے ہیں۔ کہ عشق پیدا نہیں کیا جاتا بلکہ پیدا کیا جا چکا ہے۔ موجد عشق وہ ہے جو موجودات کا مالک و مختار ہے۔ اور عشق دین فطرت ہے۔

عشق کے معتقدین کی موجودہ دور میں بھی بڑی اکثریت ہے۔ توجیہات میں اختلاف ہے۔ مگر اسی عشق کی بدولت ایسے بھی رنگ پائے گئے ہیں۔ جنہوں نے رازِ روحانیت کو حاصل کر کے جذبۂ ذوق و شوق سے مغلوب ہو کر راحت و آرام کو خیرباد کہہ دیا ہے صاحب تخت و تاج ہوتے ہوئے سادہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ اُن کا طوطی بول رہا ہے۔ ان کے جذبۂ روحانیت کے سامنے دوست و دشمن، یگانہ و بیگانہ، موافق و مخالف سب کے سر خم ہیں۔ نامی گرامی مدبّر و مدمغ اُن کے فیض کمالات اللہ روحانی معجزات کو تسلیم کرتے ہوئے درس عبرت حاصل کرتے ہیں۔ ان کی مستقل مزاجی کی دنیا میں دھوم ہے۔ پائے استقلال کو لغزش نہیں ہوتی۔ عالم محویت میں رہتے ہوئے بھی وہ اپنے راز و نیاز خصوصی میں مصروف و مستغرق ہیں۔ اور اسی میں مسرت و راحت، شادی و مبارکبادی محسوس کرتے ہیں۔ ان کے قلوب زہد و محبت اور انوارِ عشق سے مرصع و مزین ہو کر منور ہیں۔ اُن کا حلقۂ اثر وسیع سے وسیع تر ہوتا جاتا ہے۔ سختیوں اور زیادتیوں سے متاثر نہ ہو کر ظلم و ستم پر شاد ہونا ان کا طرۂ امتیاز ہے۔ ان کی تلوارِ وفا کے پر اصرار جوہر۔ انتشار و افتراق، نفاق و اختلاف، جبر و جفا، نامرادی و ناکامی وغیرہ کی تاریک اور ہیبت ناک دنیا کو روشن و منور کرتے ہیں۔ اس دنیائے ہنگامہ پرور میں وہ عزت و احترام کے مستحق ہیں۔ مگر ان کی خوددارانہ روش اور غیرتمند طبیعت اپنے عز و وقار کی حکومت کو ٹھکراتی ہے۔ وہ خود حقیر کہلائیں مگر کسی کو ذلیل نہیں دیکھنا چاہتے۔

---

دنیائے عشق میں عاشق صادق کی ہستی ہادیٔ برحق پیکر صبر و رضا نمونۂ شرم و حیا سمجھی جاتی ہے۔ اس کی ہر بات حکمتوں کا مجموعہ معلوم ہوتی ہے۔ اس کا ہر فعل قوتِ انسانی سے سوا ظاہر ہوتا ہے۔ اسکی بے غرضی اور بے لوثی، اخلاق و مروّت، تہذیب و شائستگی، متانت و سنجیدگی، تحمل و برداشت، صبر و شکیب قابل قدر و رشک مانا جاتا ہے۔ وہ ہمدردی و موانست کا زندہ نمونہ اور محامد و محاسن کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔

عاشق اپنے جنبش تارِ نفس کے سکوت کو انجام کی آگاہی سمجھتا ہے۔ وہ پابند تقدیر نہ رہتے ہوئے ہر ممکن کوشش کو ہی اپنی کامیابی سمجھتا ہے۔ وہ ناکامی پر رونے والوں کو ہنستا ہے۔ اور ان کی زندگی کو موت تصور کرتا ہے۔ مشکل کام کو اپنے عمل سے آسان تر بنا لیتا ہے اور اس میں اپنی شان سمجھتا ہے۔ وہ دنیا کی قائمی کو صرف اپنے سے وابستہ رکھتے ہوئے خود کو فخرِ دنیا جانتا ہے۔ اپنی کم مائیگی اور بے بساطی کو تسلیم کرتے ہوئے بھی گرچہ

پہنچا ہوا ہی خیال کرتا ہے۔ وہ کبھی کبھی بے خودی میں کہتا ہے کہ میں تو روز اول عالم وجود میں آنا خیال سود مندی تصور کرتا تھا مگر بزم امکان میں آنا نقصان دہ ثابت ہوا۔ کبھی کہتا ہے کہ میں اظہار حقیقت کے لئے آیا ہوں ورنہ میرا کوئی مدعا ہی نہ تھا نہ ہے۔ وہ خود کو آئینہ انوار حقیقت کی جلا، مرجع آئین وفا، گلستان وحدت کی فضا۔ اور کونین میں سب سے رتبہ میں سوا جانتا ہے۔ وہ کبھی شکوہ سنج بیکسی اور مرقعۂ رنج و بے بسی ہو کر نوحہ خوان زندگی بن جاتا ہے۔

---

## سحرِ ساحر

گردشِ دوراں نے قائل کر دیا تقدیر کا　　پھاڑتا ہوں روز دامن اک نئی تدبیر کا

ماہِ انور حاشیہ ہے روئے پُر تنویر کا　　جلوۂ خورشید خاکہ ہے تری تصویر کا

ہوش کس کو ہے شبِ غم جذبۂ تاثیر کا　　دیکھئے کیا حشر ہوگا نالۂ شبگیر کا

بندہ پرور کیا محبت میں وفا بھی جرم ہے!　　مستحق سمجھا ہے مجھ کو کس لئے تقدیر کا!

دیکھتا ہوں میں ہر اک شے میں جمالِ روئے دوست　　ذرہ ذرہ آئینہ ہے یار کی تصویر کا

وہ شبِ وعدہ نہ آئیں گے نہ آئینگے کبھی　　نامہ بر دیتا ہے کیا دھوکہ مجھے تحریر کا

جس کو دنیا کہہ رہی ہے گردشِ لیل و نہار　　ایک چکر ہے وہ میری گردشِ تقدیر کا

باتوں باتوں میں لگا لائے کسی کو راہ پر　　چل گیا ساحر یہ جادو آپ کی تقریر کا

کیجئے ساحر کہاں تک شورہ بختی کا علاج

ہو گئی دیوانگی حلقہ مری زنجیر کا

# آزادیٔ نسواں

اس دور میں ارباب کشائش کا ہے فتویٰ — عورت نہ رہے پردۂ خانہ میں گرفتار
جس قوم کی عورت نہ رہے مرد کے ہم دوش — ہرگز نہیں وہ قوم ترقی کی سزاوار
جس قوم کی مائیں نہیں ماحول سے آگاہ — پیدا نہیں کرسکتی کبھی خالدؓ کردار
مسلم کو بھی خواہش ہے بقا کی تو سمجھ لے — آزادیٔ نسواں کے سوا کام ہے دشوار
گو فہم ہے کوتاہ میری عقل ہے کم رس — کہتا ہوں یقین سے مگر اے صاحب اسرار
اس قوم کی عورت وہ بنے شجر تناور — شاخوں کی طرح مرد نہ ہوں جھکے لچکدار
ہرگز نہ ہوں آزاد یہ ناموس کی خاطر — ہیں حضرت خولہؓ کی طرح ہاتھ میں تلوار

یہ مغربی تقلید کی تاثیر عیاں ہے
ہر عورت مشرق ہے بنی شعلۂ طرار

شہید ابن علی

# "میری دُنیا"

دلِ خانہ خراب کی دنیا — زُلف کے پیچ و تاب کی دُنیا
میری حسرت بھری جوانی ہے — اُن کے رنگیں شباب کی دُنیا
رونے دھونے سے کام ہے اپنا — میری دُنیا سحاب کی دُنیا
تیری دُنیا ہے رنگ رلیوں کی — میری دُنیا ہے خراب کی دُنیا
دردِ پیہم ہے نالہ پیہم ہے — میری دُنیا رباب کی دُنیا
لاکھ چاہا پہ ہل سکی نہ زباں — رازِ الفت! حجاب کی دُنیا

ہو مُبارک تجھے بھی بیباک
عالم اضطراب کی دُنیا

الطاف احمد بیباک

# عارفین کرام کے اصلاحات و اشارات

اگرچہ یہ مضمون بہت دقیق اور نہایت تفصیل کا محتاج ہے۔ اسلئے کہ اصطلاحات و اشارات ہر علم کے دشوار ہوتے ہیں۔ پھر یہ اصطلاحات و اشارات تو اس علم کے ہیں جو خود نہایت باریک ہے اور اس کی زبان رمز بیان سے نکلے ہیں۔ جن کی نسبت حضرت امام ابو سعید خراز رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عارفین کو وہ خزانے دیئے گئے ہیں جن میں علوم نادرہ اور اخبار عجیبہ ہیں۔ وہ ابدی زبان کیساتھ اس علم میں گفتگو کرتے ہیں۔ تاہم حسب استطاعت مطابق نمونہ مشتے از خروار قارئین عارف کے پیش نظر ہیں۔

**تجلی و استتار**۔ تجلی بمعنی ظاہر اور روشن ہونا اور استتار بمعنی پوشیدہ ہونا اور چھپنا۔ بعض صوفیا فرماتے ہیں کہ انسان کو اپنے وجود کا خیال نہ رہے اور اسکے اور اسکے معبود کے درمیان سے بشریت کا پردہ اٹھ جائے یہی تجلی ہے اور درمیان میں بشریت کا حائل رہنا استتار ہے میں یہ بھی عرض کر دوں کہ استتار عوام صوفیا کیلئے تادیب و تنبیہ ہے۔ اور خواص کیلئے رحمت اسلئے کہ حالت استتار ہی میں وہ اپنی اصلاح و درستی کر سکتے ہیں۔ تجلی میں ان کو کسی بات کا ہوش ہی کہاں ہوتا ہے۔ خواص کی حالت استتار میں مخلوق کو بھی فیض حاصل ہوتا ہے۔ اسلئے کہ یہی وہ حالت ہوتی ہے جس میں وہ مخلوق کی تعلیم و تربیت کر سکتے ہیں۔

**وجد**۔ بندہ کے کسی عمل مثلاً تلاوت وغیرہ سے اسکے دل پر مسرت و شادمانی یا رنج و ملال کی کیفیت کا طاری ہونا جس کا نزول اللہ تعالیٰ کیطرف سے ہوتا ہے اور اسکے نزول سے بندہ کی حالت متغیر ہو جاتی ہے۔ صوفیائے کرام نے وجد کو دل کا کان اور اسکی آنکھ فرمایا ہے۔

**غلبہ**۔ یہ ایک حال ہے جو بندہ پر طاری ہوتا ہے۔ جب یہ حالت کسی بندہ پر طاری ہوتی ہے تو جادہ شریعت کی تمیز باقی نہیں رہتی جس طرح دیوانے آدمی کو نیک و بد کی تمیز نہیں ہوتی اور وہ نہیں جانتا کہ کیا کر رہا ہے۔

اس حال کے پیدا ہونے کی کئی وجہ ہیں۔ مثلاً خوف، جلال، حیا وغیرہ وغیرہ نیز کبھی عذاب کے خوف کا غلبہ ہوتا ہے۔ کبھی حالت مشاہدہ میں اللہ تعالیٰ کے جلال کا غلبہ ہوتا ہے۔ کبھی کوئی حالت ہوتی ہے جو آدمی کو مفقود الہوش کر دیتی ہے۔ لیکن جو لوگ مستقل طور پر خلاف شریعت کام کیا کرتے ہیں وہ نہ مغلوب ہیں نہ معذور۔

**مسامرۃ**۔ اسمیں راز و نیاز کی باتیں کرنا یہ لغوی معنی ہیں فتوح الغیب میں ہے کہ مشاہدہ جمال میں پرلطف اور آرام بخش گفتگوئیں ہوتی ہیں اسکو مسامرۃ کہتے ہیں

**سکر و صحو**۔ حالت کے ایسے غلبہ کو جو صاحب حال کو مغلوب کر کے اسکے ہوش کو سلب کر لے سکر کہتے ہیں اور صحو سے مراد پھر ہوش میں آنا

اور سکر کی حالت کی درستی کرنا ہے۔ اب یہ بھی عرض کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ سکر اہل دل پر طاری ہوتا ہے۔ جو اپنے دل کی صفائی اور ذکر و شغل میں مصروف رہتے ہیں اور حالت صحو میں وہ ہوتے ہیں جن پر اشیائے غیب کی حقیقتیں منکشف ہو جاتی ہیں۔

**محو اثبات** ۔ خودی کو مٹانا اور خدا کو قائم رکھنا یہی خلاصہ محو و اثبات ہے۔

**علم الیقین** ۔ اس یقین کو کہتے ہیں جو غور و فکر اور استدلال سے حاصل ہو۔

**عین الیقین** ۔ جو بذریعہ کشف اور بخشش و عطا کے حاصل ہو۔

**حق الیقین** ۔ مشاہدہ جمال حقیقی میں جب کوئی شے حائل نہ ہو یہاں تک کہ آدمی کو اپنے تن بدن کی بھی خبر نہ ہو تو اسی کو وصال اور اسی کو حق الیقین کہتے ہیں۔ علم الیقین، عین الیقین، اور حق الیقین ان تینوں کے متعلق اور بہت سے حقائق و دقائق معرض بیان میں لائے گئے ہیں۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ علم الیقین معرفت کا حال ہے یعنی افعال خداوندی کے ذریعہ سے اسکو جاننے اور پہچاننے سے جو یقین حاصل ہوتا ہے۔ اور عین الیقین جمع کا حال ہے۔ یعنی صفات کے انکشاف سے خدا کا جو عرفان ہوتا ہے۔ حق الیقین جمع الجمع کا حال ہے۔ جبکہ وجود باری تعالیٰ کے سوا سب معدوم نظر آتا ہے۔

بعض بزرگان دین نے اسپر رسم الیقین اور حقیقت حق الیقین کا اضافہ فرمایا ہے۔ کہ رسم الیقین عوام صوفیا کے لئے ہے اور علم الیقین اولیا کے واسطے اور عین الیقین خواص اولیا کے واسطے اور حق الیقین انبیاء کے واسطے اور حقیقت حق الیقین خاص حضور اقدس سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے ہے۔

**تلوین و تمکین** ۔ تلوین کے معنی لغت میں رنگ بدلتے رہنے کے ہیں۔ ارباب عارف کے نزدیک تلوین سے مراد قلب کی حالت بدلتی رہنا ہے۔ کیونکہ اس درجہ میں اہل قلوب عالم صفات کی سیر میں مشغول رہتے ہیں اور صفات کے ساتھ ساتھ قلب کی حالت بدلتی رہتی ہے۔ کبھی بیقرار و مضطرب ہوتے ہیں۔ خوف کا غلبہ ہوتا ہے۔ آنکھوں سے آنسو جاری رہتے ہیں۔ کبھی برخلاف خوشی و شادمانی حاصل ہوتی ہے۔

تمکین سے مراد تجلی صفات سے گزر کر تجلی ذات کے مشاہدہ تک پہنچنا ہے اس میں تلوین نہیں ہوتی کیونکہ صفات کی ذات میں تغیر نہیں ہوا کرتا۔ اس تمکین سے مراد بندہ کے ذات کی تمکین نہ لینی چاہئے کیونکہ وہ بشر ہے اور بشر تغیر پذیر ہے اسکا تعلق ذات باری سے ہے جسکا انکشاف بندہ پر ہوتا ہے۔

(محمد شفیع علی خان بریلی)

# انتقاد

رسالہ الاصلاح ماہانہ سائز ۲۶×۲۰ صفحات ۱۹۲۔ کاغذ گلیز کتابت و طباعت صاف زیرادارت امین الدین اصلاحی چندہ سالانہ للعہ مقام اشاعت سرائے میر ضلع اعظم گڑھ
علمی و مذہبی مضامین کا قابلقدر رسالہ ہے۔ جو مدرسۃ الاصلاح سرائے میر کیطرف سے بہ پابندی وقت نکلتا ہے۔ جسکے تمام مضامین کا معیار بلند ہوتا ہے۔ عصر حاضر میں ایسے تمام مروجہ تعلیم یافتہ نوجوان جو فلسفۂ اسلام کو سائنس کی نظر سے جانچنا چاہتے ہیں۔ اُن کیلئے بالخصوص اور عام مسلمانوں کیلئے بالعموم اپنے نام اس رسالہ کو جاری کرانا نہ فقط اپنی معلومات میں اضافہ کرنے بلکہ مذہبی مدرسۃ الاصلاح کی امداد کا ثواب حاصل کرنیکا باعث ہے۔

رسالہ بلاغ ماہانہ سائز ۲۰×۲۶ صفحات ۶۴ کاغذ گلیز کتابت و طباعت عمدہ زیرادارت مولینا عرشی چندہ سالانہ عا مقام اشاعت امرتسر۔
مذہبی و اصلاحی رسالہ ہے۔ جو دائرہ امت مسلمہ امرتسر کی طرف سے تیرہ سال سے کلام الہی کے فہم و تدبر کی خدمت انجام دے رہا ہے اگرچہ قابل مدیر کے بعض اعتقادات استدلال سے مجھے اختلاف ہے۔ تاہم ان کی دماغی و ذہنی محنت اور جذبہ تنظیم اسلام قابلقدر ہے۔ چنانچہ علاوہ دیگر مذہبی مضامین کے بیان الناس کے نام سے قرآن مجید کی تفسیر بھی ہر ماہ رسالہ میں شائع ہوتی ہے۔ اور آج تک ۲۰ پاروں کی تفسیر مسلسل شائع ہو چکی ہے۔ لہذا عام مسلمانوں کو بلاغ کی خریداری سے قابل مدیر کی اعانت اور اپنی مذہبی واقفیت حاصل کرنی چاہیئے۔

رسالہ منزل ماہانہ۔ سائز ۲۰×۲۶ صفحات ۴۸ کاغذ رف کتابت خوشخط چھپائی عمدہ زیرادارت درویش میرٹھی چندہ سالانہ ۳؎ مقام اشاعت میرٹھ
منزل نے اگرچہ منازلِ ادب کی ابھی پہلی منزل میں ہی قدم رکھا ہے۔ لیکن ہو نہار برے کے چکنے چکنے پات کے مطابق ثابت ہو رہا ہے۔ کہ قابل مدیر کے زور قلم نیز طریق ترتیب و انتخاب مضامین کے باعث بہت جلد منازل ترقی طے کرتا ہوا بہترین ادبی رسائل کی صف میں شامل ہوگا لہذا جو لوگ اردو نظم و نثر کے کسی بلند معیار اور صحیح سلیس و بامحاورہ رسالہ کا مطالعہ کرنا مفید سمجھتے ہیں انکو منزل اپنے نام جاری کرانا چاہیئے

رسالہ واعظ۔ ماہانہ، سائز ۲۰×۲۶ صفحات ۴۰ کاغذ معمولی کتابت و طباعت صاف۔ زیرادارت حفیظ اللہ قریشی چندہ سالانہ عہ مقام اشاعت لاہور
قریشی بک ایجنسی کیطرف سے نکلتا ہے۔ جسکے اکثر مضامین اگرچہ رسالہ مولوی و مشورہ دہلی کے مطابق مذہبی ہوتے ہیں۔ لیکن معیار مختلف ہے۔ لہذا جن اصحاب کو متوسط اور قدیم طرز کے مذہبی مضامین مطالعہ کرنے سے دلچسپی ہو۔ اسکو واعظ منگانا چاہیئے۔

اخبار دورِ جدید۔ ہفتہ وار، سائز ۲۰×۲۶ صفحات ۱۶ کتابت جلی خوشخط چھپائی نہایت صاف زیرادارت ملک محمد حسن ہستاسی چندہ سالانہ ۵ روپے مقام اشاعت لاہور
پنجاب کے تمام ہفتہ وار اسلامی اخبارات میں یہ اخبار مسلمانوں کیلئے نہایت مفید ہے۔ جس میں اسلامی مضامین کے علاوہ تاریخی سیاسی بہترین

مضامین بھی ہوتے ہیں۔ قابل مدیر کا لیڈنگ آرٹیکل متانت و صداقت سے مملو عام مسلمانوں کی اسلامی و سیاسی معلومات کے اضافہ کا باعث ہوتا ہے ۔

**تاریخ نسب نامہ کھوکھراں حصہ اول و دوئم** | سائز ۲۰×۳۰/۱۶ حصہ اول کا کاغذ گلیز صفحات ۸۴ حصہ دوئم کا کاغذ رف صفحات ۱۹۶ مصنفہ ملک سراج الدین احمد خلف الرشید مولوی ملک علی محمد صاحب متولی و امام مسجد منشیانوالی مقام جھنگ (پنجاب)

مؤلف نے اس کتاب کے پہلے حصہ میں کھوکھر قوم کو بنی ہاشم کے شجرہ نسب سے وابستہ ثابت کرنیکی کوشش کی ہے۔ اور یہ بتایا ہے کہ حضرت عباس علیہ السلام کی اولاد ہند میں کیسے وارد ہوئی اور کس کس مقام پر سکونت پذیر ہوئی۔

دوسرے حصہ میں شجرہ نسب کی ضرورت و اہمیت۔ استناد و حفاظت وغیرہ پر بحث کی ہے۔ لہذا کھوکھر قوم کے لئے یہ دونوں کتابیں نہایت مفید ہیں۔ جنکے مطالعہ سے وہ اپنے شجرہ نسب کے علاوہ مذہب اسلام کے بعض تاریخی واقعات و بعض بزرگان اسلام کے حالات بھی معلوم کر سکتے ہیں۔ پہلے حصہ کی قیمت ۱۲ اور دوسرے حصہ کی ۸ ہے۔ ضرورتمند اصحاب مندرجہ بالا پتہ سے طلب کریں۔

**شجرۂ اسلام / شجرۃ الایمان** | دو نقشے ہیں۔ شجرۂ اسلام میں پیغمبر اسلام حضور پر نور علیہ الصلوۃ و السلام کے تقریباً ۲۵ جدید اردو القاب و خطابات آپکے ہر چہار اصحابہ کبارؓ کے اٹھ آٹھ جدید اردو القاب و خطابات کے علاوہ ان تمام اسمائے خطابی کے معانی و تشریح بالتفصیل بیان کی ہے۔

شجرۃ الایمان میں ایمان مفصل میں ایمان کے متعلقات یعنی رسولان برحق و کتب آسمانی و ملائکہ مقربین و پیغمبر آخر الزمان علیہ الصلوۃ والتسلیمات اور آپ کے صحابہ کبارؓ کے اسم گرامی اندراج سب متعلقات ایمان کی بالتفصیل تشریح کی ہے۔ ہر دو نقشے خوبصورت نقش و نگار میں خوشخط لکھے گئے ہیں اور نہایت صاف اور عمدہ گلیز کاغذ پر طبع ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں مطبوعہ نقوش پر ہاتھ سے مختلف رنگ بھی بھر دیئے گئے ہیں۔ لہذا متوسط گھروں کی دیواروں پر بجائے ردی اشتہار اور خلاف تہذیب تصاویر لگانے کے یہ فقط مفید ہو سکتے ہیں۔ بلکہ گھر کے بچوں بچیوں اور عورتوں کی مذہبی معلومات کا باعث بھی ہو سکتے ہیں

قیمت فی نقشہ ۸ ہے۔ (اگرچہ زائد ہے) اور رشید احمد رضوی علی برادران منزل امروہہ ضلع مرادآباد سے مل سکتے ہیں

---

رسالہ **محقق** ماہانہ سائز ۲۰×۳۰/۸ صفحات ۶۰ کاغذ گلیز کتابت و طباعت عمدہ زیر ادارت خواجہ منہاج حسین نعمی۔ سالانہ چندہ تین روپے مقام اشاعت ۔ ۔

اس میں تقریباً ہر قسم کے علمی ادبی اخلاقی تاریخی مضامین ہوتے ہیں۔ مضامین کا موجودہ معیار رسالہ کی ابتدائی عمر کے باعث اگرچہ فی الحال متوسط ہے۔ لیکن خواجہ صاحب کے علمی ذوق کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ محقق بہت جلد علم و ادب کا فی الواقع ثابت ہوگا۔ لہذا علم دوست اصحاب کیلئے محقق کی خریداری فرائض علم کی ادائیگی بلکہ علم دوستی کا ثبوت ہے۔ مدیر

# تعلیم نسواں کی بہترین کتابیں

**تعلیم نسواں کی پہلی**۔ اس میں خدا و رسول صلعم کے احکام و عقائد اسلام۔ اخلاق و ادب کی تعلیم ہے قیمت ۲ر

**تعلیم نسواں کی دوسری**۔ احکام اسلام اور بزرگوں کے آداب۔ تعلیم خانہ داری وغیرہ کے آسان اور مختصر مضامین ہیں۔ قیمت ۳ر

**تیسری** تعلیم اسلام۔ سلیقہ شعاری۔ صبر، استقلال پر دیگر مفید اسباق۔ قیمت ۴ر

**چوتھی**۔ اسلامی طریق معاشرت، تہذیب و تمدن و دیگر تاریخی مضامین قیمت ۵ر

**پانچویں**۔ مسائل اسلام۔ مشاہیر نسواں و دیگر ادبی معلومات قیمت چھ آنے ۶ر

**ادیب نسواں** خاوند کی اطاعت پردہ۔ گھر کے کام کاج و اخلاق ادب کی تعلیم قیمت ۴ر

**انشائے نسواں**۔ اردو لکھنے کا طریق رسم الخط کے آسان قواعد قیمت ۳ر

**زنانہ اردو خط و کتابت** زنانہ محاورات میں خط و کتابت کرنے کا طریقہ۔ قیمت ۳ر

**انتظام خانہ داری**۔ گھر کیسا ہونا چاہئے اسکے انتظام کا کیا طریقہ ہے قیمت ۳ر

**کھانا پکانا**۔ ہر قسم کے کھانے پکانے کی آسان ترکیب۔ قیمت ۵ر

**خوان نعمت کلاں** ہر قسم کے لذیذ و مرغن کھانے اچار، چٹنیاں، مربے وغیرہ بنانے کی ترکیب قیمت ۶ر

**رفیق نسواں** یہ کتاب مضامین کے لحاظ سے فی الواقع عورتوں کی رفیق حیات ہے قیمت ۶ر

**ماں بیٹی** بچپن سے لیکر بڑھاپے تک ضروریات زندگی و دیگر امورات کی تعلیم۔ قیمت ۶ر

**ہدیۃ المستورات**۔ بعض مذہبی ضروری مسائل کی تعلیم و دیگر اسلامی معلومات۔ قیمت ۳ر

**گھر کی ملکہ** گھر کے انتظام کا مکمل طریقہ قیمت ۲ر

**لیڈی ڈاکٹر** بچوں اور عورتوں کی پوشیدہ بیماریاں اور ان کے علاج۔ قیمت ۳ر

**بہشتی حوریں**۔ نیک بی بیوں کے متبرک حالات اور ان کے کارنامے۔ قیمت ۳ر

**خورشید جہاں**۔ ایک کنواری لڑکی کی دل ہلا دینے والی سچی سرگذشت۔ قیمت ۴ر

**سگھڑ سہیلی**۔ سگھڑ اور پھوہڑ سہیلی کا مقابلہ، فضول خرچی اور خوشامد کے نتائج۔ قیمت ۲ر

ملنے کا پتہ:۔ ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب بل روڈ۔ لاہور

| نام کتاب | قیمت | نام کتاب | قیمت | نام کتاب | قیمت |
|---|---|---|---|---|---|
| انسان اور اس کی زندگی | ۲؍ | ارمغان عرب | ۴ر | ہجرت | ۳ر |
| حکایات عرب | ۳ر | [illegible]ت | ۳ر | کبڑا شہزادہ | ۳ر |
| افسانہ ما | ۵ر | سچائی کا پرندہ | ۳؍ | پھولوں کا ہار | ۴ر |
| مور | ۲ر | پریوں کا بادشاہ | ۲ر | شاہ جہاں | ۱ر |
| بایزید بسطامی | ۲؍ | انمول موتی | ۳ر | حسن بصری | ۱ر |
| انگلش ٹیچر جدید | ۸ر | سولہ کہانیاں | ۸ر | مہمان و میزبان | ۳ر |
| بڑی بی | ۱۲ر | چار سہیلیاں | عہ ر | غزالی | ۱۰ر |
| بلقیس ملکۂ سبا | ۳ر | موروں کی شہزادی | ۴ر | بن شہزادی | ۲؍ |
| وفادار بیٹی | ۱ر | بیکاست بہو | ۱ر | جرنیل حمیدہ | ۲ر |
| دلاور سلطانہ | ۲؍ | یتیم لڑکی | ۱ر | نمیدی بیگم | ۱ر |
| دکھیاری دلہن | ۱ر | دکھیا شہزادی | ۱ر | شہزادی بلقیس | ۱ر |
| جہانگیر کی چہیتی بیگم | ۱ر | فریبی خالہ | ۱ر | چھمائیں | ۱ر |
| اخلاقی گیت | ۱ر | ننھے میاں | ۱ر | رت جگے کی رات | ۱ر |
| دولت کی پجارن | ۱ر | لاڈلی بیٹی | ۱ | سوتیلی ماں | ۱ر |
| چوروں کا گھر | ۱ر | چوروں کی بہو | ۱ر | بی ہمسائی | ۱ر |
| جن کٹنی | ۱ر | جادوگرنی | ۱ر | فقیر کی جھونپڑی | ۱ر |
| سگھڑ بیوی | ۱ر | بازیگرنی | ۱ر | پھولوں کا گہنا | ۱ر |
| خط تقدیر | ۶ر | فلودا طور نڈا | ۱۲ | گناہ کی راتیں | عہ ر |
| بچپن کی محبت | ۳ر | تصویر عشق | ۳ر | تیر نظر | ۲؍ |
| اسیر حسن | ۳ر | سوتیلی ملکہ | ۲؍ | محبت کے آنسو | ۳ر |
| عورت کا دل | ۴ر | دل کی قیمت | ۴ر | شریف عیار | ۲ر |

# مثنوی، مسدس، منظومات، غزلیات

**بانگ درا** سر اقبال مدظلہ العالی کا اسم گرامی محتاج تعارف نہیں۔ یہ انہیں کے اردو کلام کا مجموعہ ہے جسکا ایک ایک شعر جواہرات میں تولنے کے قابل ہے۔ اگر آپ نے آجتک اس مسلم اور فلاسفر شاعر اسلام کا کلام عالی نہیں دیکھا یا کچھ دیکھا ہے۔ اور کچھ نہیں دیکھا۔ تو آپ یہ کتاب ضرور مطالعہ فرمائیے۔ قیمت ۴؍

**مسدس حالی** مولانا حالی کی یہ وہ نظم جو ہر صاحب ایمان کو زبانی یاد ہے۔ جسمیں زمانہ سلف وحال کے مسلمانوں کی پوری سیرت درج ہے قیمت ۴؍

**نظم حالی** یہ بھی حالی کی ادبی نظموں کا قابل قدر مجموعہ ہے جس کی ہر ایک نظم مطالعہ کے قابل ہے۔ قیمت ۴؍

**دیوان کلیات نعت سرور** قیمت عہ

**نور وحدت** کامل نعت رسول کا مختصر مجموعہ ۴؍

**شمع رسالت** ۔ ۔ ۔ ۔ ۱؍

**صنم خانہ یثرب** ۔ ۔ ۔ ۔ ۱؍

**ساقی کوثر** ۔ ۔ ۔ ۔ ۱؍

**در یتیم** ۔ ۔ ۔ ۔ ۱؍

**مدینۃ الرسول** ۔ ۔ ۔ ۔ ۱؍

**مثنوی مولانا روم** اگرچہ اس سے پہلے بھی مثنوی کے کئی ایک ترجمے شائع ہو چکے ہیں، لیکن ایسا منظوم ترجمہ آج تک طبع نہیں ہوا۔ جسکے اوپر مثنوی کا اصل شعر ہے اور نیچے ترجمہ کا اردو ترجمہ ہے۔ اسکے چھ حصے ہیں۔ فی حصہ کی قیمت ۴؍ ہے اور چھ یکشت طلب کرنے پر صرف معہ

**دیوان فیضی** فیضی دربار اکبری کے ملک الشعراء تھے انکے فارسی علم ادب کا یہ نایاب مجموعہ ہے جسکا ہر ایک شعر تصوف میں ڈوبا ہوا ہے قیمت ۸؍

**میلاد اکبر** اکبر وارثی میرٹھی کا نعتیہ کلام۔ قیمت ۴؍

**باغ کلام اکبر** ۔ ۔ ۔ ۔ ۳؍

**مولود جدید** حضور پر نور صلعم کی ولادت کا بیان ۔ ۲؍

۔ **شہید** ۔ ۔ ۔ ۔ ۳؍

۔ **سعدی** ۔ ۔ ۔ ۔ ۴؍

۔ **رحمت الرحیم** ۔ ۔ ۔ ۔ ۴؍

۔ **مظہر النور** ۔ ۔ ۔ ۔ ۳؍

۔ **سعیدی** ۔ ۔ ۔ ۔ ۲؍

**مثنوی گلزار نسیم**۔ تعارف کی محتاج نہیں ۔ ۲؍

**ترانہ عاشق**۔ عاشق صاحب کے عاشقانہ کلام کا مجموعہ ۔ عہ

مردِ عارف کیلئے ہے اس میں رازِ زندگی
اہلِ بینش کیلئے ہے سوز و سازِ زندگی

اسلامی، ادبی، تمدنی، معاشرتی مضامین کا

ماہانہ رسالہ

میری نوا سے ہوئے زندہ عارف و عامی
دیا ہے میں نے انہیں ذوقِ آتش آشامی
عجب نہیں کہ مسلماں کو پھر عطا کر دے
شکوہِ سنجر و فقرِ جنید و بسطامی

مدیر
عبدالرحمٰن شوق امرتسری

پرنٹر پبلشر
ملک دین محمد

چندہ سالانہ ایک روپیہ

ملک دین محمد پرنٹر پبلشر نے فیروز پرنٹنگ ورکس ۱۱۹ سرکلر روڈ میں طبع کرا کر بل روڈ لاہور سے شائع کیا۔

# فہرست مضامین



**گزارش واقعی**۔ عارف کے بعض قلمی معاونین کے جو قابلقدر مضامین اشاعت حاضرہ میں بھی درج نہیں ہو سکے وہ عارف کی آئندہ اشاعت میں یقیناً درج ہونگے۔ لہٰذا محترم مشاہیر علم و ادب اس تاخیر و تعویق کو نظر انداز فرماتے ہوئے براہ کرم عارف کی قلمی اعانت کو ہمیشہ مدنظر رکھا کریں۔ (مدیر)

# عارف:-

ھوالاول

جلد ۱ | ماہ جون ۱۹۳۷ء | نمبر ۹

## لمعاتِ اولین:-

پچھلے مہینے کے عارف میں اس خادم اہل قلم نے جس تجدید عمل کی استدعا کی تھی۔ اس سے مقصود یہ تھا۔ کہ ملک کے صدہا اہل قلم میں سے اگر چند ایک ہی فلسفۂ اسلام، اسلامی تہذیب و تمدن، اسلامی اقتصادیات، مسلم طریق معاشرت وغیرہ پر (ادبی رنگ میں) اپنے اپنے خیالات کا اظہار فرماتے۔ تو یہ امر نہ فقط ناچیز مدیر عارف کا ہاتھ بٹانے کا موجب، بلکہ اسلامی لٹریچر میں مفید اضافہ کا باعث ہوتا۔ لیکن اس عرضداشت پر چونکہ آج تک کسی اہل قلم نے توجہ نہیں فرمائی۔ اسلئے مشاہیر علم و ادب کی اس بے توجہی پر تعجب کیساتھ جن خیالات کا پیدا ہونا لازمی ہے ان کو یہ خادم اہل قلم ظاہر کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہے۔

---

عدیم الفرصتی، بے توجہی، غیر ضروری، بے فائدہ تقاضا، خوشامد وغیرہ کی ایسی تمام توجیہات کے بعد ان باتوں کا ذہن نشین ہو جانا بھی یقینی ہے (۱) بعض اہل قلم فسانہ نگاری کے علاوہ کسی اور موضوع پر لکھنا ہی نہیں چاہتے (یا شاید نہیں جانتے) (۲) کچھ ایسے ہیں جو تقلید اور جدت، مفید و مضر کی بحث سے بے نیاز ہو کر صرف زمانہ کے رُخ اور موجودہ نگاہی و انسانوی مذاق کے مطابق آرٹ، حسن، نیچر وغیرہ کو ہی اپنا

مطمح نظر قرار دیتے ہوئے، اپنی موضوعیت کے متعلقہ واقعات وحادثات کو ادبی وفکاہی رنگ میں رنگنا ضروری خیال کرتے ہیں (۳) اکثر ایسے ہیں جو مذہبی تعلیم اور اسلامی معلومات سے ناواقف ہیں (۴) وہ علماء ادباء محترم صرف انگلیوں پر ہی شمار ہو سکتے ہیں۔ جو ہر ایک موضوع پر موجودہ ادب کے مطابق لکھ سکتے ہیں اور انہی مخدومان محترم سے مدیر عارف کی استدعا ہے کہ وہ تساہل و تقاضا منفعت و خوشامد سے بے نیاز ہو کر محض اسلام اور مفاد المسلمین کے لئے عارف کو اپنی قلمی اعانت سے محروم نہ فرمائیں

---

اسی طرح ملک کے سینکڑوں رسائل و اخبارات کے ہزارہا ناظرین میں سے عارف صرف انہی معزز تعلیم یافتہ قارئین کرام سے اپنی اعانت کا خواستگار ہے جنہیں اسلامی، ادبی، تاریخی، اقتصادی مضامین سے دلچسپی ہو۔ لہٰذا جبکہ عارف حتی الوسع اپنے قارئین کرام کے مذاق کے مطابق ہر ماہ انکی دلچسپی کا سامان بہم پہنچانے میں کوشاں ہے تو امید کیجا سکتی ہے کہ محترم قارئین کرام بھی اپنا فرض ادا کرنے کیلئے عارف کا سالانہ زرچندہ ادا کرنے نیز اسکی ترقی اشاعت کی تحریک سے جدید خریداران عارف پیدا کرنے میں کارکنان عارف کو رہین منت فرمائینگے۔

---

یہ خادم اہل قلم اپنے فرض ادارت کو ضروری اور کسی شخصیت یا منفعت کو غیر ضروری سمجھتے ہوئے نہ فقط ایسے موصول شدہ مضامین عارف میں درج کرنے سے مجبور رہے (جو کہ معیار ادب پر پورے نہ اترے) بلکہ عام فکاہی، قلمی، افسانوی مذاق کی تقلید سے بھی۔ البتہ ملک کے فکاہی، قلمی، افسانوی مذاق کو مدنظر رکھتے ہوئے عارف کے مخدوم و مکرم پرنٹر صاحب نے لاہور کے ایک فکاہی قلمی بلند پایہ رسالہ "نوابصاحب" کی ملکیت کے تمام حقوق بلکہ رسالہ ہذا کے زندہ دل نوجوان سابق پرنٹر و ایڈیٹر نوابصاحب ایم اشفاق غازی سلمہ کی خدمات نہ صرف رسالہ نوابصاحب کے اہتمام کیلئے بلکہ عارف کی کنویسنگ کے متعلق بھی حاصل کر لی ہیں۔ چنانچہ ماہ جون ۱۹۴۳ء کا رسالہ نواب صاحب اب فرم ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب لاہور وابستہ عارف کے ساتھ شائع ہونا شروع ہو جائیگا۔ لہٰذا جن اصحاب کو ادب اسلامی کے علاوہ فکاہی، قلمی، افسانوی ادب سے دلچسپی ہو۔ انکو رسالہ نوابصاحب لاہور بھی طلب کرنا چاہئے۔

بعض اہل قلم کے قابلقدر مضامین درج عارف ہونے میں جتنا خیر ہو رہی ہے اس تاخیر سے کسی صاحب مضمون کو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ان کا مضمون رسالہ عارف کی پالیسی کے خلاف ہے۔ بلکہ ان کو یقین رکھنا چاہئے کہ ایسے تمام مضمون مدیر عارف کے فائل میں محفوظ ہیں۔ جو اگرچہ عارف کی محدود ضخامت کے باعث آج تک شائع نہیں ہو سکے۔ لیکن وقت اور موقعہ کے لحاظ سے یکے بعد دیگرے ایسے تمام قابلقدر مضامین عارف کی زینت کا باعث ہو کر رہیں گے۔ (مدیر)

# معارف القرآن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ثُمَّ يَتُوبُ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

پھر اسکے بعد اللہ تعالیٰ جس پر چاہے گا (اپنی رحمت سے) رجوع کرے گا (یعنی توبہ قبول کرے گا) اور اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

---

توبہ کے معنی رجوع ہونے اور لوٹنے کے ہیں۔ کاملوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے رجوع ہونا یا لوٹنا مزید رحمت واکرام کا باعث ہے۔ اور خطا کاروں کیلئے قبولیت و مغفرت کا سبب۔

لہٰذا ہر ایک بندہ کو اس ارشاد الٰہی کے مطابق اپنے مالک العباد کی بخشش کا اُمیدوار رہنا چاہیے۔ برعکس اس کے یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت سے مایوس ہونا غفور الرحیم کی صفات حسنہ میں شک کرنیکا مترادف ہوگا۔ کیونکہ جو شخص اپنی عبودیت و بشریت کی خطاؤں کا اقرار رکھتے ہوئے اپنے مالک حقیقی سے رحمت و مغفرت کا طلبگار رہتا ہے۔ وہ یقیناً ارحم الراحمین کی رحمت سے سرفراز ہوتا ہے۔

لیکن صحیح معنوں میں اپنی خطاؤں اور گناہوں پر نادم ہونا چاہیے۔

اگرچہ دُنیا کی کسی خطا کا اظہار ندامت آنکھوں سے اور اُسکا اقرار یا معذرت زبان پر منحصر ہے۔ لیکن کسی دینی گناہ کا احساسِ ندامت دل سے اور اس کا اقرار یا امید بخشش بارگاہ الٰہی میں توبہ اور سر تسلیم خم کرنے پر ہی موقوف ہے۔

---

دُنیا کے جملہ مذاہب کے بالمقابل (چونکہ صرف مذہب اسلام کا ازمانۂ سلف ہی ایسا درخشاں اور مسلمانوں کے لئے باعثِ صد افتخار ہے۔ جسکے سامنے دنیا کا کوئی ایک مذہب اپنے زمانۂ سلف کی وہ تمثیل پیش کرنے سے قاصر ہے جو انسانی زندگی کے ہر ایک شعبہ کو متعلق احکام الٰہی کے مطابق پیش کی جاسکے۔

لہٰذا مندرجہ بالا موضوع یعنی گناہ، ندامت، بخشش و اجابت کے متعلق مجھے اسلام اور زمانۂ سلف کے مسلمانوں کے طرزِ عمل کا ہی ایک واقعہ تمثیلاً عرض کرنا پڑا ہے۔

حضرت ہلالؓ بن امیہ، مرارہؓ بن ربیع اور کعبؓ بن مالک رضوان اللہ تعالےٰ اجمعین زمانہ سلف کے اولین مسلمان تھے۔ اور ان بہتر سابقین انصار میں سے تھے۔ جنہوں نے عقبہ ثانیہ میں ہادی اسلام خیرالانام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کی تھی۔ بلکہ ہلالؓ اور مرارہؓ بدری اصحاب بھی تھے۔ یعنی ان جانثاران اسلام میں سے تھے۔ جنہوں نے جنگ بدر میں شرکت کی تھی۔

۹ھ ہجری میں حضور پرنور صلعم کو مجاہدین اسلام کے ہمراہ غزوہ تبوک میں شامل ہونا پڑا۔ لیکن تقریباً دس مسلمانوں کے ساتھ ان ہرسہ اصحاب کبارؓ سے بھی غزوہ تبوک کی شمولیت میں کوتاہی ہوگئی۔

چنانچہ اس یعنی کوتاہی پر خدا اور اُسکے رسول مقبول صلعم کی خفگی۔ نیز جانثاران اسلام کی اطاعتِ رسولؐ خطاکاروں کی توبہ و ندامت۔ ازاں بعد اللہ کی مغفرت و رحمت اور اسپر اظہار مسرت وغیرہ کی جو کیفیت حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائی ہے۔ وہ قارئین عارف کے لئے باعثِ عبرت و موعظت ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔

"میں نے تمام غزوات میں رسول مقبول صلعم کے ساتھ شرکت کی سعادت حاصل کی۔ اور غزوہ تبوک میں بھی اگرچہ شامل ہونے کا قصد تھا۔ لیکن اپنے معاملات نپٹانے میں آج اور کل ہوتے ہوتے جب رسول کریم صلعم کی واپسی کا وقت آپہنچا۔ تو مجھے اپنے اس تساہل پر سخت افسوس ہوا۔ لیکن اب سوائے معذرت کے اور کیا ہو سکتا تھا"

چنانچہ جب حضور پرنور صلعم میدانِ جنگ سے آتے ہی حسب معمول مسجد میں تشریف لائے۔ تو وہ لوگ جو اس غزوہ میں شامل نہ ہوئے تھے۔ یکے بعد دیگرے حاضر خدمت ہو ہو کر معذرتیں کرنے لگے۔ اور قسمیں کھا کھا کر اپنی سچائی

کا یقین دلانے لگے۔ یہ کچھ اوپر ۸۰ نفر تھے۔ انہوں نے جو کچھ عرض کیا۔ آنحضرت صلعم نے قبول کر کے ان کے دلوں کا معاملہ تو اللہ تعالےٰ پر چھوڑ دیا۔ لیکن جب میری طرف متوجہ ہوئے تو میرے دل نے یہ گوارا نہ کیا۔ کہ جھوٹی معذرت بنا کر میں اپنی سچائی کا یقین دلاؤں۔ میں نے جو سچی بات تھی وہ صاف صاف عرض کر دی۔

آپ نے سن کر فرمایا۔

اچھا جاؤ اسوقت تک انتظار کرو جب تک اس بات کا اللہ تعالےٰ فیصلہ کر دے۔

میں یہ سنکر مایوس سا ہو گیا۔ پھر میں نے لوگوں سے پوچھا کیا کسی اور شخص کو بھی ایسا حکم ملا ہے۔ لوگوں نے کہا۔ ہاں۔ مرارہؓ بن ربیع اور ہلالؓ بن اُمیہ کو بھی ایسا ہی ارشاد ہوا ہے۔ اسکے بعد رسول اللہ صلعم نے اپنے تمام صحابہ کرامؓ کو حکم دیدیا۔ کہ ہم تینوں سے کوئی بات چیت تک نہ کرے

اس ارشاد رسول مقبول صلعم کے مطابق جب سب نے ہم سے منہ پھیر لیا۔ تو اس اچانک مصیبت سے ہمارے لئے دنیا تاریک ہو گئی۔

اس مصیبت میں میرے دونوں شریک حال یعنی مرارہؓ و ہلالؓ نے تو خانہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ لیکن میں ایسا سخت جان تھا۔ کہ اس ندامت آمیز زندگی میں بھی روز مسجد نبویؐ میں جاکر نماز جماعت میں شریک ہوتا۔ اور پھر سب سے الگ ایک گوشہ میں بیٹھ رہتا۔ اکثر ایسا ہوتا کہ نماز کے بعد حضور پر نور صلعم کے قریب جاکر سلام عرض کرتا اور دل میں یہ خیال رکھتا کہ دیکھوں سلام کے جواب میں حضور پر نور صلعم کے لب ہائے مبارک کو حرکت بھی ہوتی ہے یا نہیں) لیکن حضور پر نور صلعم سلام کا جواب نہ دیتے۔ بلکہ رُخ مبارک پھیر لیتے۔ لیکن کبھی کبھی گوشہ چشم مبارک سے دیکھ بھی لیا کرتے۔ لیکن جب میری نگاہ پاس اٹھتی تو رُخ مبارک پھر جاتا۔

انہی دنوں میں ایک روز شہر سے باہر قتادہ کے باغ تک پہنچ گیا (قتادہ میرا چچا زاد بھائی تھا۔ میں اپنے تمام عزیز و اقارب میں اسے زیادہ عزیز رکھتا تھا) لیکن میں نے جب اسے سلام کہا تو اسنے میرے سلام کا جواب تک نہ دیا۔ اسکے اس روکھے پن پر متعجب ہو کر میں نے اس سے کہا۔

ابو قتادہ! کیا تم نہیں جانتے کہ میں مسلمان ہوں اور اپنے دل میں اللہ اور اس کے رسول مقبول صلعم کی محبت رکھتا ہوں۔

لیکن اس نے پھر بھی مجھ سے بات کرنا تو درکنا رُخ تک نہ کیا۔

آخرکار جب میں نے بار بار یہی بات دہرائی تو صرف اتنا کہا۔

اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ - یعنی اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتا ہے

مفہوم یہ تھا۔ مجھے معلوم تو سب کچھ ہے۔ کہ تم پکے مسلمان بھی ہو اور اللہ اور اسکے رسول صلعم سے محبت بھی کرتے ہو۔ لیکن میں ایسے جاننے کو کیا کروں۔ جاننا تو اللہ اور اسکے رسولؐ برحق کا ہے۔ اور اس کا حکم یہی ہے۔ کہ تم سے کوئی واسطہ نہ رکھوں۔ پھر فرماتے ہیں۔

یہ سُنکر مجھ سے ضبط نہ ہو سکا۔ جی بھر آیا اور آنکھوں سے بے اختیار آنسو رواں ہو گئے۔ آخر آنسو پوچھتے اور ارشاد رسول مقبول صلعم پر اپنے مسلمان بھائیوں کی اسقدر اطاعت اور اپنی خطا کی ندامت کا احساس دل میں لئے ہوئے جب وہاں سے واپس ہوا۔ تو راستہ میں مجھے ایک قاصد نے بادشاہ غسان کا ایک خط دیا جس میں لکھا تھا۔

"چونکہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارا آقا تم پر ناراض ہے اور تم پر سختی کی گئی ہے۔ اسلئے اگر تم ہمارے پاس چلے آؤ۔ تو ہم تمہاری قدر و منزلت کریں گے"

یہ خط پڑھ کر میں نے اپنے دل میں کہا۔ لو یہ ایک اور نئی مصیبت آ رہی ہے۔ الغرض جب اس مایوسانہ حالت میں چالیس دن پورے ہو چکے تھے تو حضور پرنور صلعم کی طرف سے مجھے یہ حکم ملا کہ تم اپنی بیوی سے الگ ہو جاؤ۔

میں نے پوچھا۔ کیا طلاق دیدوں؟۔

کہا گیا۔ نہیں صرف علیحدگی کا حکم ہے۔ بلکہ ہلالؓ اور مرارہؓ کو بھی ایسا ہی ارشاد ہوا ہے۔

چنانچہ میں نے اس ارشاد رسول مقبول صلعم کے مطابق اپنی بیوی کو اسکے میکے بھجوا دیا۔ اس واقعہ کے بعد جب دس روز اور گزر چکے تو پچاسویں صبح کو جب کہ میں اپنے مکان کی چھت پر نماز پڑھ کر ٹھیک اسی حالت میں بیٹھا تھا۔ جیسی حالت اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیت میں بیان فرمائی ہے۔ جس کا مختصر ترجمہ یہ ہے۔

"اسی طرح ان تینوں شخصوں پر بھی (یعنے مجھ پر مرارہ اور ہلال پر) توجہ فرمائی۔ جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا تھا۔ اسوقت جبکہ زمین اپنی تمام وسعت کے بھی ان کے لئے تنگ ہو گئی تھی اور وہ خود بھی

اپنی جان سے تنگ آ گئے تھے۔ اور انہوں نے سمجھ لیا تھا کہ اللہ سے بھاگ کر انہیں کہیں پناہ نہیں مل سکتی۔ بجز اسکے کہ اسی کی طرف رجوع کیا جاوے۔" (القرآن الحکیم سورہ التوبہ ع۴)

فی الواقعہ میں اپنی زندگی سے بیزار ہو چکا تھا۔ اور خدا کی ساری زمین میرے لئے تنگ ہو گئی تھی۔ اچانک کیا سنتا ہوں کہ کوہ سلع پر کوئی شخص پکار رہا ہے۔ کہ

"کعب بن مالک بشارت ہو تم کو کہ تمہاری توبہ قبول ہو گئی ہے"

تھوڑی دیر میں لوگ جوق در جوق مجھے مبارک دینے کے لئے میری طرف دوڑے۔ در یہ مسجد نبوی میں حاضر ہوا۔ وہاں دیکھا۔ کہ حضور پر نور صلعم اپنے صحابہؓ کے حلقہ میں تشریف فرما ہیں اور چہرۂ مبارک چاند سے زیادہ درخشاں ہے۔ چونکہ ہم سب کو یہ بات معلوم تھی کہ حضور پر نور صلعم جب خوش ہوتے تھے۔ تو چہرۂ مبارک چاند سے بھی زیادہ چمکتا تھا۔ اسلئے ہماری نظر ہمیشہ آپ کے رخ پر نور پر ہی لگی رہتی تھی۔ چنانچہ مجھے دیکھتے ہی فرمایا

"کعب! تجھے اس دن کے ورود کی بشارت دیتا ہوں۔ جو تیری زندگی کا سب سے بہتر دن ہے۔

میں نے عرض کیا۔ میرے حال پر یہ شفقت و رحمت آپ کی جانب سے ہے یا اللہ کی طرف سے؟

فرمایا۔ اللہ کی اس وحی سے (جس کا مختصر ترجمہ گزشتہ صفحہ پر درج کر دیا گیا ہے۔

یہ تھا۔ اسلام اور ہادی اسلام کی تعلیم کا اثر۔ خدمت حق میں تساہل کا نتیجہ۔ اطاعت رسول و اخوۃ اسلامی۔ اور زمانہ سلف کے مسلمانوں کا اپنی خطا پر نادم ہو کر توبہ کے لئے درگاہ الٰہی میں بخشش کا امیدوار ہونا

اگر موجودہ زمانہ کے مسلمان۔ زمانہ سلف کے مسلمانوں کا ایسا ہی طرز عمل اختیار کریں۔ تو آج بھی اسلام اور ہادی اسلام کی طفیل مسلمانوں پر اللہ تعالےٰ کی رحمتیں نازل ہو سکتی ہیں۔　(مساحبس)

---

## آہ! صبی مرحوم

جن قارئین کرام نے عارف کے پہلے دو نمبروں کی کتابت ملاحظہ فرمائی ہے۔ یا جو اصحاب اردو رسم الخط کے مبصر ہیں۔ ان کیلئے یہ خبر رنجدہ ثابت ہو گی۔ کہ فن کتابت کا ماہر خصوصی عزیزم صبی بن قوی امروہوی عارف کے پہلے دو نمبر لکھنے کے بعد ہی بیماری جگر میں ایسے مبتلا ہوئے کہ بستر علالت سے نہ اٹھ سکے۔ آخر مورخہ ۲ مئی ۱۹۳۶ء کو چار ماہ کی مسلسل علالت اور اپنے عہد شباب میں ہی اس دار فانی سے رحلت کر گئے۔ درگاہ ایزدی میں دعا ہے کہ خداوند کریم مرحوم کو غریق رحمت کرے اور ان کے متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے

عبدالرحمٰن شوق امرتسری (مدیر عارف)

# احادیث خیر الانام

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا

"مومنوں میں سب سے زیادہ کامل ایمان اس کا ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں"

---

حسن اخلاق کا اساسی مرکز محبت ہے۔ اور تمام محبتوں کا مرجع و ماوی محبت الٰہی۔ لیکن محبت الٰہی توحید سے وابستہ ہے۔ بغیر توحید کے محبت الٰہی سے قلب روشن نہیں ہو سکتا۔ جیسے کہ کسی عارف اکمل کا یہ شعر ہے ؎

ضِيَاءُ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ اِذَا اشْتَرَكَا ۔۔۔ نَمُوْذَجٌ مِّنْ صَفَاءِ الْحُبِّ وَالتَّوْحِيْدِ اِذَا اشْتَكَا

یعنی کہ آفتاب اور چاند کی مشترکہ ضیاء سے (جیسی روشنی ہو سکتی ہے) ویسی ہی پاکیزگی و صفائی کی تمثیل محبت توحید میں جذب ہو جانے کی ہے۔ اگرچہ آفتاب و ماہتاب کے باہمی نور کی اس تمثیل کو توحید الٰہی اور اسکی محبت کے انوار کے ساتھ اتنی بھی نسبت نہیں۔ جتنی کہ ذرہ کو آفتاب سے ہے۔ لیکن دنیا میں بظاہر ان ہر دو انوار کے بالمقابل چونکہ کوئی اور نور ایسا نہیں۔ جسے آنکھ کا نور دیکھنے کی تاب نہ لا سکے۔ اسلئے تمثیلاً کہا جا سکتا ہے۔ جیسے کہ امام الاولیا حضرت شیخ علی رحمتہ اللہ علیہ کا مقولہ ہے۔

"جس طرح آنکھ آسمان کے چاند اور سورج کو دیکھ سکتی ہے۔ اسی طرح توحید و محبت سے اگر انسان کا قلب منور ہو تو وہ اسرار الٰہی بلکہ عرش الٰہی تک دیکھ سکتا ہے۔"

---

اس محبت الٰہی کے ضمن میں اس محبوب و محترم ہستی سے بھی محبت کرنا جزو محبت الٰہی ہے۔ جس کی ہدایت

د شریعت سے ہر مومن کو گوہر ایمان حاصل ہوا۔ کیونکہ جب تک انسان کے قلب میں فخر موجودات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی محبت دنیا کی ہر ایک محبت سے زیادہ نہ ہو اسوقت تک کوئی شخص ایمان میں کامل نہیں ہو سکتا۔

جیسے کہ حضور پرنور صلعم کی یہ حدیث ہے جو صحیح بخاری کے باب کتاب الایمان میں ہے

"تم میں سے کوئی اسوقت تک ایمان میں کامل نہیں۔ جب تک اسکے دل میں میری محبت اس کی اولاد، والدین اور تمام لوگوں سے زیادہ نہ ہو"

یعنے اس محبت کے سامنے دنیائے فانی کی تمام فانی محبتیں رشتہ داریاں اور ہر قسم کی قرابتیں (جو انسان کی خود غرضیاں اور نفسانی خواہشات سے ملوث ہیں) ہیچ ہیں۔

---

خدا اور اسکے رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی محبت ہی ایمان کے دو اثرات ہیں۔ تیسرا اثر یہ ہے کہ اپنے ہم جنسوں اور پڑوسیوں سے اسی طرح محبت اور اخلاص رکھے جس طرح کہ اپنے آپ سے۔

جیسے کہ حضور پرنور صلعم کی یہ حدیث بخاری و مسلم کے باب کتاب الایمان میں ہے :-

"قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ تم میں سے کسی کا ایمان اسوقت تک کامل نہیں جب تک وہ اپنے بھائی اور پڑوسی کے لئے وہی نہ چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہے"

لیکن یہ محبت خود غرضی۔ ریاکاری۔ نمائش۔ خوشامد کے لئے نہ ہو۔ بلکہ بے غرض ہو اور صرف خدا کے لئے ہی ہو تاکہ یہ محبت توحید الٰہی میں جذب ہو کر ایمان کو منور کر سکے۔ کیونکہ ایمان ہی مذہب کا اصل الاصول ہے۔ اور تمام نیکیاں۔ ہر قسم کی بھلائیاں۔ خوبیاں۔ اخلاق و ادب۔ تواضع انکساری۔ مہمان نوازی۔ سچائی۔ وعدہ وفائی۔ شرم و حیا وغیرہ وغیرہ یہ ایمان کی ہی کچھ اوپر ستر شاخیں ہیں۔

اور جس شخص میں یہ باتیں نہ ہوں۔ اسکا ایمان کامل نہیں ہو سکتا۔

جیسے کہ حضرت خیرالانام ہادی اسلام صلعم نے فرمایا ہے :-

"نفاق کی چار نشانیاں ہیں۔ جس شخص میں ان میں سے ایک بھی پائی جائے خواہ وہ نماز گزار اور روزہ دار ہی کیوں نہ ہو اس میں اسی قدر نفاق کی آمیزش ہے"

(۱) گفتگو کرے تو جھوٹ بولے۔

(۲) وعدہ کرے تو توڑ دے۔

(۳) امانت سپرد کی جائے تو خیانت کرے۔

(۴) غصہ آئے تو گالی بکے۔

کسی صحابی نے حضور پر نور صلعم سے دریافت فرمایا

کامل اسلام کس مسلمان میں ہے؟۔

فرمایا:۔ "اس سلمان میں جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرا سلمان محفوظ رہے"

اسی طرح ارشاد فرمایا:۔ "ایمان کی ستر سے کچھ اوپر شاخیں ہیں جس میں سے ایک شرم و حیا بھی ہے"

" " " " :۔ "جس کو خدا اور آخرت پر ایمان ہے اسکو چاہیے کہ زبان سے بات نکالے تو اچھی ورنہ چپ رہے"

" " " " :۔ "اپنے پڑوسی کو دکھ نہ پہنچائے"

" " " " :۔ "مہمان کی عزت کرے"

اپنے اصحاب سے فرمایا:۔ تم میں سے اگر کوئی برائی دیکھے تو اسکو ہاتھ سے مٹادے یہ نہ ہو سکے تو زبان سے ٹوک دے۔ یہ بھی نہ ہو سکے تو اپنے دل میں بُرا سمجھے۔ یہ ایمان کا آخری درجہ ہے۔

---

جو مسلمان ایمان کا کامل درجہ رکھتے ہیں۔ موجودہ زمانہ میں ان مسلمانوں کے دل کا حال تو خدا ہی جانتا ہے۔ البتہ حضور پر نور صلعم کے بعد اُن کے صحابہ کرام و اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین اپنے جس طرز عمل سے اکمل الایمان تھے اسکے متعلق امام حسن و امام حسین علیہما السلام کا اسوۂ حسنہ مطالعہ فرمایئے۔

امام الاولیا حضرت شیخ علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ اپنی تصنیف لطیف کشف المحجوب میں لکھتے ہیں۔

"میں نے حکایات میں پڑھا ہے۔ کوفہ میں ایک روز امام حسن علیہ السلام اپنے مکان کے دروازہ پر بیٹھے تھے۔ ایک اعرابی جنگل سے آیا۔ اسنے امام حسنؓ کے سامنے آتے ہی ان کو اور اُن کے ماں باپ کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔

لیکن آپ نے اس پر بجائے کسی قسم کی ناراضگی ظاہر کرنے کے اس اعرابی سے فرمایا۔

اے اعرابی۔ کیا تجھے بھوک نے ستایا ہے یا پیاس نے۔ یا کسی نے تم کو آزار پہنچایا ہے؟

اعرابی نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ بلکہ وہ بار بار یہی خرافات بکتا رہا کہ آپ ایسے ہیں اور آپکے ماں باپ بھی ایسے ہی تھے۔

لیکن آپ اعرابی کی یہ خرافات سنتے رہے اور اسے کچھ نہ کہا۔ بلکہ اپنے غلام سے فرمایا۔

کہ جو دستی بدرے درہم دینار سے بھرے ہیں وہ لاکر اس اعرابی کو دیدو۔ غلام نے آپ کے اس حکم کی تعمیل کر دی۔ تو امام ہمام علیہ السلام نے اعرابی سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

اے اعرابی مجھے معذور سمجھ کر معاف کرنا۔ چونکہ گھر میں اسی قدر درہم دینار موجود تھے۔ ورنہ میں تمکو اور دیتا۔

اعرابی نے یہ سنکر کہا۔ چونکہ میں نے سُنا تھا کہ آپ رسول مقبول صلعم کی اولاد میں سے ہیں اور میں صرف آپ کے خلق و حلم کی آزمائش کیلئے آیا تھا۔ اور اسی لئے یہ طرز عمل اختیار بھی کیا تھا۔ لیکن اب میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ آپ فی الواقعہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اولاد میں سے ہیں

اس کے آگے اسی کشف المحجوب کے دوسرے صفحہ پر اسی طرح امام حسین علیہ السلام کے خلق و مروت کا ایک واقعہ درج ہے۔

ایک روز امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور اُسنے عرض کی۔

"اے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ایک درویش ہوں۔ عیالدار ہوں۔ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ صرف آج کی رات کے لئے مجھے اور میرے کنبے کو کھانا کھلا دیجئے"

اس سوال پر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا۔

"اچھا بیٹھ جاؤ۔ میرا رزق آرہا ہے۔ جب آئے گا تجھے بھی دیدونگا"

تھوڑی ہی دیر بعد امیر معاویہؓ کی طرف سے پانچ تھیلیاں سُرخ دینار سے بھری ہوئی آئیں۔ ہر تھیلی میں ہزار دینار تھا۔ لانے والے نے عرض کی۔

"اے ابن رسول اللہ صلعم! امیر معاویہؓ نے بعد سلام آپ سے معذرت کی ہے۔ کہ سردست اس

حقیر رقم کو آپ اپنے حدمت گزاروں پر خرچ کر لیجئے۔ ازاں بعد اس سے زیادہ رقم پیش خدمت کر دی جائیگی۔"

چنانچہ امیر معاویہ کا فرستادہ شخص ابھی واپس جانے بھی نہ پایا تھا۔ کہ امام حسین علیہ السلام نے پانچ ہزار دینار سرخ کی یہ پانچوں تھیلیاں اس درویش کو بخشتے ہوئے فرمایا۔

"مجھے معاف کرنا۔ کہ میں نے آپ کو بہت دیر بیٹھنے کی اور انتظار کرنے کی زحمت دی اگر مجھے معلوم ہوتا کہ صرف پانچ ہی تھیلیاں آئیں گی۔ تو میں کبھی آپ کو اس انتظار کی زحمت نہ دیتا"

یہ تھا اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا اخلاق۔ حضور پرنور صلعم کے اسوۂ حسنہ کے اتباع کا عملی نمونہ۔ اور ہادی اسلام خیر الانام کی تعلیم کا اثر۔ کاش کہ موجودہ زمانہ کے مسلمان بھی احادیث خیر الانام سے کچھ متاثر ہو جائیں۔ تو اس خادم اہل قلم کی یہ دماغی محنت ٹھکانے لگ جائے۔ (مرسلہ ...)

---

## تیرے بغیر

از ماہر القادری

آہ دل اب زیست سے بیزار ہے تیرے بغیر
ہر نفس چلتی ہوئی تلوار ہے تیرے بغیر

یہ سہانی رات اور تجھ سی جدائی ہائے ہائے!
ہر شکن بستر کی نوکِ خار ہے تیرے بغیر

رازِ الفت وائے مجبوری ہوا جاتا ہے فاش
حالِ دل شرمندۂ اظہار ہے تیرے بغیر

اب کہاں وہ کیف کی راتیں، وہ دلچسپی کے دن
زندگی اک مستقل آزار ہے تیرے بغیر

غیر تو میں غیر اپنے بھی پرائے ہو گئے
ساری دنیا برسرِ آزار ہے تیرے بغیر

چشمِ نرگس تک ہی کچھ محدود بیتابی نہیں
گلستاں کا گلستاں بیمار ہے تیرے بغیر

صبح کے آغوش میں نورس شگوفوں کی چٹک
طبعِ افسردہ پہ کتنی بار ہے تیرے بغیر

آہ زہد و معصیت کی محفلیں ویران ہیں
رونقِ دنیا و دیں بیکار ہے تیرے بغیر

ڈھونڈتا ہے پھر کسی موضوعِ رنگیں کو خیال
فکرِ ماہر تشنۂ اشعار ہے تیرے بغیر

# تذکرہ بزرگانِ اسلام

## حضرت زبیر بن العوام رضؓ

نام زبیر۔ کنیت ابوعبداللہ۔ لقب حواری رسول مقبول صلعم۔

والد کا نام عوام اور والدہ کا نام صفیہ رضؓ تھا۔ جو حضور پرنور صلعم کی پھوپھی تھیں۔ اس مناسبت سے آپ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔

اسکے علاوہ ذات نبوی صلعم کے ساتھ آپ کو اور بھی متعدد نسبتیں تھیں۔ یعنی ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کے حقیقی بھتیجے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی بیٹی اسماء کا شوہر ہونے کی حیثیت سے حضور پرنور صلعم کے ساڑھو بھی تھے۔

آپ کی والدہ حضرت صفیہ رضؓ نے آپ کو زمانہ بچپن سے ہی عالی حوصلہ، بہادر، اولوالعزم، مردِ مجاہد بنانے کی تربیت سے آپ کو آراستہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ اور اس شجاعت و مشقت کا عادی بنانے کے لئے ہی آپ کو عموماً اسقدر مارا پیٹا کرتی تھیں۔ کہ ایک روز نوفل نے (جو آپ کے چچا تھے) صفیہ رضؓ پر نہایت برہم ہو کر کہا۔

"تم تو اس بچے کو اس بیدردی سے مارتے مارتے کسی روز مار ہی ڈالو گی"

حضرت صفیہ رضؓ نے جواب دیا۔

"جو شخص مجھے اس کا دشمن سمجھتا ہے وہ غلطی پر ہے۔ میں تو اسکو اسلئے مارتی ہوں۔ کہ عقلمند اور بہادر بنے۔ اور بڑا ہو کر فوج کو شکست دیکر مالِ غنیمت حاصل کر سکے۔

---

چنانچہ والدہ مکرمہ کی اسی تربیت کے اثر سے آپ بچپن میں ہی بہادر جوانوں کا مقابلہ کرنے نہ ہچکچاتے تھے۔ بلکہ ایک دفعہ کسی جوان سے مقابلہ ہوا تو آپ نے ایسا زبردست ہاتھ مارا کہ اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ لوگ اس شخص کو اٹھا کر آپکی والدہ مشفقہ کے پاس شکایتاً لائے مگر حضرت صفیہ رضؓ نے معذرت کرنیکی بجائے ان سے پوچھا کہ تم نے میرے زبیر کو کیسا پایا؟

بہادر یا بزدل؟

آپ کے اسلام لانے کی اگرچہ مفصل کیفیت معلوم نہیں ہو سکی۔ تاہم اتنا ثابت ہے کہ آپ نے صرف سولہ برس کی عمر میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ اور سابقین اسلام میں آپ ممتاز تھے۔

نوجوانی کا عالم تھا۔ طبع بہادرانہ تھی۔ اسپر اسلام اور ہادی اسلام حضور پر نور صلعم کی محبت و عقیدت کا دل میں اسقدر جذبہ تھا۔ کہ ایک روز یہ افواہ سنکر کہ

"مشرکین نے حضور پر نور صلعم کو گرفتار کر لیا"

اسی وقت جذبہ محبت رسول صلعم سے بیخود ہو کر ننگی تلوار سونتے مجمع کو چیرتے دربار رسالت میں پہنچے۔

حضور پُر نور صلعم نے آپ کی یہ حالت دیکھ کر فرمایا۔

زبیرؓ یہ کیا ہے؟

عرض کی۔ میں نے سنا تھا (خدانخواستہ) آپ مشرکین کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔

یہ سنکر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس جذبہ عقیدت سے نہایت خوش ہوئے۔ اور آپ کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ اسلامی مورخین نے لکھا ہے۔ کہ یہی وہ تلوار تھی۔ جو اسلام پر فدا ہونے اور ہادی اسلام صلعم پر جانثار ہونے کے لئے ایک مسلم نوجوان کے ہاتھ سے برہنہ ہوئی۔

---

دیگر مظلومان اسلام کی طرح آپ نے بھی مشرکین کے ظلم و ستم سے تنگ آکر پہلے حبش میں ہجرت کی اور کچھ دنوں کے بعد مدینہ شریف میں چلے آئے۔

اگرچہ مکہ میں بھی حضور پر نور صلعم نے حضرت طلحہؓ سے آپکی مواخات کرادی تھی۔ لیکن مدینہ شریف میں حضرت سلمہؓ بن سلامہ انصاری سے حضور پر نور صلعم نے آپ کا اسلامی بھائی چارہ کرادیا۔ حق پسندی، بے نیازی، تقوے، پارسائی، سخاوت و ایثار آپ کا خاص شیوہ تھا۔ اور شجاعت و شہامت آپ کا طبعی جذبہ۔ رقت قلب اور خوف الٰہی کا یہ عالم تھا۔ کہ قرآن مجید کی اس آیہ شریف إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُم مَّيِّتُونَ سے تَخْتَصِمُونَ کے نازل ہونے پر ہادی اسلام خیرالانام صلعم سے عرض کیا۔

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کیا روز حشر ہمارے جھگڑے پھر دہرائے جائینگے؟۔

حضور پر نور صلعم نے فرمایا۔ ہاں ایک ایک ذرہ کا حساب ہوگا۔ اور حقدار کو اسکا حق دلایا جائے گا۔ یہ ارشاد رسول مقبول صلعم سنکر کانپتے ہوئے دل سے کہا۔

"اللہ اللہ کیسا سخت موقع پیش آنے والا ہے"۔

اس شجاعت و شہامت اور رسول مقبول صلعم کی سچی عقیدت و محبت کی طبعی خاصیت کے باعث تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ اور ایسی جانبازی و دلیری کے ساتھ دشمنان اسلام سے جنگ کی کہ بڑے بڑے دلاوروں کو ایک ہی وار میں خاک و خون میں ملا دیا۔

---

غزوہ بدر میں آپ اس بے جگری سے لڑے کہ دشمن کی صفیں چیرتے ہوئے جس طرف نکل جاتے تھے۔ مشرکین کا صفایا ہی کر کے لوٹتے تھے۔

ایک تنومند مشرک نے ٹیلے پر کھڑے ہوکر نعرہ مبارزت بلند کیا تو آپ بیتابانہ وار ٹیلے پر چڑھ کر اس سے بِھڑ پڑے۔ دونوں لڑتے لڑتے نیچے قلابازیاں کھاتے ہوئے آرہے تھے۔ یہ حال دیکھ کر حضور پر نور صلعم نے فرمایا۔

"ان دونوں سے جو سب سے پہلے زمین پر آگرے گا۔ وہ مقتول ہوگا"۔

چنانچہ پہلے مشرک ہی زمین پر گرا اور آپ کے ہاتھ سے واصل جہنم ہوا۔

اسی غزوہ میں عبیدہ بن سعید سے (جس نے سر سے پاؤں تک زرہ پہنے اپنے تمام جسم کو محفوظ کر رکھا تھا صرف آنکھیں کھلی تھیں) مقابلہ آپڑا۔ تو تاک کر اس زور سے نیزہ اُسکی آنکھ میں مارا کہ کھوپری کے پار نکل گیا۔ آخر اس کی لاش پر بیٹھ کر بڑی مشکل سے اپنا نیزہ نکالا۔ تو اس کا پھل ٹیڑھا ہو گیا تھا۔ اس نیزہ کو حضور پر نور صلعم نے آپ سے لے کر بطور یادگار اپنے پاس رکھا۔ اور حضور پر نور صلعم کے بعد خلفائے ثلاثہ میں تبرکاً منتقل ہوتا رہا۔ خلیفہ ثالث کے بعد آپ کے حقیقی وارث حضرت عبداللہ کے پاس پہنچا۔ اور ان کی شہادت تک انہیں کے پاس رہا۔

---

۳ھ ہجری میں غزوہ احد ہوا۔ اس معرکہ میں بعض تیر اندازوں کی بے احتیاطی سے اگرچہ مجاہدین اسلام میں

شکست کے آثار نظر آرہے تھے۔ لیکن شمع نبوت کو جن چند جانثاران اسلام نے اپنے حلقہ میں لے رکھا تھا انہیں جانثاروں میں آپ بھی محبت رسول مقبول صلعم کا حق پروانہ وار ادا کر رہے تھے۔

اسی غزوہ میں آپ کے ماموں حضرت حمزہؓ شہید ہوئے تھے۔ اور آپکی والدہ حضرت صفیہؓ نے اپنے بہادر بھائی کی تجہیز و تکفین کیلئے دو کپڑے پیش کئے۔ لیکن آپ کے سید الشہداء ماموں کے ساتھ ایک اور انصاری مسلم کی لاش بھی چونکہ بے گور و کفن پڑی تھی۔ اسلئے آپ کی مساوات پسندانہ طبیعت کو یہ گوارا نہ ہوا کہ ماموں کے کفن کے لئے تو دو کپڑے ہوں اور دوسرا مسلم بھائی بے کفن ہی دفن ہو۔

چنانچہ آپ نے دونوں شہیدوں کیلئے پہلے تو ان دونوں کپڑوں کو ناپا۔ چونکہ ایک بڑا تھا۔ پھر قرعہ ڈال کر جسکے حصہ میں جو ٹکڑا آیا۔ وہ اُسکے کفن کے لئے دیا۔

غور کیجئے گا کہ سوائے اسلام اور اسکے جانثاروں کے کون سا مذہب اور اس کے پیروکاروں میں کون سا شخص اس اسلامی اور عملی مساوات کا ثبوت پیش کر سکتا ہے

---

۵ھ میں یہودیوں کی مفسدہ پردازی سے مسلمانوں کے خلاف اہل عرب کا طوفان امنڈ آیا تھا۔ حضور پرنور صلعم نے مدینہ شریف کے اردگرد خندق کھود کر جب ان دشمنان اسلام کا مقابلہ کیا تو آپ بھی غزوہ خندق کے اس حصہ پر مامور تھے۔ جہاں عورتیں تھیں۔

اسی غزوہ کے متعلق ہی چونکہ بنو قریظہ اور مسلمانوں میں معاہدہ صلح ہو چکا تھا۔ لیکن معلوم یہ ہوا کہ بنو قریظہ اپنے عہد سے منحرف ہو کر دشمنان اسلام میں شامل ہو رہے ہیں۔ لہذا اس دریافت حال کے لئے حضور پرنور صلعم نے اپنے صحابہ کرامؓ میں تین بار فرمایا۔

"کون اس قوم کی خبر لائیگا"

آپ نے ہر دفعہ بڑھ کر عرض کی

"میں حاضر ہوں"

اس موقعہ پر ہی حضور پرنور صلعم نے آپ کی اس غیر متزلزل وفاداری سے خوش ہو کر آپ کو حواری کے لقب

سے ملقب کرتے ہوئے فرمایا۔

"ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں۔ میرا حواری زبیر ہے۔"

بلکہ اس نازک وقت اور ایسے خوفناک موقعہ پر آپ کے اس طرح بے خوف و خطر تن تنہا جانے سے حضور پر نور صلعم آپکی اس جانثاری سے اسقدر متاثر ہوئے کہ فرمایا۔

فَدَاكَ أَبِي وَ أُمِّي - یعنی میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔"

---

غزوہ خندق کی فتح کے بعد جنگ بنو قریظہ اور بیعت رضوان میں بھی آپ شامل تھے۔ اسکے بعد معرکہ خیبر ہؤا۔ تو اس میں یاسر ایسے خود سر قوی ہیکل جوانمرد کو اپنی شمشیر خارا شگاف سے موت کے گھاٹ اتار کر رکھدیا۔ وہ یوں کہ یاسر اپنے بھائی مرحب یہودی رئیس خیبر کے قتل ہونے پر نہایت غضبناک ہو کر اپنے بھائی کے جوش انتقام میں مبارزت کا نعرہ لگاتے ہوئے میدان کارزار میں جب نکلا تو ایسے تنومند و طاقتور دشمن کو دیکھتے ہی حضرت صفیہؓ نے کہا

"یارسول اللہ صلعم میرا لخت جگر آج ضرور شہید ہوگا۔"

اسپر حضور پر نور صلعم نے فرمایا۔

"نہیں بلکہ زبیر اسکو قتل کرے گا۔"

چنانچہ ایسا ہی ہؤا۔ یعنی آپ نے تھوڑی ہی دیر میں جوش انتقام میں بھرے ہوئے غضبناک قوی ہیکل کو ہمیشہ کے لئے ٹھنڈا کر دیا۔

فتح خیبر کے بعد حضور پر نور صلعم نے وہاں کی زمین کو مجاہدین میں تقسیم کیا۔ تو اس زمین میں سے ایک سرسبز شاداب قطعہ آپ کے حصہ میں بھی آیا۔ علاوہ اسکے مضافات مدینہ میں آپ کے اور بھی کئی ایک کھیت تھے۔ جن کو آپ خود آباد کیا کرتے تھے۔ بلکہ کبھی کبھی آبپاشی وغیرہ کے متعلق دیگر مزارعین سے جھگڑا بھی ہو جاتا تھا۔ اسی زمرہ میں ایک روز کسی ہمسایہ مزارع سے آبپاشی کے متعلق جھگڑا ہؤا۔ اور اس انصاری صحابیؓ نے جب دربار رسالت صلعم سے آپ کی شکایت کی۔ تو حضور پر نور صلعم نے آپ سے فرمایا

"تم اپنا کھیت سینچ لینے کے بعد اپنے ہمسایہ کیلئے پانی چھوڑ دیا کرو۔"

لیکن انصاری صحابی کو حضور پر نور صلعم کا یہ فیصلہ ناگوار گزرا۔ بلکہ انہوں نے یہ بھی کہہ دیا۔

"یا رسول اللہ صلعم آپ اپنے پھوپھی زاد بھائی کی پاسداری فرما رہے ہیں۔"

چونکہ انصاری صحابی کو اس آبپاشی سے قانوناً اور اخلاقاً کوئی حق نہ پہنچتا تھا۔ رحمت للعالمین صلعم نے محض انکی اعانت کیلئے اپنا یہ فیصلہ دیا تھا۔ اس رحم و کرم پر اظہار خوشنودی کی بجائے جب پاسداری کا الزام حضور پر نور صلعم نے سُنا تو چہرہ مبارک سُرخ ہو گیا۔ اور ساتھ ہی آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

"اب تم اپنے پورے حق سے فائدہ اٹھاؤ۔ یعنی خود آبپاشی کرنے کے بعد بھی پانی کو روک لیا کرو۔ تاکہ نالیوں کے ذریعہ دوسری طرف بہہ جائے۔"

---

فتح مکہ میں بھی آپ شامل تھے۔ اور فوج کے اس آخری دستہ کے جس میں حضور پر نور صلعم موجود تھے۔ آپ ہی علمبردار تھے۔ اس فتح مکہ کے وقت چونکہ مشرکین مکہ کمین گاہوں میں چھپے ہوئے مسلمانوں کی نقل و حرکت دیکھ رہے تھے۔ چنانچہ واپسی کے وقت جب آپ حنین (گھاٹی) کے قریب پہنچے تو ایک مشرک نے اپنے ساتھیوں سے پکار کر کہا۔

"لات و عزیٰ کی قسم۔ یہ طویل القامت سوار یقیناً زبیر ہی ہے۔ نکلنے نہ پائے۔ لیکن خوب ہوشیار ہو جاؤ۔ کیونکہ اس کا حملہ نہایت سخت ہوتا ہے۔"

آپ اس آواز کو سُن کر اس آفت ناگہانی میں ابھی اچھی طرح سنبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ مشرکین کے گروہ نے گھاٹی سے نکل کر آپ کو اپنی تلواروں پر دھر لیا۔ لیکن آپ نے بڑی تیزی اور پھرتی کیساتھ ایسا مقابلہ کیا کہ اکثر کو خاک و خون میں ملا کر سب دشمنوں سے گھاٹی کو صاف کر دیا۔

---

غزوہ طائف و تبوک میں بھی آپ مجاہدین اسلام میں شامل تھے اور حجۃ الوداع کے سفر میں حضور پر نور صلعم کے ہمرکاب تھے۔ حضور پر نور رحمت للعالمین صلعم کی وفات حسرت آیات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں اگرچہ آپکا کسی جنگ میں شامل ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ لیکن اس سے یہ سمجھ لینا غلطی ہے کہ آپ کو خلیفہ اول سے اختلاف تھا۔ البتہ بعض روایات کے مطابق اگرچہ شروع میں آپ نے خلیفہ اول کی بیعت نہیں کی۔ لیکن تھوڑے دنوں کے بعد

آپ نے بھی بیعت کرلی تھی۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی رسول مقبول صلعم کے اس پاکباز بہادر حواری کی دل سے قدر کرتے تھے۔ چنانچہ مقام جرف میں آپکی جو زمین تھی وہ خلیفہ اولؓ کی ہی عطا کردہ تھی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں ہی اگرچہ فتوحات اسلامیہ کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ لیکن سوا دو برس کے زمانہ خلافت میں وسیع نہ ہو سکا۔ البتہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں جب اس سلسلہ فتوحات نے وسعت اختیار کی تو آپ بھی اپنی طبع شجاعت سے مجبور ہو کر خلوت نشین نہ رہ سکے۔ بلکہ خود خلیفہ ثانیؓ سے اجازت لے کر جنگ یرموک میں شامل ہوئے۔ اور اپنے صاحبزادہ عبداللہ کو بھی جرأت شجاعت کا سبق سکھانے کے لئے ہمراہ لے گئے۔ حالانکہ اسوقت حضرت عبداللہ کی عمر صرف دس برس تھی۔

چونکہ جنگ یرموک پر ملک شام کی قسمت کا آخری فیصلہ تھا۔ اسلئے آپ ایسے جنگجو مرد مجاہد سے دیگر مجاہدین اسلام نے کہا۔

"اگر آپ حملہ کرکے غنیم کے لشکر کے قلب تک پہنچ جائیں تو ہم سب بھی آپ کا ساتھ دینے کو تیار ہیں۔"

چنانچہ آپ نے فرمایا۔

"میں تو ایسا کرسکتا ہوں۔ لیکن تم میرا ساتھ نہیں دے سکتے۔"

جب لوگوں نے یقین دلایا۔ کہ ہم بھی ضرور ایسا ہی کریں گے تو آپ نے اس زور کا حملہ کیا۔ کہ رومی لشکر کی صفوں کو چیرتے ہوئے لشکر کے قلب کی بجائے آخر تک پہنچ گئے۔

لیکن جب کسی ساتھی نے حسب وعدہ آپ کا ساتھ نہ دیا۔ تو اسی طرح واپس لوٹتے وقت رومی سپاہیوں نے گھوڑے کی باگ تھام لی اور نرغہ کرکے آپ کو سخت زخمی کر دیا۔

اگرچہ گردن مبارک پر دو زخم ایسے کاری لگے (کہ اچھے ہونے پر بھی ان میں گڑھے باقی رہ گئے تھے) لیکن ایسی حالت میں بھی دشمنوں کو زیر و زبر کرتے ہوئے اپنے لشکر میں آملے۔

آخر آپکی اس سعی جانبازی سے ہی رومی لشکر کو شکست ہوئی اور ملک شام پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

---

فتح شام کے بعد حضرت عمروؓ بن العاص کی سرکردگی میں مجاہدین اسلام مصر پر حملہ آور ہوئے۔ چھوٹے چھوٹے شہر فتح کرنے کے بعد فسطاطہ کا محاصرہ کیا۔ عمرو بن العاص نے اس قلعہ کی مضبوطی اور مجاہدین اسلام کی کمی دیکھ کر دربار خلافت

میں کمک طلب کی تو خلیفہ ثانیؓ نے دس ہزار فوج کے ساتھ چار ہزار ایسے نبرد آزما بہادر افسر بھی بھیجے جن میں کا ہر ایک افسر ایک ہزار سوار کے برابر تھا۔ اور انہیں میں سے ایک افسر آپ بھی تھے۔ بلکہ حضرت عمر فاروقؓ نے محاصرہ کے تمام انتظامات آپ کے ہی سپرد کر دیئے تھے۔

چنانچہ قلعہ فسطاط پر پہنچتے ہی آپ نے گھوڑے پر سوار ہو کر خندق کے چاروں طرف پھر کر حملہ آوروں کو تعین کیا اور ان کو مناسب ہدایات دیں۔ لیکن آپ کے تدبر و شجاعت کے باوجود سات مہینے تک محاصرہ کئے ہوئے بھی جب کوئی نتیجہ نہ نکلا تو ایک روز جوش میں آکر تمام مجاہدین سے فرمایا۔

"آج میں مسلمانوں پر فدا ہوتا ہوں" یہ کہتے ہوئے ننگی تلوار سونت کر قلعہ کی فصیل پر چڑھ گئے۔ آپ کی یہ جانثاری دیکھتے ہوئے چند پر جوش مجاہدین اسلام بھی آپ کے پیچھے ایک ایک کر کے فصیل پر چڑھ گئے۔ اور سب نے ایک ساتھ نعرہ تکبیر بلند کیا۔ جسکے ساتھ ہی تمام فوج نے بھی اس بلند آواز سے نعرہ تکبیر لگایا کہ قلعہ کی زمین دہل گئی۔

عیسائی محاصرین یہ سمجھ کر کہ مسلمان شاید قلعہ کے اندر گھس آئے ہیں۔ بدحواس ہو کر بھاگ نکلے۔ اسی اثنا میں آپ نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر فصیل سے اترتے ہی قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور مجاہدین اسلام کی تمام فوج قلعہ کے اندر گھس آئی۔ مسلمانوں کی یہ جانبازی دیکھ کر مقوقس حاکم قلعہ نے صلح کی درخواست کی اور یہ قلعہ بھی مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔

---

اسی طرح فسطاط کے بعد اسکندریہ کی تسخیر میں بھی جب قلعہ کے محاصرہ نے طول پکڑا تو آپ تن تنہا سیڑھی لگا کر قلعہ پر چڑھ گئے۔ لوگوں نے ہر چند منع کیا۔ کہ قلعہ میں سخت طاعون ہے۔ لیکن آپ یہ فرماتے ہوئے۔ "کہ ہم طعن و طاعون ہی کے لئے آئے ہیں۔ یعنی موت سے کیا ڈرنا" قلعہ پر چڑھ گئے۔ اور آپکی اس جانبازی سے اسکندریہ بھی فتح ہو گیا۔

اسکندریہ کی فتح کے بعد اگرچہ آپ نے لشکر اسلام کے سپہ سالار عمرو بن العاصؓ سے اس بات کا مطالبہ کیا کہ یہاں کی مفتوحہ زمین بھی مجاہدین میں اسی طرح تقسیم ہونی چاہیئے۔ جیسے کہ حضور پر نور صلعم نے خیبر کی زمین کو مجاہدین میں تقسیم کیا تھا۔ لیکن عمرو بن العاصؓ نے جب خلیفہ ثانیؓ سے دریافت کیا تو انھوں نے یہ جواب دیا۔ کہ اس زمین سے آئندہ نسلوں کو مستفید ہونے کے لئے اسی طرح رہنے دیا جائے۔ تاہم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کی جانثاریوں و جانبازیوں کے صلہ میں آپ کو مقام عقیق (جو اطراف مدینہ میں پُر فضا میدان ہے) کی زمین عطا فرمائی۔

سنہ ۲۳ھ میں خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضؓ کی شہادت کے وقت عہدۂ خلافت کے لئے جن چھ اصحاب کبار رضؓ کے نام پیش کئے۔ ان میں اگرچہ آپ بھی تھے۔ لیکن مجلس شوریٰ نے جب حضرت عثمان ذوالنورین رضؓ کو خلیفہ مقرر فرمادیا۔ تو آپ نے بھی بغیر حجت کے اس فیصلہ کو تسلیم کر کے حضرت عثمان رضؓ کی بیعت کر لی۔

---

خلیفہ سوئم کے عہد خلافت میں آپ نے اپنے عہدِ ضعیفی کے باعث عزلت نشینی اختیار کر لی اور پھر کسی ملکی مہم میں شامل نہ ہو سکے۔ بلکہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مصری مفسدوں نے محصور کر لیا تو اپنی طرف سے اپنے بڑے صاحبزادے عبداللہ کو امیر المومنین کی حفاظت کیلئے بھیجا۔

البتہ جب حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے عہد خلافت میں عیسائی فرقہ کی نت نئی فتنہ انگیزیوں سے دار الخلافت مدینۃ النبی تک محفوظ نہ رہ سکا۔ تو اس رفع و فساد کو دور کرنے اور ملک و ملت میں امن و امان قائم کرنے کا آخری عمر میں پھر بیڑا اٹھالیا۔

چنانچہ پہلے حضرت طلحہ رضؓ کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے پاس آئے۔ اور ان سے جب ملک و ملت کی اصلاح کا مطالبہ فرمایا۔ تو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے جواب دیا

"بھائی میں خود چاہتا ہوں۔ کہ کسی طرح امن و امان ہو جائے۔ لیکن میں ایسی قوم کے ساتھ کیا طرز عمل اختیار کر سکتا ہوں۔ جو میرے بس میں نہیں۔ بلکہ وہ خود مجھ پر حکمران ہے۔"

لیکن آپ نے اس مایوسانہ جواب سے مایوس ہونے کی بجائے حضرت طلحہ رضؓ بلکہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کے ساتھ موجودہ اختلاف امت کو مٹانے کی جو کوشش فرمائی۔ وہ اگرچہ آپ کی نیک نیتی پر مبنی تھی۔ لیکن ملت اسلام کے اس جائز یا ناجائز اختلاف کے باعث ہی بحیثیت صحابی کبیر و حواری رسول مقبول صلعم ہونے کے بہرحال آپ کو ایک فریق کی رہبری کرنی ہی پڑی۔ جس کا نتیجہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ سے مقابلہ کی صورت میں نمودار ہوا۔

چونکہ دونوں فریق کی نیتیں نیک اور طبائع حق پسند تھیں، سلئے جنگ شروع کرنے سے پہلے مصالحت کی گفتگو کیلئے حضرت علی رضؓ نے اپنی فوج سے آگے بڑھ کر آپ کو اپنے روبرو بلا کر فرمایا۔

"ابو عبداللہ۔ آپ وہ دن تو بھولے نہ ہونگے۔ جب ہم اور آپ دونوں ہاتھ میں ہاتھ دیئے حضور پر نور صلعم کے

سامنے سے گزرے تھے۔ اور آپ سے حضور پر نور صلعم نے پوچھا تھا۔ کیا تم اسکو دوست رکھتے ہو؟
آپ نے کہا تھا۔ ہاں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
اسپر آپ سے حضور پر نور صلعم نے فرمایا تھا۔ ایک روز تم اسی سے (یعنے حضرت علیؓ سے) جنگ کروگے۔
یہ سب باتیں بغور سنکر آپ نے فرمایا۔ ہاں اب مجھے بھی یاد آگیا ہے کہ فی الواقعہ آپ سچ کہتے ہیں۔ حضرت علیؓ تو یہ قول یاد دلاکر اپنے لشکر میں واپس تشریف لے گئے۔ لیکن آپ کے دلِ حق پسند میں ایسا تلاطم بپا ہوا۔ جس نے آپ کے تمام موجودہ عزائم استقلال کو بہاکر رکھدیا۔ اسی بحرِ تفکر میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں تشریف لائے اور ان سے صاف کہدیا۔ "چونکہ میں اپنی غلطی سے آگاہ ہوگیا ہوں۔ اسلئے اب میں اس جھگڑے سے الگ ہورہا ہوں"۔
حضرت عائشہ صدیقہؓ نے متعجب ہوکر فرمایا وہ کیسے؟
کہنے لگے۔ کہ حضرت علیؓ نے مجھے حضور پر نور رسول کریم صلعم کا مقولہ یاد دلایا جو مجھے بھی یاد آگیا کہ وہ حق پر ہیں۔
یک بیک آپ کا یہ تغیر دیکھ کر آپ کے صاحبزادے عبداللہؓ نے کہا۔
"کیا آپ ہم لوگوں کو دو گروہوں کے درمیان پھنسا کر خود حضرت علیؓ کے خوف سے بھاگنا چاہتے ہو؟"۔
اسپر فرمایا۔ "میں قسم کھاچکا ہوں۔ کہ حضرت علیؓ سے نہ لڑوں گا۔ کیونکہ انہوں نے مجھے ایک بات ایسی یاد دلائی کہ میرا تمام جوش سرد ہوگیا ہے"۔ بلکہ تم بھی میرا ساتھ دو۔ کیونکہ یقیناً ہم حق پر نہیں۔ جب حضرت عبداللہ نے نہ مانا۔ تو آپ تنہا بصرہ کیطرف چل نکلے۔ ارادہ یہ تھا کہ وہاں سے اپنے مال و اسباب لیکر حجاز میں چلے جائیں۔
لیکن حنف بن قیس کو جب آپ کے جانے کا حال معلوم ہوا تو کہا کوئی جاکر خبر لائے کہ آپ کس وجہ سے جارہے ہیں۔
عمرو بن جرموز نے کہا۔ میں جاتا ہوں۔
چنانچہ عمرو ہتھیار باندھے گھوڑے پر سوار ہوکر آپ کے پاس جس وقت آئے اسوقت آپ اپنے سامان سفر کے ساتھ شہر بصرہ سے دور نکل آئے تھے۔ عمرو بن جرموز بھی آپ کے پیچھے روانہ ہوئے اور قریب جاکر پوچھا۔ "اپنے قوم کو کس حال میں چھوڑا؟"
فرمایا۔ سب ایک دوسرے کا گلا کاٹنے میں مصروف تھے۔
پھر پوچھا۔ آپ کہاں تشریف لے جارہے ہیں؟۔
فرمایا۔ چونکہ میں اپنی غلطی سے آگاہ ہوچکا ہوں اسلئے اس ناحق جھگڑے سے الگ ہوکر کسی طرف نکل جانے کا ارادہ ہے۔

عمرو بن جرموز نے کہا۔ تو چلئے مجھے بھی اسی طرف جانا ہے۔

چنانچہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ نماز ظہر کا وقت آیا تو آپ نماز ادا کرنے کے لئے جب ٹھہرے۔ تو عمرو بن جرموز نے کہا۔ میں بھی نماز میں شریک ہونگا۔

آپ نے فرمایا۔ میں نے تمہیں امان دی۔ کیا تم بھی میرے ساتھ ایسا سلوک روا نہ رکھو گے؟

اُسنے کہا ہاں۔ اس عہد پیمان کے بعد دونوں اپنے معبود حقیقی کے سامنے سر نیاز جھکانے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ لیکن آپ جیسے ہی سجدہ میں گئے۔ عمرو بن جرموز نے غداری کر کے اپنی تلوار کے ایک ہی وار سے آپ ایسے جانبازِ اسلام حواری رسول مقبول صلعم کا سر مبارک تن سے جدا کر دیا۔ اللہ اللہ جس خادم نے زندگی بھر اسلام و ہادی اسلام صلعم کے مصائب و شدائد کے بادل ہٹائے تھے۔ آج وہی ایک کلمہ گو۔۔۔ مسلمان بھائی شقاوت قلب کا شکار ہو گیا

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

---

باوجود اس حق پسند طبع اور بہادرانہ جذبہ رکھنے کے آپ نہایت فیاض طبع بھی تھے۔ راہ خدا میں اپنا مال خرچ کرنے میں اسقدر جری تھے۔ کہ آپ کے پاس ایک ہزار غلام تھے۔ جو روزانہ اجرت پر کام کر کے ہر روز بہت بڑی رقم آپ کے پاس لایا کرتے تھے۔ لیکن آپ اس میں سے ایک حبہ تک اپنی ذات یا اپنے اہل و عیال پر صرف نہ فرماتے تھے۔ بلکہ جسقدر رقم روزانہ جمع ہوتی اسی وقت صدقہ میں دیتے تھے

زراعت و تجارت کے علاوہ چونکہ مال غنیمت سے بھی گرانقدر رقومات حاصل کی تھیں۔ اسلئے اگرچہ آپ تقریباً پانچ کروڑ دو لاکھ درہم کے واحد مالک تھے۔ لیکن فیاضی و سخاوت کے باعث رحلت فرمانے کے بعد آپ بائیس ۲۲ لاکھ کے مقروض تھے۔ یہ سب قرضہ حسب وصیت آپ کے صاحبزادہ عبداللہ نے آپ کی جائیداد فروخت کر کے ادا کر دیا تھا لیکن باوجود اس تمول و امارت کے طرز معاشرت نہایت سادہ تھی۔ غذا بھی پر تکلف نہ تھی اور لباس بھی معمولی زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے متعدد شادیاں کیں۔ اور آپ کی کثرت سے اولاد ہوئی۔ ان میں بعض بچے تو آپ کی حیات میں ہی فوت ہو گئے۔ تاہم آپ کی رحلت کے بعد بھی

عبداللہ[۱]۔ عروہ[۲]۔ منذر[۳]۔ خدیجۃ الکبری[۴]۔ ام الحسن[۵]۔ عائشہ[۶] یہ چھ اولادیں اسماء بنت ابوبکر صدیق رض کے بطن سے۔

اور خالد۔ عمر۔ حبیبہ　یہ تین اولادیں ام خالد بنت خالد بن سعد سے

اور مصعب۔ حمزہ۔ رملہ یہ تین رباب بنت انیف سے

اور عبیدہ۔ جعفر۔ حفصہ یہ تین زینب بنت بشر سے

اور زینب　　ام کلثوم بنت عقبہ سے

آپ کی کل ۱۸ اولادیں موجود تھیں۔　　(مدیر)

---

## وارداتِ شب

از ماہر القادری

ایک ایک ذرہ تھا رشکِ صد سحر کل رات کو
تھا مسلسل نور تا حدِ نظر کل رات کو

جنبشِ انفاس پر تھا لرزشِ مے کا گماں
ہر ہوا کی موج تھی صہبا اثر کل رات کو

چاندنی کی چھاؤں میں ذروں کی وہ انگڑائیاں
ہو رہا تھا خاک پر رقصِ شرر کل رات کو

آگئی تھی جوش پر رفتارِ نبضِ کائنات
کر رہی تھی زندگی اپنا اثر کل رات کو

اللہ اللہ! ذرہ ہائے خاک کی تابندگی
ہر طرف تھے منتشر لعل و گہر کل رات کو

جل رہی تھی ساری دنیا آتشِ انوار سے
دیدنی تھا میری آہوں کا اثر کل رات کو

بڑھ گیا تھا اس قدر احساسِ لطفِ زیست کا
مٹ گیا تھا امتیازِ خیر و شر کل رات کو

مستیوں میں غرق تھا سلمائے گیتی کا شباب
مثلِ مے کش جھومتے تھے بام و در کل رات کو

دن کا ڈھلنا تھا کہ غنچوں کو تبسم آگیا
شام ہی سے تھا عیاں جوشِ سحر کل رات کو

موجِ سطحِ خاک سے پہنچی فضائے عرش میں
ڈوب کر ابھری کہاں میری نظر کل رات کو

عمر بھر کے واسطے کافی تھا یہ ذوقِ نظر
جانِ ماہر تو بھی آجاتا اگر کل رات کو

# عمل اصل عبادت ہے

بچپن کے وہ مناظر جس کا وقوع آج بھی اکثر ہوتا رہتا ہے اور تا ابد ہوتا رہے گا میری نگاہوں کے سامنے ہیں جس وقت ہم اپنی اسکول کی چھٹیاں دیہاتوں میں گزارتے تھے اور صبح تڑکے آبادی سے باہر ٹہلنے جایا کرتے۔ تو ہم دیکھتے تھے کہ گاؤں والے بیدار ہو چکے ہیں اور نمازی نماز فجر ادا کرنے کے لئے مسجدوں کو جا رہے ہیں تاکہ بعد نماز وہ اپنے اپنے کھیتوں میں چلے جائیں۔ کچھ کسان تو دن بھر کھیتوں میں کام کرتے۔ اور کچھ لوگ زیادتی کار کے سبب رات کے بھی کچھ حصہ تک مشغول عمل رہتے۔ ہم یہ بھی دیکھتے تھے کہ عورتیں اپنے اپنے گھڑے لیکر پانی بھرنے کے لئے بار بار پنگھٹ پر آتی اور جاتیں۔ پانی بھرنے سے فارغ ہو کر سویرے ہی گھر کے کاموں میں لگ جاتیں اور جب چاشت کا وقت ہو جاتا تو اپنے مردوں کیلئے کھیتوں میں نہاریاں لے جاتیں۔

اس منظر نے مجھے لاطینی کی وہ مشہور مثل بار بار یاد دلائی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "عمل اصل عبادت ہے" اس طرح کی مثل قریب قریب تمام زبانوں میں موجود ہے۔ ہمارے یہاں مثلاً بولتے ہیں۔ "کام عبادت ہے"۔ ظالم کی نیند عبادت ہے" سچ یہ ہے کہ ہر نیک عمل عبادت ہے۔ انسانی اعمال میں سے وہ تمام عمل صالح ہیں جن پر انسانی زندگی کا دارومدار ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ تمام فرائض انسانی کا نام عمل صالح ہے۔ انسان جس قدر عمل صالح کریگا۔ اسی قدر اسکی عبادت زیادہ ہوگی۔ اور اسی لحاظ سے خدا کے نزدیک اجر و ثواب کا زیادہ مستحق ہوگا۔

عمل صالح ہر وہ عمل ہے جسکو انسان اپنی اور دوسروں کی فلاح اور بہبود کیلئے اختیار کرتا ہے۔ ان تعریفات کے ماتحت ہر عمل بہتر ہے اور ہر بہتر عمل عبادت ہے۔ اس میں کسی عمل کو کچھ بھی امتیاز حاصل نہیں خواہ وہ صنعتی ہو منطقی ہو یا موسیقی ہو مرتبہ میں سب یکساں ہیں۔ علی الصبح ہل چلانے والے، صنعت و حرفت اور تجارت میں حصہ لینے والے تلاش رزق میں ملک ملک کی خاک چھاننے والے، علماء، حکماء، اہل فن اور اہل سیاست یہ سب لوگ، اس بارے میں مساوی درجہ رکھتے ہیں۔ کہ ان کے اعمال بہتر ہیں اور خدا کی خاص عبادت ہیں" جو لوگ کہ اعمال کے اندر تفریق کرتے ہیں اور بعض کو بعض پر

فوقیت دیتے ہیں وہ صریح غلطی پر ہیں۔ وہ سمجھتے یہ ہیں کہ جو شخص کام کرنے سے دور ہو گا وہ کرنے والوں سے بلند ہو گا۔ حالانکہ یہ خیال کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جو شخص عمل سے بے پرواہ ہوتا ہے۔ وہ دوسرے کی کمائی کھاتا ہے۔ اور بلا استحقاق دوسروں کی روٹی میں سے حصہ بٹا لیتا ہے۔ فرض کرو ایک شخص مال و دولت کا مالک ہو جائے تو اسے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ اب وہ ہر عمل سے بری ہو گیا اور اسے اپنے مال سے دوسروں کی محنتوں کے خون چوسنے کی سند حاصل ہو گئی۔ نہیں! بلکہ اسکو چاہئے کہ وہ اپنی دولت و ثروت کی حفاظت اور بقا کیلئے پوری اور جائز کوشش کرے۔ اور اس کے لئے جو عمل مناسب ہو اختیار کرے۔

عبادت کیا ہے؟ عبادت نام ہے اس خالص توجہ کا جو اتصال عالم پر ایمان لانے کی طرف مبذول ہو۔ اور اتصال عالم پر ایمان لانا ہمارے لئے ممکن نہیں۔ کیونکہ ہم عالم میں رہ کر عمل نہیں کرتے بلکہ اسکے مصائب و آلام سے کنارہ کش ہو کر ہم نے اس سے جدائی کی راہ اختیار کر لی ہے۔ ہماری تمام کوششیں ثمرات عالم کے کھو دینے کے درپے ہیں۔ پھر آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ جو شخص دنیا میں اپنے عمل کی کوئی یادگار نہیں چھوڑتا۔ وہ کیونکر خالق عالم پر پورا ایمان رکھ سکتا ہے؟

ہم عورت و مرد، جوان اور بوڑھے سب کو جنہوں نے کہ عمل کو ترک کر دیا ہے، یہ سوچنے کی دعوت دیتے ہیں کہ ان کا اور اس عالم کا انجام کیا ہو گا؟ اگر وہ سوچیں گے تو ان کو معلوم ہو جائے گا کہ خود ان کا انجام یہ ہو گا کہ عالم ان کو فنا کر کے ان کی جگہ دوسری قوم کو وجود میں لائے گا۔ باقی عالم کا انجام؟ وہ ہمیشہ قائم رہے گا۔ اور یہ امر بھی مسلم ہے کہ جب باطل پرستی کے سبب جماعتوں کا بُرا انجام ہو گا تو ضروری ہے کہ افراد کا انجام بھی، جب وہ باطل کی تائید کریں برا ہو۔ باطل کی حمایت کرنے والے بنی نوع انسان پر بہت بڑا ظلم کرتے ہیں۔

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ عالم اسی وقت زوال پذیر ہوا ہے۔ جب اہل عالم اپنے مختلف دور حیات میں ہر مفید عمل سے کنارہ کش ہو گئے۔ ہم نے دوسروں کے عمل پر زندگی بسر کرنا اپنا نصب العین بنا لیا۔ اور غیر کے لئے کسب معاش جائز سمجھا مگر اپنے لئے کسرِ شان سمجھا۔

جس طرح مجھے ان لوگوں پر افسوس ہوتا ہے جو اپنے رزق کو قسمت کے سپرد کر کے اس پر توکل کئے بیٹھے رہتے ہیں۔ اسی طرح مجھے ان لوگوں پر بھی افسوس ہوتا ہے جو اپنے عزیز اوقات بجائے کسی مفید کام میں صرف کرنے کے اپنی خواہشات نفسانی اور دنیاوی لذات کے حصول میں ضائع کر دیتے ہیں۔ میرے نزدیک قمار بازی، لاٹری، ریس

وغیرہ سب ناجائز ہیں کیونکہ ان سب میں عزیز اوقات کا خون ہوتا ہے۔

لاٹری کے ٹکٹ قوموں کی ہلاکت اور بربادی کا باعث ہوتے ہیں کیونکہ یہ چیزیں لوگوں کو ترک عمل کی دعوت دیتی ہیں۔ اور طرح طرح کی آلائشوں سے ان کا دامن ملوث کرتی ہیں۔ اگر قوم اس ناجائز رزق سے نفرت کرنے لگے اور انکے حاصل کرنے والوں کو نظر حقارت سے دیکھے۔ جو جماعت کسی سچے رہبر کی متلاشی ہو اس کا احترام کرے۔ اور اسکے اعمال حسنہ کو اللہ کی عبادت خیال کرے۔ تو اسوقت قوم کے اندر ایسے جذبات ابھریں گے جو راہ خیر میں افراد قوم کو قربان ہونے کیلئے آمادہ کریں گے۔ اور بجائے اسکے کہ ان کے اعمال کی بنیاد زر اندوزی، جلب منفعت اور ہر جائز و ناجائز ذرائع پر مبنی ہو۔ ان کو نیکوکاری کی دعوت دیں گے۔

ہر مرد مسلمان یہ یقین رکھتا ہے کہ عبادت نیکی کی راہ ہے۔ کیا کوئی بتا سکتا ہے۔ کہ اعمال حسنہ سے بہتر نیکی کی کوئی مکمل راہ اور ہو سکتی ہے؛ جن کے کرنے والے کے سامنے روزانہ ان کے نتائج ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ جس طرح کہ مہربان باپ اپنے بچوں کو اپنی نظروں سے بڑھتے اور جوان ہوتے دیکھتا ہے۔ ہم کو ہمیشہ کسانوں کی مثال پیش نظر رکھنی چاہئے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو تمام دن اور رات کے کچھ حصہ تک کام میں لگے رہتے ہیں اور اپنی محنتوں کے پھل کو روز افزوں ترقی پر دیکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک دن ان کے توڑنے اور چننے کا وقت آجاتا ہے۔ کسان خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے اپنی محنتوں کے پھل سے دامن بھر لیتے ہیں۔ یہی اصل نعمت اور اصل نیکی ہے۔

باقی جو لوگ زندگی کو لہو ولعب سے تعبیر کرتے ہیں وہ محض جوش شباب اور شیطان کے فریب میں آکر ایسا کرتے ہیں۔ مگر جب دور شباب گزر جاتا ہے۔ اور عمل کی طاقت باقی نہیں رہتی تو اسوقت انہیں نظر آتا ہے کہ شباب نے کیا کیا رنگ کھلائے ہیں اور ان کے مال و دولت اور صحت کو ایسا زخم کاری لگایا ہے۔ جس کا اندمال افسوس اور ندامت کے ذریعہ ناممکن ہے۔ اسی لئے نوجوانوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ عمل اصل عبادت ہے۔ اور جو شخص قوت رکھنے کے باوجود اعمال کو آئندہ کے لئے اٹھا رکھے گا اسے یقین رکھنا چاہئے کہ آئندہ چل کر جب اُسے عمل کا احساس ہوگا۔ تو اسوقت قوت عمل کو بالکل فنا پائے گا۔ اسلئے ہر شخص کو خیال رکھنا چاہئے کہ وقت ضائع نہ ہو۔

(عبدالرحمٰن ناصر)

# "ہماری زبان کا نام"

مارچ کے آخری ہفتہ میں آل انڈیا ایجوکیشنل کانفرنس علی گڑھ کے شعبہ اردو کے اجلاس میں مخدوم و مکرم علامہ سید سلیمان صاحب ندوی نے بہ عنوان بالا جو تابلعقد مقالہ پڑھا تھا۔ وہ معارف پریس اعظم گڑھ میں طبع ہو کر بغرض اشاعت و تبصرہ دفتر عارف میں بھی موصول ہوا ہے

ضروری تو یہی تھا۔ کہ علامہ موصوف کے اس مکمل عالمانہ مقالہ کو درج کر کے اسپر اپنے ناچیز خیالات کا مفصل اظہار کیا جاتا۔ لیکن عارف کی محدود ضخامت اور اس خادم اہل قلم کی عدیم الفرصتی ایسا کرنے میں حائل ہے۔ اسلئے مقالہ مذکور کے ضروری اقتباسات درج کرنے سے قبل مختصر معروضات عرض کر دیجاتی ہیں۔ امید کہ اسپر محترم مصلحان زبان نیز معزز تعلیم یافتہ مسلمان توجہ فرمائیں گے۔"

دور اندیش۔ مانع نظر مخدوم و مکرم علامہ محترم سید سلیمان صاحب ندوی کے اس نظریہ سے کسی باخبر شخص کو انکار نہیں ہو سکتا کہ نہ صرف آج سے تقریباً ایک صدی پہلے ہندوستان کی زبان کو ہندوستانی یا ہندی کہا جاتا تھا۔ بلکہ اب بھی بنگال اڑیسہ سی پی وغیرہ کے رہنے والے بعض اصحاب موجودہ زبان اردو کو ہندی ہی کہتے ہیں۔ جس کے ثبوت میں ان اضلاع کے رہنے والوں کے بیسیوں خطوط پیش کئے جا سکتے ہیں۔ جن میں وہ زبان اردو کی کتب مطلوبہ کو ہندی قرار دیتے ہوئے طلب کرتے ہیں۔

تاہم میرے ناچیز خیال کے مطابق صرف اردو کو ہندوستانی قرار دینے سے ہی ہماری ملکی زبان میں متحدانہ ترقی یکسانیت یگانگت وغیرہ پیدا نہیں ہو سکتی۔

وہ اسلئے کہ کسی ملک کی زبان کی ترقی و قبولیت اس ملک کے ادباء و شعراء کے کلام سے وابستہ ہے

اور ہر ملک کا لٹریچر موجودہ حکومت و مروجہ تعلیم کے زیر اثر ہوتا ہے۔

جیسے کہ عہد مغلیہ سے قبل ہندو حکومت کے زمانہ میں بھاشا رائج تھی۔ جس کا اثر خسرو۔ ولی۔ سودا۔ میر تقی کے کلام میں اب تک موجود ہے۔

اسی طرح شاہجہان و اورنگ زیب عالمگیر کے عہد حکومت میں فارسی لٹریچر میں ترقی ہوئی۔ اور گزشتہ دور میں سرسید۔ حالی۔ اکبر۔ شبلی وغیرہ کے قلم سے موجودہ انگریزی حکومت کی زبان اور ان کی مروجہ تعلیم کے زیر اثر انگریزی زبان کے ہزاروں الفاظ ہماری ملکی زبان میں پیوست ہو گئے۔

اس طرز تحریر کو دیکھ کر ادھر تو عربی، فارسی جاننے والے مسلم اہل قلم نے اپنی ملکی زبان میں فارسیت و عربیت کے الفاظ ملائے۔ ادھر ہندو ادبا نے سنسکرت کے غیر مانوس الفاظ ٹھونسنا شروع کر دیئے اس کشمکش سے ہندوستان کی زبان نہ فقط ایک چیستان بن کر رہ گئی۔ بلکہ ہندو مسلم قوموں میں اسی طرز عمل نے زبان کا اختلاف پیدا کر دیا۔ جو اس وقت تک موجود ہے اور موجود رہے گا۔ لہذا ملک کے سربرآوردہ مصلحان زبان کو ہندوستان کی ملکی زبان کو ہندوستانی کا متفقہ نام قرار دینے کے ساتھ ہی زبان کا معیار قائم کرنا بھی ضروری ہے۔ ورنہ عربی، فارسی ہندوستانی، سنسکرت ہندی، ہندوستانی۔ پنجابی سندھی ہندوستانی۔ انگریزی جاپانی ہندوستانی وغیرہ کے رواج میں ملک ہندوستان کی متفقہ ہندوستانی زبان کا انتخاب کرنا مشکل ہو جائے گا" (ناچیز مدیر)

آج ہم جس ملک کو اس آسانی سے "ہندوستان" کہدیتے ہیں، اور اس سے ہمالیہ کے دامن سے بحر شور کے ساحل تک کا علاقہ ہمارے ذہن میں آجاتا ہے مسلمانوں کی آمد سے پہلے اس کا نہ یہ نام تھا، اور نہ یہ اسکی وسعت تھی، اور مسلمانوں سے پہلے اس ملک کا کوئی ایسا نام تھا جو اس پورے ملک کو بتا سکے جو پنجاب کی سرحد سے شروع ہو کر بنگال، مدراس اور بمبئی کے کناروں پر جاکر ختم ہوتا ہے۔ بلکہ انتہا یہ ہے کہ اس پوری قوم کیلئے بھی جس نے آج اپنے کو "ہندو" کے نام سے ایک قوم بنا لیا ہے کوئی ایک نام نہ تھا، کہتے ہیں کہ اس ملک کے ایرانی ہمسایوں کی زبان میں اس ملک کا نام سندھو تھا۔ اور قدیم ایرانی اور سنسکرت زبانوں میں ھ اور س کا باہم مبادلہ ہو جاتا ہے، اس طرح سندھو ہندو ہوا۔ اس ملک کے دوسرے بحری ہمسایہ کی زبان میں دو لفظ تھے، السند والہند، کشمیر کی ترائی سے لے کر موجودہ سندھ کے کناروں تک

کو وہ سندھ اور گجرات اور لار سے باقی اندرونی ملک کو وہ ہند کہتے تھے، اس ہند نے یورپ جا کر انڈ کی اور انڈی نے انڈیا کی صورت اختیار کر لی، ہند والوں کو عرب "ہندی" اور خراسانی "ہندو" کہتے تھے، اور عرب ہندی کی جمع ہنود اور خراسانی "ہندوان" بناتے تھے،

مسلمان جب اس ملک میں آئے تو ان میں سے اہل عرب نے اس ملک کو ہند کا، اور اہل خراسان نے ہندوستان کا نام دیا، لفظ ستان، جگہ یا زمین کے لئے فارسی اور سنسکرت دونوں میں بولتے ہیں، اسلئے ہندوستان ہندو استھان بھی ہو سکتا تھا۔

اس ملک میں جو بولی بولی جاتی تھی وہ بھی ایک نہ تھی، ہر صوبہ کی بولی الگ الگ تھی، لیکن مسلمانوں نے یہاں کی ہر بولی کا ایک ہی نام رکھا، یعنی ہندی یا ہندیہ،

اس تفصیل سے معلوم ہوگا کہ اس سرزمین کے ایک ملک کا ایک نام ہند یا ہندوستان، اور یہاں کی رہنے والی قوموں کا ایک نام ہندو، اور یہاں کی مختلف زبانوں کا ایک نام ہندی مسلمانوں نے رکھا، اور حقیقت میں یہ مسلمانوں ہی کی ذہنیت اور ذہانت تھی۔ جس نے اس پوری سرزمین کو ایک ملک، اور یہاں کے رہنے والوں کو ایک قوم، اور یہاں کی بولیوں کو ایک زبان سمجھنے کا تصور پیش کیا،

شاہجہان کے زمانہ میں جب دہلی شاہجہان آباد بنی تو شاہی قلعہ یا بازار کیلئے ترکی لفظ "اردو" اردوے معلیٰ کی توصیفی ترکیب سے رواج پایا، اور صوبہ وار نئی دیسی بولیوں کیلئے اس اردوی معلیٰ کی شاہی بولی کا ڈھنگ اس زبان کی صحت اور صفائی کا معیار بنا، اور اس طرح اس نئی معیاری بولی کو اضافت کے ساتھ "زبان اردوی معلیٰ" کہنے لگے، اور آج سے کوئی سو ڈیڑھ سو برس پہلے زبان اردوی معلیٰ کی لمبی ترکیب کی بجائے "زبانِ اُردو" یعنی اردو کی زبان بنی، اور پھر اس سے بھی مختصر ہو کر "اردو" ہو ئی ؎

ہندو بھائیوں کے دلوں میں یہ خیال زور پکڑنے لگا کہ اب جب مسلمانوں کی سلطنت کے دباؤ سے وہ آزاد ہو چکے ہیں تو ہم کو اسلامی اثر کی ہر چیز سے آزاد ہونا چاہیئے، اس بنا پر انگریزوں کی تفریق کی سیاسی تحریک بہت کارآمد ثابت ہوئی، اور سب سے پہلے اس کا اثر زبان کے معاملہ میں ظاہر ہوا، اور ہندی کے نام سے ایک زبان کی تبلیغ شروع ہوئی، اور بعض صوبوں میں یہاں تک کیا گیا کہ اردو خط تک عدالتوں سے خارج کر دیا گیا، اور اب یہ تحریک یہاں تک زور پکڑ

رہی ہے کہ یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ اس صوبہ کے چند شاعروں نے جس بھاشا میں کچھ مذہبی نظمیں کبھی لکھی تھیں وہی پورے ملک کی زبان بنادی جائے۔

یہ حالت دیکھ کر آج سے چند سال پہلے یہ تحریک پیش کی گئی کہ اس زبان کا نام "اردو" کے بجائے جو اٹھارھویں صدی کے خاتمہ کی ایجاد ہے، جب واقعی ہندوستان کی شاہی عملاً اردوئے معلّٰی کے صحن و دیوان میں محدود ہوگئی تھی۔ اسکو واقعی طور سے اسکے پرانے نام ہندوستانی سے یاد کیا جائے، جو اسوقت کا نام ہے، جب ہندوستان کی شہنشاہی سارے ملک ہندوستان میں پھیلی ہوئی تھی، تاکہ یہ زبان پورے ملک کی مملکت کا دعوےٰ کرسکے۔

مسلمانوں کا یہ سمجھنا کہ یہ تجویز ہندوؤں کی خوشنودی کیلئے ہے یا ہندوؤں کا یہ سمجھنا کہ یہ ان کو دھوکا دینے کے لئے سازش کی جارہی ہے۔ بدگمانی کی انتہا ہے۔

یہ تحریک خالص لسانی اصول و مبادی کی بنا پر اٹھائی گئی ہے، جسکے بہت سے سبب ہیں، میں ان میں سے ایک ایک کو بہت ہی اختصار کے ساتھ بیان کرتا ہوں:-

۱۔ اس زبان کے دو پرانے نام تاریخوں میں ملتے ہیں، زیادہ تر ہندی یا ہندوی، اور اسکے بعد ہندوستانی، اب چونکہ ہندی کا نام ایک خاص زبان اور رسم الخط کیلئے بولا جانے لگا ہے، اسلئے دوسرے پرانے نام ہندوستانی کو اس زبان کے لئے خاص کرنا چاہیئے، جس کو اب غلطی سے عام طور سے "اردو" کہنے لگے ہیں۔

۲۔ دنیا کی ساری یا اکثر زبانوں کے نام کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ اس قوم کی نسبت سے مشہور ہوتی ہے، جو اس کو بولتی ہے، یا اس ملک کی نسبت سے موسوم ہوتی ہے جس میں وہ بولی جاتی ہے

۳۔ ہم کو اپنی بولی کا ایک ایسا نام رکھنا چاہیئے جس کے سننے کے ساتھ یہ معلوم ہوجائے کہ یہ اس پورے ملک کی بولی ہے، لفظ اردو کے ساتھ اس قسم کا کوئی تصوّر ذہن میں نہیں آتا، برخلاف اسکے ہندوستانی نام بولنے کے ساتھ پورے ملک کا نقشہ ہمارے ذہن میں آجاتا ہے، اور اسکے پورے ملک کی بولی ہونے کا یقین منطق کی آمیزش کے بغیر صرف نفسیاتی اثر سے ہمارے اندر، اور ہر سننے والے کے دل کے اندر پیدا ہوجاتا ہے۔

۴۔ لفظ اردو سے یہ دھوکا ہوتا ہے کہ مسلمان ترکستان و خراسان سے کوئی بولی لے کر یہاں آئے تھے، جس کو وہ ترکی میں اردو کہتے ہیں، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ باہر سے آنے والے مسلمانوں کی زبانیں اور تھیں، اور یہ وہ بولی ہے، جسکو

انہوں نے ہندوستان میں آکر اختیار کر لیا، یہ واقعہ اس بولی کو ہندوستانی کے اصلی اور صحیح نام سے پکارنے سے ساری دنیا کے سامنے روشن ہو جاتا ہے، اور اسکے بدیسی پن کا بے وجہ شبہ دور ہو جاتا ہے،

۵۔ اگر ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ یہ پورے ملک کی مشترک زبان ہے تو اس دعویٰ کی اس سے زیادہ مضبوط دلیل کوئی اور نہیں ہو سکتی کہ اس کا نام ہندوستانی ہے، اسکے اس پرانے نام کو رفتہ رفتہ بھلا دینے سے غلط طور کی ہمدردی کرکے ہم نادانستہ اسکے دعویٰ کی بنیاد کھوکھلی کر رہے ہیں،

۶۔ چونکہ شروع شروع میں جو پرتگالی، یا اسپینی یا اور اگلے یورپین یہاں آئے، بلکہ خود انگریزوں نے بھی اس زبان کو صحیح طور سے ہندوستانی کہا تو ہم میں سے اکثروں کو دھوکا ہوا کہ یہ نام انگریزوں کا بخشا ہوا ہے۔ حالانکہ اس زبان کا یہ نام ہم اپنے ہندوستانی کے مقالہ میں بتا چکے ہیں کہ بادشاہ نامہ اور تاریخ فرشتہ میں موجود ہے، فرشتہ میں عادل شاہ ثانی والی بیجاپور کے متعلق ہے کہ "تا بہ ہندوستانی متکلم نمی شد" شاہجہان کی درباری تاریخ بادشاہ نامہ میں ہے۔ "زمزمہ سرایان ہندوستانی زبان"۔ تلاش سے اور بھی مثالیں مل سکتی ہیں، اس لئے یہ شبہہ دور ہونا چاہئے کہ اس زبان کا یہ نام فرنگیوں نے رکھا ہے، بلکہ یقین کرنا چاہئے کہ ہندی کے بعد ہماری زبان کا یہ وہ نام ہے، جو ہمارے بزرگوں نے رکھا تھا، اور ہم کو بھی اس نام کو باقی رکھنا چاہئے۔

۷۔ بعض دوست کہتے ہیں کہ چونکہ نہرو رپورٹ اور پنڈت جواہر لال نے اپنی آپ بیتی میں "ہندوستانی زبان" کی اکثریت کو تسلیم کیا ہے۔ اور اپریل ۱۹۳۶ء میں بھارتیہ ساہتیہ پرشد کے اجلاس ناگپور میں "ہندی یعنے ہندوستانی" کی تجویز منظور ہوئی ہے، اور ان سب سے مراد "ہندی" ہے، اسلئے ہندی اور ہندوستانی ہم معنی لفظ ہو گئے ہیں، اس لئے ہم کو اس لفظ سے پرہیز کرنا چاہئے،

میری عرض یہ ہے۔ کہ یہ تو مسلمانوں کی بے احساسی سے ایسا ہوا، شاہ عبدالقادر صاحب کے زمانہ تک اردو کا نام "ہندی متعارف" تھا اور سر سید نے آثار الصنادید کے طبع اول میں اردو کیلئے "ہندی" کا لفظ استعمال کیا ہے، اور اسی کو ہندی کہتے تھے، ہندی والوں نے اس لفظ پر ایسا قبضہ کیا کہ آپ کو اس نام پر سے ملکیت کا دعویٰ اٹھا لینا پڑا۔ اب ایک لفظ "ہندوستانی" رہ گیا تھا، جو خالص طور پر اردو کے معنوں میں ہمیشہ استعمال ہوا ہے، اگر آپ اسکو بھی چھوڑ دیں گے تو دوسروں کے قبضۂ مخالفانہ سے وہ ہرگز نہیں بچ سکتا۔

(سید سلیمان ندوی)

# مظلوم کے آنسو

"موسم بہار اور ننھی ننھی پھوار نے باغ عالم کی ہر نکھری ہوئی چیز میں کشش پیدا کر دی تھی۔ گھرے ہوئے بادلوں کے ہلکے اور خوبصورت اندھیرے نے ہر ذی روح کی حیات مستعار میں مسرت کی لہر دوڑا دی تھی۔ امراء اپنی اپنی کاروں میں، متوسط الحال لوگ پا پیادہ ہی اس مسرت خیز فضا سے لطف اندوز ہونے کے لئے سامان نشاط سے آراستہ ہو کر شہر سے نکل چکے تھے۔

ان کی گھر والیاں بھی اپنے اپنے گھروں میں اس سہانے سمے میں پوے اور گلگلے تلتے ہوئے ملہار گا رہی تھیں۔ بچے اور بچیاں کڑاہی سے بے پروا نے بنے ایک دوسرے پر گرتے گراتے کھلکھلا کر ہنس رہے تھے۔

انہیں گھروں کے ساتھ ہی ایک چھوٹے سے تنگ تاریک گھر میں ایک بیوہ اور اسکے یتیم بچے کیلئے یہ روح پرور منظر سوہان روح کا باعث ہو رہا تھا۔ یتیم و معصوم بچہ بھوک سے نڈھال، مظلوم بیوہ (اسکی ماں) اپنے لئے نہیں بلکہ اپنے بچے کے لئے ایک سوکھی روٹی کو ترس رہی تھی۔ ہمسائیوں کو مصروف مسرت دیکھ کر ان کے سامنے اظہار مصیبت کرنے سے شرم دامنگیر تھی۔ بازار میں جا کر بھیک مانگنے کیلئے بدن پر کوئی کپڑا نہ تھا۔ اگر اپلے گیلے نہ ہوتے تو بیچاری کو مر کے آٹے کا (؟) فکر کیا کم تھا۔ اسپر ایندھن مہیا کرنے کا غم۔ اندھیاری رات کا خوف، ناداری بے کسی۔ بے بسی۔ ناتوانی کا بھیانک تصور معصوم اور یتیم بیٹے کی موجودہ اور آئیندہ زندگی کے دلی جذبات ماتا کی آنچ سے پگھل کر آنسوؤں کی صورت میں اسکی آنکھوں سے ٹپک رہے تھے۔

آہ۔ یہ دنیا کیسی عبرت خیز ہے۔ ایک طرف تو اس پرفضا وقت میں ہر شجر کی ہر شاخ پر شبنم کے قطرے نکی رسراب نما جھالریں سی جگمگا رہی تھیں۔ اور اس منظر سراب کو دیکھنے والے دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔ دوسری طرف بیکس بیوہ کے مرجھائے ہوئے رخساروں پر آنسوؤں کے حقیقی موتی رواں تھے۔ جو خود فراموش انسان کی نظر میں بے حقیقت تھے۔

کاش وہ یہ جانتے کہ مظلوم کے آنسو سچے موتیوں سے زیادہ بیش قیمت ہیں۔ اگرچہ نایاب نہیں (بلکہ انمول ہیں) لیکن اکثر لوگ خود پرستی۔ خود بینی۔ خود غرضی کے باعث انہیں حاصل نہیں کرتے۔

اُف! یہ کیسی کپکپا دینے والی بات ہے۔ کہ ہم مظلوم ہوں اور ہمارے مصیبت کے آنسو ایسے ہی بے حقیقت ہوں۔ کہ دیکھنے والے سراب نما شبنم کے موتیوں کے بالمقابل انہیں دیکھنا تک پسند نہ کریں۔ تو ..... پھر ......"

(ملک، حاجی محمد حاتمی لاہور)

# پروازِ خیال

مئے گلرنگ جو ساغر میں بھری رہتی ہے
میں سمجھتا ہوں کہ شیشہ میں پری رہتی ہے

شمع جل جائے کہ پروانہ جلے کیا غم ہے
ہاں مگر بزمِ حسیناں میں ہنسی رہتی ہے

دودِ دل بعد فنا دل سے نکلتا ہی رہا
ایک چادر مری تربت پہ تنی رہتی ہے

زندگی بھر تو لگی دل کی بجھائے نہ بجھی
آگ سینہ میں شب و روز لگی رہتی ہے

دیکھکر گورِ غریباں کو وہ فرماتے ہیں
یہ وہ بستی ہے جو تا حشر بسی رہتی ہے

باغِ ہستی کو کیا بادِ خزاں نے پامال
ہاں مگر شاخِ تمنا تو ہری رہتی ہے

یہ محبت بھی چھپائے نہیں چھپتی ہرگز
صاف ظاہر ہے کہ آنکھوں میں تری رہتی ہے

جل کے پروانہ کی میت سے صدا آتی ہے
رات بھر شمع کی لو کس سے لگی رہتی ہے

طور پر حضرت موسیٰ جسے تم نے دیکھا
یہ وہی آگ ہے جو دل میں لگی رہتی ہے

یہ صلہ اس ستمِ ایجاد کی الفت کا ملا
خشک لب رہتے ہیں آنکھوں میں تری رہتی ہے

کس کی آمد کی خبر لائی نسیمِ سحری
صبح سے پھولوں میں غنچوں میں ہنسی رہتی ہے

کوئی مرتا ہے تو مر جائے بلا سے تیری
ترے ہونٹوں پہ تو ہر وقت ہنسی رہتی ہے

کوہِ غم اب تو اٹھائے سے نہیں اٹھتا ہے
جانِ بیدل یہ مرے دل میں ٹھنی رہتی ہے

عندلیبانِ چمن سیر کریں شاد رہیں
بوئے گل باغ میں ہر سمت بسی رہتی ہے

اک مدت سے شہادت کی تمنا ہے مجھے
دستِ نازک میں ستمگر کے چھری رہتی ہے

اشک آنکھوں سے جو بہتے ہیں تو کیا حاصل ہو
ہاں مگر آگ تو سینہ میں لگی رہتی ہے

دل کو کیا سارے زمانہ کو جلا دے اشفاقؔ
آتشِ شوق جو سینہ میں دبی رہتی ہے

اشفاق (لکھنوی)

# سندھ اور مسلمان

(از ایم حامد اشتر۔ گورکھپوری)

سندھ سے میرا مقصد دریائے سندھ نہیں بلکہ وہ سندھ ہے جس کے شرق میں بحر فارس، مغرب میں کرمان شمال میں ہندوستان اور جنوب میں صحرائے اعظم پھیلا ہوا ہے۔ اگرچہ قدیم سندھ کا جغرافیہ کچھ ایسا تبدیل ہو چکا ہے کہ اب مطلق سمجھ میں نہیں آتا۔ وہ شہر جو قدیم زمانہ میں آباد تھے اب لاپتہ ہیں۔ ہاں اس زمانہ کے کچھ کھنڈرات باقی ہیں جو اب بھی زبانِ حال سے مسلمانوں کی کھوئی ہوئی قوت و جبروت کا مرثیہ پڑھ رہے ہیں۔ مؤرخین نے سندھ کی صحیح تاریخ معلوم کرنے کی کافی کوششیں کیں اور اس میں وہ ایک حد تک کامیاب بھی ہوئے لیکن بیشتر معاملات میں ان کے بیانات ایک دوسرے سے اسقدر مختلف ہیں کہ کچھ صحیح پتہ نہیں چلتا۔

خلفائے راشدینؓ کے عہد میں ملک عرب کے اندر اثر و اقتدار حاصل کرنے کے بعد مسلمانوں نے دیگر اندرونی و بیرونی طاقتوں کو اسلام کے سامنے سرنگوں ہونے پر مجبور کیا۔ اسوقت مسلمانوں کے دل و دماغ میں اس قسم جوش بھرا تھا کہ ان کے نزدیک موت ہی معراج کمال بن گئی تھی اور اسی جوش و خروش کے تحت ان کا سیلاب تمام دنیا میں پھیل رہا تھا۔ جسنے بڑے بڑے تاجداروں کی شوکت و عظمت کو پارہ پارہ کرکے رکھدیا۔

۲۰ھ میں مسلمانوں کا قدم ایران میں آیا اور کرمان و سجستان پر قبضہ ہو گیا۔ یہ گویا سندھ کی سرحد تھی۔ ہندوستان کی شہرت اسوقت تمام دنیا میں پھیلی ہوئی تھی لہذا قدرتی طور پر مسلمان اس طرف متوجہ ہوئے اور ان کے دل میں جوش اور شہادت کا شوق ابھرنے لگا۔ اور ہر فرزند توحید نشۂ شہادت میں جھومنے لگا۔

ہم ذیل میں ان حملوں کا ذکر کرتے ہیں جو خلفائے راشدینؓ کے عہد میں سندھ پر ہوئے۔ دیگر خلفائے اسلامؓ کے وقت میں جو حملے ہوئے ان کا ذکر کسی اور وقت کیلئے اٹھا رکھتے ہیں۔ سب سے پہلی بار عثمانؓ بن عاص ثقفی نے جو اسوقت بحرین اور عمان کا گورنر تھا خلیفہ وقت حضرت عمرؓ کی بغیر اجازت ایک لشکر سندھ پر روانہ کیا۔ یہ فوج بمبئی کے قریب تک آئی اور

معمولی جنگ کے بعد واپس چلی گئی۔ اس مہم کا مفصل حال تواریخ سے نہیں ملتا۔

کچھ دنوں کے بعد عثمانؓ بن عاص کا بھائی حکم بحرین و عمان کا گورنر ہوا۔ اسنے اپنے بھائی مغیرۃؓ بن العاص کی سرکردگی میں ایک لشکر دریا کے راستہ سندھ پر بھیجا۔ اسوقت سندھ کا راجہ چچ بن سلائج تھا۔ یہ لشکر شہر دیبل تک آیا یہاں سمہا بن دیوراج گورنر تھا۔ ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک زبردست جنگ ہوئی جس میں مغیرۃؓ شہید ہوئے اور اسلئے جنگ جاری نہ رہ سکی۔

کچھ دنوں کے بعد دربار خلافت سے یہ فرمان جاری ہوا کہ ممالک ہند کی تحقیقات ہو۔ اور راستوں کے نقشے تیار کئے جائیں ابو موسیٰ جو اسوقت عراق کے گورنر تھے اس کام پر معمور کئے گئے۔ آپ گزشتہ جنگوں کا حال ملاحظہ فرما چکے تھے۔ لہٰذا انہوں نے حضرت امیرالمومنینؓ کی خدمت میں یہاں کی کافی مذمت لکھ بھیجی نیز مغیرۃؓ کی شہادت کا حال مفصل طریق پر تحریر فرمایا حضرت امیرالمومنینؓ چونکہ بذات خود بحری جنگ کے خلاف تھے لہٰذا کچھ دنوں کیلئے سندھ پر حملے کا مسئلہ رک گیا۔

سنہ ۲۲ھ میں عبداللہ بن عامر ربیعہ کرمان فتح کرکے سجستان میں داخل ہوئے۔ مسلمانوں کے اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کیلئے سندھ کے راجہ نے ایک لشکر سجستان کی کمک پر روانہ کیا۔ مسلمانوں نے ان دونوں لشکروں کو شکست فاش دی۔ اس سے ان کا جوش اور بڑھ گیا اور انہوں نے دربار خلافت سے دریائے سندھ کے پار جانے کی اجازت طلب کی لیکن بجائے اسطرف بڑھنے کے انہیں بصرہ کی جانب بڑھنے کا حکم ہوا تاکہ ہندوستان اور فارس کا راستہ قابو میں رہے اور خلیج فارس پر مسلمانوں کا تسلط ہو جائے۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت آیا تو بحری جنگ کی عام اجازت ہوگئی۔ اسوقت عبداللہ بن عامر بصرہ کا گورنر تھا۔ اسکی دلی خواہش تھی کہ کسی طرح سندھ قبضہ میں آجائے۔ چنانچہ انہوں نے دربار خلافت سے اجازت حاصل کرکے حکیم بن جبلہ عبدی کو راستوں کی تحقیقات کیلئے روانہ کیا۔ انہیں راستہ میں بڑی تکلیفیں پیش آئیں اور سخت تکلیفیں اٹھانی پڑیں لہٰذا انہوں نے اپنی رپورٹ میں ہندوستان کی بیحد برائیاں لکھائیں اور اسطرح یہ معاملہ ایک بار پھر کچھ دنوں کیلئے ملتوی ہوگیا۔

جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ تخت خلافت پر متمکن ہوئے تو مسلمانوں کی خواہش ایک بار پھر ہندوستان پر حملہ کرنیکی ہوئی چنانچہ تاغر کی زیر سرکردگی ایک لشکر اس مہم پر روانہ کیا گیا۔ اسکی پہلی جنگ کنکن میں ہوئی۔ حارث بن مرہ نے جو اسلامی فوج کے کمانڈر تھے بڑی جوانمردی سے مقابلہ کیا اور ہندوؤں کو شکست دی۔ اسکے بعد مختلف مقامات پر جنگیں ہوئیں۔ اور مسلمان فتحیاب ہوئے۔ مسلمانوں کا جوش و خروش انتہائی ابھار پر تھا کہ یک بیک امیرالمومنینؓ کی خبر شہادت نے ان کا دل توڑ کر رکھ دیا۔ اور اسلامی فوج مال غنیمت لے کر واپس چلی گئی۔ (اے۔ ایم خان)

# مسلم خواتین کی بے پردگی

(مولانا عبدالقیوم ندوی صاحب آف ستر کھ ضلع بارہ بنکی)

ہندوستان کی اکثر اقوام نے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ مسلمانوں کے علاوہ تمام اقوام نے بے پردگی کی عملی حمایت و تائید میں پورے جوش و خروش، مستعدی اور سرگرمی، انہماک اور ہماہمی، سرگرمی اور زور و قوت سے حصہ لیا۔ تو شاید مبالغہ نہ ہو۔ ان اقوام نے بے پردہ ہونے کے بعد جو کچھ کیا وہ سب کو معلوم ہے اور جو کچھ پایا وہ کوئی نہیں جانتا۔

اب تک مسلمان اس معاملہ میں پس رو اور پست ہمت تھے، انہوں نے پردہ پوری قوت کے ساتھ قائم رکھا اور اپنی قومی روایات میں حتی المقدور ذرہ برابر فرق نہ آنے دیا۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں ان نتائج سے بھی نسبتاً کم دوچار ہونا پڑا کہ جن کا تصور بھی ہمارے لئے سخت تکلیف دہ اور باعث اذیت ہے۔ لیکن افسوس مسلمان بھی تقلید یورپ کی وبا سے محفوظ نہ رہ سکے۔ اور انہوں نے بھی اس قوم (یورپین) کی اتباع اور پیروی کو فخر جانا کہ جن کے یہاں پردہ ایک معیوب اور لایعنی چیز ہے۔ اسی لئے وہاں کے یہاں سیمیں بدن ہر روز سے

ساقی بجلوہ دشمن ایمان آگہی　　مطرب بنغمہ رہزن تمکین و ہوش ہے

کا دلفریب منظر پیش کیا کرتے ہیں۔ بے پردگی کے ساتھ وہاں بیحیائی اور بے غیرتی، بے شرمی اور بے حجابی عام ہے۔ اور عصمت و عفت تو وہاں کی لغت میں سے

ہے یہ وہ لفظ کہ شرمندۂ معنے نہ ہوا

غرضیکہ مسلمانوں نے مغرب پرستی میں جہاں اور اپنی قومی اور مذہبی روایتوں کو یورپ کے نذر کر دیا۔ پردہ اور حیا و غیرت کو بھی اس پر قربان کر دیا۔ اور زمانے نے دیکھ لیا کہ عصمت اور عفت کی وہ پاک دیویاں کہ جن کی صورت کون کہے آواز تک لوگوں کے کان میں کبھی نہ پڑی ہو۔ سینما، تھیٹروں، سڑکوں اور گلیوں، پارکوں اور تفریح گاہوں میں نیم برہنہ، غیر محرموں کے ساتھ سیر و تفریح کرتی ہوئیں، نہایت ہی فخر و مباہات اور بے باکی کے ساتھ نظر آ رہی ہیں۔ اور وہ کچھ کرتی ہوئی پائی جا رہی ہیں۔ کہ جس کے لئے مدتوں سے لندن اور پیرس بدنام ہیں۔

مسلمانوں کے یہ کسی خاص گروہ اور مخصوص قبیلہ کا تذکرہ نہیں۔ بلکہ عام طور پر یہ مرض پھیلتا جا رہا ہے کہ وہ یورپ کی پیروی اور اتباع کو اولین مقصد سمجھ رہے ہیں اور بے پردگی کی حمایت میں عملاً سرگرداں اور کوشاں نظر آرہے ہیں۔ اور آپس میں سیدھے سادے اور بھولے بھالے مسلمانوں کو بہت ہی زور قوت اور سرگرمی کے ساتھ اس بات کی طرف رغبت دلا رہے ہیں کہ وہ اپنی عصمت مآب بیویوں کو بے پردہ کر دیں۔ اور یورپ کی تقلید میں ان کو ان تمام امور کی اجازت دیدیں کہ جن کی اسلام انتہائی قوت کے ساتھ روک تھام کر رہا ہے۔ اور صدیوں سے کرتا آرہا ہے۔ مرد تو مرد اب عورتیں بھی اس مقصد جلیل کی تبلیغ میں تن و من سے منہمک اور مصروف عمل نظر آرہی ہیں۔ اور بے پردگی کی حمایت پر زور دار تقریریں کرتے ہوئے دیکھی جا رہی ہیں۔ حالانکہ یہی وہ خواتین ہیں کہ آج سے کچھ ہی عرصہ پیشتر بے پردگی کو اسقدر ناگوار سمجھا کرتی تھیں کہ آگ میں اور بھڑکتے شعلوں میں کود جانا گوارہ تھا مگر یہ ناممکن تھا کہ وہ ایک لمحہ کے لئے بھی بے پردہ رہ کر زندگی بسر کر سکیں۔ مگر افسوس استداد زمانہ نے ہر عیب کو عین ہنر اور ہر برائی کو عین نیکی ثابت کر کے دکھا دیا ہے۔ نظریات میں عظیم الشان انقلاب واقع ہو چکا ہے اور خیالات ایک ایک کر کے بدل چکے ہیں۔ اگلوں کی نیکیاں اب برائیوں کا منظر پیش کر رہی ہیں۔ اور اسوقت کی برائیاں اب مجسم نیکیاں دکھائی جا رہی ہیں۔ سچ کہا ہے کہنے والے نے سے

اس دور میں مے اور ہے جام اور ہے جم اور
ساقی نے بنا کی روش لطف و کرم اور

یاد رکھنے والی

# چند باتیں

براہ کرم

## سب سے پہلے اس بات کو ہمیشہ یاد رکھئے

کہ

آپ کو جس قسم کا قرآن مجید یا جس مضمون کی کتاب مطلوب ہو اس کے متعلق مندرجہ ذیل پتے سے ہماری خدمات سے فائدہ اٹھائیں

وہ اسلئے کہ

ہماری تجارت زیادہ فروخت اور تھوڑے منافع پر منحصر ہے،
ہمارا اصول قلیل منافع اور ہمارا معاملہ صداقت پر مبنی ہے

یہی وجہ ہے کہ

## ہندوستان بھر میں ہمارے بالمقابل کوئی پبلشرز ارزاں کتابیں فروخت نہیں کر سکتا

لہٰذا

آئندہ صفحات کی فہرست کتب ملاحظہ فرما کر آپ کو اپنے لئے یا اپنی رفیقہ حیات کیلئے یا اپنے بچے بچیوں یا اپنے احباب و اقارب کیلئے جس قسم کی کتاب مطلوب ہو طلب فرما کر ممنون فرمائیں جگہ ہمیشہ کیلئے یاد فرماتے رہئے شکر گزار فرمائیں

## ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب بل روڈ لاہور

**وعظ کبیر** ائمہ مساجد کے لئے وعظ کی یہ مختصر مگر جامع کتاب نہایت مفید ہے۔ قیمت ۶ر

**طریقہ دین محمدی** اس میں فقہ کے تمام ابتدائی مسائل۔ یعنی وضو نماز وغیرہ کے بتائے گئے ہیں۔ قیمت ۶ر

**ایوب صابر** حضرت ایوب علیہ السلام کے واقعہ صبر کے متعلق ہے۔ ۲ر

**ائمہ اربع** یعنی امام ابو حنیفہؒ۔ مالکؒ۔ حنبلؒ شافعیؒ کی سوانحعمریاں۔ قیمت ۳ر

**یوسف زلیخا** حضرت یوسف علیہ السلام و زلیخا کے قصہ احسن القصص کا ترجمہ و دیگر تاریخی واقعات۔ قیمت ۳ر

**معجزات نبوت** ہادئی اسلام حضور پرنور صلعم کے معجزات کا نادر مجموعہ۔ قیمت چار آنے ۴ر

**کنز الدقایق** اردو۔ کنز مسائل اسلامی کی مشہور کتاب ہے یہ اس کا اردو ترجمہ ہے۔ قیمت ایکروپیہ عہ

**طب نورانی** طب کی ضخیم و بہترین کتاب آسان اور عام فہم مضامین۔ ہر قسم کی بیماریوں کے علاج قیمت عہ

**قرابادین قادری** ادویات مفرد و مرکب کے خواص اور ان کا طریق عمل قیمت ایکروپیہ عہ

**خصائل و شمائل نبوی** یعنی حضور پرنور صلعم کے خصائل و شمائل کا مجموعہ۔ قیمت ۴ر

**قصیدۂ ظہور امام مہدی** ظہور امام مہدی کے حالات قیمت ۴

**فالنامۂ نور** پورپ کا طریق فال دیگر فالنامے قیمت [illegible]

**رقعات غالب** غالب کے [illegible] خطوط [illegible] جو [illegible] و شاگردوں کو [illegible] میں [illegible] باتیں ہوری ہیں قیمت [illegible]

**فیروز اللغات** جو [illegible] بالکل بے [illegible] کی کتاب ہے جس میں [illegible] کے علاوہ کافی ذخیرہ موجود ہے۔ قیمت [illegible]

**تہذیب و شائستگی** [illegible] ایک عالمانہ [illegible] قیمت [illegible]

ملنے کا پتہ۔ ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب [illegible]

# تعلیم نسواں کی بہترین کتابیں

**تعلیم نسواں کی پہلی** ۔ اس میں خدا و رسول صلعم کے احکام و عقائد اسلام ۔ اخلاق ادب کی تعلیم ہے قیمت ۲ر

**تعلیم نسواں کی دوسری** ۔ احکام اسلام بزرگوں کے آداب تعلیم خانہ داری وغیرہ کے آسان و مختصر مضامین ہیں ۔ قیمت ۳ر

**تیسری** تعلیم اسلام ۔ سلیقہ شعاری ۔ صبر ۔ استقلال وغیرہ مفید اسباق ۔ قیمت ۴ر

**چوتھی** ۔ اسلامی طریق معاشرت ، تہذیب و تمدن وغیرہ تاریخی مضامین قیمت ۵ر

**پانچویں** ۔ مسائل اسلام ۔ مشاہیر نسواں وغیرہ ادبی معلومات قیمت چھ آنے ۶ر

**ادیب نسواں** خاوند کی اطاعت پردہ ۔ گھر کے کام کاج و اخلاق ادب کی تعلیم قیمت ۴ر

**انشائے نسواں** ۔ اردو لکھنے کا طریق رسم الخط کے آسان قواعد قیمت ۳ر

**زنانہ اردو خط و کتابت** زنانہ محاورات میں خط و کتابت کرنے کا طریقہ ۔ قیمت ۳ر

**انتظام خانہ داری** ۔ گھر کیسا ہونا چاہئے اس کے انتظام کا کیا طریقہ ہے قیمت ۳ر

**کھانا پکانا** ۔ ہر قسم کے کھانے پکانے کی آسان ترکیب ۔ قیمت ۵ر

**خوان نعمت کلاں** ۔ ہر قسم کے لذیذ و مرغن کھانے اچار ، چٹنیاں ، مربے وغیرہ بنانے کی ترکیب قیمت ۲ر

**رفیق نسواں** یہ کتاب مضامین کے لحاظ سے فی الواقعہ عورتوں کی رفیق حیات ہے قیمت ۶ر

**ماں بیٹی** بچپن سے لیکر بڑھاپے تک ضروریات زندگی و دیگر امورات کی تعلیم ۔ قیمت ۶ر

**مدینۃ المستورات** ۔ بعض مذہبی ضروری مسائل کی تعلیم و دیگر اسلامی معلومات ۔ قیمت ۳ر

**گھر کی ملکہ** گھر کے انتظام کا مکمل طریقہ قیمت ۲ر

**لیڈی ڈاکٹر** بچوں اور عورتوں کی پوشیدہ بیماریاں اور ان کے علاج ۔ قیمت ۳ر

**بہشتی حوریں** ۔ نیک بی بیوں کے متبرک حالات اور ان کے کارنامے ۔ قیمت ۳ر

**خورشید جہاں** ۔ ایک کنواری لڑکی کی دل ہلا دینے والی سچی سرگذشت ، قیمت ۴ر

**سگھڑ سہیلی** ۔ سگھڑ اور پھوہڑ سہیلی کا مقابلہ ، فضول خرچی اور خوشامد کے نتائج ۔ قیمت ۲ر

ملنے کا پتہ :۔ ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز تاجران کتب بل روڈ ۔ لاہور

| نام کتاب | قیمت | نام کتاب | قیمت | نام کتاب | قیمت |
|---|---|---|---|---|---|
| انسان اور اس کی زندگی | ۲ر | ارمغان عرب | ۳ر | ہجرت | ۳ر |
| حکایات عرب | ۳ر | امانت | ۳ر | کبڑا شہزادہ | ۳ر |
| افسانہ ما | ۵ر | سچائی کا پرندہ | ۳ر | پھولوں کا ہار | ۴ر |
| مور | ۲ر | پریوں کا بادشاہ | ۲ر | شاہ جہاں | ار |
| بایزید بسطامی | ۲ر | انمول موتی | ۲ | حسن بصری | ار |
| انگلش ٹیچر جدید | ۸ر | سونے کی بالیاں | ۸ر | مہمان و میزبان | ۳ر |
| بڑی بی | ۱۲ر | چار سہیلیاں | عہ ر | عزالی | ۱۰ر |
| بلقیس ملکۂ سبا | ۳ر | موروں کی شہزادی | ۴ر | پن شہزادی | ۲ر |
| وفادار بیٹی | ار | بھکارن بہو | ار | جرنیل حمید | ۲ر |
| ولادیسلطانہ | ۲ر | یتیم لڑکی | ار | ندیدی بیگم | ار |
| دکھیاری دلہن | ار | دکھیا شہزادی | ار | شہزادی بلقیس | ار |
| جہانگیر کی چہیتی بیگم | ار | نرہبی خالہ | ار | چھ مائیں | ار |
| اخلاقی گیت | ار | ننھے میاں | ار | رت جگے کی رات | ار |
| دولت کی پجارن | ار | لاڈلی بیٹی | ار | سوتیلی ماں | ار |
| چوروں کا گھر | ار | چوروں کی بہو | ار | بی بھائی | ار |
| جن کٹنی | ار | جادوگرنی | ار | فقیرنی جھونپڑی | ار |
| سگھڑ بیوی | ار | بازیگرنی | ار | پھولوں کا گہنا | ار |
| خطِ تقدیر | ۶ | فلورا فلورنڈا | ۱۲ | گناہ کی راتیں | عہ ر |
| بچپن کی محبت | ۳ر | تصویرِ عشق | ۳ر | تیر نظر | ۲؍ر |
| اسیرِ حسن | ۳ر | سوتیلی ملکہ | ۲ر | محبت کے آنسو | ۳ر |
| عورت کا دل | ۴ر | دل کی قیمت | ۴ر | شریف عیار | ۲ر |

# مثنوی مسدس ۔ منظومات ، غزلیات

**بانگ درا** سر اقبال مدظلہ العالی کا اسم گرامی محتاج تعارف نہیں ۔ یہ انہیں کے اردو کلام کا مجموعہ ہے ۔ جسکا ایک ایک شعر جواہرات میں تولنے کے قابل ہے ۔ اگر آپ نے آجتک اس مسلم اور فلاسفر شاعر اسلام کا کلام عالی نہیں دیکھا یا کچھ دیکھا ہے ۔ اور کچھ نہیں دیکھا ۔ تو آپ یہ کتاب ضرور مطالعہ فرمایئے ، قیمت عہ

**مسدس حالی** مولانا حالی کی یہ وہ نظم جو ہر صاحب ایمان کو وجد میں لاتی ہے ۔ جسمیں زمانہ سلف و حال کے مسلمانوں کی پوری سیرت درج ہے قیمت ۴ر

**نظم حالی** یہ بھی حالی کی ادبی نظموں کا قابلقدر مجموعہ ہے جس کی ہر ایک نظم مطالعہ کے قابل ہے ۔ قیمت ۴ر

**دیوان کلیات نعت سرور** قیمت عہ

**نور وحدت** کامل نعت رسول کا مختصر مجموعہ ۴ر

**شمع رسالت** " " " " ار

**صنم خانہ یثرب** " " " " ار

**ساقی کوثر** " " " " ار

**در یتیم** " " " " ار

**مدینۃ الرسول** " " " " ار

**مثنوی مولانا روم** اگرچہ اس سے پہلے بھی مثنوی کے کئی ایک ترجمے شائع ہو چکے ہیں ، لیکن ایسا منظوم ترجمہ آج تک طبع نہیں ہوا ۔ جسکے اوپر مثنوی کا اصل شعر ہے اور نیچے ترجمہ کا اردو ترجمہ ہے ۔ اسکے چھ حصے ہیں ۔ فی حصہ کی قیمت ۱۲ر ہے اور چھ یکمشت طلب کرنے پر صرف معہ ر

**دیوان فیضی** فیضی دربار اکبری کے ملک الشعراء تھے انکے فارسی علم ادب کا یہ نایاب مجموعہ ہے جسکا ہر ایک شعر تصوف میں ڈوبا ہوا ہے قیمت ۸ر

**میلاد اکبر** اکبر وارثی میرٹھی کا نعتیہ کلام ۔ قیمت ۴ر

**باغ کلام اکبر** " " " ۳ر

**مولود جدید** حضور پر نور صلعم کی ولادت کا بیان " ۲ر

**شہید** " " " " ۳ر

**سعدی** " " " " ۲ر

**رحمت الرحم** " " " " ۴ر

**مظہر النور** " " " " ۳ر

**سعیدی** " " " " ۲ر

**مثنوی گلزار نسیم** ۔ تعارف کی محتاج نہیں " ۲ر

**ترانۂ عاشق** ۔ عاشق صاحب کے عاشقانہ کلام کا مجموعہ " عہ

ملنے کا پتہ :- ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب بل روڈ لاہور

مردِ عارف کیلئے ہے اسمیں رازِ زندگی　　اہلِ بینش کیلئے ہے سوز و سازِ زندگی

اسلامی، ادبی، تمدنی، معاشرتی مضامین کا

ماہانہ رسالہ

# عارف

میری نوا سے ہوئے زندہ عارف و عامی　　دیا ہے میں نے انہیں ذوقِ آتش آشامی

عجب نہیں کہ مسلماں کو پھر عطا کر دے　　شکوہِ سنجر و فقرِ جنید و بسطامی


مدیر

عبدالرحمن شوق امرتسری

پروپرائیٹر

ملک دین محمد


چندہ سالانہ ایک روپیہ

ملک دین محمد پرنٹر پبلشر نے فیروز پرنٹنگ ورکس ۱۱۸ سرکلر روڈ میں طبع کرا کر بل روڈ لاہور سے شائع کیا۔

# فہرست مضامین

# عارف

جلد ۱ | ماہ جولائی ۱۹۳۷ء | نمبر ۱۰

## لمعاتِ اولین

خدا کا شکر ہے۔ کہ اب اکثر مخدومان علم وادب وشعرا محترم کی نظروں میں بھی عارف کی پالیسی مستحسن ثابت ہو رہی ہے۔ چنانچہ علامہ راز یزدانی مدظلہ (رامپور) اپنے گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

آپ نے مسلمانوں کی موجودہ پستی کا صحیح اندازہ کیا ہے۔ اور صحیح اسلامی خدمت کر رہے ہیں۔ حیف کہ میں اس صحیح اسلامی خدمت میں آپ کا ہاتھ نہ بٹا سکوں۔ بہرحال انشاء اللہ آئندہ ضرور کچھ لکھوں گا۔ (اس توجہ ہمت افزائی کا دلی شکریہ مدیر)

اسی طرح برادرِ محترم ادیب شہیر جناب ماہر القادری صاحب نے بھی ماہ اپریل کے آخر میں تحریر فرمایا تھا۔

"آپ کی تجویز سے مجھے بالکل اتفاق ہے۔ اسلامی لٹریچر کو یقیناً عام فہم پیرایہ میں پیش کرنا چاہیے۔ فرصت ملتے ہی کچھ نہ کچھ ضرور لکھوں گا۔ (آپ کا عالمانہ مضمون موصول ہو چکا ہے۔ ماہ اگست کے عارف کی زینت کا باعث ہوگا۔ مدیر)

بہرحال مجھے امید ہے۔ کہ تمام قابلقدر علمآء، ادبآء، شعراء ملک وملت وزبان کی خدمات نیز تبلیغ اسلام کا فرض محسوس کرتے ہوئے اس ادائے فرض کے بہترین ذریعہ (یعنی رسالہ عارف) کو اپنی قلمی اعانت سے فراموش نہ فرمائیں گے۔

---

مولانا شبلی مرحوم ومغفور علیہ الرحمتہ۔ نہ صرف قابلقدر مؤرخ، لائق فلاسفر، عالم جید، مجتہد اسلام ہی تھے۔ بلکہ آپ ادب کا صحیح ذوق رکھنے والے ہندوستان کے قابل ادیب بھی تھے۔ آپ اپنی ایک تصنیف سوانح مولینا روم

کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں

"ہمارے نزدیک اصلی علم کلام یہی ہے۔ کہ اسلام کے عقاید کی اس طرح تشریح کی جائے۔ اور اسکے حقائق معارف اس طرح بتائے جائیں۔ کہ خود بخود دل نشین ہو جائیں۔

یہ رائے تھی ہندوستان کے اس قابل ادیب اور لائق مصنف کی۔ جن کی مستند و مدلل تصانیف بلحاظ طرز استدلال و انداز جدت و اجتہاد بعض مستند یورپی تصانیف سے کم نہیں

میں نہایت خوش ہوں کہ مجھ خادم اہل قلم کا طرز عمل اور رسالہ عارف کی پالیسی شروع سے ہی ایسے قابل ترین عالم مجتہد، مورخ و ادیب کی اس رائے کے عین مطابق ہے (اگرچہ یہ زریں رائے عارف کے دس نمبر نکالنے کے بعد معلوم ہوئی تھی)۔

جسے تمام مسلم علماء ادباء، شعراء و عام برادران اسلام کی خدمت میں بطور ثبوت پیش کرتے ہوئے استدعا ہے۔

مذہب اسلام کے عقائد و حقائق مسائل و معارف کو ادبی رنگ میں منتقل کرنے۔

اسلامی تحریر میں اضافہ اور اُسے مسلمانوں میں رائج کرنے کے لئے عارف اور اُسکی

اعانت کی چونکہ بہت بڑی ضرورت ہے۔

اسلئے بحیثیت مسلمان جملہ اہل اسلام پر عارف اور اسکی اعانت کا جس قسم کا حق پہنچتا ہے۔ براہ کرم اسے فراموش نہ فرمایا جائے۔

---

جن خریداران کتب فرم ملک دین محمد اینڈ سنز تاجران کتب کے نام بربنائے تعلقات تاجرانہ و مراسم دوستانہ رسالہ عارف بالعموم جاری ہے۔ ان میں سے اکثر اصحاب نے چونکہ ابتک اپنا زرچندہ عطا نہیں فرمایا۔ لہٰذا ایسے تمام تاجران کتب کی خدمت میں عموماً اور نمونہ عارف پسند کرنے والے اصحاب کی خدمت میں خصوصاً التماس ہے کہ

عارف کو اپنے طویل تساہل سے نقصان پہنچانے کی بجائے اپنی سب سے پہلی فرصت میں نہ فقط اپنا زرچندہ کا ایک روپیہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائیں۔ بلکہ اپنے حلقہ احباب میں بھی عارف کی توسیع اشاعت کی عملی تحریک فرما کر کارکنان عارف کو شکر گزار فرمائیں۔

(مدیر)

# معارف القرآن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ
اللّٰهِ تَبْدِيْلًا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ○

"تو کیا یہ لوگ اسی دستور کے منتظر ہیں۔ جو پہلے لوگوں کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔ (یاد رکھو)
کہ تم اللہ کے دستور کو ہرگز بدلتا ہوا نہ پاؤ گے۔ اور نہ اللہ کے دستور کو ہرگز منتقل ہوتا
ہوا پاؤ گے۔
(القرآن الحکیم سورۂ فاطر)

بلا امتیاز مذہب و ملت ہر عقلمند انسان کو قانون فطرت کا مطالعہ کرتے ہوئے۔ بہ تقاضائے فطرت
خالق اکبر کے اس دعوے پر یقین کرنا پڑتا ہے۔ کہ

"جس چیز کا جو خاصہ ایک دفعہ ظاہر ہو۔ اس چیز میں اسی خاصیت کا ظہور پذیر ہونا ضروری ہے۔ جس طرح آگ
میں جلانے کی جو خاصیت ہے۔ یہ خاصیت نہ تبدیل ہو سکتی ہے۔ اور نہ اس خاصیت کے جاننے والے اس سے
انکار ہی کر سکتے ہیں۔"

مثلاً ایک نادان بچہ اگر آگ میں اپنا ہاتھ ڈال دے اور آگ اپنی خاصیت کے مطابق اس کا ہاتھ جلا دے
تو یہی آگ اگر دوسری دفعہ اس نادان بچے کے سامنے آئے تو فطرت اُسے اس بات کا فوراً یقین دلا دیگی۔ کہ یہ
آگ ہے۔ جس کا خاصہ ہی یہی ہے۔ کہ جلا دیتی ہے۔ جیسے کہ یہ پہلے بھی میرا ہاتھ جلا چکی ہے۔ اگر اب کی دفعہ

مَیں اس میں اپنا ہاتھ ڈالوں گا تو یقیناً جل جائے گا۔

---

یہ حقیقت ہے ان احکامات الٰہی کی

"کہ جب تمہیں اسبات کا قطعاً یقین ہے۔ کہ فلاں بات سے فلاں نتیجہ کا ظہور پذیر ہونا صرف ضروری ہی نہیں۔ بلکہ کئی بار ایسا ہو چکا ہے۔ اور بالضرور ہو کر رہے گا۔ تو پھر اسبات سے کیوں انکار کرتے ہو۔ کہ جن اعمال کا نتیجہ یقیناً ہلاکت ہے۔ وہ ظہور پذیر نہ ہو۔ چنانچہ تم سے پہلے بھی بے شمار قومیں اس سرزمین میں گذر چکی ہیں جو حاکم بھی تھیں، محکوم بھی۔ کمزور بھی تھیں، طاقتور بھی۔ سرگرم عمل بھی تھیں اور متساہل بھی۔ شان و شوکت میں ممتاز بھی تھیں۔ ذلت و نکبت میں گرفتار بھی۔ اگرچہ آج وہ اس دنیا میں موجود نہیں لیکن ان کی عظمت و شوکت ذلت و نکبت کی داستانیں اب تک موجود ہیں۔ ان کی سرگزشت پڑھو، اور غور کرو۔ تا کہ انکی سعادت و شقاوت کا نتیجہ تم پر ظاہر ہو۔"

---

کلام الٰہی کا یہ استدلال جامع و مفصل ہے۔ اور کئی مقامات پر قادر قدرت نے اس قانون قدرت کی تائید کرتے ہوئے اپنے بندوں کو اسبات کی تائید و تہدید کی ہے۔

"کہ گزشتہ زمانوں کی طرف مڑ کر دیکھو۔ تاکہ تمہیں معلوم ہو کہ دنیا کی کوئی آبادی ایسی نہیں جس میں ایک خاص طرح کا معاملہ اور اسکے خاص نتائج ظہور پذیر نہ ہوئے ہوں۔ ہمیشہ ایسا ہوا ہے اور ہوتا رہے گا۔ کہ اقوام دنیا میں خاص شخصیتیں پیدا ہوئیں۔ اور انہوں نے مختلف صدائیں بلند کیں۔ قوم کے درمیان خاص معاملات پیش آئے۔ اور ان کا خاتمہ ایک خاص نتیجہ پر ہوا۔"

لہٰذا یہی وہ حقیقت ہے جو بار بار ابھرتی ہے۔ یہی وہ سنت اللہ (اللہ کا دستور) ہے۔ جو ہمیشہ منتقل ہوتا رہتا ہے اور ہوتا رہے گا۔

---

مندرجہ بالا احکام الٰہی کی اس مختصر تشریح کے بعد یہ عرض کرنا مقصود ہے۔ کہ موجودہ تمام مسلمان اپنے مقدس مذہب اسلام کے درخشندہ خیر القرون پر ناز کرتے ہوئے اپنی قوم کی موجودہ نکبت و ذلت پر صرف افسوس کرنا تو جانتے ہیں۔ لیکن کلام الٰہی کی ان آیات بیّنات کے مطابق قانون فطرت کا مطالعہ کرتے ہوئے نہ گزشتہ قوموں کی عظمت و شقاوت کے نتائج اور زمانہ سلف کے مسلمانوں کے اسباب سعادت مدنظر رکھتے ہیں۔ اور نہ ان اظہار موعظت و عبرت و اسباب عظمت و سعادت پر عمل کرنا ہی جانتے ہیں۔ تو پھر خلاف فطرت یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ زہر کی خاصیت شہد سے اور دودھ کی پانی سے تبدیل ہو جائے۔ یعنی اعمال تو ہلاکت کے ہوں اور ان کا نتیجہ سعادت نکلے۔

---

اگرچہ سچی بات ہمیشہ کڑوی لگتی ہے۔ اور یہ خادم اہل قلم کسی کو ناراض کرنا بھی نہیں چاہتا۔ لیکن مجھے مجبوراً اور بہ خلوص نیت مگر بلا امتیاز شخصیت و قومیت، عرض کرنا پڑتا ہے۔ کہ مجھ ایسے جو لوگ اسلام کی قوت و عظمت شجاعت و سعادت کے محرک اور قوم میں زمانہ سلف ایسی سعادت و شوکت کے خواہاں ہیں۔ جب وہ بذات خود ان اسباب سعادت و عظمت پر عمل نہیں کرتے۔ تو ان کی زبانی یا تحریری تحریک سے قوم میں بیداری کے آثار پیدا ہو کیسے سکتے ہیں۔

مجھے اس بات کا بخوبی علم ہے کہ بعض علماء و صلحاء اسلام۔ مروجہ تعلیم کو مخرب الاخلاق ملحدانہ اور اسکے مقابل اسلامی تعلیم کو ذریعہ علم و اخلاق و ادب سمجھنے کے باوجود اپنے بچے بچیوں کو صرف ملازمت اور انگلش طریق معاشرت کی تقلید کیلئے ہی انگریزی تعلیم دلاتے ہیں

اسی طرح مجھ ایسے وہ لوگ جو مغربی تقلید تمدن کے مقابل اسلام کے سادہ اور آسان طریق معاشرت کو آرام دہ اور مفید سمجھتے ہیں۔ وہ بذات خود مغربی تمدن کے مقلد ہیں۔ ہر وقت نہ صرف خود قیمتی انگریزی لباس میں ملبوس دیکھے جاتے ہیں۔ بلکہ اپنی بیوی بچوں کو بھی اسی فیشن ایبل لباس میں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔

اور جو اصحاب غرباء اسلام کی اعانت یتیموں اور بیواؤں سے ہمدردی کرنا، خیرات و زکواۃ کو جائز مستحقین میں تقسیم کرنا وغیرہ باعث ثواب دارین خیال کرتے ہیں۔ وہ بجائے غرباء اسلام کے اپنے نام و نمود کیلئے یہ روپیہ

سرکاری فنڈوں میں دینا انسب سمجھتے ہیں۔ تو کیا ایسی صورت میں معاونین اسلام کا موجودہ طرز عمل اور تحریک ترقیٔ اسلام جھونپڑیوں میں رہنے اور محلوں میں خواب دیکھنے کے مترادف نہیں ہے؟

---

کاش کہ ہم مسلمان کلام الٰہی کا بغور مطالعہ کیا کریں۔ قرآن حمید کے احسن القصص کا عبرتناک تصور سامنے رکھیں۔ احکامات امر و نواہی کے مطابق سزا و جزا پر یقین کامل ہو۔ اور ہادیٔ اسلام صلعم اور ان کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ اجمعین کے اسوۂ حسنہ کو ہمیشہ مدنظر رکھیں۔

---

# فریبِ ہستی

## ۱

بوالہوس عیش و مسرت ہیں فریبِ ہستی
ذرہ ذرہ سے ہویدا ہے فریبِ ہستی
حسرت و یاس سے تو جلد شناسا ہوگا
دیکھ ا رنگینیِ عالم ہے فریبِ ہستی

ب۔ ہما۔

## ۲

دیر میں حرم و کلیساؤں میں ڈھونڈا تجھ کو
چرخ میں کوہ میں صحراؤں میں ڈھونڈا تجھ کو
میں نے ڈھونڈا تجھے ہر جائے مقام دلبر
پر بجز دل کے کہیں اور نہ پایا تجھ کو!

اسلامیہ کالج۔ لاہور۔

# احادیث خیر الانام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَبَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا

ترجمہ

دین میں آسانی کرو، اور سختی نہ کرو، اور لوگوں کو خوشخبری سناؤ۔ اور

ڈرا ڈرا کر متنفر نہ کرو۔　　(حدیث نبوی صلعم از تجرید البخاری)

اس ارشاد رسول مقبول صلعم کو ان علمائے شریعت سے خاص تعلق ہے۔ جو جانشینان شریعت مصطفوی و مبلغین اسلام ہونے کے باعث مسلمانوں میں قابل تعظیم خیال کئے جاتے ہیں۔

لیکن بعض قابل تعظیم علمائے کرام اور اکثر مبلغین اسلام کا طرز عمل نہ فقط رفتار و گفتار کے لحاظ سے بلکہ طریق تلقین و اظہار تبلیغ بھی بجائے خوش اخلاقی و آسانی کے درشت روی اور سختی پر مبنی ہے۔ یہ درست ہے کہ علمائے کرام کو ہمیشہ باوقار رہنا چاہئے۔ لیکن یہ عزو وقار اپنی ذات سے ملوث نہ ہونا چاہئے۔ یعنی ظاہری وقار علم ایسا ہو۔ کہ سننے اور دور سے دیکھنے والوں پر تو رعب و ہیبت طاری ہو۔ لیکن پاس کے بیٹھنے اور سننے والے آپ کی شیریں کلامی سے مسحور ہو جائیں۔

جیسے کہ حضور پر نور سرور کائنات رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ اجمعین کا مقولہ ہے کہ

"جو شخص آپ کو دور سے دیکھتا تھا۔ اسکے دل پر آپ کی ہیبت طاری ہو جاتی تھی۔ اور جو شخص آپ کو قریب سے دیکھتا تھا۔ اُسکے دل میں آپ کی محبت گھر کر جاتی تھی۔"

یہ معروضات اسلئے عرض کی گئی ہیں۔ چونکہ ہر مسلمان (بحیثیت تبلیغ اسلام کا فرض عائد ہونے کے) مبلغ ہے۔ لہذا تمام قارئین عارف کو تلقین اسلام میں عموماً اور اپنے ہر ایک قول و فعل میں خصوصاً ذاتی مفاد، نام و نمود، رعب داب مد نظر انداز کر کے۔ ایثار و انکسار در گزر کرنے اور قول و فعل میں پابند رہنے کی ایسی ہی علامات اختیار کرنی ہیں۔ جیسی کہ عارفین کرام کی متبرک زندگی میں اسلامی قول و فعل علم و حلم، انکسار و ایثار وغیرہ کی لکھو کھا تمثیلات ظاہر ہیں۔ اور مندرجہ ذیل واقعہ میں اسلامی معاشرت کی انہی روشن تمثیلات میں سے انکسار کی ایک تمثیل عرض ہے۔

---

امام الاولیا شیخ علی ہجویری علیہ الرحمتہ اپنی تصنیف لطیف کشف المحجوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

"میں نے حکایات میں پڑھا ہے کہ حضرت شیخ ابو طاہر حرانی ایک روز گدھے پر سوار ہو کر بازار میں جا رہے تھے۔ آپ کے ایک مرید نے گدھے کی باگ تھام رکھی تھی۔ کسی آوارہ مزاج نے حضرت شیخ پر یہ آوازہ کسا۔

"یہ زندیق (بے دین) پیر آ رہا ہے" مرید کو اپنے پیر روشن ضمیر کے متعلق یہ بات سننے کی تاب کہاں ہوتی۔ وہ غصہ میں بیتاب ہو کر آوازہ کسنے والے کو ہلاک کر دینے کے لئے لپکے۔ اور سب بازار والے بھی جمع ہو گئے۔

یہ حالت دیکھ کر شیخ ابو طاہرؒ نے اپنے مرید کا یہ جوش غضب فرو کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اگر تو اسوقت صبر اختیار کرے گا۔ تو میں تجھے ایک بات سکھاؤں گا جس سے تمہیں نفع پہنچے گا۔ چنانچہ مرید نے بھی آپ کی ہدایت کے مطابق صبر کیا۔ اور بازار کے سب لوگ بھی خاموش ہو گئے۔"

جب آپ گھر میں واپس تشریف لائے۔ تو مرید سے فرمایا۔ وہ صندوق اٹھالا۔ مرید نے صندوق سامنے لا کر رکھ دیا۔ تو آپ نے اس میں سے کچھ خطوط نکالے۔ اور وہ سب اس مرید کے سامنے رکھتے ہوئے فرمایا:۔

"یہ سب خطوط جن لوگوں نے میرے نام بھیجے ہیں۔ ان بھیجنے والوں نے جن جن خطاب سے مجھے مخاطب کیا ہے انہیں پڑھو۔ کسی نے تو مجھے شیخ الاسلام کا خطاب دیا ہے۔ کسی نے شیخ الحرمین کسی نے شیخ زاہد۔ اور کسی نے شیخ ذکی وغیرہ۔ حالانکہ میں کسی لقب کا بھی مستحق نہیں ہوں۔ تو پھر جب ان میرے جاننے

والوں نے بھی مجھے اپنے اصلی نام سے مخاطب نہیں کیا۔ بلکہ اپنے اپنے اعتقاد وخیال سے میرا لقب تجویز کیا ہے۔ تو اس شخص پر تمہیں اتنا غیظ وغضب ہونے کی کیا ضرورت تھی۔ حالانکہ اس نے بھی تو اپنے اعتقاد کے مطابق ہی میرا ایک لقب (پیر زندیق) تجویز کیا تھا"۔

---

دیکھا یہ ہے ایک مرد مومن کا ایثار و اخلاص۔

اب حدیث بالا کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت ہادی اسلام خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے قول و فعل کی مطابقت مطالعہ فرمایئے۔

"ایک روز ایک مسلمان نے دربار نبوت میں آکر عرض کی کہ مجھ سے ایک گناہ سرزد ہو چکا ہے۔ حضور حد (سزا) کا جو حکم دیں۔ تعمیل ارشاد کرنے کو حاضر ہوں۔ اگرچہ حضور پرنور صلعم یہ عرض سن چکے تھے لیکن سائل کی آسانی کو مدنظر رکھتے ہوئے خاموش رہے۔ اتنے میں نماز کا وقت آگیا۔ لیکن نماز کے بعد اس شخص نے پھر وہی التجائی۔ آخر آپ نے فرمایا۔

"کیا تم نے نماز نہیں پڑھی؟

سائل نے عرض کیا۔ ہاں پڑھ تو لی ہے، حضور!

ارشاد فرمایا۔ تو بس خدا نے تمہارا گناہ معاف کر دیا۔

---

اسی طرح حد (سزا) و قصاص میں نرمی بلکہ درگزر کرنے کے متعلق حضور پرنور صلعم کا ایک واقعہ یہ ہے۔ عزاسلمیؓ ایک صحابی تھے۔ جن سے ایک روز زنا کا گناہ سرزد ہوا۔ تو فوراً مسجد نبوی میں حاضر ہو کر اپنے گناہ کا اقرار کرتے ہوئے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ صلعم میں نے بدعملی کی ہے"۔ لیکن حضور پرنور رحمت اللعالمین صلعم نے اپنا رُخ مبارک پھیر لیا۔ سائل نے اس طرف ہو کر پھر یہی عرض کیا۔ حضور پرنورؐ نے ادھر سے بھی جب رُخ انور پھیر لیا۔ تو سائل نے بھی اسی سمت ہو کر پھر یہی کہا۔ غرضیکہ آپ بار بار رُخ انور پھیر لیتے اور وہ بار بار روبرو ہو کر اپنے گناہ کا اقرار کرتا۔

آخر حضور پرنور صلعم نے فرمایا۔

کیا تم کو جنون ہو گیا ہے؟

اسنے عرض کیا۔ نہیں حضور

پھر دریافت فرمایا۔ کیا تمہاری شادی ہو گئی ہے؟

عرض کیا۔ ہاں!

ارشاد فرمایا۔ تو پھر تم نے (کسی عورت کو) صرف ہاتھ ہی تو لگایا ہوگا؟

عرض کیا۔ نہیں! بلکہ مجامعت بھی کر چکا ہوں۔

چنانچہ باوجود اسقدر درگزر کرنے کے بھی جب اسنے اپنا بیان تبدیل نہ کیا تو مجبوراً حضور پرنورؐ نے اسے سنگسار کرنے کا حکم سنایا۔

---

معاذؓ بن جبل بڑے جلیل القدر صحابی تھے۔ اور ایک محلہ کی مسجد میں صبح کی نماز پڑھایا کرتے تھے۔ ایک روز حضور پرنور صلعم کی خدمت مبارک میں کسی صحابیؓ نے ان کی شکایت کی۔ کہ آپ صبح کی نماز میں بڑی بڑی سورتوں کی قرأت کرتے ہوئے اسقدر لمبی نماز پڑھتے ہیں۔ کہ میں ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے مجبور ہوجاتا ہوں۔

اس شکایت کے وقت چونکہ ابو مسعود انصاریؓ بھی دربارِ نبوت میں حاضر تھے۔ چنانچہ وہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ

"میں نے اس موقعہ پر حضور پرنور رحمت اللعالمین صلعم کو جسقدر غضبناک دیکھا۔ اسقدر کبھی نہیں دیکھا۔ چنانچہ آپ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو لوگوں کو متنفر کر دیتے ہیں۔ لہٰذا جو شخص تم میں سے نماز پڑھائے اختصار کو مدِ نظر رکھے۔ کیونکہ نماز میں بوڑھے، کمزور، کام کرنے والے وغیرہ ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔"

---

یہ ہیں قول و فعل کی مطابقت کے عملی نمونے، جن پر مبلغین اسلام کو عمل کرنے کی ہر وقت ضرورت ہے۔

(مسلم سیل)

# تذکرہ بزرگانِ اسلام

## حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہما

نام عبدالرحمٰن، کنیت ابوعبداللہ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے فرزند رشید اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے حقیقی بھائی تھے۔ والدہ کا نام ام رومان تھا۔

اگرچہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے خاندان کے تمام افراد آغاز اسلام سے مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے۔ لیکن آپ غزوۂ احد تک نہ صرف سعادت اسلام سے ہی محروم رہے۔ بلکہ غزوہ بدر میں مشرکین مکہ کی طرف سے مسلمانوں سے برسرپیکار تھے۔ اور جنگ احد میں بھی دشمنانِ دین کے ہمراہ مسلمانون کے مقابل ہوئے تھے۔

آخر صلح حدیبیہ کے موقعہ پر آپ کو سعادتِ اسلام حاصل ہوئی۔ اور اپنے والد مکرم کے ساتھ مدینہ شریف میں رہنے لگے۔

---

آپ خدماتِ اسلام میں عموماً اور اپنے گھر کے تمام معاملات میں خصوصاً اپنے والد مخدوم کا ہاتھ بٹاتے تھے طبعاً نہایت غیور، بہادر اور تیراندازی میں باکمال تھے۔

صلح حدیبیہ کے بعد عہد نبوت میں حضور پرنور ہادی اسلام صلعم و جانثارانِ اسلام کو دشمنانِ دین کے جس قدر معرکوں کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ اُن میں سے اکثر میں شامل ہوئے۔ اور بڑی پامردی سے مشرکین سے لڑے۔

جنگ یمامہ میں تو آپ نے اپنی حیرت انگیز تیراندازی کا وہ کمال دکھایا۔ کہ بڑے بڑے جانباز دشمنوں کو آپ نے اسی تیراندازی سے موت کے گھاٹ اتارا۔

---

اسی جنگ یمامہ میں بہادرانِ اسلام قلعہ میں داخل ہونے کے لئے راستہ تلاش کر رہے تھے۔ انہوں نے ایک جگہ قلعہ کی دیوار شق دیکھ کر چاہتے تھے۔ کہ اس راستے قلعہ کے اندر گھس جائیں۔ لیکن دشمنوں کا ایک بہادر جنگجو محکم بن طفیل اپنی جان ہتھیلی پر رکھے ہجگہ ایسا اڑا ہوا تھا۔ کہ کسی کو قلعہ کے اندر داخل نہ ہونے دیتا تھا۔

آپ نے محکم کی یہ جانبازی دیکھ کر ذرا پیچھے ہٹ کر تاک کر اس زور کا نشانہ لگایا۔ کہ آپ کا تیر دشمن کا سینہ چیرتے ہوئے دل میں ایسا پیوست ہوا۔ کہ جان لئے بغیر نہ نکلا۔

چنانچہ اس بہادر دشمن کے گرتے ہی جانثاران اسلام (دیوار سے لگے ہوئے) دشمنوں کو دھکیل کر قلعہ کے اندر داخل ہو گئے۔

---

حضور پرنور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے بعد خلفائے ثلاثہ یعنی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت تک آپ کی ذات گرامی سے کسی قسم کا اختلاف رونما نہیں ہوا۔

البتہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور آپ کی ہمشیرہ محترمہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ میں جو اختلافات پیدا ہو گیا تھا۔ اس میں آپ کا اثر پذیر ہونا ضروری تھا۔ لیکن یہ اختلاف کسی مخاصمت یا مذہبی عقائد پر مبنی نہ تھا۔ بلکہ آپ حقانیت اسلام، واعمال صالح کے مقابل دنیاوی عزو جاہ اور ذاتی مفاد کے ہمیشہ مخالف تھے۔

---

چنانچہ جب امیر معاویہؓ نے اپنے عہدِ حکومت میں ہی اپنے بیٹے یزید کی بیعت خلافت کی کوشش شروع کی۔ تو امیر معاویہؓ نے اپنے ماتحت حاکم مدینہ مروان کو بھی لکھ بھیجا۔ کہ وہ اہالیانِ مدینہ سے یزید کی بیعت لے۔ اس حکم کے مطابق مروان نے ایک روز مسجد نبوی صلعم میں سب لوگوں کو جمع کر کے جب یزیدؓ کی بیعت کیلئے امیر معاویہؓ کا حکم سنایا تو اسوقت جن اصحاب کرام رضؓ نے امیر معاویہؓ کے اس حکم کی مخالفت میں صدائے احتجاج بلند کی۔ ان سب میں آپ کی قابلقدر شخصیت نمایاں تھی۔ وہ اسلئے کہ آپ نے بلا کسی خوف وخطر بھرے مجمع میں مروان کے منہ پر غضبناک لہجہ میں فرمایا۔

کیا تم لوگ عہدہ خلافت کو موروثی بادشاہت بنانا چاہتے ہو؟۔

---

مروان نے لاجواب ہوکر آپ کو بدنام کرنے کے لئے کہا۔
"لوگو! یہ وہی ہے۔ جسکی نسبت والدین کی اطاعت نہ کرنے پر اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں ان کی مذمت کی ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ بھی اسوقت اپنے حجرہ مبارک میں یہ سب باتیں سن رہی تھیں۔ اسلئے انہوں نے جوشِ غضب میں بلند آواز سے فرمایا۔

نہیں نہیں یہ جھوٹ ہے۔ واللہ عبدالرحمٰن (یعنے آپ کے) متعلق یہ آیت نہیں اتری۔ اگر تم لوگ سُننا چاہو تو میں اس آیت کی شان نزول بھی بتا سکتی ہوں۔ جس سے سب لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ آیت کس کے لئے نازل ہوئی ہے۔

---

امیر معاویہؓ آپ کی اولالعزم شخصیت سے واقف تھے۔ وہ دل سے چاہتے تھے۔ کہ کسی نہ کسی طرح یزید کی تحریک بیعت کی مخالفت کو موافقت سے بدل دیا جائے۔ چونکہ سوائے طمع دولت آپ کے پاس اس موافقت کا اور کوئی ذریعہ نہ تھا۔ اسلئے اس طمع دولت سے ہی امیر معاویہ نے بعض اکابر صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ اجمعین کی حمایت بھی حاصل کر لی تھی۔

چنانچہ آپ کو خوش کرنے اور آپ کی حمایت حاصل کرنے کیلئے بھی امیر معاویہؓ نے ایک روز ایک لاکھ درہم کی تھیلیاں آپ کی خدمت میں پیش کیں۔ لیکن آپ نے نہایت بے نیازی سے یہ سب تھیلیاں واپس کرتے ہوئے فرمایا۔

"امیر معاویہؓ سے کہدینا۔ کہ میں دنیا کے عوض دین کو فروخت نہیں کر سکتا۔

---

اللہ اللہ یہ تھی شانِ بے نیازی۔ زمانہ سلف کے مسلمانوں کی! اسکے مقابل زمانہ حاضرہ کے ہم مسلمانوں کو اگر

اس زر نقد سے پچاسواں حصہ تو کیا۔ صرف کسی مہربان کا پروانۂ خوشنودی ہی مل جائے تو ہم وہ سب کچھ کرنے کو تیار ہوجاتے ہیں۔ جو مذہب، انصاف، اخلاق و تہذیب تک کے خلاف ہو۔

---

آخر اس طوفانِ امارت کی حمایت سے بچنے کیلئے بادل نخواستہ مدینۃ النبی صلعم کو چھوڑ کر آپ مکہ شریف میں چلے آئے۔

لیکن شہر مکہ سے دس میل کے فاصلہ پر حبشی نام ایک مکان میں سکونت پذیر ہوئے۔ اور عرصہ تک اس خلوت نشینی میں ہی یاد الٰہی میں مصروف رہے۔

سنہ ۵۳ھ میں آپ کے بھی واصل بحق ہونے کا وقت مقررہ آپہنچا۔ اگرچہ بظاہر کسی مرض کی شکائت نہ تھی اور نہ کسی قسم کی علالت طبیعت میں محسوس ہو رہی تھی۔ بلکہ حسب معمول ایک رات جو سوئے تو ایسے سوئے کہ پھر نہ اٹھ سکے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ

چونکہ نہ تو آپ علیل ہوئے اور نہ بوقت مرگ چہرۂ مبارک سے کسی قسم کے آثار مرگ ظاہر ہوئے۔ اس لئے آپ کی اس طبعی وفات حسرت آیات پر اکثر اصحاب متردّد تھے۔ بلکہ آپ کی ہمشیرہ محترمہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو اپنے برادر مکرم کی اس ناگہانی موت پر یہ شبہہ ہوگیا تھا۔ کہ کسی دشمن نے زہر دے کر شاید آپ کی زندگی کا خاتمہ کر ڈالا ہو۔ لیکن بعد میں ام المؤمنینؓ کا یہ شبہہ رفع ہوگیا تھا۔

---

آپ مکہ شریف میں ہی دفن کئے گئے۔ ام المؤمنینؓ حج بیت اللہ کے موقع پر مکہ شریف میں تشریف لائیں تو اپنے مرحوم بھائی کی قبر پر بہت روئیں۔ اور اپنے برادر محترم کی روح کو مخاطب کرکے فرمایا۔

کاش کہ میں آپ کی وفات کے وقت موجود ہوتی۔ تو اس قدر آنسو نہ بہاتی اور آپ کو اسی جگہ دفن کرتی جس جگہ آپ کی موت واقعہ ہوئی تھی۔　　(مدیر)

---

# حسن

(ماہر القادری)

حسن ہے سارا جہاں ذوقِ تماشا کی قسم
زلفِ لیلیٰ کی قسم عارضِ سلمیٰ کی قسم

رقصِ طاؤس ہے اک منظرِ حسنِ مخمور
چشمِ ساقی کی قسم لرزشِ صہبا کی قسم

ظلمتِ شام نہیں حسن کے غلطاں ہیں شرار
عرقِ عشاق میں خالِ رخِ عذرا کی قسم

تیرگیِ شب ہے بیاں حسن کے افسانے کی
لبِ سوسن کی قسم قلقلِ مینا کی قسم

شاہدِ حسن کی اک موجِ تبسم ہے سحر
چاند سورج کی قسم عقدِ ثریا کی قسم

غور سے دیکھ کہ دنیا کی تہوں میں بھی ہے حسن
لوح و کرسی کی قسم عرشِ معلیٰ کی قسم

حسن ہر رنگ میں اک شان نئی رکھتا ہے
شامِ فرقت کی قسم صبحِ تمنا کی قسم

کشتیِ دہر کا ہے حسن ہی تنہا کھیوا
عیشِ ساحل کی قسم عشرتِ دریا کی قسم

سرمدی عشق کا طوفان ہے آغوشِ جمال
برقِ سوزاں کی قسم وادیٔ سینا کی قسم

عظمتِ حسن کی اک شان ہے رسوائی بھی
چاکِ یوسف کی قسم دستِ زلیخا کی قسم

حسن جب جا بھی رہا فاتح و منصور رہا
مرگِ راون کی قسم عصمتِ سیتا کی قسم

بخششِ حسن پہ ہی دار و مدارِ کونین
بابِ فردوس کے عنوانِ مطلا کی قسم

چشمِ ماہر کو بھی اب حسنِ بصیرت سے نواز
حسن والے تجھے اپنے رخِ زیبا کی قسم

# مسلم آزادی اور غلامی کے اسباب پر تنقیدی احتساب

"محترم قارئین عارف سے سعادتمند نوجوان صالح عزیزم، ملک محمد عارف سلمہ کا تعارف کرانے کی اگرچہ اسلئے چنداں ضرورت نہ تھی۔ کہ عزیز محترم محمد عارف کے اکثر اقتصادی ادبی مضامین عارف میں درج ہوا ہی کرتے ہیں۔ لیکن محترم قارئین عارف میں سے اکثر اصحاب کو صرف عارف صاحب کے اس قلمی تعارف سے متعارف ہونے کے شائد اسبات کا علم نہ ہوگا۔ کہ نہ فقط رسالہ عارف ہی ملک محمد عارف سے نسبتاً منسوب ہے۔ بلکہ محمد عارف صاحب عارف کے پروپرائٹر بھی ہیں چنانچہ اسی مناسبت و ملکیت یا عارف و معروف کی حیثیت سے چونکہ عارف صاحب پر عارف کی قلمی امانت کا بھی فرض عائد ہوتا ہے۔ لہذا عارف کے مقصد اولیں (یعنی مغربی تقلید تمدن کی مشکلات و اسلامی طریق معاشرت کی طمانیت) پر اظہار خیالات کرنا انہی کے متعلق ہے۔ اور آپ اس مقصد کو جس خوبصورتی اور خوش اسلوبی سے انجام دے رہے ہیں۔ وہ قارئین عارف پر روشن ہے ؎ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ (مدیر)

الدین الفطرت اسلام کے قوانین فطرت کی رو سے مسلمان کو پیدا ہوتے ہی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس کے لئے ملکی آزادی تو نہایت ہی معمولی بات ہے۔ بلکہ اسے اپنے بیوی بچوں، عزیزوں آشناؤں، دنیوی جاہ و منزلت دولت و عزت وغیرہ سے بھی آزاد ہونا چاہئے۔ کیونکہ جب تک وہ ان تمام دنیوی علائق سے آزاد نہ ہو اسوقت تک حضور پر نور ہادی اسلام سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی اس کمال محبت کا شرف حاصل نہیں کر سکتا۔ جس کے سامنے ماں باپ بیوی بچوں، مال و دولت کی محبت ہیچ ہے۔ اور جب تک اسکے دل میں پیغمبر خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا یہ جذبہ کامل نہ ہو۔ اس وقت تک وہ مسلمان نہیں کہلا سکتا۔ اور جو مسلمان ہوگا وہ سوائے اپنے معبود برحق کے کسی کے آگے نہیں جھک سکتا۔

انس و انسان، یا انسیت و انسانیت کی مناسبت کا فلسفہ بھی الدین الفطرت مذہب اسلام کے حق آزادی کا

ثبوت ہے۔ جسکے متعلق ہادی اسلام خیرالانام صلعم کا ارشاد ہے۔

"مومنوں میں اس کا ایمان سب سے زیادہ کامل ہے جسکے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔"

اور تمام حسن اخلاق کا اساسی مرکز وہ محبت ہے۔ جس کا اشارہ اگرچہ پہلی سطور میں عرض کر دیا گیا ہے۔ تاہم اسکا اعادہ ذرا وضاحت سے کر دیا جاتا ہے

کہ یہ محبت پہلے تو اس ہستئ واحد مطلق سے ہونی چاہیئے۔ جو تمام محبتوں کا مرجع اور تمام مخلوق کا خالق و مالک ہے۔ اسکے بعد اس محبت الٰہی کی متابعت میں خالق اکبر کی اس محبوب ہستی سے بھی، جن کی ہدایت سے ہم اسلام سے مشرف ہوئے۔ جیسے کہ حضور پرنور ہادی اسلام خیرالانام صلعم کا ارشاد ہے۔

"تم میں سے کوئی اسوقت تک ایمان میں کامل نہیں جب تک اس کے دل میں میری محبت اسکی اولاد والدین اور تمام لوگوں سے زیادہ نہ ہو۔"

---

اب تمام مسلمانوں کو اس حدیث شریف پر غور کرتے ہوئے اس ارشاد رسول مقبول اور الدین الفطرت اسلام کے اس اصول محبت پر نہایت دلجمعی، خاموشی اور تنہائی میں اپنے دل سے بحث کرنی چاہیئے۔

دلائل میں وہی دلیل قابل قبول ہو سکتی ہے۔ جو عام طور پر عملاً مفید بھی ہو۔ اور تجربہ کار، عقلمند، نیکوکار اشخاص کے قول سے وابستہ ہو۔ جیسے کہ طمع دنیاوی کو ہر عقلمند نیکوکار اشخاص نے برا کہا ہے۔ فی الواقعہ یہ بھی بری۔ اور اسلئے بری ہے۔ کہ اس سے زندگی کے چند دنوں میں سوائے برائی کے کوئی نفع نہیں پہنچتا۔ اور اگر اس سے کچھ جمع کر بھی لیا جائے۔ تو وہ خرچ کرنے کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا۔ اور خرچ نہ کرنا نفسانی مسرت کا باعث بھی نہیں۔

لہٰذا ان سب باتوں کے جاننے اور ان عملی دلائل اور روزانہ مشاہدہ کے بعد بھی اگر کوئی طمع دنیاوی کی برائی کو اچھائی سے تعبیر کرے، تو اس جہالت کا کیا علاج۔

---

لہٰذا دنیاوی تفاخر، وجاہت، شان و شوکت۔ زینت و نفاست، عزت، حکومت وغیرہ یعنی نفسیات انسانی

کے یہ تمام لوازم (جو یقیناً انسان کی آزادی و غلامی کے اسباب ہیں) کو کوئی شخص مستحسن سمجھے۔ تو سمجھے۔

لیکن اگر اسلام کا زمانہ سلف موجودہ مسلمانوں کے لئے قابل فخر شمار ہو سکتا ہے۔ تو یہ بھی ماننا پڑے گا۔ کہ زمانہ سلف کے مسلمان زندہ دل، توانا جسم۔ قوی دماغ رکھنے کے باوجود صرف خدا اور اسکے رسول کی خوشنودی کے ان اسباب دنیا (یعنی غلامی) سے بے نیاز تھے۔

چنانچہ محمد بن واسع علیہ الرحمۃ جب کبھی نمک اور سرکہ سے روٹی کھاتے تو فرماتے۔

"جو شخص دنیا میں اس چیز سے خوش ہے وہ دنیا کے سامنے ذلیل نہ ہوگا"

اس طرح سفیان ثوری علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے۔

"جو اس زمانہ میں جَو کی روٹی پر قناعت نہ کرے وہ ضرور ذلیل و خوار ہوگا"

ایک شخص نے آپ سے مال جمع کرنے کی اجازت طلب کی تو فرمایا:۔

"جو مال جمع کرتا ہے۔ تو وہ ان پانچ باتوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

(۱) طول الامل (۲) شدت حرص (۳) بخل (۴) فراموشئ آخرت (۵) پرہیزگاری سے اجتناب۔

چنانچہ جو قناعت سے تونگری حاصل کرنا چاہے وہ راستی پر ہے۔ اور جو مال سے قناعت کرنے کا دعویدار ہے وہ سیدھی راہ سے بھٹکا ہوا ہے۔

---

مجھے اسوقت اسراف و قناعت پر بحث کرنا مقصود نہیں ہے۔ بلکہ میں قناعت سے آزادی اور اسراف و تکلفات سے غلامی کو ثابت کرنا چاہتا ہوں۔

لہٰذا سیدھی سی بات ہے۔ کہ انسان کو اپنی خواہش اور غرض پوری کرنے کے لئے ہی دوسروں کی خوشامد و متابعت کرنی پڑتی ہے۔ جس انسان کو اپنی کوئی خواہش ہی نہ ہو۔ اُسے کسی کی خوشامد و متابعت کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔

اسی طرح جس شخص نے دنیا کے عیش و آرام کو ہی زندگی کا مقصد سمجھ رکھا ہو۔ وہ اپنی دنیاوی زندگی کی اصل حقیقت سمجھنے اور اسپر عمل کرنے کی کوشش کر ہی نہیں سکتا۔

چنانچہ ہر شب کو (نیند سے مغلوب ہونے سے قبل) ہمارے دماغ میں صرف نفسانی خواہشات کی تکمیل کا ہی احساس ہوتا ہے۔ اور ہر صبح اٹھتے ہی ضروریات زندگی اور فکر معاش کی جدوجہد میں ہم مصروف ہو جاتے ہیں۔

یہ ہمارا روزانہ طریق عمل ہی جب دائمی غلامی کا موجب ہے اور جبکہ ہم اپنی ضروریات زندگی اور خواہشات نفسانی کی غلامی سے آزادی حاصل نہیں کر سکتے تو ہمیں اپنی زندگی کے اصلی مقصد و انسانیت کے دیگر فرائض، اپنے معبود برحق کے احکامات، پیغمبر اسلام صلعم کے ارشادات، تبلیغ دین، خدمت اسلام وغیرہ وغیرہ پر غور کرنے اور اسپر عمل کرنے کی آزادی کیسے میسر آسکتی ہے۔

اسی طرح ہم جب اپنی ضروریات زندگی میں قناعت اور اپنی خواہشات نفسانی پر ضبط نہیں کر سکتے۔ تو یقیناً ہمیں دوسروں کا غلام بننا پڑے گا۔

جیسے کہ موجودہ وقت ہم مسلمان مغربی تعلیم و تمدن کی تقلید اور خواہشات نفسانی کی غلامی میں خدائے واحد کی عبادت، رسول برحق محبت، مذہب اسلام کی صداقت وغیرہ کے جذبات محو کر کے اپنی فطری آزادی کھو بیٹھے ہیں۔

---

مضمون طویل ہونے کا اندیشہ ہے۔ ورنہ وہ تمام باتیں عرض کرتا جو دنیا کے سب سے بڑے انسان مصلح اعظم نے مسرفانہ پر تکلف زندگی کے مقابل درویشانہ زندگی بسر کرنے کی نسبت عملاً تلقین فرمائی ہیں۔ اور جن پر عمل کرتے ہوئے ہی موجودہ باصعوبت پر عصیاں زندگی، بامسرت بہترین اور آزاد زندگی سے تبدیل ہو سکتی ہے۔ تاہم چند معروضات تمثیلاً عرض کر دی جاتی ہیں۔

ایک شخص غریب الحال ہے۔ عیالدار ہے۔ اُسے دن بھر کی ملازمت یا محنت سے صرف عـہ روپے ماہوار حاصل ہوتے ہیں۔ چونکہ نہ وہ خود مسرف ہے۔ اور نہ ہی اسکی نصیحت و ہدایت کے مطابق اسکی بیوی اور بچے ہی فضول خرچ ہیں۔ بلکہ قناعت پسند، شاکر، اطاعت شعار۔ ان کے لئے دو وقت سیر بھر آٹا اور تین چار پیسے کی ترکاری ہی رازق العباد کی وہ بخشش ہے جس کا ہر روز اور ہر نماز کے بعد شکریہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

نہ کسی کے محکوم ہیں نہ حاکم، نہ کسی کے مقروض ہیں نہ قارض، نہ حاسد ہیں نہ محسود، انہیں نہ کسی مرغن غذا کی خواہش ہے نہ زر و زیور کا لالچ، دونوں شاداں فرحاں، نیک خو نیکوکار۔ دین کو دنیا پر مقدم سمجھنے والے۔ سوائے خدا کے نہ کسی کے آگے جھکنے والے، نہ کسی کا خوف رکھنے والے۔ والدین اور بچے بچوں سے زیادہ حضور پرنور ہادی اسلامؐ کی محبت دل میں رکھنے والے، مذہب اسلام کے پابند، اپنے مسلمان بھائیوں اور بہنوں کے سچے خیرخواہ، اپنے بچوں کی ضروریات زندگی کے ساتھ بے کس یتیم بچوں کا بھی خیال رکھنے والے۔ جب شام کے وقت دونوں بارگاہِ الٰہی میں سربسجود ہوتے ہیں۔ تو بچے اپنے والدین کو دیکھ کر خوش ہوتے ہنستے اور انکی نقل اتارتے۔ اور جب ایک ساتھ سب مل کر کھانا کھاتے۔ تو میاں بیوی اپنے بچوں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ آہ کیسی خوش قسمت اور بامسرت زندگی ہے۔ برخلاف اسکے جو لوگ اپنے مقدس مذہب اسلام اور اپنے حقیقی مقصد حیات کو بھول کر صرف دنیائے فانی کی چند روزہ زندگی کو باعزت اور بامسرت گزارنے کے لئے ہی مروجہ تعلیم کی غلامی میں ۱۵-۲۰ برس ضائع کرتے ہیں۔ اس کے بعد ملازمت کے طوق غلامی کی تلاش میں بلا امتیاز مذہب و ملت انہیں کئی شخصوں کی غلامی کرنی پڑتی ہے۔ اور جب سال ہا سال کی اس غلامی، خوشامد کوشش جدوجہد کے بعد ملازمت کا طوق غلامی پہننا نصیب ہو جاتا ہے۔ تو پھر اسکے متعلقہ یعنے اپنے افسروں وغیرہ کی غلامی کے علاوہ اپنی پوزیشن کے فکر، اپنی میم صاحبہ اور بچے بچیوں کی محبت، پرتکلف سامان معاشرت کے اسراف، سیر تفریح وغیرہ وغیرہ کے اشتغال میں گھر جاتے ہیں۔

اب انصاف فرمایئے۔ کہ مسلمانوں کی فطری آزادی مقدس مذہب اسلام کے بامسرت آسان آرام دہ طریق عمل پر مبنی ہے یا نہیں؟۔

اور اس فطری آزادی کو تکلفات دنیوی پر قربان کر کے تمام مسلمان موجودہ تکلفات و مغربی تعلیم و تمدن کی غلامی میں بذات خود مبتلا ہیں یا نہیں؟

# تخیلاتِ خلیق

(خلیق بہلانوی)
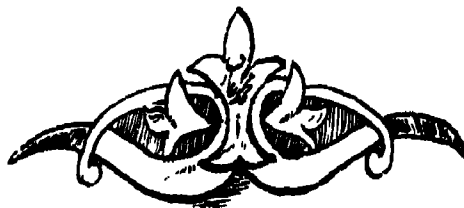
مناظرِ صبحدم گلزار کے دو رُخ دکھاتے ہیں
کہ روتی ہے اگر شبنم تو غنچے مسکراتے ہیں

ترے الطافِ بے پایاں مجھے جب یاد آتے ہیں
سحابِ پُر ترنگالی بن کے دل پر چھائے جاتے ہیں

مری آنکھوں نے دیکھا ہی سنا ہے گوشِ فطرت نے
ستارے جھلملا کر شب کو تیرے گیت گاتے ہیں

فغانِ غم رسیدہ دل سے جب باہر نکلتی ہے
تڑپ کر سنگدل بھی دل پکڑ کر بیٹھ جاتے ہیں

شہیدانِ وفا کی جرأتوں پر آفریں کہیے
ملا کر موت کی آنکھوں سے آنکھیں مسکراتے ہیں

خیالوں کے لہو سے ہی نیند کا دامن ہے آلودہ
یہ جب آتی ہے شیدا تیرے تجھکو بھول جاتے ہیں

مری ہی سانس سے لطف و کرم ہیں تیرے وابستہ
یہ وہ رشتے ہیں بنکر کے جو اکثر ٹوٹ جاتے ہیں

حریمِ ناز تک افکار کی ظلمت میں پہنچیں گے
تصور میں ترے جلوے ہمیں مشعل دکھاتے ہیں

خلیق انساں کی دنیا وہی ہے رازداں جس میں
محبت ہی محبت کے ترانے گائے جاتے ہیں

# ہجرت نبوی

رات کا وقت ہے تاریکی اور ظلمت پوری قوت کے ساتھ آفاق پر چھائی ہوئی ہے۔ اللہ کا محبوب بنفسِ حضرت علیؓ کو سامنے بٹھائے دوست اور دشمن دونوں کی امانتیں سمجھا رہا ہے تاکہ انہیں واپس کرکے علیؓ پھر مدینہ آئیں۔ صبح ہوتی ہے۔ داعیِ حق اللہ کے راستے میں اپنی ہستی قربان کرنے کے لئے تیار ہوجاتا ہے۔ باہر نکل کر دیکھتا ہے کہ دشمنوں کا محاصرہ ہے۔ سورہ یٰسین وردِ زبان ہے۔ اور جب فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ پر پہنچتے ہیں۔ تو زمین سے خاک کی چٹکی اُٹھا کر دشمنوں کی طرف پھینک دیتے ہیں۔ اللہ کی مدد شاملِ حال ہوتی ہے۔ مبلغِ اعظم تقربِ الٰہی کے نشہ میں سرشار اور خدمتِ اسلام کے شوق سے بے اختیار ہو کر صحیح و سالم نکل جاتا ہے قدرت مسکراتی ہے۔ ملائک تب ہجرت کی اس پہلی کامیابی پر مسرت وشادمانی کے نقارے بجاتے ہیں۔ عالمِ ارواح میں شورِ مرحبا پیدا ہوتا ہے۔ زمین متزلزل ہوجاتی ہے۔ پیرِ فلک لرزہ براندام ہوتا ہے۔ اور فضا مرتعش۔ آبادی کے باہر صدیق اکبرؓ اپنے غلام کے ساتھ دو اونٹنیاں لئے کھڑے ہیں ایک پر تاجدارِ مقامِ رسالت صلعم سوار تے ہیں اور دوسری پر صدیقؓ اور بیتابانہ وار رستہ پکڑتے ہیں۔ غارِ ثور پر جو مکہ سے چند میل کی مسافت پر واقع ہے۔ قیام کیا جاتا ہے۔ اور نبی اکرمؐ صدیق اکبرؓ کے ساتھ غار میں داخل ہوتے ہیں۔ صبح سویرے کفار اور مشرکین ناکامی اور بے نیل مرامی کے سخت گیر ہاتھوں سے ستائے اور اپنی کورنقالی کا ماتم کرتے ہوئے قسم قسم کی چہ میگوئیوں میں مشغول ہیں۔ کوئی رسول اکرمؐ کو ساحرِ عظیم کہتا ہے۔ اور کوئی جادوگر کے نام سے یاد کرتا ہے۔ مرتب شدہ تجاویز کی ناکامی پر دل وجگر اندوہگین بنے ہوئے ہیں۔ اور طبعی مسرت وانبساط رنج وغم سے بدلے ہوئے اعشر تکدۂ دل وقفِ ماتم ہے۔ اور رگ وریشہ میں خون جوش کھا رہا ہے۔ لیکن اللہ کا نیک بندہ ان سے دور، ان کے خیال و وہم سے دور، اور ان کی طاقتوں سے دور غارِ ثور کو بقعۂ نور بنائے ہوئے ہے۔ اسی کشمکش و پیچ میں فسوں کار ابوجہل آپ کی گرفتاری کے لئے بہت بڑے انعام کا اعلان کرتا ہے۔

دشمنوں کی ایک دوش ہادیٔ اعظم کے پاؤں طلاب ظلم سے جکڑنے کے لئے روانہ ہو جاتی ہے اور غارِ ثور کی بالکل سامنے مصروف تجسس و تلاش ہے لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَافِرِیْنَ ؕ

رحمت کے فرشتے نے مکڑی سے کہا کہ جا غارِ ثور کے منہ پر ایک جالا تن دے۔ پھر کبوتر کے ایک جوڑے نے وہیں دو انڈے دے دیئے۔ جسے دیکھ کر کافروں کا گروہ نقش حیرت بن جاتا ہے۔ اور بصد رنج والم کہتا ہے کہ اگر کوئی شخص یہاں سے گزرتا۔ تو اس جالے کا چاک ہو جانا ضروری تھا۔

صدیق اکبرؓ کو خوف ہے کہ کہیں آقائے نامدار ان ذلیل اشخاص کے ہاتھوں جو درپئے تحقیر و آزار اور برسر پیکار کیں ہیں ذلت کا شکار نہ بنیں۔ جس پر پیکر ثبات و استقلال نے لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کا سقف شکن نعرہ لگایا۔ جلیل اور کف دست میدان میں ہنگامۂ قیامت پیدا ہو گیا اور سطح ارضی عالم ہو بنگئی۔ نباتات و شجرات و حیوانات نے سر تسلیم خم کر دیا۔ بیم و یاس کا سلسلہ چشم زدن میں ختم ہوا۔ صدیق اکبرؓ بجائے پریشان ہونے کی بجائے بشاشت و بشاش نظر آنے لگے۔ تین روز غارِ ثور میں گزار کر سرورِ کائنات صلعم عازم مدینہ ہوتے ہیں۔ اور عام راستہ کو ترک کر کے سمندر کے کنارے کنارے چلتے ہیں۔

سراقہ جو ابو جہل کے مقرر کردہ انعام کے حصول میں صحرائے عرب پر جاتا ہے سامنے آجاتا ہے رسول اکرمؐ نے ادھر اپنی نظر مبارک کو جنبش دی اور ادھر اس کا گھوڑا زمین میں دھنسا جس سے متاثر ہو کر سراقہ وعدہ کرتا ہے۔ کہ اے محمد صلعم میں آپکا حال کسی سے نہ کہوں گا اور میں اس جرم عظیم پر نادم و شرمندہ ہوں۔ خدا کے لئے میرے حال پر رحم فرمایئے۔ آقا نے نگاہ التفات پھیری اور گھوڑا زمین سے نکل آیا۔ سراقہ نے زیادہ اطمینان قلب حاصل کرنے کے لئے عرض کیا کہ حضرت مجھے عہد نامہ لکھ دیجئے کہ اگر مکہ میں آپ کی سلطنت ہوئی تو مجھے کسی قسم کا گزند نہ پہنچایا جائے گا حضرتؐ کے ارشاد پر صدیق اکبرؓ نے عہد نامہ لکھ کر سراقہ کے حوالہ کیا۔ جسے لے کر اس نے اپنے اونٹ کی نکیل مکہ کی جانب پھیر دی۔

اس ارض مقدس پر بسنے والے انسان جنکے دامن میں رسول اکرمؐ کے فضل و رحمت عظمت کی انہار جاری ہیں ساڑھے تیرہ سو سال قبل ایام جہالت میں بھی اس نعمت الٰہی

کے قیام مدینہ کے مستحق ہونے کی وجہ سے پرخلوص بنائے گئے تھے ان کے سینے الفت نبی سے معمور تھے دلوں میں عقیدت کا جوش بھرا ہوا تھا۔ قیمت میں حضرت کی کفش برداری کی سعادت حاصل تھی۔ وہ رسول کے نقش کف پا کیلئے خاک بن جانا بہترین سعادت سمجھتے تھے۔ بے تابانہ طریقہ پر آمد نبی کی بہجت آفریں اور حیات بخش خبر سننے کے لئے سراپا اضطراب بنے ہوئے تھے۔ انہیں جب یہ معلوم ہوا کہ وہ حیات افروز گھڑی آ پہنچی۔ جس کے لئے عرصہ سے ہم چشم براہ تھے۔ تو وہ مسرت و شادمانی سے اچھل پڑے اور ہزارہا کی تعداد میں مدینہ سے باہر بغرض استقبال جمع ہو گئے۔ گھر گھر آمد نبی کا قصہ چھڑا۔ اور کونہ کونہ نور ایمانی کا گنجینہ بنا۔ گوشہ گوشہ پر باران رحمت کا نزول ہوا اور چپہ چپہ پر شادمانی و کامیابی کی خوشی پھیلی۔ تھوڑی سی دیر میں رسول اکرم کی سواری بصد شان عظمت و بہزار جلالت مدینہ میں داخل ہوئی۔ اور آپ اللہ اکبر اللہ اکبر کہتے ہوئے جلوہ افروز مدینہ ہوئے۔

مدینہ والے سب سے پہلے میزبانی کے سلسلہ میں مختلف ہو گئے۔ اور اس گنج گرانمایہ کو حاصل کرنے کے لئے ہر ایک پریشان و مضطرب نظر آنے لگا۔ مگر مظہر نور خدا نے ایوب انصاری کے دولت کدہ پر قیام فرمایا۔ اور یہ ہجرت کا تاریخی سفر بخیر و خوبی ختم ہوا۔ مدینہ کی زمین پر اللہ کی رحمت برسنے لگی۔ اور رحمت اللعالمین کے قیام سے زر و جواہر لٹنے لگے ؎

ضیائے حق سے رشک طور و سینا بن گیا یثرب ۔ نبی کا آستاں بن کر مدینہ بن گیا یثرب

(ابن علامہ الانور)

# ترکی میں تعلیمی انقلاب

مترجمہ آصف علی صاحب جعفری الدہلوی

تیس سال ہوئے کہ ترکی تعلیمی لحاظ سے ہندوستان جیسا ہی تھا یا شاید اسکی حالت اس سے بھی زیادہ خراب ہو۔ تھوڑی بہت تعلیم جو تھی۔ تو وہ صرف متمول طبقہ تک محدود تھی۔ اور عامتہ الناس جہالت اور غربت میں مبتلا تھے۔ لیکن آج یہ تمام چیزیں کافور ہو گئی ہیں۔ اور تعلیمی لحاظ سے ترکی دنیا کے اُن دیگر ممالک سے جو تعلیمی لحاظ سے بہت آگے بڑھے ہوئے ہیں ہم پلہ شمار کیا جاتا ہے۔ یہ تغیر و تبدل کس طرح ہوا اور وہ کون سا نظام ہے۔ جس نے جہالت کو دور کیا وہ سطور ذیل سے بخوبی واضح ہو جائے گا

انیسویں صدی میں ترکی کا نظام تعلیم بہت ہی خراب اور غیر امید افزا تھا۔ وہاں ابتدائی مدارس تھے۔ جو مسجدوں سے ملحق تھے۔ اور جن کی امداد خیراتی اداروں سے کی جاتی تھی۔ یہ صرف شہروں میں پائے جاتے تھے۔ یا مشہور قصبوں میں۔ موضعات کو تو یہ مکاتب بھی نصیب نہ تھے۔ ان مکاتب میں بچوں کو صرف قرآن پڑھایا جاتا تھا۔ اور ترکی زبان لکھنے پڑھنے کی طرف مطلق توجہ نہ دیجاتی تھی۔ اور ثانوی تعلیم کے لئے چند درسگاہیں تھیں۔ جہاں کا نصاب عربی یا گرامر، منطق و دینیات، احادیث نبوی، علم طبعی و علم اصول قوانین وغیرہ پر مشتمل تھا۔ کچھ عرصہ ریاضی اور حکمت کی بھی تعلیم دی گئی۔ لیکن ترکی زبان اور لٹریچر (ادب) کی ترکی فرمانرواؤں نے کبھی ہمت افزائی نہ کی۔ استانبول میں فوجی تعلیم دینے کے لئے ایک درسگاہ تھی۔ اور ایک اور تھی جس کا کام حکومت کے لئے سول ملازم مہیا کرنا تھا۔

پہلا قدم ؛ —— تعلیمی ماحول کی اصلاح کے لئے پہلا قدم ۱۸۴۶ء میں اٹھایا گیا۔ اور ایک کمیشن ملک کی تعلیمی حالت کی رپورٹ تیار کرنے کے لئے مقرر کیا گیا۔ اور نتیجتاً کچھ سکول اور ایک یونیورسٹی جاری ہوئی۔ مکاتب اب بھی اسی طرح قائم تھے۔ جن میں مذہبی تعلیم دیجاتی تھی۔ اور جن میں ترکی زبان و دیگر مضامین کیلئے

کوئی توجہ نہیں دیجاتی تھی۔

ترکی تاریخ میں سب سے پہلے ۱۸۵۸ء میں استانبول میں ایک گرل ہائی سکول کھولا گیا۔ اسی دور میں غیر سرکاری اشخاص نے بھی عوام میں سائنس کی تعلیم پھیلانے کے لئے بہت کچھ کوششیں کیں۔ اور اس مہم میں ترکی اخبارات نے بھی ایک حد تک نمایاں حصہ لیا۔ سنیاسی اور نامک کمال جیسے محب وطن اور اہل قلم حضرات نے اپنے اخباروں کے ذریعہ ملک میں تعلیم پھیلانے کے لئے زبردست پروپیگنڈا کیا۔ ان اخباروں کے نام "تصویر افکار" اور "لبرٹی" (آزادی) تھے۔ ۱۸۶۸ء میں "گالاٹاسرے لائی" ایک فرانسیسی کالج جاری کیا گیا۔ اس درسگاہ میں فرانسیسی زبان میں یورپین تہذیب و تمدن کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اور ڈائرکٹوریٹ آف پبلک انسٹرکشن کے قائم ہونے کے بعد اور صوبوں میں بہت سے اسکول جاری ہوگئے۔ اور استانبول یونیورسٹی کی بھی توسیع و تنظیم کردی گئی۔ لیکن خلیفہ ترکی نئے خیالات سے بہت بدگمان تھے۔ اور اسی۔ یونیورسٹی کے نصاب میں زیادہ تر دینیات کی تعلیم اور کچھ عربی فارسی کی تعلیم دیجاتی تھی۔

دستوری حکومت کے دور میں ــــــــ حقیقت میں دستوری حکومت کے زیر اقتدار (۱۹۲۳ ــــ ۱۹۰۸) تمام تعلیمی نظام کی مناسب اور ہمہ گیر تنظیم از سرے نو کی گئی۔ ابتدائی تعلیم کی طرف محکمہ تعلیمات نے خصوصاً توجہ دی اور پرائمری تعلیم لازمی قرار دی گئی۔ اور چھ سال کی عمر تعلیم شروع کرنے کی مدت قرار دی گئی۔ بہت سے سکول اور جاری کئے گئے۔ اور مغربی رنگ میں رنگنے کے لئے جرمنی، انگریزی اور فرانسیسی زبانیں خاص طور پر نصاب میں شامل کی گئیں۔ اور اس تعلیم کا مقصد کلی طور پر ترکوں کو مغربی بنانا تھا۔ جسکی تکمیل مصطفےٰ کمال نے بعد میں کی۔

دور جمہوریت ــــــــ جمہوری حکومت کے اعلان پر تعلیمی پالیسی میں حقیقتاً انقلاب ہوگیا۔ قلم کی ایک جنبش سے کمال نے تمام مکاتبوں کو بند کردیا۔ اور تعلیم کی قومی نقطہ نگاہ سے از سر نو تکمیل کی یورپ اور امریکہ کی ان قوموں کے خیالات لے کر جو تعلیمی دنیا میں بہت آگے بڑھی ہوئی ہیں۔ ترکی ماہران تعلیم نے تمام قوم کے لئے جدید تعلیم دینے کے لئے ایک پروگرام مرتب کیا۔ ترکی کے تمام تعلیمی مشاغل انگلستان کی طرح منسٹر آف پبلک انسٹرکشن کے زیر نگرانی جس کا محکمہ بلاواسطہ تمام یونیورسٹیوں وٹیکنیکل درسگاہوں اور

جہازرانی اور فوجی کالجوں کا نظم و نسق کرنا ہے اس میں ان کے علاوہ تمام ہائی سکول اور ابتدائی سکول بھی شامل ہیں۔ لیکن اسکے زیر نگرانی ہر ایک صوبہ میں ایک پبلک انسٹرکشن ایڈمنسٹریٹر ہوتا ہے۔ جو اپنے صوبہ کے تمام تعلیمی نظم و نسق کا ذمہ وار ہوتا ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ اس کا یہ بھی کام ہوتا ہے کہ جو پالیسی اور قوانین مرکزی تعلیمی وزارت نے عائد کئے ہیں۔ ان کو مقامی درسگاہوں میں عملی جامہ پہنایا جاتا ہے یا نہیں۔ ترکی میں تعلیم پر دس کروڑ روپیہ سالانہ خرچ کیا جاتا ہے۔ یہاں پر چوالیس ۴۴ ہزار گاؤں ہیں جن میں قریب قریب ہر ایک میں ایک سکول قائم ہے اس طرح سے جمہوریہ ترکی میں تعلیم عام ہوتی جاتی ہے۔ ان کے نظام میں کوئی جنسی امتیاز نہیں ہے۔ ترکی لڑکیاں اپنے بھائیوں کے دوش بدوش تعلیم میں پیش پیش ہیں۔ وہ زمانہ دور نہیں جب ترکی میں سو فیصدی تعلیم یافتہ لوگ ہوں گے۔ ترکی نظام تعلیم کا اہم جز ایک جسمانی تربیت بھی ہے۔ جو ہر اسکول کالج اور یونیورسٹی میں دی جاتی ہے۔ گزشتہ بیس سالوں میں کھیلوں نے ایک خصوصیت حاصل کر لی ہے۔ یہاں تک کہ ترکی لڑکیاں باوجود قدیم پردے کی روایات کے آج کل بیچرہالوں کے ساتھ ساتھ میدانوں میں کھیلتی نظر آتی ہیں۔ ترکی تعلیم کا نظریہ جیسا کہ ایک ترکی مصنف نے لکھا ہے۔ کہ "طاقتور و جمہوریت پسند ونیشنلسٹ و آباد و انقلابی باشندے بنانا ہے۔" یہ خیال کرنا مشکل ہے۔ کہ آیا وہ نوجوانوں کو ایسا بنانے میں کامیاب ہو گئے ہیں یا نہیں۔ لیکن اسمیں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ نئی ترکی نے گزشتہ پندرہ بیس سال میں تعلیمی ماحول میں اور حالات میں ایک زبردست انقلاب کر دیا۔ اور جس کے حصول پر ترک بجا طور پر ناز کر سکتے ہیں۔"

---

# جوہر فصاحت —— یعنی —— دو شاعروں کے چند شعر

| | | | |
|---|---|---|---|
| تاثیر کیا یہ آپ کے تیر نظر میں ہے | جوہر | ہر وقت اک کھٹک مرے قلب و جگر میں ہے | فصاحت |
| وحشت بھی تیز جنوں بھی ہے سودا بھی سر میں ہے | " | جب سے کوئی حسین سراپا نظر میں ہے | " |
| کیف شراب منظر گل ہائے تر میں ہے | " | ہر جلوہ مست میرے شباب نظر میں ہے | " |
| جوہر جہان طالب راحت سہی۔ مگر | " | لطف حیات لذت سوز جگر میں ہے | " |

# نعرۂ مستانہ

بوقتِ نزع عیادت کی گفتگو کیا ہے
کبھی نہ آپ نے پوچھا کہ آرزو کیا ہے

ضرور آج کسی کا مزاج برہم ہے
یہ انقلاب زمانے میں سو بسو کیا ہے

جبیں نے غیر کا شکوہ کیا معاذ اللہ
بس اتنی بات پہ تم ہو خفا یہ خو کیا ہے

تمہارے قہر سے دشمن زمانہ ہوتا ہے
جو مجھ پہ لطف و کرم ہو تو پھر عدو کیا ہے

جب ایک ہو گئے ہم تم تو ما و من کیسا
نمازِ عشق میں پھر حاجتِ وضو کیا ہے

تمہارا جلوہ ہے تم ہو تمہیں کو پایا ہے
سمجھ رہا ہوں قریبِ رگِ گلو کیا ہے

کیا ہے عشق کا دعویٰ خدا ہی خیر کرے
دلِ حزین تری توقیر کیا ہے تو کیا ہے

یہ کیا سبب ہے کہ بہتے ہیں شمع کے آنسو
کھلا نہ حال کہ غمگین کی آرزو کیا ہے

مزا تو جب ہے کہ محضر بنے شہادت کا
بھرے نہ دامنِ قاتل تو پھر لہو کیا ہے

بہار آئے تو سارا جہان معطّر ہو
چھپے جو غنچۂ سربستہ میں وہ بو کیا ہے

جو چشمِ ناز کے مخمور ہیں وہ کیا جانے
صراحی کیا ہے پیالہ ہے کیا سبو کیا ہے

نگاہ لطف سی ہو اندمال زخمِ جگر
میں جانتا ہی نہیں بخیہ کیا رفو کیا ہے

کسی کی آنکھ سے ہمسر جو ہو معاذ اللہ
چمن میں نرگسِ شہلا کی آبرو کیا ہے

کسی کے تیرِ ادا نے بنا دیا بسمل
زباں سے پوچھتے ہیں اور آرزو کیا ہے

دیا ہے دل تو ذرا صبر بھی کرو اشفاق
ستم اٹھاؤ تو آخر یہ ہائے ہو کیا ہے

# تفاخر بالنسب

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۝

لوگو ہم نے تم سب کو ایک مرد (آدمؑ) اور ایک عورت (حواؑ) سے پیدا کیا پھر تمہاری ذاتیں اور برادریاں قائم کیں تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو (ورنہ) خدا کے نزدیک تم سب میں پرہیزگار وہ ہے۔ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے۔ بیشک اللہ جاننے والا باخبر ہے۔

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ۝

قیامت کے دن) جب صور پھونکا جائے گا۔ تو اس دن نہ تو لوگوں میں رشتہ داریاں (باقی) رہیں گی اور نہ ایک دوسرے کی بات پوچھیں گے۔

مندرجہ بالا ہر دو آیات سے صاف ظاہر ہے۔ کہ عالی نسبی، خاندانی بزرگی انسان کے لئے کوئی فخر و مباہات کی چیز نہیں۔ ذات کی بڑائی اور خاندانی شہرت سے انسان میں کچھ بزرگی یا خوبی نہیں آجاتی۔ ذات پات تو صرف آپس میں پہچان اور تعارف کے لئے آلہ ہے۔ بلکہ اصلی بڑائی تو پرہیزگاری ہے۔ جو شخص عفت اور پرہیزگاری کی صفات سے متصف ہو۔ وہی خدا کے نزدیک سب سے زیادہ بزرگ اور اشرف ہے۔ گو دنیاوی لحاظ سے کتنا ہی کم مرتبہ کیوں نہ ہو۔

آج کل لوگ عموماً اپنی عالی نسبی کے گھمنڈ میں مگن رہتے ہیں۔ بزرگ آباؤ اجداد کی اولاد میں ہونے کو فخر جانتے ہیں۔ لیکن اعمال خیر سے کچھ تعلق نہیں رکھتے۔ اقوال و افعال میں بزرگان دین سلف صالحین کی اتباع و پیروی نہیں کرتے۔ کلام اللہ و حدیث رسول اللہ صلعم سے کچھ سروکار نہیں رکھتے۔ ایسے لوگوں کے خیال باطل اور زعم فاسد کو

ہر روز ترقیات روز ترقی ہیں۔ قیامت کے روز ذات پات کا تعلق بھی جاتا رہے گا۔ کوئی کسی کا پرسان حال نہ ہوگا۔ اور نہ کوئی شخص کسی شخص سے بلا اذن خداوندی بات چیت کر سکے گا۔

يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ جس دن قیامت قائم ہوگی تو کوئی شخص بغیر اللہ تعالے کی اجازت کے نہ بول سکے گا۔ بڑے بڑے جلیل القدر انبیاء علیہم السلام کو جلالت جبروت قہاری کے سامنے یہ جرأت نہ ہوگی۔ کہ کچھ بلا اذن خداوندی زبان سے بول سکیں مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ إِلَّا بِإِذْنِهِ ط ؎

بر دنیے کز اعمال پر سند قول　　　او لو العزم را تن بلرزد ز ہول

پھر کسی کے بھروسے پر عمل خیر میں کوتاہی کرنا ذات پات پر فخر کرنا محض نادانی نہیں تو اور کیا ہے ؎

خواہی کہ شوی خلاصہ نوع بشر　　　باید کہ فراموش کنی نام پدر

در فضل و ادب کوش بمیدان ہنر　　　از اہل کمال و معرفت گوئے ببر

آؤ اے اسلام کے علمبردار و شہنشاہ عرب و عجم صاحب جود و کرم کے نام پر جان قربان کرنے والو امت مرحوم پر آنسو بہانے والو آؤ سب سے پہلے وہ گر تلاش کرو کہ جس سے امت مرحومہ کی حالت درست ہو جائے۔ بس دور کیوں جاؤ۔ پہلے اپنے ہی حال کی خبر لو۔ اپنا ہی باطن درست کر لو۔ اپنے لئے آج خود ہی محتسب بن جاؤ۔ مساوات کے جھنڈے تلے نعرہ توحید گونجتا نظر آئے۔ پھر دیکھو أَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ کا وعدہ پورا ہوتا ہے یا نہیں۔

مسلمان تو وہ ہے جس کا ظاہر اور باطن ایک ہو۔ وہ زبان سے جس کا اقرار کرے دل سے اس کا اعتقاد رکھتا ہو۔ اگر ایسا نہیں تو وہ عجیب انسان ہے۔ يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ط (آل عمران) جو وہ منہ سے کہتا ہے وہ اسکے دل میں نہیں۔ ہاں مسلمان اور صداقت اشعار مسلم تو وہ ہے۔ کہ غیر اگر حق کا معارض اور صداقت کا دشمن ہے۔ تو اسکی عظمت اور جبروت اسکے ہاتھ میں رعشہ اسکے پاؤں میں لغزش اسکی زبان میں لکنت اور اسکے دل میں خوف نہ پیدا کر سکے

سوسائٹی کی شرم۔ اقارب احباب کی محبت۔ عزیزوں کے تعلقات اس کو صداقت سے باز نہ رکھ سکے۔

ہاں مسلم تو موحد ہے اور مسلمان وہی ہے جو موحد ہو۔ پھر موحد تو آستان احدیث کے سوا تمام آستانوں

سے بے نیاز ہے۔ ایک واحد القہار کے سوا ہر شے سے بیخوف ہے۔ تم صحابہ کرامؓ کو دیکھو۔ یہ خاک نشین اور عائے حریت و صداقت کے مجسمے قیصر و کسریٰ کے درباروں میں بے دھڑک جاتے ہیں اور ان حریری مسندوں کے کو الٹ کر فرش خاک پر بیٹھ جاتے ہیں۔ وہ فرستش در بار جو مدوم و ایمان کی بجائے گاہ عبودیت تھا۔ بر چھی کی انی گھونڈوں کے کموں سے ان کے جبروت پرزے پرزے ہو کر رہ گیا۔

جن درباروں میں جنبش لب سو۔ ادب تھی وہاں حمایت حق کیلئے ٹوٹتے ہوئے قبضے اور چھتھڑوں میں لپٹی ہوئی تلواریں کھل پڑی ہیں ؎

گئے دن کہ اسلام تھے کانپتے تھے — زمان و زمین بید کی طرح تھرتھر
بت و برہمن کی زباں پر تھا جاری — دم نعرہ ذکر اللہ اکبر
جدھر رخ کیا سلطنت زیر فرماں — جدھر آنکھ اٹھائی ممالک مسخر
لڑائی میں ایک ایک سو سو پہ بھاری — شہیدان بدر و شجاعان خیبر
ہلا ڈالی بنیاد ایوان کسریٰ — رگڑ دی پچھاڑ کر گردن ملک قیصر
خدا اور رسول خدا ان کا حامی — کوئی آ سکے ان سے کس طرح برسر

اے مسلمانو! تم توپ کے منہ میں نہیں۔ تم پر آگ کا سایہ نہیں تم پر کیا مصیبت ہے۔ کیوں صداقت سے محروم ہو گئے۔ کیوں دنیا میں خوار و خجل ہو رہے ہو۔

آہ اے حیات مسلم تو ترساں، تو لرزاں ہے۔ تو خائف ہے تو ڈرپوک ہے۔ یہ کیوں ایسا ہے۔ بس یہ محض ایمان کے ضعف کا سبب ہے۔ مساوات سے دوری ہے۔ عالی نسبی کے گھمنڈ میں مگن ہو۔ سنبھل اور اپنی حالت درست کر ورنہ بقول شاعر مشرق آپ کا وہی حشر ہوگا جسکی طرف انہوں نے اس شعر میں اشارہ کیا ہے ؎

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستاں والو
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

سر اقبال

# حال اور ماضی کی مسلمان عورتیں!

(از مولینا عبدالقیوم صاحب نمی)

اللہ اللہ زمانہ کی نیرنگیوں اور دہر کے انقلابات کی کوئی حد اور امت وسط کی بے پناہ کج روی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ افراط و تفریط نے عقائد میں، اعمال میں، روزمرہ کے کاروبار میں، رہنے میں سہنے میں، طرز معیشت اور طریقہ رہائش میں، غرض ہر کام اور تمامی اشیاء میں ہم کو جادۂ اعتدال سے ہٹا کر اس راستہ پر لگادیا ہے جو شیطان کا راستہ اور خباثت کی جائے پناہ ہے۔

آج کل کی عورتیں خصوصاً مسلم خواتین تمدن جدید کے ہر ہر نظریئے پر خواہ وہ کیسی ہی بد سے بدتر ہی کیوں نہ ہوں آمنا و صدقنا کہنے کو تیار ہیں۔ مغرب کی ہر چیز اور یورپ کا ہر طریقہ ان کے لئے قابل تقلید اور واجب عمل ہے کھانے میں پینے میں، بود و باش اور طرز معاشرت میں وہ مغربی تمدن کو اپنا لائحہ عمل بنانا اور اس روشنی میں اپنی حقیقی اور اصل منزل مقصود کو تلاش کرنا عین فرض جانتی ہیں۔ ہوٹلوں میں، سینماؤں میں، اکھیٹروں میں، بازاروں میں، پارکوں میں، راستہ میں، گلی کوچہ میں ہر جگہ اور ہر مقام پر آپ کو مسلم خواتین سر برہنہ، سینہ عریاں، باہیں ننگی، چہرہ بے نقاب، سر پر انگریزی فیشن کے گھونگھر والے بال جن میں ٹیڑھی مانگ نکلی ہوئی۔ بدن پر پائجامہ قمیص، دوپٹہ برقعہ کی بجائے بنگلہ سایہ نیم آستین کی خاص قسم کی قمیص، چہرے پر غازہ، پوڈر وغیرہ ملے ہوئے یوروپین نہیں تو یوروپین سے مشابہ ضرور کسی مٹے کے ساتھ ٹہلتی پھرتی ملیں گی۔

## مسلم خواتین کی بے راہ روی

ابتدائے زمانہ سے لے کر آج تک تمام اقوام کے یہاں یہ مسلم رہا ہے۔ کہ گھر کا کام دھندا، بچوں کی تعلیم تربیت

وغیرہ یہ سب امور عورتوں کے فرائض منصبی سے ہیں اور پہلے عورت کی اچھائی اور برائی کا معیار ہی یہ سمجھا جاتا تھا۔ کہ جو عورت خانگی معاملات کی انجام دہی، بچوں کی پرورش، مہمانوں کی خاطر و تواضع اور اعزا و اقربا کی خدمت اور شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری میں جس قدر زیادہ تیز، مستعد اور سرگرم ہوئی اسی قدر وہ دنیا کے نزدیک اعلیٰ قابلیت اور رفع لیاقت کی حامل سمجھی جاتی تھی۔ اور جو ان امور سے معرا ہوئی۔ اسکو دنیا کم قیمت اور ذلیل تصور کرتی مگر برا ہو اس "نئی تہذیب" اور "جدید تمدن" کا اسنے دنیا کے نظریات ہی بدل دیئے اور عقائد و خیالات میں ایک عظیم الشان انقلاب برپا کر دیا۔ اب نہ تمدن زدہ عورتوں کو گھر کے کاموں سے کوئی واسطہ ہے اور نہ شوہر کی خدمت و اطاعت سے کوئی لگاؤ۔ بچوں کی تعلیم و تربیت سے کوئی غرض ہے۔ اور نہ اعزہ و اقربا کی عزت و عظمت سے کوئی مطلب وہاں قابل توجہ اور واجب اہتمام جو چیزیں ہیں وہ صرف اپنا بناؤ سنگار ہے۔ دن رات سیر و تفریح سینما اور تھیئٹروں کی حاضری ہے وغیرہ وغیرہ۔

دنیا کی بساط الٹ چکی ہے اور نظریات میں عظیم الشان تغیر و تبدل واقع ہو چکا ہے۔ اب زمانہ یہ ہے۔ کہ شوہروں کی نافرمانی میں ان کی اطاعت سے ہے۔ بچوں سے بے توجہی عین توجہ ہے۔ نہ ان کو دنیا کی لعنت و ملامت کا خطرہ ہے۔ اور نہ اپنے پرائے کے کہنے سننے کا ڈر۔ شعائر اسلامیہ سے تغافل اور رسول اللہ صلعم کے احکام کی بے پرواہی کا یہ عالم کہ الامان و الحفیظ! پھر طرہ یہ کہ ان کو اس کا احساس نہیں اور احساس اگر دلایا جائے۔ تو ہزار ہا صلواتیں سننا لازمی اور لابدی امر ہے۔

یہ ہیں "تمدن جدید" کے اثرات کہ جو عفت و عصمت کی مجسمہ اور نیکی اور شرافت کی تصویر۔ خاتون اسلام کے دل و دماغ پر حاوی اور ساری ہیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ اسکے ہر فعل سے خباثت عیاں اور اسکی ہر حرکت اور ہر جنبش سے شرارت نمایاں ہے افسوس!

## "صالحات اور ان کی حیات طیبہ"

اور یہ ہیں ان پاکی اور نیکی کی مجسمات کی اولاد اور حیاء و غیرت۔ عفت و عصمت۔ صفا و تصوف۔ علم و عمل کے نہ مٹنے والے نمونوں کی لڑکیاں کہ جنہوں نے گوشہ تنہائی میں رہ رہ کر اور سادی سودی زندگی گذار گذار کر

حضرت امام ابو حنیفہؒ، اور امام مالکؒ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ امام مسلمؒ اور امام بخاریؒ، امام ابن سیرینؒ اور امام حسن بصریؒ امام رازیؒ اور غزالیؒ جیسے علماء اور آئمہ کو پیدا کیا۔ کہ جنہوں نے اپنی علمی قابلیتوں سے دنیا کی جہالت اور تہ بہ تہ جمی ہوئی جہالت کو یکسر بیخ و بن سے کافور کر دیا۔ ابو بکر شبلیؒ اور جنید بغدادیؒ، سید عبدالقادر جیلانیؒ اور شاہ معین الدین چشتیؒ، ابراہیم ادہمؒ اور ذوالنون مصری کو دنیا کے آگے پیش کیا کہ جنہوں نے اپنے تصوف و صفا اور اپنے اعمال سے سارے عالم کو حیرت زدہ اور انگشت بدنداں کر دیا۔

نورالدین زنگی اور صلاح الدین ایوبی، محمود، بابر اور عالمگیرؒ کی ایسی تربیت کی کہ انہوں نے اپنی بے پناہ شجاعت اور بہادری اور بے مثال علم و تدبر سے دشمنوں کے ہاتھوں سے اللہ کی زمین کو چھین کر اسلام کے پیروں پر ڈال دیا۔ الغرض ہماری امہات الصالحاتؓ نے اس سادگی اور اسلامی تہذیب میں رہ کر وہ کارہائے نمایاں کئے کہ اس وقت دنیا کی اقوام اسکی ادنیٰ سی مثال بھی نہیں پیش کر سکتی۔ اور نہ اس کا تصور ہی ہو سکتا ہے۔ درحقیقت ان کی گود وہ گود نہیں ہوا کرتی تھی۔ بلکہ علم و عمل، تصوف و صفا، امانت و سیادت، عصمت و شجاعت، عفت و سیاست کا بے پناہ خزانہ ہوا کرتی تھی۔ جس سے ان کے بچے مالا مال ہو کر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوا کرتے تھے اور دنیا کو بھی ان انمول سبقوں سے مالا مال کیا کرتے تھے۔ یہ وہ ہستیاں تھیں کہ جن کی جائے حکومت دُنیا کی وسیع سرزمین کی جگہ گھر کی انتہائی تنگ و تاریک اور محدود زمین تھی۔ ان کا کام خود ساختہ پسندی کے بدلے شوہروں کی اطاعت و فرمانبرداری اور اسلامی فرائض و احکامات کی بجا آوری تھی۔ ان کا لباس اور ان کی وضع قطع، ان کا کھانا اور ان کا رہنا سہنا مغربی اور فیشن ایبل کی بجائے نہائت ہی سادہ اور موٹا جھوٹا ہوا کرتا تھا مگر اس کے باوجود انہوں نے وہ کچھ کر دکھایا کہ جن کا تصور بھی آج کل محال اور بالکل ناممکن معلوم ہوتا ہے

"ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا"

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو راہ راست عنائیت کرے اور ہمارے حال کو ماضی کے مطابق کرے۔ ہماری کھوئی ہوئی عزت کو واپس کرے۔ اور ہم کو ہماری طاہراتؓ اور صالحاتؓ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عنائیت کرے کہ انہیں کی تقلید و پیروی میں ہم سب کی نجات و فلاح کا راز مضمر ہے۔ لَنْ یُصْلِحُ اٰخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّتِ اِلَّا بِمَا صَلَحَ اَوَّلُهَا۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

# نگاہِ مہر نواز

"موجودہ زمانہ آزادی و الحاد میں اگرچہ مقدس مذہب اسلام پر عمل کرنے والی چند متبرک ہستیاں اب بھی موجود ہیں لیکن ان متبرک عاملین میں وہ قابل تعظیم کاملین بہت کم ہیں جو اپنے علم و عمل سے دوسرے عام یا تمام کے مسلمانوں کی دینی یا دنیوی دستگیری بھی کر سکیں۔ لہٰذا بعض ایسے مقتدر کاملین میں سے ہی عارفِ کامل امام طریقت ماہر شریعت حضرت مہر علیشاہ مدظلہ (گولڑہ شریف) بھی تھے[1] جن کے چشمہ فیوض و برکات سے اکثر عقیدتمند سیراب ہو چکے ہیں۔ ایسا ہی عقیدتمندانِ مہرِ کرم میں ایک عقیدت نواز ہمارے پہلے قلمی معاون عزیزی محمد نواز بی اے (آنرز) ای اے سی ڈیرہ غازیخان بھی ہیں۔ لہٰذا آپ نے جن جذبات عقیدت کا اظہار فرمایا ہے اُنہیں نگاہِ مہر نواز (ادیب) کے عنوانات سے بصد شکریہ یہاں درج کرنے کی عزت حاصل کی جاتی ہے۔ (ادارہ)

پھر بگولوں میں نظر آئی مری منزل مجھے — ہو گئی آغوشِ موجِ مضطرب ساحل مجھے

پھر تڑپ میری ہی تیرے رحم کی امیدوار — پھر کسی کافر ادا نے کر دیا بسمل مجھے

ہے مری بیچارگی ناکامیوں کی دادخواہ — کر دیا جس نے نگاہِ مہر کے قابل مجھے

پھر سمیٹے میری قسمت نے شرارے برق کے — مل گیا گویا مری تقدیر کا حاصل مجھے

پھر رہے پُر کیف کوچے کی بہاروں کی طرف — لے چلی آخر تمنائے سکونِ دل مجھے

پھر تمنا مضمحل ہے آرزو ہے بیقرار — ہائے کوئی خضر دکھلائے وہی محمل مجھے

ہے بھٹک کر رہ گیا کوتاہ بینی سے نواز

اے نگاہِ مہر[2] دکھلا جادۂ منزل مجھے

---

[1] افسوس کہ یہ مقدس محبوب پیر روشن ضمیر حال ہی میں اس عالم فانی سے عالم جاودانی کو لبیک کہتے ہوئے عام مسلمانان عالم کو عموماً اور اپنے لاکھوں معتقدین کو خصوصاً روح فرسا مفارقت میں چھوڑ گئے ہیں۔ اس جانکاہ صدمۂ فرقت میں مدیر و کارکنان عارف کو آپ کے جانشین قبلہ محی الدین مدظلہ سے خصوصاً و دیگر معتقدین و متعلقین سے عموماً دلی ہمدردی ہے۔

[2] حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب قبلہ نور اللہ مرقدہٗ (گولڑہ شریف)

# مہر و کرم فرمائے من

در محبت باز گردید جواں سودائے من　　پروَرَت می آورد عشقِ جنوں فرمائے من
باز دریا گشتہ است آں قطرۂ یم دستگاہ　　باز طوفانی شد است آں چشم طوفاں زائے من
باز بادے از مقامِ زلفِ لیلےٰ در وزید　　باز شاید چاک دامانی کند صحرائے من
اضطرابم باز احوالم پریشاں وانوشت　　باز ترساند مرا بختِ زحل سیمائے من
از دعا ہائیت نگاہِ لطف می دارد نواز　　آرزو آوردہ ام پیشِ کرم فرمائے من

آں منم کز گردشِ ایام خود گوئے نبُرد
آں منم کاندر دلِ اُو آندوہا زادد مُرد

نواز بی اے (آنرز)

# نوائے درد

ذرا آہستہ گر اے برگِ گل تربت کے دامن پر　　کہ پہلو میں ابھی سویا تمنا سے مرا دل ہے
مٹا ہمدوں کی سوزش جا نیولے چند اشکوں سے　　نہ چین آیا جسے دنیا میں وہ تربت میں بسمل ہے
دلِ ناکام ہے کچھ حسرتیں ہیں، کچھ تمنائیں　　ہماری چار دن کی زندگانی کا یہ حاصل ہے
نہ کھول اے داورِ محشر ابھی عصیاں کے دفتر کو　　کھڑی دل میں لئے کچھ داغ حسرت بالمقابل ہے
اُسے صحرا کہوں یا اک بھیانک دشتِ پُر وحشت　　کہ جس گلشن میں بوئے گل نہ نغمہ سنج بلبل ہے
سحر ہوتے ہی کن معصوم کلیوں کا دھلائے مُنہ　　اُدھر شبنم کو حسرت ہے اِدھر مایوس اک دل ہے

نہ بدلی نور کی تنویر سے جس گھر کی تاریکی
ہماری برق وہ تاریک اُجڑی سی محفل ہے

(رہتی کیتھلی)

# تنقید

**رسالہ پیشوا کا رسول نمبر** سائز ۲۰×۳۰/۸ حجم تقریباً ڈیڑھ سو صفحات مدیر سید عزیز حسن صاحب بقائی مقام اشاعت جامع مسجد دہلی رسول نمبر کا ہدیہ ۸/ سالانہ چندہ عہ۔

برادرم محترم سید عزیز حسن صاحب بقائی مشہور اور کہنہ مشق اہل قلم ہیں جنہیں ادبیات و اسلامیات پر کافی عبور حاصل ہے۔ لہٰذا آپ کی زیر ادارت زیر نظر رسول نمبر حسن قابلیت سے مرتب ہوا ہے۔ وہ فی الواقعہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ یہاں صرف اتنا ہی عرض کر دینا کافی ہے کہ اس تذکرہ جمیل کے تقریباً ستر قلمی معاونین کی فہرست ان قابلقدر ادبا و علما پر مشتمل ہے جو بلا امتیاز مذہب و ملت اپنی ادبی و علمی قابلیت کے باعث ملک بھر میں مشہور ہیں۔ علاوہ اس مفید پایہ مضامین کے تقریباً ۴۰ عدد فوٹو بلاک نقشہ جات متبرکہ بھی اس نمبر میں شامل ہیں۔ جن کی زیارت غلامان محمدؐ کی دلی مسرت و معلومات اسلامی کا سبب ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ مسلمان جو رسالہ پیشوا کے خریدار ہیں۔ جنکو اسی چندہ عہ میں ہر سال یہ شاندار نمبر بھی مفت مل جاتا ہے۔ بصورت دیگر اس نمبر کا ہدیہ ۸/ ہے۔ جو مندرجہ بالا پتہ سے مل سکتا ہے۔ لیکن بہتر یہی ہے کہ رسالہ پیشوا اپنے نام جاری کرا لیا جاوے۔

---

**رسالہ دلگداز۔** سائز ۲۰×۳۰/۸ حجم تقریباً ۸۰ صفحہ مدیر غازی عبدالمجید شمیم۔ پرو پرائٹر شیخ غلام علی اینڈ سنز تاجران کتب کشمیری بازار لاہور مقام اشاعت چندہ سالانہ عہ یہ ادبی اور اسلامی رسالہ ہے۔ لیکن ادبی افسانوں اور نظموں کا پہلو غالب ہے۔ حسن ترتیب سے قابل مدیر کی قابلیت اور نوعیت مضامین سے معیار کی بلندی معلوم ہوتی ہے۔ اگر معاونین ادب اور مالک و مدیر کی توجہات شامل حال رہیں۔ تو امید کی جاتی ہے کہ کسی دن دلگداز۔ مولانا شرر مرحوم کے دلگداز کا ہم پلہ ثابت ہو گا۔ شائقین ادب کو اس ادبی رسالہ کی خریداری سے اعانت علم ادب کا ثبوت دینا چاہئے۔

---

**انقلابی افسانے۔** سائز ۲۰×۳۰/۱۶ حجم ۱۴۸ صفحے مصنفہ گوپال متل بی اے کاغذ گلیز چھپائی صاف قیمت عہ منگانیکا پتہ: اگرچہ کتاب کا مفہوم نام سے ہی ظاہر ہے۔ لیکن قابل مصنف نے اس میں چند ان مشہور انقلاب پسندان ملک کے (جنھوں نے

اپنے عزیز وطن پر اپنی جان عزیز کو نثار کیا، تاریخی حالات ایسے دلکش پیرائے میں تحریر کئے ہیں۔ جن کے پڑھنے سے نہ فقط قارئین کا دل جذبۂ حب وطن سے سرشار ہوتا ہے۔ بلکہ تاریخی معلومات بھی حاصل ہوتی ہیں۔ لہٰذا شائقین ناول و افسانہ کے مطالعہ کے لئے یہ نہایت دلچسپ مفید مطلب اور کارآمد کتاب ہے۔ مندرجہ بالا پتہ سے منگائیے۔

---

**ہنڈی پرچہ** سائز ۱۸×۲۲/۱۵ صفحات ۸۰ مصنفہ حافظ فیروز الدین صاحب گگےزئی کاغذ ولایتی چھپائی لکھائی صاف قیمت ۴ ملنے کا پتہ ملک دین محمد اینڈ سنز تاجران کتب بل روڈ لاہور

اس چھوٹی سی کتاب میں قابل مصنف نے ہنڈی لکھنے بھرنے، ادا کرنے وغیرہ کے نمونے۔ نیز سود، میعاد۔ رقعہ، پرامیسری نوٹ وغیرہ کے ذکر ایسے آسان اور عام فہم عبارت میں تحریر کئے ہیں جو کاروباری اشخاص کے لئے نہایت مفید اور کارآمد ہیں۔ ہر ایک تاجر کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ضروری ہے۔ مندرجہ بالا پتے سے طلب فرمائیں۔

---

**تاریخی خزانہ**۔ سائز ۲۰×۲۶/۱۶ صفحات ۴۰ مصنفہ حافظ فیروز الدین صاحب گگےزئی کاغذ ولایتی چھپائی لکھائی عمدہ قیمت ۸

ملنے کا پتہ۔ ملک دین محمد اینڈ سنز تاجران کتب بل روڈ لاہور

اس مجموعہ میں ۱۳۲۶ھ سے ۱۳۷۰ھ تک تقریباً تین ہزار بچے بچیوں کے تاریخی نام درج کئے گئے ہیں۔ جو آج سے آئندہ چالیس سال تک تمام ان مسلمانوں کیلئے مفید ہیں۔ جو اپنے نوزائیدہ کا تاریخی نام رکھنا چاہیں۔ علاوہ ازیں فن تاریخ گوئی کی تاریخ اور اسکے تمام قواعد و ضوابط اور تاریخ نکالنے کے قواعد وغیرہ بھی تحریر کر دیئے گئے ہیں۔ مندرجہ بالا پتے سے طلب فرمائیں

---

**حجتہ الاسلام**۔ تعلیم یافتہ مسلمانوں میں مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی کا اسم گرامی محتاج تعارف نہیں۔ آپ نہ فقط ایک نامور اور مستند مؤرخ ہیں۔ بلکہ ایک درد مند عالم باعمل بھی ہیں چونکہ آپ زمانہ حال کی اہم ضرورت کے مطابق ہر موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی اکثر تصانیف کو بلحاظ عالمانہ استدلال اجتہاد اسلامی لٹریچر میں بلند پایہ حاصل ہے۔ چنانچہ حجتہ الاسلام بھی آپ کی بلند پایہ کتاب ہے۔ جو حقائق اسلام کے موضوع پر اردو میں لکھی گئی ہے۔ اور اپنے دلچسپ طرز بیان و سلاست مضامین کے باعث خاص و عام مسلمانوں کے لئے نہایت مفید ہے۔ قارئین عارف کو خصوصاً اور عام مسلمانوں کو عموماً اس زمانہ سائنس میں حقائق اسلام کا مطالعہ کرنا نہایت ضروری ہے۔ قیمت صرف عہ

---

**معیار العلماء**۔ یہ بھی قابل مصنف کی قابل قدر تصنیف ہے۔ جو علماء کی اصلاح و فلاح اور عام مسلمانوں میں علماء دین کا صحیح معیار پیش کرنے کیلئے لکھی گئی ہے۔ موجودہ زمانہ آزادی و الحاد میں ہر ایک مسلمان کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

ہر دو کتابیں مکتبۂ عبرت۔ نجیب آباد یوپی سے طلب فرمائیں۔ قیمت صرف عہ

# ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب کشمیری بازار بل روڈ لاہور

کی فرم

## تمام ہندوستان بلکہ غیر ممالک میں بھی

# کیوں مشہور ہے؟

اس لئے کہ

## ہمارا اصول قلیل منافع اور ہمارا معاملہ صداقت پر مبنی ہے

یہی وجہ ہے۔ کہ

ہم بفضل ایزدی ہر سال ۶ لاکھ کی تعداد میں قرآن مجید و دیگر کتب طبع کرتے ہیں۔ جن پر تقریباً
ایک لاکھ روپیہ خرچ ہوتا ہے

ہم ہر سال تقریباً دو لاکھ روپیہ کا مال فروخت کرتے ہیں۔ اور صرف وی۔ پی پیکٹوں کی پوسٹیج
و پیکنگ خرچ پر ہر سال دس ہزار روپے خرچ ہوتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ

ہندوستان بھر میں ہمارے مقابل کوئی ایک تاجر ارزاں کتابیں فروخت نہیں کرسکتا

لہٰذا

آپ کو اپنے لئے یا اپنے احباب و اقارب یا اپنے بچے بچیوں کیلئے جس قسم کے قرآن مجید یا جس کتاب کی ضرورت ہو
تو مندرجہ ذیل پتے سے طلب فرمایا کیجئے اور اسوقت بھی آئندہ صفحات پر ایک نظر ڈال لیجئے گا ممکن
ہے۔ کہ آپ کے مطلب کی کوئی کتاب نکل آئے۔

نیاز مند

## ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب کشمیری بازار بل روڈ لاہور

# مسلمان بچوں کو (انکی مرتبہ تعلیم کیساتھ) مندرجہ ذیل دلچسپ اسلامی لٹریچر پڑھانا چاہیئے

**سرتاج الانبیاء**۔ حضور پرنور صلعم کی مختصر اور سلیس سوانح عمری۔ اور بچوں کیلئے بچوں کی زبان میں۔ قیمت چار آنے ۴ر

**فاروق الاسلام**۔ حضرت فاروق اکبرؓ کی سوانح حیات و حالات خلافت قیمت ۳ر

**پیغمبروں کے حالات**۔ مسلمان بچوں و ستورات کی واقفیت کے لئے بعض مشہور نبیوں اور رسولوں کے مختصر حالات حجم صفحات ۸۰ قیمت صرف ۵ر

**اقوال الاولیاء**۔ اس کتاب میں اولیائے کرام کے متبرک اقوال ہیں جن کے پڑھنے سے ہر ایک مسلمان پر وجد طاری ہو جاتا ہے قیمت ۴ر

**ولیوں کے حالات**۔ اس کتاب میں بچوں اور عورتوں کیلئے مشہور اولیائے کرام کی مختصر حالات اور ان کے اقوال درج ہیں۔ قیمت ۵ر

**الایمان** (مصور)۔ بچوں کے لئے ایمان کے آسان مسائل قیمت ۲ر

**محمود غزنوی**۔ بادشاہ محمود غزنوی کے تاریخی حالات اور ہندوستان کے حملوں کے واقعات۔ قیمت ۴ر

**معجزات نبوت**۔ ہادی اسلام حضور پرنور صلعم کے معجزات کا نادر مجموعہ قیمت ۴ر

**پیغمبر اسلام**۔ حضور پرنور صلعم سیرت و اخلاق کا مجموعہ ہے۔ قیمت ۴ر

**سرتاج زہرا**۔ حضرت علی کرم اللہ تعالے وجہہ کی سوانح حیات و حالات خلافت۔ قیمت ۳ر

**محبوب سبحانی**۔ یعنی حضرت غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے قابل عمل حالات قیمت ۲ر

**ایوب صابر**۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے واقعہ صبر کے متعلق ہے۔ قیمت ۲ر

**امانت**۔ لڑکوں کی نقل حکومت کا دلچسپ واقعہ ۲ر

**افسانہ ما**۔ ایک دلچسپ کہانی کے پیرایہ میں سچی محبت اور ایثار کا عملی نمونہ قیمت ۵ر

**اقوال الرسول**۔ یعنی ہادی اسلام صلعم کے قابل قدر اقوال اور اخلاق و آداب کی مکمل تعلیم احادیث صحیحہ کا با محاورہ ترجمہ قیمت ۵ر

**صدیق الرسول**۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی سوانح حیات و حالات خلافت قیمت ۴ر

**جامع القرآن**۔ حضرت عثمان غنیؓ کی سوانح حیات و حالات خلافت۔ قیمت ۳ر

**آداب الاستاد**۔ استاد اور والدین کے ادب کی مکمل تعلیم قیمت ۵ر

**دوست مشفق**۔ بچپن سے جوانی تک ایام زندگی کا نقشہ اور مفید ہدایات۔ قیمت ۷ر

**امہات المومنین**۔ اس کتاب میں حضور پرنور صلعم کی تمام حرم محترم کے نام بنام صحیح حالات کے علاوہ تعدد ازدواج پر محققانہ اور منصفانہ بحث کی گئی ہے۔ قیمت ۴ر

**ارمغان عرب** قیمت ۴ر

**اخلاقی کہانیاں**۔ دلچسپ اخلاقی کہانیوں کا بہترین مجموعہ ہے۔ یہ کتاب ساتویں دفعہ شائع ہوئی ہے۔ قیمت صرف ۳ر

**حکایات عرب**۔ چند بزرگان اسلام کے دلچسپ حالات۔ قیمت ۴ر

ملنے کا پتہ: **ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب** بل روڈ کشمیری بازار **لاہور**

مردِ عارف کیلئے ہے اسمیں رازِ زندگی — اہلِ بینش کیلئے ہے سوز و سازِ زندگی

اسلامی، ادبی، تمدنی، معاشرتی مضامین کا

ماہوار رسالہ

# عارف

میری نوا سے ہوئے زندہ عارف و عامی — دیا ہے میں نے انہیں ذوقِ آتش آشامی
عجب نہیں کہ مسلمان کو پھر عطا کر دے — شکوہِ سنجر و فقرِ جنید و بسطامی


مدیر
عبدالرحمٰن شوق امرتسری

پروپرائیٹر
ملک دین محمد



چندہ سالانہ ایک روپیہ

ملک دین محمد پرنٹر پبلشر نے فیروز پرنٹنگ ورکس ۱۱۱ سرکلر روڈ میں طبع کرا کر بل روڈ لاہور سے شائع کیا

# فہرست مضامین

# عارف

جلد ۱ | ماہ اگست ۱۹۳۷ء | نمبر ۱۱

## لمعاتِ اوّلین

مجھے اس بات کا اعتراف ہے۔ کہ بعض قابلِ قدر مسلم ادبا افسانوی طرزِ نگارش میں بھی اپنی ملکی (ہندوستانی) زبان کی بہترین خدمات انجام دے رہے ہیں۔ لیکن یہ سمجھنا میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ کہ اس طرزِ نگارش کی تقلید میں جو اہلِ قلم اپنی ذہنی کاوشوں سے جس قسم کے لٹریچر کی اشاعت کر رہے ہیں۔ ایسا لٹریچر وقتی اور طبعی مناسبت اور جذباتِ شباب کے مدوجزر کے باعث چونکہ لکھنے والوں کی نظر میں ہی نہیں بلکہ ان کے اپنے طرزِ عمل سے بھی چند ہی برس میں قابلِ ترمیم خیال کیا جاتا ہے۔ تو ایسے عارضی لٹریچر سے لکھنے والوں کو عموماً اور ملک و ملت کو خصوصاً کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟

---

بات سمجھنے کی ہے۔ لگاوٹ کی نہیں۔ ایسے مقلدین ادبا کو اس پر غور کرنا چاہئے۔ کہ ان پر ملک و ملت کا کیا حق پہنچتا ہے؟ نیز وہ موجودہ لٹریچر کی ترویج سے اپنی ذہنی کاوشوں کو ضائع، اور ملک و ملت کے مفاد کو فراموش تو نہیں کر رہے ہیں؟

کہا جاتا ہے کہ ملک کا مذاق ایسا خراب ہو رہا ہے۔ کہ کوئی علمی، ادبی، تاریخی، مذہبی کتاب اشاعت پذیر نہیں ہوتی۔ لیکن اس میں قصور کس کا ہے؟

---

میں کئی بار عرض کر چکا ہوں۔ کہ زمانہ حاضر میں ضرورت اسبات کی ہے۔ کہ اسلامی مسائل، فلسفہ و تاریخ، تمدن و تہذیب کو عام مسلمانوں میں ایسے ادبی رنگ میں پیش کیا جائے۔ جسکی ادبی دلچسپی سلاست اسلامیت کو ذہن میں محفوظ رکھنے اور اسلامی طریق پر عمل پیرا ہونے کی محرک بنا سکے۔ چنانچہ جن قابل تعظیم علماء اُدباء نے ایسے لٹریچر میں اپنی ذہنی کاوشیں صرف کی ہیں۔ وہ دنیا میں اپنا نام روشن کر جانیکے علاوہ عاقبت کیلئے بھی اجرِ عظیم کے مستحق ثابت ہوئے ہیں۔

---

بحیثیت ایک مسلم خادم اہلِ قلم میں بعض ان قابل قدر مسلم اُدبار محترم و شعراء مکرم سے (جو نفسیات و نکات، فطرت و محبت آرٹ و حسن کے ان عارضی موضوعات پر اپنی دماغی محنت صرف کر رہے ہیں) پوچھنا چاہتا ہوں۔

(۱) کیا بحیثیت مسلمان ہونیکے ان پر تبلیغ مذہب و اشاعت تعلیم الاسلام کا بھی کچھ حق ہے یا نہیں؟

(۲) اگر ہے۔ تو وہ اپنی دماغی محنت کو اسلامی لٹریچر میں صرف کرتے ہوئے اس دنیائے فانی کی چند روزہ زندگی میں عارضی شہرت کی بجائے۔ تا ابدِ زندگی اپنا نام روشن رکھنے اور عاقبت میں ثواب دارین حاصل کرنیکی کوشش کیوں نہیں کرتے؟

---

بعض اصحاب کہتے ہیں۔ کہ لمعات کے صفحات ان خیالات میں ہمیشہ کیوں ضائع کئے جاتے ہیں؟ ان صفحات میں تو بعض اہم اسلامی واقعات، یا علمی، ادبی مقالات پر مدیر کے خیالات ہونے چاہئیں۔ اعتراض تو بجا ہے۔ لیکن نہ فقط میرے ناچیز خیال بلکہ رسالہ عارف کے مقاصد کے مطابق سب سے اہم واقعہ یہی ہے۔ کہ مسلمانوں کی ہر تقلید بیجا کے مقابل صحیح اسلامی طریق عمل پیان کو عمل پیرا ہونے کی ترغیب دینے کی کوشش کیجائے۔ چنانچہ عارف کی اس پالیسی کا ہی یہ نتیجہ ہے۔ کہ آپ کا عارف قابل اہلِ قلم، اُدبار محترم علماء مکرم کی نظر میں قابلقدر، اور عام تعلیم یافتہ اصحاب کی نظر میں مقبول ہو رہا ہے۔ چنانچہ اس مرتبہ درد مند قوم عالم باعمل، مؤرخ اسلام حضرت اکبر شاہ خان صاحب مدظلہ نجیب آبادی اپنے مکتوب گرامی میں تحریر فرماتے ہیں۔

"میں آپکے رسالہ عارف کے کئی پرچے مطالعہ کر چکا ہوں مجھکو یہ رسالہ بہت پسند ہے۔ مجھے جو چیز زیادہ محبوب ہے وہ رسالہ کی صحیح اسلامی روح ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ قیمت کی کمی اور کاغذ طباعت کی خوبی و دیدہ زیبی کے ساتھ آپکی اعلےٰ قابلیت ایڈیٹری اور صحیح نصب العین کے سبب یہ رسالہ اپنے حلقۂ اشاعت کو بہت جلد وسیع کریگا۔ میری دلی دعائیں آپ کے شامل حال ہیں۔"

لہٰذا اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے، اب قارئین عارف کا بھی اخلاقی فرض ہے۔ کہ وہ اپنے عارف کی توسیع اشاعت کا عملی ثبوت دیتے ہوئے خاکسار مدیر و کارکنان عارف کو رہین منت فرماتے رہیں۔　　　(مدیر)

# معارف القرآن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝

جو کوئی اچھا عمل کرے۔ تو وہ اپنی جان (کی بھلائی) کے لئے ہے۔ اور جو کوئی برا کرے تو (اسکا) وبال اسی پر ہے۔ اور تمہارا پروردگار بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔

القرآن الحکیم پارہ ۲۴ کی آخری آیت

---

کلام الٰہی میں کئی موقعوں پر انسانوں کو نیک اعمال کی ترغیب دیتے ہوئے اعمال بد سے صرف اسلئے روکا گیا ہے۔ کہ انسان اپنے افعال بد کے باعث نقصان و ہلاکت میں مبتلا نہ ہو۔ بلکہ اپنے نیک اعمال سے نجات و سعادت حاصل کرے۔

یہ صحیح ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے انسان کے نیک عمل کا معیار یہ بھی قرار دیا ہے۔ کہ انسان جو نیک عمل کرے وہ صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے ہی کرے۔ لیکن اللہ تعالےٰ کی یہ خوشنودی جس صورت میں انسان کے نیک اعمال سے وابستہ ہے۔ اسی طرح قادرِ مطلق کا قہر و غضب بھی انسان کے اپنے ہی اعمال پر مبنی اور عدل و انصاف و قانون فطرت کے عین مطابق ہے۔ جیسے کہ مندرجہ بالا آیت سے صاف عیاں ہے۔ کہ جو انسان اس دنیا میں اچھا کام کرے گا۔ وہ اپنے اچھے کاموں کے بدلے اچھائی حاصل کرے گا۔ اور جو انسان بُرے کام کرے گا۔ اُسے اپنے بُرے کاموں کے عوض میں

بُرائی حاصل ہوگی۔

---

چونکہ یہ آیت نہ صرف خیر و شر۔ تقدیر و تدبیر کی تشریح میں بلکہ سزا و جزا کی بحث میں بھی بطور استدلال پیش کی جا سکتی ہے۔ اور بعض منکرین نے اسی بحث کے متعلقہ اذکار میں ذات باری تعالےٰ کی صفات رحم و کرم کے ساتھ قہر و غضب کی سرشت بھی ملوث کر دی ہے۔ اس لئے سردست سزا و جزا کے متعلق ہی مندرجہ ذیل مختصر تشریح عرض ہے۔

کلام الٰہی میں جزا و سزا کے جسقدر بھی احکام ہیں وہ قدرتی نتائج سے وابستہ ہیں جن پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جزا و سزا انسان کے ہی اعمال کا نتیجہ ہے۔ ورنہ عدالت الٰہی میں قہر و غضب کا کیا کام؟۔ یا صفات رحمت الٰہی کو جبر و ظلم سے کیا نسبت؟۔ بلکہ کلام الٰہی میں جہاں کہیں اللہ تعالےٰ کی صفات قہر و غضب کا ذکر ہے۔ وہ سب صفات اسی عدل و توازن کی مظہر ہیں۔ جس پر کارخانہ قدرت کا نظام قائم ہے۔

چنانچہ عدل کے معنے ہیں۔ کسی چیز کا برابر ہونا۔ اور اسی نسبت سے ہی معاملات یا قضایا کا فیصلہ کر دینے کو عدالت کہا گیا ہے۔ اور معادلہ کہتے ہیں۔ ترازو کی وہ تول جو دونوں پلّوں کا وزن برابر رکھے۔ اور عادل کہتے ہیں۔ عدل کرنے والے کو۔ جس کا کام یہ ہے۔ کہ کسی معاملہ میں ہر دو فریقوں کی باہمی زیادتیاں دُور کر دے۔

---

اب غور فرمایئے۔ کہ کارخانہ قدرت کے جسقدر بھی مظاہر ہیں۔ کیا وہ عدل و اعتدال پر مبنی نہیں؟۔ انسان کا وجود کیا ہے؟۔ کسی حکیم سے پوچھئے تو وہ کہہ دے گا

عناصر کی ترکیب کا اعتدال۔

اگر اس اعتدال میں ذرہ بھر بھی فتور واقع ہو جائے۔ تو وجود کی نمود ہی معدوم ہو جائے۔ اسی طرح حسن و جمال کیا ہے؟ تناسب و اعتدال کی ایک کیفیت ہے جس کسی انسان میں ہو وہ خوبصورت ہے۔ اگر اسی تناسب و اعتدال میں کمی ہو جائے۔ تو یہی خوبصورتی بدصورتی سے تبدیل ہو جائے

انسانوں کے علاوہ نظام شمسی میں بھی عدل و توازن قائم ہے۔ اور ہر کرہ سماوی اسی قانون عدالت میں جکڑا ہوا ہے۔ اگر کوئی کرہ اس قانون عدالت سے باہر ہو جائے۔ تو نظام شمسی درہم برہم ہو جائے۔

لہذا جب کائنات خلقت کے ہر گوشہ میں عدالت کا یہ قانون نافذ ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ انسان کے افکار و اعمال کے لئے یہ قانون عدالت بے اثر ہو جائے۔ ہر عقلمند شخص کو ماننا پڑے گا۔ کہ انسان کا جو عمل، عدل و توازن اور قانون فطرت کے مطابق ہو وہی عمل صالح کے نام سے عدالت الٰہی میں مقبول و منظور ہوگا۔ اور اسی نظریہ کے مطابق انسان کی جتنی بداعمالیاں اور برائیاں ظہور پذیر ہوں۔ ان کی حقیقت اسکے سوا اور کچھ نہیں۔ کہ حقیقت عدل سے انحراف ۔ مثلاً ظلم، فساد۔ اسراف و تبذیر وغیرہ وغیرہ۔

---

مثلاً ظلم کے معنے لغت میں وہ حالت ہے "جو بات جس جگہ ہونی چاہئے۔ وہاں نہ ہو" بلکہ بے محل ہو۔ اسی لئے کلام الٰہی میں شرک کو ظلم عظیم سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس سے زیادہ کوئی بات بے محل نہیں ہو سکتی۔ کہ پتھر اور لکڑی کو اپنا معبود سمجھا جائے۔

اسی طرح اسراف کے معنے ہیں۔ مقدار سے زیادہ خرچ کرنے کے۔ یعنی جو چیز جتنی مقدار میں جہاں خرچ کرنی چاہئے اس سے زیادتی کی جائے۔

اور تبذیر کے معنی ہیں۔ بے موقعہ اور بغیر ضرورت روپیہ خرچ کرنا۔ یا اپنی یا کسی اور کی دینی و دنیوی منفعت کے بغیر۔ یا روپیہ کو کسی تالاب یا کنوئیں میں پھینک دینا۔

لہذا اسی اسراف و تبذیر کے اعمال بد میں (جو قانون عدالت اور عدل و توازن کے منافی ہیں) موجودہ مسلمان مبتلا ہیں۔ جن کی سزا نکبت و ذلت و تہیدستی ہے۔

---

بات سے بات نکل آتی ہے۔ یا جو خیالات دل و دماغ پر مسلط ہوں وہی زبان و قلم سے ظاہر ہوتے ہیں۔ یا یہ کہ مطلب کی بات کسی حالت میں چھوڑی نہیں جا سکتی۔ لہذا چونکہ عارف کا مقصد ہی مسلمانوں کو مغربی معاشرت کے مسرفانہ مصارف سے بچانا ہے۔ اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس ضمن میں اپنے مقصد کے مطابق ایک بات اور عرض کر دی جائے۔ اور وہ بات یہ ہے۔ کہ بعض آناوڈنش مسلم گریجویٹ دبی زبان سے کہدیا کرتے ہیں

"مسلمانوں کی مالی کمزوری کو بھی ان کی مذہبی سپرٹ سے ہی تعلق ہے"

بلکہ ہمارے اکثر بھولے بھالے مسلمان بھائیوں کو بھی اپنے مذہب کی صداقت کے ساتھ اپنی تہیدستی کی شکایت رہتی ہے۔ لہذا ایسے لوگوں کو اللہ تعالٰے کے اس بیان کردہ قانون فطرت پر غور کرنا چاہئے۔ کہ انسان کی ہر قسم کی کمزوریاں اُنکے اپنے ہی اعمال اور اُس طریق عمل پر ہیں جو کہ حقیقت، عدل۔ توازن کے منافی ہیں۔

لہذا جبکہ عام مسلمان اپنی آمدنی کے مطابق خرچ نہیں کرتے۔ اپنی ضروریات زندگی میں کفائیت اور بچت کو مدِنظر نہیں رکھتے۔ اور اسلام کی آسان اور سادہ طریق معاشرت اختیار نہیں کرتے۔ بلکہ دلدادگانِ مغرب کی تقلیدِ معاشرت میں اسراف و تبذیر کے مرتکب ہوں۔ تو ان کی اقتصادی کمزوری اور تہیدستی کیسے دُور ہو سکتی ہے۔ (صلاحیہ)

---

# گناہ حکمت

یہ مختصر نظم ابوالاسرار رمزی اٹاوی نے ان علمارِ دین کی افسوسناک حالت پر لکھی ہے۔ جنہوں نے اپنی ذہنی کاوشوں سے قرآن حکیم کے سادہ اور سلیس احکامات کی بے ربط تاویلات کر کے احکامات قرآن کو ایسی شکل میں پیش کیا ہے۔ کہ انکی اِن تاویلات سے حسنِ اسلام و احکام الہٰی پردہ موہوم میں آگئے ہیں (مدیر)

کتاب جسکو ہدایت کے واسطے بھیجا
رہی جہاں کیلئے وہ صحیفۂ مختوم

نہ کی مُلائے حرم نے نکات کی تشریح
بنا کے رکھدیا اسکو معمہ و موہوم

اٹھیں غلط نگر آنکھوں سے ظلمتیں کیا کیا
کہ جن سے نورِ ہدایت بھی ہوگیا معدوم

وہ موشگافیٔ حکمت وہ فلسفہ کاوی
وہ بحثِ علّت و معلول و عالم و معلوم

زجاج دیں کو حکیموں نے پاش پاش کیا
فریبِ عقل نے مذہب کا کھودیا مفہوم

توہمات کی ہوتی گئیں حدود وسیع
نظر سے چھپتا گیا حسنِ فطرتِ معصوم

جو چشمہ خشک زمینوں کو سبز کردیتا
اسی کے فیض سے مخلوق ہوگئی محروم

سلیس لفظوں میں قرآن کا پیام سُنا
خدا کا راز ہے سمجھا کے یہ کلام سُنا

ابوالاسرار رمزی اٹاوی
از جھجھہ پور

# احادیث خیرالانام صلعم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هَلْ تُنْصَرُونَ وَتُرْزَقُونَ اِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ

"تم کو تمہارے کمزور لوگوں کی وجہ سے ہی مدد دیجاتی ہے۔ اور رزق دیا جاتا ہے۔"

(ارشاد رسول مقبول صلعم از تجرید بخاری)

---

"حدیث بالا کا مفہوم اگرچہ غرباء اسلام کی تلقین امداد سے وابستہ ہے۔ لیکن موجودہ لیبر پارٹی کے معاونین بھی اس حدیث کو اپنے طریق عمل کے ثبوت میں پیش کرتے ہوئے کہہ سکتے ہیں۔

"کہ دنیا کے سب سے بڑے اور مقدس انسان (یعنے حضور پرنور صلعم) بھی آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے یہ فرما چکے ہیں۔"

"مزدور پیشہ لوگوں کی وجہ سے ہی مزدور وسرمایہ دار عیش وعشرت کی زندگی بسر کرتے ہیں۔"

یہ درست ہے۔ کہ سامان معیشت کی ارزانیاں، رازق العباد کی بخشش پر ہی منحصر ہیں۔ تاہم انسان کی معاشرتی ترقی کا بہت بڑا اور پہلا سبب یہی وہ کمزور لوگ ہیں۔ جن کے متعلق حضور پرنور ہادی اسلام علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے اپنے ارشاد میں اشارہ فرمایا ہے۔

"امراء لوگوں کو اپنی دولت اور امارت کی نسبت غریب لوگوں کا ہی رہین منت ہونا چاہئے۔"

بہرحال وہ تمام غریب الحال مسلمان اُس سرمایہ (دولت) کے حصہ دار ہیں۔ جو ان کی محنت سے حاصل ہو۔ اور

جب کوئی شخص کسی شخص کی امداد کے بغیر دنیاوی زندگی میں ترقی نہیں کر سکتا۔ تو کیا یہ بے انصافی نہیں ہے کہ وہ ترقی یافتہ شخص اپنے معاونین ترقی کو اپنے کاروباری نفع میں شامل کرنے کی بجائے اس کا پورا حق المحنت بھی ادا نہ کرے۔

---

لہٰذا تمام فارغ البال اور خوشحال مسلمانوں کو سرور کائنات فخر موجودات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے مندرجہ بالا ارشاد اور اُسکے مفہوم کے مطابق اپنے ان غریب بھائیوں کو (خواہ وہ کسی ملازمت میں منسلک ہوں یا کسی خدمت میں شریک ہوں) اپنا محسن سمجھتے ہوئے ہر موقعہ اور وقت کے مطابق ان کی استقدر دلجوئی اور امداد کرنی چاہیئے۔ جو صحیح معنوں میں غربار کے احسانات کا عوض ہو سکے۔

لیکن یہ امداد بلا امتیاز مذہب و ملت بغیر کسی خصوصیت، اپنی منفعت یا کسی معاوضہ اور نام و نمود وغیرہ کے بغیر کرنی چاہیئے۔ بلکہ ایسی خاموشی اور بے غرضی سے کرنی چاہئے۔ کہ اس امداد سے نہ کسی طرح کے احسان کا اظہار ہو۔ اور نہ منعم کی فوقیت ظاہر ہو۔

جیسے کہ ابوسہل صعلوکی علیہ الرحمتہ جب کبھی کسی محتاج یا درویش کو کوئی چیز یا درہم دینار بخشتے۔ تو اپنے ہاتھ سے دینے کی بجائے وہ چیز یا درہم دینار زمین پر رکھدیتے۔ مریدوں نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا

"میں ایک مسلمان درویش کے مقابل درہم دینار کی یہ عظمت پسند نہیں کرتا۔ کہ اس کے لئے میرا ہاتھ اونچا ہو اور کسی مسلمان کا نیچا"

---

اللہ اللہ۔ یہ لوگ تھے مسلمان اور الدین الفطرت اسلام کے قوانین حقیقت و فطرت پر عمل کرنے والے۔ چنانچہ حضرت شیخ علی ہجویریؒ المعروف داتا گنج بخش علیہ الرحمتہ تحریر فرماتے ہیں:-

"عبداللہ بن جعفر (رضوان اللہ تعالےٰ اجمعین) نے چراگاہ میں ایک حبشی غلام کو دیکھا۔ کہ اسکی بکریاں کا ریوڑ چر رہا ہے۔ اور خود وہ روٹی کھانے بیٹھا ہی تھا۔ کہ ایک کُتا اسکے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ حبشی غلام نے اپنی ایک روٹی کتے کو ڈال دی۔ اور دوسری روٹی کا ٹکڑا ابھی توڑنے نہ پایا تھا۔ کہ کتا ساری روٹی کھا کر دم ہلانے لگا۔ حبشی غلام نے دوسری روٹی بھی کتے کو

ڈالدی۔ حتیٰ کہ اسی طرح اس حبشی غلام نے تیسری روٹی بھی جب کتے کو دیدی تو عبداللہؓ نے اس سے پوچھا۔ اے غلام۔ تجھے ہر روز کتنی روٹیاں کھانے کو ملتی ہیں؟

اس نے کہا۔ جس قدر کہ آپ نے دیکھیں (یعنے یہی تین)

عبداللہؓ نے فرمایا۔ تو تم نے یہ سب کی سب کتے کو کیوں کھلادیں؟

حبشی غلام نے کہا۔

آپ کو معلوم ہے۔ کہ یہ کتوں کے رہنے کی جگہ نہیں ہے۔ نہ یہاں آپ کسی اور کتے کو نہ دیکھیں گے۔ لہٰذا نہ معلوم یہ کتا کتنی دور سے اپنی بھوک رفع کرنے کی نیت سے یہاں تک پہنچا ہے۔ میرے دل نے یہ گوارا نہ کیا۔ کہ میرے نفس کے لئے اسکی محنت ضائع جائے اسلئے میں نے یہ سب روٹیاں اسی کو کھلادیں۔

حضرت عبداللہؓ کو اس حبشی غلام کی یہ بات اسقدر پیاری معلوم ہوئی۔ کہ تمام بکریاں اور چراگاہ خرید کر اُسے آزاد کر کے وہ تمام بکریاں اور چراگاہ اسی کو بخش دی۔

لیکن اس متوکل حبشی نے بھی آپ کے حق میں دعا کرتے ہوئے وہ تمام بکریاں اور چراگاہ فروخت کرکے یہ سب مال خدا کی راہ میں خرچ کر دیا۔ اور خود وہاں سے چلتا بنا۔

---

سُنا آپ نے (یہ تھا مسلمانان سلف کا طریق سخاوت اور غریب الحال مسلمانوں کی امداد کرنے کا عملی نمونہ اور یہ طرز عمل الدین الفطرت اسلام کے اسی قانون حقیقت و فطرت پر مبنی تھا۔ جو آج بھی اپنے ضمیر کی آواز کے مطابق ہر مسلمان پر عائد ہوتا ہے۔

مثلاً ایک غریب الحال اور مستحق امداد شخص کو دیکھ کر فطرتاً ہر ایک انسان کے دل میں جس طرح اسکی امداد کا جذبہ پیدا ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح اس پر عمل کرنا بھی عین فطرت کے مطابق ہے۔

بلکہ اکثر اہل حقیقت کا تو یہ خیال ہے۔ کہ جو نیک بات دل میں پیدا ہوتی ہے۔ وہ ضرور خدا کی طرف سے ہوتی

ہے۔ جیسے کہ حضرت شیخ علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ اپنی تصنیف لطیف کشف المحجوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

"میں نے حکایات میں پڑھا ہے۔ کہ شہر نیشاپور میں ایک سوداگر تھا۔ جو بالعموم حضرت شیخ ابوسعید رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر رہتا تھا۔ ایک روز شیخ ابوسعید رحمتہ اللہ علیہ کی مجلس میں ایک درویش نے حاضر ہوتے ہی کچھ سوال کیا۔ اسوقت وہ سوداگر بھی مجلس میں حاضر تھا۔ جس کے پاس ایک دینار تھا۔ اور ایک سونے کا ٹکڑا۔ سائل کے سوال کرنے پر پہلے تو اسکے دل میں خیال آیا کہ دینار دیدوں۔ پھر خیال آیا۔ نہیں سونے کا ٹکڑا ہی کیوں نہ دیدوں۔ اور دینار کو رکھ لوں۔ چنانچہ اس سوداگر نے سونے کا ٹکڑا ہی سائل کو دیدیا۔ اور سائل دعا دیکر چلا گیا۔"

کچھ دیر بعد اس سوداگر نے حضرت شیخ ابوسعید رحمتہ اللہ علیہ سے دریافت کیا۔ حضرت! کسی شخص کا خدا سے جھگڑا کرنا کیسا ہے؟

شیخ نے فرمایا۔

تم نے بھی تو ابھی ابھی خدا سے جھگڑا ہی کیا ہے۔ سوداگر نے متعجب ہو کر پوچھا۔ حضرت! وہ کیسے؟

فرمایا۔ کیا خدا نے تمہیں سائل کو دینار دینے کے لئے نہیں فرمایا تھا۔ تو نے جو دینار کی بجائے سونے کا ٹکڑا دیا۔ یہ جھگڑا نہیں تو اور کیا ہے۔

اس تمثیل سے صاف ظاہر ہے۔ کہ صاف دل میں جو نیک بات پیدا ہوتی ہے۔ وہ خدا کی طرف سے ہوتی ہے۔ الغرض اگر ہر شخص اپنے دل کی اس آواز پر غور کرے تو اُسے ماننا پڑے گا کہ غریبوں کی محنت مشقت کے باعث ہی اکثر لوگ نہ صرف فکر معاش سے آزاد ہیں۔ بلکہ اُن کے مصارف زندگی، آرام و اطمینان، راحت و مسرت کے تمام سامان غریبوں کے ہی دم قدم سے ہیں۔ لیکن احسان فراموش، خود غرض انسان اپنے ہم جنس محسن کو تو کیا یاد رکھ سکتا ہے۔ وہ تو اپنے مالک اور رازق کو بھی کبھی بھولے سے یاد نہیں کرتا۔

(مدیر)

# تذکرہ بزرگان اسلام

## حضرت خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نام خبابؓ کنیت ابو عبداللہ والدہ کا نام ارت تھا۔ اور خاندان تمیم میں سے تھے۔

زمانہ جاہلیت میں ایک مشرک مکہ کے غلام تھے۔ آفتاب رسالت کے طلوع ہوتے ہی روشنی اسلام سے منور ہوئے چونکہ اسلام لانے والوں میں آپ کا چھٹا نمبر ہے۔ اسو جہ سے سادس الاسلام کے لقب سے مشہور ہیں۔ الدین الفطرت اسلام اور آپ کے مشرف بہ اسلام ہونے کا وہ ابتدائی زمانہ تھا۔ جبکہ حضور پُر نور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات ابھی زید بن ارقم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے گھر میں پناہ گزین نہ ہوئے تھے۔ اور نہ آپ کو اپنے مشرک آقا کی غلامی سے آزادی نصیب ہوئی تھی۔

چنانچہ اس زمانہ میں اسلام قبول کرنا ایسا جرم شدید تھا جسکی سزا مال و دولت، بیوی بچوں، عزیز آشناؤں، احباب و اقارب، مکان و جائداد سے ہاتھ دھونے اور جیتے جی سخت سے سخت الم دردناک جسمانی عذاب و ایذا پر مبنی تھے۔ جس کو برداشت کرنا پتھر ایسے سخت دل انسان کی ہمت و صبر سے بعید تھا۔ لیکن آپ نے ان سب ستم رنجوں سے بے نیاز ہو کر علی الاعلان اپنے اسلام لانے کا اظہار کر دیا۔

---

اسلام اور پھر اظہار اسلام کے اس شدید جرم کی سزا سے جبکہ امرا مکہ تک دشمنانِ اسلام کے دستِ تعدی سے نہ بچ سکتے تھے۔ تو پھر آپ ایسے بے یار و مددگار غلام کی کیا حیثیت تھی۔

چنانچہ اسلام لاتے ہی آپ دشمنانِ اسلام کی ہر قسم کی شقاوت و بربریت کا ایسا نشانہ بنے جس کے اظہار سے بھی قلم کانپتا ہے۔

اُف! انسان کی شقاوت کا یہ کیسا دردانگیز منظر ہے۔

"دہکتے ہوئے انگاروں پر آپ کو ننگے بدن لٹا کر سینہ پر ایک بھاری پتھر رکھ دیا جاتا۔ اسپر ایک ظالم کھڑا ہو کر آپ کا بدن کباب کی مانند انگاروں پر اسوقت تک مسلتے رہتا۔ جب تک آپ کے زخموں کی رطوبت انگاروں کو ٹھنڈا نہ کر دیتی۔"

اللہ اللہ۔ کسقدر صبر آزما اور کیسا جذبۂ استقلال تھا۔ آپ یہ دردناک عذاب سہنے پر بھی جب نعرۂ حق سے باز نہ آتے تو ظالم مشرک اس سے بھی زیادہ ہولناک عذاب آپ کو دیتے۔

لیکن آپ نہ کسی سے رحم کی التجا کرتے اور نہ کسی کو از خود آپ کے حالِ زار پر رحم آتا۔ البتہ فخرِ کائنات رحمۃ للعلمینؐ تشریف لا کر تسکینِ قلب فرماتے۔ لیکن ظالم آقا اس اظہارِ تسکین کی خبر پاتے ہی اور مشتعل ہو جاتا۔

چنانچہ ایک روز حضور پرنور ہادیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کی تالیفِ قلب فرما کر جب تشریف لے گئے تو سنگدل آقا نے جلتی آگ میں لوہا سرخ کر کے آپ کا سر داغ دیا۔

---

سُنا آپ نے۔ یہ سب مظالم اس مذہب اسلام قبول کرنے پر کئے جاتے تھے۔ جس مذہب کے اگرچہ آج کروڑہا اشخاص پیروکار ہیں۔ مگر ان میں سے ایک بھی نہ احکاماتِ اسلام پر عامل ہے نہ اُن کے دلوں میں الدین الفطرت اسلام کی وہ قدر و منزلت ہے۔ جو زمانہ سلف کے مسلمانوں کے دلوں میں تھی۔ جنہوں نے اپنی جان و مال آل و اولاد کی قربانیوں اور اپنی زندگیوں کے آخری خون کے قطروں تک اسلام کو سینچا ہے۔

الغرض ہر قسم کے روح فرسا جسمانی عذاب دینے کے علاوہ دشمنانِ اسلام آپ کو مالی نقصان بھی پہنچاتے تھے۔ جس کسی مشرک پر آپ کی کوئی رقم واجب الادا ہوتی۔ وہ اس کے ادا کرنے سے صاف انکار کر دیتا تھا۔

انہی لوگوں میں سے اسوقت عاص بن وائل بھی تھے۔ جن پر آپ کا کچھ قرض تھا چنانچہ جب کبھی آپ تقاضا کرتے تو وہ جواب دیتا۔

"جب تک (حضور پرنور) محمد (صلعم) کا دین نہ چھوڑو گے۔ اس وقت تک نہ دوں گا۔"

اسپر آپ فرماتے :-

"تم مرکر جب تک دوبارہ زندہ نہ ہوگے۔ میں اسوقت تک اسلام لو حضور پرنور ہادی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منحرف نہیں ہو سکتا"

یہ سُنکر عاص بن الوائل بطور استہزا یہ کہتا۔

"اچھا میں جب مرکر پھر زندہ ہوں گا۔ اور مجھ کو مال و اولاد ملے گی۔ تو پھر میں تمہارا قرض بھی ادا کر دوں گا"

---

ہجرت مدینہ تک جتنا عرصہ مکہ میں رہے۔ خدا اور اسکے رسول برحق صلعم کی خوشنودی کے لئے ہر قسم کے مصائب نہائیت صبر و استقلال سے جھیلتے رہے۔ جب تمام مسلمانوں کو ہجرت کی اجازت حاصل ہوئی۔ تو آپ نے بھی نہ صرف مشرکین کے ان مظالم کے خوف سے بلکہ خاص کر لوجہ اللہ حضور پرنور صلعم کے ساتھ مدینہ شریف کی طرف ہجرت کی۔ مدینہ شریف میں پہنچ کر حضور پرنور صلعم نے خراش بن صمہ کے ساتھ آپ کی مواخات کرا دی

زندگی بھر میں شروع سے آخر تک جتنے غزوات ہوئے۔ آپ تقریباً تمام میں شریک ہوئے۔ اس شمولیت جہاد کے علاوہ آپ کو علم اسلام کی بھی جستجو تھی۔ اور اسی شوق تلاش میں حضور پرنور صلعم کے طریقہ عبادت کو رات رات بھر دیکھتے رہتے۔ اور صبح کو بعض امور سرور کائنات ہادی اسلام علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات سے دریافت فرماتے۔

---

ایک شب کو حضور پرنور صلعم نے تمام شب نماز میں گزار دی۔ آپ بھی شب بیدار ہو کر دیکھتے رہے۔ صبح کو حضور سرور کائنات فخر موجودات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات سے دریافت کیا۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ گزشتہ شب تو آپ نے شب بھر ایسی نماز پڑھی۔ کہ اس سے قبل میں نے کبھی نہ دیکھی"

حضور پرنور صلعم نے ارشاد فرمایا۔

"وہ بیم ورجا کی نماز تھی۔ بارگاہ ایزدی میں میں نے تین باتوں کی دعا کی تھی۔ جس میں سے دو توقبول ہوگئیں۔ اور ایک نہیں۔ پہلی دعا یہ تھی۔ کہ خداوند کریم مسلمانوں کو اس عذاب سے ہلاک نہ کرے۔ جس سے گزشتہ اُمتیں ہلاک ہوئیں۔ دوسری یہ۔ کہ میرے دشمنوں کو مجھ پر غالب نہ کرے۔ چنانچہ یہ دونوں دعائیں توقبول ہوگئیں لیکن تیسری قبول نہ ہوئی۔"

---

فخر موجودات سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی وفات حسرت آیات کے بعد خلیفہ اول و خلیفہ ثانی رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین بھی آپ کا نہائیت احترام ملحوظ رکھتے تھے۔

چنانچہ ایک روز جب آپ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لے گئے۔ تو خلیفہ ثانی نے اٹھ کر اپنے گدے پر آپ کو بٹھاتے ہوئے حاضرین سے مخاطب ہوکر فرمایا۔

"ان کے علاوہ ایک اور شخص بھی ہے۔ جو اس عزت و تکریم کا مستحق ہے۔"

آپ نے دریافت فرمایا:۔

اے امیرالمومنین! وہ کون ہے۔؟

خلیفہ ثانی رضؓ نے ارشاد فرمایا۔ بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

آپ نے فرمایا:۔ وہ میرے برابر کیسے ہوسکتے ہیں۔ جبکہ مشرکین میں ان کے بہت سے مددگار تھے۔ اور برخلاف اسکے اسوقت سوائے خدا (اور اسکے رسول کے) میرا پوچھنے والا کوئی نہ تھا۔

---

ستر یا بہتر برس کی عمر مبارک میں بیمار ہوئے۔ کچھ لوگ عیادت کے لئے آئے۔ اور انہوں نے تشفی و تسلی کے لہجہ میں کہا۔

"ابوعبداللہ تم کو خوش ہونا چاہیئے۔ کہ اب اپنے دوستوں سے مل جاؤگے۔"

یہ سنتے ہی ایسی رقت طاری ہوئی۔ کہ آنسو نہ تھم سکے۔ پھر ساتھ ہی فرمایا:۔

"میں موت سے نہیں ڈرتا۔ البتہ آپ لوگوں کے یاد دلانے سے یہ خیال آرہا ہے۔ کہ وہ لوگ تو اسں دنیا سے عقبےٰ کے مستحق ثابت ہوکر گئے ہیں۔ مجھے کہیں ثواب آخرت کے عوض یہ دنیا ہی نہ ملی ہو"

جب مرض کی طوالت و تکلیف سے گھبرا گئے تو فرمایا۔

"اگر اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو موت کی دعا کرنے کی ممانعت نہ کی ہوتی۔ تو میں دعا کرتا۔

حالت غیر ہوئی تو کفن منگایا۔ اور اُسے دیکھ کر بے اختیار ہو کر روتے ہوئے فرمایا:۔

آہ!۔ سیدالشہدا امیر حمزہ کو تو پورا کفن بھی میسّر نہ ہوا تھا۔ بلکہ آپ معمولی سی ایک چھوٹی سی چادر میں اس حالت میں کفنانے گئے تھے۔ کہ اگر آپ کے پاؤں ڈھانکے جاتے تھے۔ تو سر کھل جاتا۔ اور اگر سر ڈھانکا جاتا تھا۔ تو پاؤں کھل جاتے تھے آخر گھاس سے آپ کے پاؤں چھپائے گئے تھے۔"

اس کے بعد یہ وصیت فرمائی:۔

"مجھ کو شہر سے باہر دفن کرنا۔"

یہ وصیت اسلئے کی گئی تھی۔ کہ اہل کوفہ عموماً مُردوں کو شہر کے اندر ہی دفن کرتے تھے۔

آپ کی وفات حسرت آیات کی تاریخ میں اختلاف ہے۔ بعض نے ۱۹ سنہ لکھا ہے۔ اور بعض نے ۳۷ھ میں۔ اسی روایت کے مطابق آپ وہ پہلے صحابی ہیں۔ جو شہر کوفہ سے باہر دفن ہوئے۔ (مسلم میل)

---

## معذرت

گزشتہ جولائی کے عارف صفحہ ۲۳ پر تخیلات خلیق کے عنوان سے حضرت خلیق برہانپوری کی جو نظم شائع ہوئی ہے۔ اس نظم کے ساتویں شعر کے پہلے مصرعہ میں حرف الرّ کی بجائے حرف یائے کی غلطی سے چونکہ شعر کا مفہوم موہوم ہوگیا ہے۔ لہٰذا اس غلط مصرعہ میری ہی سانس سے لطف وکرم میں تیرے دابستہ کی بجائے صحیح مصرعہ میری ہر سانس سے لطف و کرم میں تیرے وابستہ، کی قارئین عارف تصحیح فرمالیویں ہم اس فرو گزاشت کے لئے حضرت خلیق سے معذرت خواہ ہیں۔

"کارکنان عارف"

# "تفاوتِ راہ"

نتیجۂ فکر لسان الوقت حضرت راز یزدانی (رامپور)

صلح و تفریح پہ موقوف کبوتر کی اڑان — جنگ و پیکار ہے شاہیں کا مذاقِ پرواز

پرزنی خائفِ پیغامِ اجل ہے اس سمت — اور اُدھر زیست کا مژدہ ہے وفورِ تگ و تاز

عافیت کوش اِدھر بال زنی کی طاقت — مرگ آغوش اُدھر جہدِ طرب کے انداز

آگیا امن سے واپس تو کرامت اسکی — اُس طرف صید نہ ملنا ہے اجل کا آغاز

نہ اِدھر جوشِ تمنائی جہاں آشوبی — نہ اُدھر فرقتِ محبوب کی شبہائے دراز

نہ اِدھر قلب میں ہے جذبۂ خودداریٔ شوق — نہ اُدھر عقل کو اندیشۂ تذلیلِ نیاز

نہ اِدھر رعد نما بانگِ مبارز طلبی! — نہ اُدھر خوفِ قفس ہے نہ فسونِ آواز

نہ اِدھر قیدِ مقامی سے مفر ہے کسی دم — نہ اُدھر فکرِ اودھ ہے نہ خیالِ شیراز

قلب ہو واقفِ اندیشۂ فردا جب تک — کس میں ہمت ہے کہ شاہیں کے اڑا لے انداز

یہ کبوتر کا مقدر ہی نہیں ہے یعنی — مدعی خواست کہ آید بہ تماشا گہِ راز

دستِ غیب آمد و بر سینۂ نامحرم زد

# ہمارا تمدنی نظام

(از علامہ ماہر القادری)
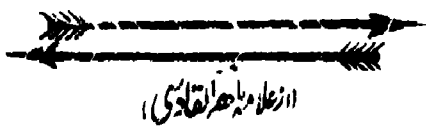
جب کوئی قوم تباہ و برباد ہوتی ہے۔ تو سب سے پہلے اس قوم کے تمدن و تہذیب کی خصوصیات کا خاتمہ ہوتا ہے۔ برباد ہونے والی قوم کے کلچر اور تہذیب پر، غالب قوم کا تمدن مسلط ہو جاتا ہے۔ اور اب اس قوم کے افراد، فاتح اور غالب قوم کی آنکھ سے دیکھتے، اسکے کانوں سے سنتے اور اُسکے دماغ سے سوچتے ہیں۔ عوام الناس کے ذہن میں کسی قوم کے فنا ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ اس قوم کے تمام افراد ہلاک ہو جائیں، حالانکہ قوم کے افراد کی حیات کے باوجود ہم اس قوم کو مردہ سمجھتے ہیں۔ جس کی تمدنی خصوصیات اور قومی روایات فنا ہو چکی ہیں، زندگی گوشت پوست کے متحرک لوتھڑے کا نام نہیں ہے۔ زندگی نام ہے، نفس کی عظمت، خودداری کے احساس اور انسانیت کے شرف و مجد کا۔ عظمتِ نفس کے شیشہ کو سب سے پہلے اسوقت ٹھیس لگتی ہے، جب کسی قوم کا کوئی فرد دوسری قوم کی تہذیب کو اپنی تہذیب کے مقابلہ میں بلند تر اور معزز سمجھتا ہے۔ جن لوگوں نے قوموں کے انقلابات اور قوموں کی تبدیلیوں کے حالات پڑھے ہیں۔ وہ اس حقیقت سے یقیناً اچھی طرح باخبر ہوں گے۔ کہ قوم کے تمدن کی موت، قوم کی موت ہے۔

ایک زمانہ تھا۔ کہ عرب کی بے برگ و گیاہ زمین سے مٹھی بھر انسان اُٹھے، اور انہوں نے قیصر و کسریٰ کے تخت الٹ دیئے، وہ مقدس نفوس جس طرف گئے، عزت و کامرانی نے ان کے قدم چومے، اور اقبال و سعادت کے سورج نے اپنی کرنوں کو ان کی راہ میں بچھا دیا۔ وہ تعداد میں بہت تھوڑے تھے۔ مگر تاریخ کے صفحات اسکی شہادت دیں گے کہ بڑی بڑی جمعیتوں اور فوجوں کو ان تھوڑے سے انسانوں نے ریت کے ذروں کی طرح اڑا دیا۔ اُن نفوسِ قدسیہ میں زندگی تھی، عمل کی روح اور ترقی و عروج کا جذبہ تھا۔ اُن کو میں اسلئے زندہ کہتا ہوں، کہ عرب قوم کی خصوصیات کو انہوں نے کبھی پامال نہیں ہونے دیا۔ اس وقت جبکہ طاقِ کسریٰ کے مخملی

قالین ان کے جوتوں سے پامال ہو رہے تھے اور عراق کے سبزہ زار ان کے گھوڑوں کے چراگاہ بنے ہوئے تھے، اُن کی کمر سے رسی کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے بندھے ہوئے تھے، وہ جَو کے ستو پی کر گزر اوقات کرتے تھے۔ اُن کو ایسے درباروں میں بھی جانا پڑا جہاں قاقم و سنجاب کے پردے جھلاتے تھے، جہاں کے دربان سونے چاندی کی عصائیں ٹیک کر کھڑے ہوتے تھے، جہاں بادشاہ خدا سمجھا جاتا تھا، لیکن سورج کی آنکھ گواہ ہے کہ کسی دربار کا شکوہ اُن کو مرعوب نہ کر سکا، اور کسی تمدن سے ان کے دماغ متاثر نہ ہو سکے۔ وہ پیوند لگی ہوئی عبائیں پہن کر اُن بادشاہوں سے ہمکلام ہوئے جن کی سواری کے گھوڑے سونے، چاندی کے زیور میں لدے ہوئے تھے، اُن کا تمدن، کسی تمدن سے مغلوب نہیں ہوا۔ بلکہ دیگر قوموں نے اُن کے تمدن کو قبول کر لیا۔

اس زمانہ کے بعد ایک دوسرا دور آیا جس میں مسلمانوں کو دوسرے تمدنوں سے ٹکرانا پڑا۔ کوئی شک نہیں کہ پہلے دور کے مقابلہ میں یہ دور پست اور فروتر تھا، مگر ملوکیت اور امارت کے باوجود ایران، عراق، مصر، روم، شام اور اندلس میں مسلمان بادشاہوں کے تمدن و تہذیب کے آفتاب نے دوسرے تمدنوں کے چراغوں کو مٹا دیا۔ یورپ، جس کو اپنے کلچر پر بڑا ناز ہے، اس کا تمدن اور سرمایہ علم و ادب، اس دور کے اسلامی تمدن سے بڑی حد تک متاثر نظر آتا ہے۔ میں زیادہ تفصیلات میں جانا نہیں چاہتا" تاریخ کے بہت سے صفحات کو چھوڑ کر ہندوستان کے مغلیہ دور کی طرف آتا ہوں۔ جو ہمارے برباد شدہ تمدن کا آخری نقش تھا۔ ہندوستان کی سینکڑوں چیزیں جو ہر شخص استعمال کرتا ہے۔ اُسی دور کی یادگاریں ہیں۔ ۱۸۵۷ء کے غدر نے اس نقش کو بھی مٹا دیا۔ اور اب وہ افسوسناک دور آیا جس نے مسلمانوں کے کلچر کو تباہ و برباد کر دیا۔ اور آج ہماری قوم کے وہ نوجوان جن سے قوم کو بہت سی اُمیدیں ہیں، مغربی تمدن اور افرنگی تہذیب کے دلدادہ بنے ہوئے ہیں۔

کالجوں اور اسکولوں میں جا کر دیکھئے، آپ کو محسوس ہوگا کہ ہر مسلمان طالب علم اپنی نشست برخاست، طرز طریق گفتگو، اور چال ڈھال سے اپنے کو "انگریز" ثابت کرنا چاہتا ہے۔ پرائیویٹ صحبتوں میں ضرورت، بلا ضرورت انگریزی بولی جاتی ہے، اور وہ بھی اس انداز کے ساتھ گویا کہ یہ لوگ لارڈ چیمبرلین کے خاندان کے ہیں۔ اسلامی ناموں کو انگریزی حروف کی ترکیب کے ساتھ لکھ کر دُنیا کو غالباً یہ دکھایا جاتا ہے۔ کہ "ہم کو کہیں ہندوستانی مسلمان نہ سمجھ لینا"۔ کھانے پینے، بیٹھنے اُٹھنے، بولنے چالنے میں انگریزوں کی تقلید کی جاتی ہے، اور اس تقلید کا نام رکھا گیا "خیال و تہذیب کی آزادی"۔

قہ! دُنیا کسقدر فریب نفس میں مبتلا ہے۔ اور الفاظ کی ظاہری نام ونمود اور فریب آمیز نمائش نے کتنی برائیوں پر اچھائیوں کا غلاف چڑھا دیا ہے۔ انگریزی تمدن و تہذیب کی غلامی کو ہم خیال و فکر کی آزادی سمجھتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا حقیقت کی توہین ہو سکتی ہے؟

یہ تو معاشرتی تمدن کا عالم ہے، جسم کے ساتھ ساتھ ہمارے دل ودماغ بھی مغرب زدہ ہو گئے ہیں۔ ہم ہر چیز کو مغربی زاویہ نگاہ سے دیکھنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ ہماری معلومات کا تمام سرمایہ انگریزی کتب خانوں کا رہین منت ہے۔ ہمارے دماغ بالکل اس مشین کی طرح ہو گئے ہیں۔ جو اپنے اندر ذاتی قابلیت نہیں رکھتی، یہ ڈرائیور کی انگلیوں کی جنبش ہے جو اُسے حرکت میں لاتی ہے، ہمارے دماغوں کی مشین بھی مغربی انجینیروں کے اشاروں پر چلتی ہے۔ اور حیرت تو اس بات پر ہے کہ اس دماغی اور ذہنی غلامی کا نام ہم نے آزادیٔ فکر و خیال رکھا ہے۔

ہمارے پاس کسی چیز کے حسن و قبح پر فتوے لگانے کا معیار "مغربی زاویہ نگاہ" ہے۔ مغرب جس چیز کو اچھا کہتا ہے، اُسے ہم اچھا کہنے لگتے ہیں۔ اور جس چیز کو خداوندانِ مغرب بُرا کہتے ہیں، اسکو ہم بھی بُرا سمجھنے لگتے ہیں۔ ہم نے دماغ کی قوتوں اور فکر و خیال کی صلاحیتوں کی باگ ڈور اہلِ مغرب کے ہاتھوں میں دیدی ہے۔ وہ جدھر چاہتے ہیں ہمارے دل ودماغ کو پھیر دیتے ہیں۔ ہمارے یہاں ہر چیز موجود ہے، تاریخ، منطق، فلسفہ، معانی، الٰہیات، شعر، ادب، غرض تمام علوم ہمارے یہاں موجود ہیں مگر ہم ان کی قدر نہیں کرتے، ہم شکسپیر، ورڈسورتھ، شیلے اور کیٹس کو پڑھتے ہیں۔ حافظ، سعدی اور خسرو کو ہم نے بھلا دیا ہے۔ نیوٹن اور برکلے کی تصنیفات کے لئے ہمارا ذوق مطالعہ وقف ہو چکا ہے۔ غزالی اور رازی کے جواہر پاروں کی طرف ہم نگاہِ غلط انداز بھی نہیں ڈالتے۔ ہم نپولین کے کارناموں کو پڑھ کر جھومتے ہیں۔ مگر خالدؓ و حیدرؓ کے کارناموں سے قطعاً بے خبر ہیں۔ ہمارا حال اس بدنصیب انسان سے ملتا جلتا ہے۔ جس کی جیبیں زر و جواہر سے بھری پڑی ہوں، اور وہ غیروں کے سامنے کوڑی کوڑی کے لئے ہاتھ پھیلاتا ہو۔ ہمارے پاس لہلہاتے ہوئے باغ موجود ہیں۔ مگر ہم چند افسردہ کلیوں کے لئے دوسروں کے سامنے دامن پھیلاتے ہیں۔ کتنے بدنصیب ہیں ہم، اور کسقدر افسوسناک ہے ہماری ذہنیت!

ہم کسی کی زبان سے زیادہ تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ فلاں شخص برک کی زبان، میکالے کا قلم اور نپولین کا دل رکھتا ہے۔ حالانکہ ہم میں ہزاروں برک، سینکڑوں میکالے اور بیشمار نپولین موجود ہیں۔ ہم میں وہ افراد

موجود ہیں۔ جن کا جواب دنیا اب تک پیش نہیں کرسکی، یورپ کو فن تاریخ پر بڑا ناز ہے اور اس نے بہت سے نامور مؤرخین کو پیش کیا ہے۔ مگر تم ان میں سے کسی کو ابن خلدون کے مقابلہ میں لانے کی جرأت کر سکتے ہو؟ مغربی فلاسفہ نے عقل و ذہانت کی قوتوں کو بہت کچھ الٰہیات میں صرف کرنے کی کوشش کی ہے، اور انہوں نے "حقیقت مستترہ" کے چہرے کو بہت کچھ بے نقاب کرنا چاہا ہے۔ مگر میں علی رؤس الاشہاد کہتا ہوں کہ وہ تمام گرانقدر تصانیف حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تصنیف "حجۃ اللہ البالغہ" کے سامنے ہیچ ہیں۔ اگر تم علم اخلاق کے شائق ہو، تو سعدیؔ کو پڑھو، جس کے گلستان کے ایک باب کا جواب سارے یورپ کا علم اخلاق پیش نہیں کر سکتا، نپولین واقعی بہادر تھا، مگر خالدؔ، حیدرؔ اور طارقؔ کے مقابلہ میں نپولین کا ذکر کرنا شجاعت و جوانمردی کی کھلی ہوئی توہین ہے۔ ہمارے یہاں ہر چیز موجود ہے، زر و جواہر بھی ہیں، پھول اور کلیاں بھی ہیں، نغمہ اور مستی بھی ہے، آبشار اور فوارے بھی ہیں۔ لیکن افسوس ہم ان کی قدر نہیں کرتے، اور جب تک ہم اپنے خزانوں کی قدر نہ کریں گے، ہماری پستی اور ذلت دور نہیں ہوسکتی۔

ہماری ذہنیتیں کسقدر مسخ ہوگئی ہیں، اور ہمارے خیالات میں کس درجہ انقلاب پیدا ہوگیا ہے، کہ ہم حدیث و قرآن کی صحت کیلئے تو ثبوت طلب کرتے ہیں۔ اور طرح طرح کے شکوک و اوہام ہمارے دل و دماغ میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ مگر مغربی مصنفین جو بات کہہ دیتے ہیں اسکو الہام و وحی سمجھ کر فوراً تسلیم کرلیتے ہیں۔ اور اسوقت ہمارے فکر کی آزادی اور خیال کی اصابت قطعاً مفلوج ہو جاتی ہے۔

کیا اسی کا نام انصاف ہے؟

ان تمام باتوں سے زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ ہم قرآن کی عظمت کے اسوقت قائل ہوتے ہیں، جب ہم کسی مغربی مفکر کی زبان سے قرآن کی تعریف سنتے ہیں۔ ہم فخر و ناز کے لہجہ میں بیان کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی نسبت فلاں مغربی مصنف نے یہ الفاظ کہے ہیں، حالانکہ اس میں فخر و ناز کی کوئی بات نہیں۔ حضرت پیغمبر اسلام صلعم کی عظمت، معاذ اللہ کسی فلسفی اور انشاپرداز کی توصیف و مدح کی محتاج نہیں ہے۔!

بھائیو! زمانہ انقلاب کی تنگ و تاریک وادی سے گزر رہا ہے، قوموں کی زندگی اور موت کا مسئلہ درپیش ہے اگر زندگی چاہتے ہو تو قوم کے تمدن و تہذیب کی خصوصیات کی حفاظت کرو، اسلام کے کلچر کو تباہ ہونے سے بچاؤ، اگر مستقبل میں کامیاب ہونا چاہتے ہو تو تم کو تیرہ سو سال پیچھے لوٹنا پڑیگا، کیونکہ وہی دور تمہاری زندگی کا بہترین دور تھا۔ اور اسی چشمہ کا پانی تمہاری پیاس کو دور کرسکتا ہے، تم مسلمان ہو، اور مسلمان کسی قوت سے مغلوب نہیں ہوتا۔ خدا کی فوجیں واقعی آج تمہاری تائید و حمایت کیلئے موجود ہیں۔ بشرطیکہ تم جنبش کرو۔

# دِل ہے نگار خانۂ ہستی بنا ہُوا

(از نتیجۂ فکر جناب خلیق برہانپوری)

دِل پہلے ہی سے غم کا تھا مرکز بنا ہُوا — تکلیف ہم نے دی بھی اگر کچھ تو کیا ہُوا
کمبخت بدنصیب اسیرِ بلا ہُوا — وہ دل فریبِ حُسن میں جو مُبتلا ہُوا
تو بزمِ کائنات میں جب رُونما ہُوا — ذرّوں کو آفتاب کا رُتبہ عطا ہُوا
اللہ رے یہ اوج یہ شانِ درِ حبیبؑ — ہے آسماں بھی فرطِ ادب سی جُھکا ہُوا
میری وفا کا آج وہ کرتے ہیں اعتراف — خوش ہوں کہ مجھ سے فرضِ محبت ادا ہُوا
نکلے نہ کیوں فغاں مری دودِ فغاں کیساتھ — سوزِ درونِ عشق سے دل ہے جلا ہُوا
کہتے ہیں سُن کے میری حکایاتِ دردِ دل — جو درد اپنی حد سے بڑھا لا دوا ہُوا
کرتا ہوں اپنے دل ہی میں نظّارے حُسن کے — دِل ہے نگار خانۂ ہستی بنا ہُوا
ناممکنات سے نہیں اُلفت کی منزلیں — رہرو کا حوصلہ ہو اگر کچھ بڑھا ہُوا
جھوم اُٹھی کیف سے مری ہستی کی کائنات — جب میں ترے خیال میں نغمہ سرا ہُوا
موسےؑ کے بعد پھر کبھی چمکی نہ طور پر — برقِ جمالِ دوست بتا تجھ کو کیا ہُوا
نیرنگیِ فریبِ جہاں پر ہو کیا نظر — انسان ہی ادائے جہاں پر مٹا ہُوا

میں دردِ دل کو دِل سے جدا کیوں کروں خلیقؔ
سرکارِ حُسن سی ہے یہ تحفہ مِلا ہُوا

# اسلام اور سائنس

(اے۔ایم خان نشتر گورکھپوری)

ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک دنیا کی مختلف قوموں نے ترقی کے زینے پر قدم رکھا۔ اور ایک عرصۂ محدود تک نقارۂ ترقی بجا کر فنا ہوگئیں۔ اسلام کا آفتاب ترقی بھی کسی زمانہ میں پوری آب وتاب سے چمکا اور ڈوب گیا۔ مگر زمانہ کی آنکھ نے اسکے نور کو تاریکی سے کچھ ایسا بدلا۔ کہ عرب وعجم، شام اور مصر کی سرزمین پر ہم بہتیری ٹھکریں مارتے ہیں۔ ان کی ایک ایک اینٹ اُٹھا کر دیکھتے ہیں مگر اگلی باتیں۔ اگلی تہذیب وتمدن اور علوم وفنون کا نشان تک معدوم ہے۔ البتہ ان کی تہذیب وتمدن کی ترقیاں اور ان کے کارنامے آج بھی ہم قصوں کے طور پر سُنتے ہیں۔ آج سے صدیوں پہلے مسلمانوں کے دماغ کی جولانیاں کسے نہیں معلوم۔ اسلام کی روحانی قوت سے کون انکار کر سکتا ہے۔ مسلمانوں نے جس فلسفہ اور سائنس کی بنیاد ڈالی اس کا نام لیوا آج کوئی نہیں

جس شئے کو ہم سائنس جدید کہتے ہیں۔ وہ دراصل مسلمانوں کی قدیم سائنس ہے۔ ہاں دیگر قوموں کے ہاتھوں میں آنے سے اسکی ہیئت بدل گئی۔ مگر اصلیت جو اسکی تھی وہی رہی۔ سچا سائنس اصل میں خالص مذہبی حیثیت رکھتا ہے۔ کیونکہ اس کے ذریعہ ہمارے دلوں میں خدا کی عظمت وجلالت اور احترام پیدا ہوتا ہے۔ اور قدرت کی وہ تمام چیزیں جو اپنے افعال میں یکسانی اور یک رنگی ظاہر کرتی ہیں۔ اس کا پختہ اعتقاد دل میں بیٹھ جاتا ہے۔ سائنس کے ذریعہ ہم ان تمام باتوں کو معلوم کر لیتے ہیں۔ جن کا معلوم کرنا ممکنات میں سے ہے۔ اور جہاں تک ہماری معلومات کام دے سکتی ہیں۔ ہم ہر شئے کی حد بھی معلوم کر سکتے ہیں۔ جس کے آگے بڑھنے سے قاصر ہیں۔ اور یہی ایک بات ہے جو خدا کے وجود کو تسلیم کرنے کے لئے مجبور کرتی ہے۔ وہ لوگ جو کائنات کے باطنیات پر غور کرتے ہیں۔ جو دنیا کی علت غائی سمجھنے کے لئے انتہائی کوشش کرتے ہیں۔ اور جو نہ صرف ظاہری مادی جسم بلکہ روحانی امور کا بھی مطالعہ کرتے ہیں۔ وہ کبھی اس بات میں شک نہیں کرتے کہ خالق روزگار نہ صرف قادر مطلق بلکہ بڑا ہی خیرخواہ خلق ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اسلام سیاسیات، قومیات، معاشیات، اقتصادیات۔ فلسفہ اور سائنس سے

قطعی خالی ہے۔ اور مغرب نے نئی روشنی کے تحت جو ترقی کی اور اسکی کرنیں سے اپنے کاشانوں کو منور بنایا اسلام اس سے بے بہرہ رہا۔ حالانکہ اسلامی انوار سے ترقی کی وہ وہ شعاعیں نکلیں جس نے یورپ اور امریکہ کی تاریکی دور کردی۔ اور سائینس کے وہ وہ ایجادات کئے جنہیں یورپین مؤرخین نے خود تعجب و حیرت سے لکھا ہے یورپ جو کچھ کر رہا ہے اس انتہائی ترقی کے دور میں کر رہا ہے۔ ہم نے جو کچھ کیا اسوقت کیا جب دنیا تہذیب و تمدن سے اتنی آراستہ نہ تھی۔ آہ سچ ہے جیب جنے تھے نو دانت نہیں تھے اب دانت ہیں تو چنے نہیں ہیں۔

قطع نظر اور تمام علوم وفنون کے صرف مشینری کے کاموں کو لیجئے جسے علم الحرکات یا میکانکس کہتے ہیں۔ میکانکس یونانی لفظ ہے۔ اور یہ علم بھی دراصل انہیں کا ہے۔ یونانیوں نے اسے محض علمی حیثیت سے حاصل کیا ہے۔ لیکن مسلمانوں نے اسے حاصل ہی نہیں کیا۔ بلکہ اس علم کا عملی تجربہ بھی کیا۔ چنانچہ اس سلسلے میں ان کی ایجادات کا اگرچہ بیشتر حصہ مفقود ہے۔ لیکن تواریخ کے صفحات بعض بعض کی شہادت دینے کے لئے اب بھی موجود ہیں۔

فرانس کے مشہور مؤرخ سیدی یو کا بیان ہے کہ خلیفہ ہارون رشید کے زمانہ میں ایک شخص ابومعشر فلکی مشہور منجم نے ایک عجیب وغریب گھڑی ایجاد کی۔ جسمیں چھوٹے چھوٹے بارہ دروازے تھے۔ جب ایک گھنٹہ ختم ہوتا تو ایک دروازہ کھلتا۔ نہ صرف یہی بلکہ گھنٹوں کی تعداد کے حساب سے تانبے کی چھوٹی چھوٹی گولیاں ایک آہنی پلیٹ پر گر کر آواز دیتیں۔ اس طرح جب پورا دور یعنی بارہ گھنٹے ختم ہوجاتے تو ہر دروازے سے ایک ایک سوار نکلتا۔ اور گھڑی کی بالائی سطح پر گھومنے لگتا۔ یہ گھڑی فرانس کے شہنشاہ شارلیمین کو تحفۃً بھیجی گئی تھی۔

غور کیجئے کہ آج سے اتنا زمانہ پیشتر گھڑی کا تخیل ہی مسلمانوں کے نزدیک کتنا عجیب وغریب رہا ہوگا نہ صرف یہی بلکہ لنگردار گھڑیاں بنانے میں بھی اہل عرب ماہر تھے۔ چنانچہ انہوں نے دمشق کی عجیب وغریب گھڑی بنا کر دنیا کے سامنے ماہر علم الحرکات ہونے کا اچھا خاصا ثبوت پیش کیا۔ یورپین سیاح سٹر بنجمن سنہ ۱۲ء میں فلسطین گیا تھا اور جامع مسجد دمشق کی گھڑی کا حال اس نے عجیب وغریب پیرایہ میں تحریر کیا ہے۔ فرانس کے مشہور پروفیسر ڈاکٹر لیبان نے بھی اپنی کتاب "تنقیدات بابت عرب" میں اس گھڑی کا ذکر کیا ہے۔

دمشق کی گھڑی سے چند یورپین اصحاب اس بنا پر انکار کرتے ہیں۔ کہ عرب مؤرخین نے اسکا کہیں ذکر

نہیں کیا۔ ان کی خدمت میں عرض ہے کہ عرب مؤرخین نے تو ہزاروں باتیں نظر انداز کر دی ہیں۔ چنانچہ شہنشاہ فرانس کی سفارت ہی کا ذکر سرے سے چھوڑ دیا۔ لیکن پروفیسر سیدی یو نے اسکی پرزور تائید کی ہے۔ اور شہادت میں مارجنی اور ایگی نارٹ کو پیش کیا ہے۔ جو خود شہنشاہ فرانس کے دربار میں موجود تھے۔ اسکے علاوہ علامہ ابن جبیر نے جنہوں نے ۵۷۸ھ میں تمام ایشیا کا سفر کیا تھا۔ اپنے سفرنامہ میں دمشق کی گھڑی کا مفصل ذکر کیا ہے۔ ان کا سفرنامہ تاریخ کی کتابوں میں قابلقدر اضافہ ہے۔ جسے ہالینڈ نے بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے۔

مسلمانوں نے علم الحرکات کے فن پر بہت ہی کتابیں بھی لکھی ہیں۔ خلیفہ مامون الرشید کے دربار کا مشہور فلاسفر بنو موسیٰ نے اس فن پر ایک بہترین کتاب لکھی۔ مشہور مؤرخ ابن الندیم نے اس کتاب کی بے حد تعریف کی ہے۔ مؤرخ ابن خلکان کا بیان ہے۔ کہ میں نے اس کتاب کو پڑھا ہے اور اس فن پر جتنی کتابیں لکھی گئیں ان سب میں اس کا درجہ افضل ہے۔

اسکے علاوہ یونانی زبان سے مسلمانوں نے بہت سی کتابوں کا ترجمہ کیا۔ جن میں کتاب عمل الالات التی تطرح البناد فی مصنفہ ارشمیدس اور کتاب فی الجر الثقیل مصنفہ ایرن اب تک لندن کے کتب خانہ برٹش میوزیم میں موجود ہیں۔

---

## تصویرِ تصوّر

زباں رُکتی ہے دِل گھبرا رہا ہے! | کوئی کیا آج پھر یاد آ رہا ہے
خیالوں میں بہاریں آ رہی ہیں | نگاہوں میں تصوّر چھا رہا ہے
تری تصویر کی کافر ادائیں! | مسلماں بُت سے دِل بہلا رہا ہے
تری ترچھی نگاہوں کا تصوّر! | جگر کو قلب کو برما رہا ہے

نوازِ سادہ دل کی سادگی دیکھ
تری باتوں سے بہلا جا رہا ہے

(نواز بی اے)

# دِل کی دُنیا

از ملک حاجی محمد صاحب حاجیؔ تلمیذ شوقؔ (امرتسری)

دل کی دنیا بھی عجیب دنیا ہے۔ جو صانع حقیقی نے ہر انسان کے دل میں فطرتاً ودیعت کی ہے جس میں ہزاروں خیالات دماغ سے پیدا ہوتے ہی اپنا گھر بساتے ہیں۔ لیکن قیام کی نسبت اسقدر متزلزل واقع ہوئے ہیں۔ کہ دن بھر میں۔ نہیں بلکہ ایک سیکنڈ کی سکونت سے بیزار ہو جاتے ہیں۔ البتہ بعض خیالات کا قیام منٹوں سے گھنٹوں تک رہتا ہے۔ یا عشق و ہوس کے جذبات کئی سال تک نکالے نہیں نکلتے۔ لیکن ایسا شاذ و نادر ہوتا ہے۔

بہر حال دل کی یہ بستی مستقل سکونت سے بے نیاز ہے۔ بلکہ منٹ بھر میں کئی دفعہ بستی اور کئی بار اُجڑتی ہے۔

لہٰذا اس اجڑی ہوئی بستی کو تو آپ کیا دیکھیں گے۔ آؤ! ذرا دل میں بسی ہوئی بستی کی آپ کو سیر کرائیں۔

دیکھیئے تو!۔ یہ لوگ بارگاہ الٰہی میں اپنے معبود برحق کے سامنے سربسجود ہونے کے لئے حاضر ہیں۔ لیکن دل کی دُنیا کا ہجوم انہیں اپنے مالک حقیقی کی طرف متوجہ ہونے نہیں دیتا۔ چنانچہ کوئی تو بیوی بچوں یا دیگر متعلقین احباب و اقارب کے انتظار میں بے قرار ہے۔ کوئی سیر تفریح یا دیگر مشاغل زندگی کی شمولیت کیلئے بے چین، کسی کو صدمۂ فراق کی شکایت ہے۔ کسی کو وصل محبوب کی خواہش، زبان پر تمہید الٰہی کے الفاظ ہیں۔ لیکن دل دنیا کی عزت و توقیر کی تمہید میں مصروف ہے۔

دیکھا۔! آپ نے۔

جن لوگوں کو اپنے دل کے اس ہجوم بے پناہ سے جب کہ اپنے معبود برحق کے سامنے بھی یکسوئی اور طمانیت حاصل نہیں ہو سکتی۔ تو وہ دُنیا کے دیگر اداروں اور اپنے ارادوں میں کیسے کامیاب ہو سکتے ہیں۔

کامیابی اور کامرانی کے لئے تو یک جہتی اور مستقل مزاجی کی ضرورت ہے۔ نہ کہ منتشر جذبات اور متزلزل خیالات کی۔

# حسنِ ممتاز

(حضرت ممتاز صاحب "دیردی" ملتان)

دلِ بے کیف میں کچھ لذتِ ایمان پیدا کر — تو اپنی زندگی کا آپ ہی سامان پیدا کر
لگا دے آگ دُنیا میں کوئی طوفان پیدا کر — تنِ بیجان میں مسلم ذرا ہیجان پیدا کر
یہ جامع خود غرض آکر تمہارے دوست بنتے ہیں — محبت اور مطلب میں ذرا پہچان پیدا کر
جو دشمن کی حفاظت پر بصدقِ دل تصدق ہو — تو ایسا کر جگر پیدا اور ایسی جان پیدا کر
کرم کر تو غریبوں بینواؤں اور یتیموں پر — یہ حب المحسنین کی اپنے دل میں شان پیدا کر
گذشتہ عظمتوں کی یاد آئے دیکھ کر تجھ کو — وہ اندازِ شہنشاہی وہ اگلی شان پیدا کر
فدائے ملک و ملت بن کمالِ علم و صنعت کو — نیا اندازِ محبوبی نرالی شان پیدا کر
اگر ہے شوق اپنی قوم کی اصلاح کا دل میں — نیا کر حوصلہ پیدا، نئے ارمان پیدا کر
محبت سے جو تیرے نام پر قربان ہو جائیں — تو ایسے دوست دُنیا میں دلِ ناداں پیدا کر
کہاں تک ذوقِ عریانی رہیگا حسنِ خود بیں کو — ذرا پردے میں رہنے کے نئے سامان پیدا کر

مسافر ہے یہاں ممتاز کا تو دِل نہیں لگتا
خداوندا تو جنت میں کوئی ملتان پیدا کر

# تعزیت نامہ

بخدمت حضرت صاحبزادہ محی الدین صاحب قبلہ سجادہ نشین درگاہ شریف گولڑہ

پھول کھلتے ہیں۔ کلیاں مسکراتی ہیں۔ مگر کس لئے؟ ـــــ کیا صرف اسی لئے کہ اپنے سریع الفنا سانحۂ حیات کو ایک گونہ مسرت سمجھ کر گزر دیں اور پھر مُرجھا جانیکے بعد اپنی مُسرخروئی شگفتگی ـــ اپنے سینے تبسم کا ماتم ہو کر رہ جائیں۔ ......... کیا زندگی خواب کی طرح اعتبارِ محض ہے۔ سراب کی طرح ایک سیمیائی فریب ہے۔ خیال کیطرح ایک بے بود حقیقت ہے؟ تو پھر ہم پر اسکی ہمت کیوں لگائی گئی ہے ـــ شاید اسی لئے کہ ہماری فریاد خوش آیند ہے۔ ہمارا ماتم پُر کیف ہے۔ ہمارے نوحے رنگین ہیں جن سے اس ہستی مافوق الادراک کو محبت ہے۔ پیار ہے۔

نقش فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا

تو اُس کی خوشی ہماری رضا ہے اور اُس کی رضا ہمارا افتخار ـــــــ۔

مجھے ناز تھا اور بجا طور پر ناز تھا کہ میں بھی وابستہ دامانوں میں شامل ہو گیا ہوں ؎

چو ذرّہ گرچہ حقیرم ببین بہ ہمت عشق ... که آفتاب بود نکتۂ مقابل ما

خوش تھا۔ مسرور تھا کہ "نویدِ وصل ہم می دہد ستارہ شناس" تا کجا ـــــــ۔

"نکرد ہ ژرف نگاہے مگر در اختر من" ـــ میرے ناز کو شکست ہوئی۔ میرا افتخار ٹوٹ گیا۔ آرزوئیں پامال ہو گئیں۔ تمنائیں ٹھکرادی گئیں ـــــ۔ یہ اعزاز گولڑہ کے جوہر مہر محبت کا عرض تھا۔ جوہر نہ رہا تو عرض کو تا کجا بقا۔ آہ ؎ زجوشِ آتشِ غم شعلہ افشاں شد چراغ من۔ خدایا بر دلم رحمے کہ خوں گر دید داغ من

جب اس فنا آبادِ ہستی کا ازل سے یہی مقسوم ٹھہرا ہے تو ہمارا رونا بیہودہ اور ہمارا ماتم بے ضرورت ......... تاہم دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں" ہمیں آپ سے دلی ہمدردی ہے۔ مگر اس سے کہیں زیادہ ہمدردی کے مستحق ہم ہیں کیونکہ آپ بااین ہمہ سب کچھ ـــ اور ہم مجبور و لاچار ـــ بالکل بے دست و پا ـــ ہماری التجائیں کون سُنے گا؟ ہماری فریادوں کی کون داد دیگا؟ آؤ مل کر رو دیئیں۔ اور خوب روئیں ؎ نواز

آؤ پھر مل کر اٹھائیں ایک نیا طوفان نوح ... قطرہ ہائے اشکِ بے مایہ کو پھر دریا کریں

ماتم گسار حضور [illegible] پیر مہر علیشاہ صاحب قبلہ نور اللہ مرقدہ [illegible] ضلع ڈیرہ غازیخان

# دعائے نواز

(نواز۔ بی۔اے (آنرز) ای۔اے۔سی ڈیرہ غازیخان)

جاگ اٹھتی ہے فطرت گل و گلزار کی جس سے　　بلبل کی زبان کو وہی اندازِ نوا دے

دے آبلہ پا قیس کو خاروں کی محبت　　پھر نجد کے صحرا کو گلستان بنا دے

پرویز کے ایوان میں ہیں قمقمے روشن　　فرہاد کو بھی اس کا وہ مٹی کا دیا دے

کر فرطِ جنوں سے گلِ گلشن کا جگر چاک　　بلبل کو بھی فریاد کا انداز سکھا دے

پھر بازوئے فولاد جوانوں کو عطا کر　　پھر ہند کی اجڑی ہوئی بستی کو بسا دے

پھر وسوسہ پرداز ہے ابلیس کا جادو　　پھر اسکو وہی کلمہ لاحول سنا دے

کر ملک کے ہر خاک کے ذرے کو جگر تاب　　اس فطرت تاریک کو فرمانِ جلا دے

پھر بر سرِ پیکار ہوئے شیخ و برہمن　　ان کو وہی پیغام اخوت کا سنا دے

شمشیر و علم تھے مرے اسلاف کی میراث　　یارب مجھے حق میرے بزرگوں کا دلا دے

دے شمع کو پھر سوز و گدازِ شبِ تاریک　　پروانے کو پھر آتشِ الفت سے جلا دے

آتشکدۂ کبرِ نمرود ہے روشن　　فرزند براہیم کو پھر اذنِ دعا دے

پھر گور و کفن کیلئے محتاج ہے مسلم
اے بندہ نواز اسکو جہانگیر بنا دے

# ربطِ باطن

جناب شہید یزدانی (رامپوری)

دل سے مقبول ہے یہ شیوہ فریاد مجھے　　مسکراتا ہوں ستاتا ہے جو صیاد مجھے

عشق نے شادی و غم کا بھی نہ چھوڑا احساس　　کر دیا قیدِ طبیعت سے بھی آزاد مجھے

آج پھر پھول برس جائیں قفس پر شاید　　میرے صیّاد پھر آیا ہے چمن یاد مجھے

آہ سے آگ قفس میں نہ لگی پھول جلے　　ربطِ باطن کا مزہ دے گئی فریاد مجھے

ہچکیاں اور دمِ نزع ستم ہے کہ نہیں　　ہائے کس وقت یہ کرتا ہے کوئی یاد مجھے

مانتا ہوں کہ میں برباد ہوں لیکن خوش ہوں　　آپ از راہِ کرم کرتے ہیں برباد مجھے

آج کیوں حسن کی دنیا میں تغیّر ہے شہید
کہہ رہے ہیں کہ وفا کی ہو تو ہو یاد مجھے

# تربیتِ اولاد

(از جناب ناصر (اصلاحی) مدرستہ الاصلاح سرائمیر، اعظمگڑھ)

ایک شخص کے چھ بچے ہیں۔ اس نے ان کی تربیت اس طور پر کی ہے۔ کہ وہ کسی بات کو اسوقت تک نہ مانیں جب تک کہ اسکو عقل باور نہ کرے۔ اور اُن تمام خرافات و توہمات کو ذہن سے نکال پھینکیں جو بلادلیل آج رواج پا رہے ہیں۔

اُن بچوں کا حال ہے کہ وہ کسی بات کو بلا بحث و مناظرہ تسلیم نہیں کرتے۔ ان کے حاشیہ تصور میں بھی یہ بات نہیں آتی کہ وہ کوئی بات بلا تحقیق اور بلا دلیل مان لیں گے۔

یہ طریق تربیت بہت بہتر ہے لیکن اس شخص سے پوچھنا چاہئے کہ آیا بچوں کا اس طرح تعلیم پانا تعمیر اخلاق کا باعث ہوگا یا تخریب کا۔ اور کیا یہ کوئی حکیمانہ عمل ہے یا محض حماقت ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ اس آدمی کو بھی وہی مشکل درپیش ہے جو اور صاحب اولاد کو پیش آتی ہے۔ ایک بڑی جماعت اس کشاکش میں ہے کہ آیا وہ اپنے بچوں کو مذکورہ بالا طریقہ پر تعلیم دے یا اُن کو اپنی راہ چھوڑ دے۔ کہ اُن کا جو جی چاہے کریں سچ یہ ہے کہ وہ لوگ بھی جنہوں نے اپنے بچوں کو اپنی راہ پر چھوڑ دیا ہے، اس سوچ میں ہیں۔ کہ آیا ان کا یہ طریقہ سودمند ہے یا نہیں؟

ایک اور شخص کے بارہ لڑکے ہیں۔ اس شخص کے خیالات ملاحظہ ہوں "زمانہ گزرتا جا رہا ہے۔ بچوں کی عمریں زیادہ ہوتی جا رہی ہیں۔ اور مجھے اکثر واقعات کہ جس صورت ہونے پر یقین ہوتا جا رہا ہے بہتیرے ادھیڑ لوگ حد درجہ اس چیز سے نفرت کرتے ہیں۔ جسے عام لوگ پسند کرتے ہیں۔ والدین کا اولین فرض یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کو حق کی جستجو کی تعلیم دیں تاکہ جہاں کہیں بھی حق ہو اسکے پانے کی کوشش کریں"

متاخر ذکر شخص کے لڑکے طبیعات سے اچھی طرح واقف ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے اندر کشاکش حیات میں قدم رکھنے اور دوسروں کے ساتھ ٹھیک ٹھیک تعلقات پیدا کرنے کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہے۔ ان کا یہ عقیدہ

ہے۔ کہ کوئی شخص بلا کسی غایت کسی مقصد کے لئے آپ کی قربانی نہیں کر سکتا۔ اور بلا کسی لذت و منفعت کے کسی جرم کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔ ہر کوشش کی ایک غائیت اور ہر عمل کی ایک غرض ہوا کرتی ہے۔ حقیقی تہذیب، تہذیب نفس ہے۔ اسلئے ہر انسان کو چاہئے کہ وہ حصول تہذیب کے لئے اپنی انتھک کوششیں صرف کر دے۔ اگرچہ اسکے لئے اُسے پورے کرۂ ارض کی مسافت ہی کیوں نہ طے کرنی پڑے"

اس آدمی نے اپنے بچوں کو حسب ذیل باتوں کی تعلیم دی ہے:۔

۱۔ ہر شخص کو ہر چیز کا علم حاصل کرنا چاہئے۔

۲۔ انسان جو عمل بھی کرتا ہے وہ اسکے فکر و تدبر کا نتیجہ ہوتا ہے۔ مگر اتفاقی واقعات اس سے مستثنےٰ ہیں۔

۳۔ انسان سے جو غلطیاں اکثر سرزد ہو جاتی ہیں ان کا بڑا سبب خاص کو چھوڑ کر عام کو مان لینا اور بلا دلیل مقدمات کے نتائج کو تسلیم کر لینا ہوتا ہے۔

۴۔ قوم کے تمام معتقدات کو شک کی نگاہ سے دیکھنا اور خود جانچنا چاہئے۔ اسلئے کہ اکثر اعتقاد غلط ہوتے ہیں۔

۵۔ انسان کے غور و فکر کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ خود اسکے احساسات و جذبات اور امید و بیم ہوتے ہیں۔ انسان جب غور و فکر کا عادی ہو جاتا ہے تو اسوقت نفس کی باگ اس کے ہاتھوں میں ہوتی ہے۔ جس کے بعد وہ بہت آسانی سے خواہشات نفسانی کا سر کچل سکتا ہے۔ لیکن ایسے وقت دوسروں کے جذبات کا احترام بھی ضروری ہے۔

۶۔ سیاست کے تمام پیچ و خم سے واقف ہونا، دوسروں کے ساتھ حسن سلوک اور اُن کی لغزشوں سے درگزر کرنا اور کسی شخص کے قول کو امر مسلم نہ سمجھنا خواہ وہ اپنے باپ ہی کا کیوں نہ ہو؟ یہ تمام اوصاف اپنے اندر پیدا کرنے چاہئیں۔

اس آدمی کے تمام قرائن و قیاسات اس بات کی پوری وضاحت کرتے ہیں۔ کہ کامیابی ہمیشہ اس کے اس عمل کے ہمرکاب رہی۔ اسکے لڑکے اپنے تمام ہمعصروں پر ذہانت و ذکاوت میں فوقیت رکھتے ہیں۔ مگر رہی دنیاوی کامیابی تو وہ ہمارے لفظ "دنیاوی کامیابی کی" تفسیر پر منحصر ہے۔ اگر ہم اسکی تعبیر یہ کرتے ہیں کہ "انسان صاحب دولت و اقتدار ہو" تو اسوقت ان پر کامیابی کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ اسلئے کہ ان کی تمام تر توجہات

حقیقتوں کی نقاب کشائی کی طرف مبذول ہیں۔ اور حقائق ہی دراصل بنیاد حیات ہیں۔

اکثر لوگوں کا خیال ہے کہ بچوں کو عالم کا انداز اختیار کرنا چاہیئے اور قوم کے تمام اعتقادات اور نظریوں کو بلا شک و شبہ تسلیم کر لینا چاہیئے اور والدین کو دنیا کے قول و فعل کے بارہ میں بچوں سے کچھ نہیں کہنا چاہیئے۔

لیکن عالم کے کیا معنے؟ ہم سب جاہل شیر کار دوستوں کے دائرے میں گھرے ہوئے ہیں۔ اور ہم میں سے ہر ایک کا ایک مخصوص عالم ہے۔ جو اُسکے چند دوستوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ وہ اس مخصوص دائرے میں اپنی زندگی گذارتا ہے۔ جو لوگ صاحب ثروت ہیں۔ وہ اپنے عالم اور اپنے احباب کا دائرہ آسانی سے وسیع کر سکتے ہیں۔ لیکن عالم کا دائرہ کتنا بھی وسیع ہو؟ وہ محدود اور زیر تقلید ہی رہے گا۔ انسان اسوقت مشکل میں پڑ جاتا ہے جب اسکو حق و باطل کی تمیز نہیں ہوتی۔

جو لوگ اپنے بچوں کو آزاد چھوڑ دیتے ہیں کہ جو جی چاہے کریں وہ اپنے بچوں کو تنقید اور تحیص کے ملکہ سے محروم کر دیتے ہیں۔ ایسے بچے فطری زندگی کے پرکھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ عقلمند عقل ہی کے فیصلہ کے سامنے سر جھکاتا ہے۔ سچ یہ ہے کہ عقل ہی ایک ایسی چیز ہے۔ جسے تمام عقیدوں اور تقلیدوں کو چھوڑ کر حکم مانا جا سکتا ہے۔ اور صرف یہی ایک چیز ہے جو ہم کو کامیاب اور شاندار زندگی کی راہ دکھاتی ہے۔

---

# "یارِ غار" مفت

# محسوساتِ ماہر

## اُدھر بھی نگاہِ کرم کا اشارہ

از ماہر القادری

ہوا اس تجمل سے وہ جلوہ آرا — نگاہیں پکاریں کہ بس کر خدارا

تڑپتا ہے کب سے؟ کوئی غم کا مارا — اُدھر بھی نگاہِ کرم کا اشارا

بڑی کشمکش میں ہے بیمارِ اُلفت — نہ جینے کی ہمت، نہ مرنے کا یارا

اُٹھا ایک طوفان ناکامیوں کا — ذرا آرزو کا لیا تھا سہارا

مرے دل کی اللہ رے بیقراری — ہتھیلی پہ ہو مضطرب جیسے پارا

خبر لے! کہ اب منتشر ہو رہی ہے — ترے غم نے جس انجمن کو سنوارا

زمانہ جسے زندگی جانتا ہے! — وہ ہے چشمِ فطرت کا مبہم اشارا

مری زندگی کا خلاصہ ہے ماہر

وفا کا سفینہ، محبت کا دھارا

# نوائے نشتر

(اے۔ ایم خان نشتر گورکھپوری)

ریاض جنتِ فردوس ہے دیارِ رسول
گُلِ گلاب بہشت آ ہمیں ہے مزارِ رسول

نظر فروز ہے ہر پھول باغ طیبہ کا
نگہ فریب ہے ہر برگ کشتِ زارِ رسول

ہمیشہ آپ رہے فقر و فاقہ میں دلشاد
خزاں کی فصل رہی موسم بہارِ رسول

ملی ہے چشمۂ کوثر سے سوت زمزم کی
ہے سلسبیل زہیں آب خوشگوارِ رسول

خزاں نصیب نہیں صورت گل لالہ
سدا بہار میں دلہائے داغدارِ رسول

ہمیشہ بحرِ جہاں میں منظر بحال امم
گہر فروش رہی چشم اشکبارِ رسول

بسا ہے باغ جہاں ابتک اُنکی خوشبو سے
سب اہلِ بیت ہیں گلہائے شاخسارِ رسول

نہیں ہے فتنوں کے طوفاں سے حشر تک جنبش
ہے مثل کوہ گراں دین استوارِ رسول

نہ آئی انکو نظر تھے جو کور چشمِ ازل
عیاں تھی مہر صفت شان آشکارِ رسول

بہت سے تھے جو ہوئے بحرِ فیض سی سیراب
بہت سے ہیں جنہیں ابتک ہے انتظارِ رسول

جو بدنصیب تھے محروم رہ گئے نشتر
جو خوش نصیب تھے دل سے ہوئے نثارِ رسول

# انتقاد

**رسالہ شاعر کا سالنامہ ۳۷ء** دفتر رسالہ شاعر کا سالنامہ ۳۷ء دفتر عارف میں موصول ہوتے ہی تمام کارکنان عارف اسپر ٹوٹ پڑے تھے بڑی مشکل سے ایک ایک کو سالنامہ شاعر کے مطالعہ کا انکا وعدہ لکر کے جب اسے کھولکر سرسری نظر سے دیکھا گیا۔ تو بیساختہ یہ مصرع زبان سے نکل گیا "آفریں باد کہ این ہمت مردانہ تو" میرے اکثر واقف حال احباب میری اس خاموش بلکہ خشک طبیعت سے واقف ہیں کہ مجھے حقائق کسی کی بیجا مدح سرائی سے نفرت ہے۔ ایسقدر میں اپنے دلی خیالات ظاہر کرنے میں بیباک واقع ہوا ہوں۔ لہٰذا مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں ہے کہ "رسالہ شاعر کا سالنامہ ۳۷ء موجودہ وقت تک پنجاب ہندستان کے تمام سالناموں میں ممتاز ہے۔ اور اسلئے ممتاز ہے کہ اسمیں صنف نازک کی فضول و فحش تصاویر کی بجائے نہ صرف صنف قوی کی کا نامہ دی تا بعقد یعنی ۱۰۸ عدد ادبا و شعرا کی عکسی تصاویر ہیں۔ بلکہ ۱۱۲ عدد ممتاز شعرا کی مختصر سوانحعمریاں معہ ان کے نمونے کلام کے درج ہیں۔

یہ ذہنی و دماغی کاوش اور ترتیب و تدوین جتنی اہم اور جسقدر مشکل ہے۔ اسکی اہمیت سے میں بحیثیت ایک ناچیز مصنف کے چونکہ واقف ہوں۔ اسلئے عزیز محترم اعجاز صدیقی صاحب کے عزم و استقلال اور انکی ادبی عملی سرگرمیوں کا اعتراف کرتے ہوئے کہ آپ نے نہ صرف اس تذکرہ جمیل کو ترتیب دیکر اپنی خوش ذوقی و خوش اسلوبی کا ثبوت دیا ہے۔ بلکہ حضرت سائل دہلوی علامہ سیماب حضرت جوش استاد جلیل۔ مولانا احسن مارہروی۔ جناب دل شاہجہانپوری مولانا حسرت موہانی نجمی لکھنوی۔ جناب احسان بن دانش۔ حضرت ارشد ایسے ممتاز شعراء و ادبا کے ۳۷ عدد مضامین و نثر و نظم سے ۵۲۵ صفحات کا وہ شاندار اردو لٹریچر کا مجموعہ مرتب کیا ہے۔ جو رطب و یابس سے پاک ہے۔

لہٰذا میں عزیز محترم اعجاز صاحب کی اس شاندار کامیابی پر دلی مبارکباد عرض کرتے ہوئے معاونین و شائقین ادب سے مستدعی ہوں۔ کہ وہ اعجاز صاحب کی ان ادبی خدمات کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے رسالہ شاعر اپنے نام جاری کراکر تمام کارکنان شاعر کی اعانت فرمائیں۔ شاعر کا سالانہ چندہ صرف عہ ہے اور اسی چندہ میں سالانہ نمبر بھی حاصل کیا جا سکتا ہے

ملنے کا پتہ:۔ مینجر رسالہ شاعر قصر الادب آگرہ

جس میں ہر فیشن اور ہر قسم کے انگریزی کپڑوں کے ناپ لینے کے آسان طریقے اور ان کی کٹائی کرنے کیلئے پیمائش کے صحیح صحیح نقشے انچوں کے نشان دیکر ایسے آسان طریقے سے لکھے گئے ہیں۔ کہ جسکو ان پڑھ اور معمولی پڑھا ہوا شخص بھی دیکھ کر ہر قسم کا انگریزی کپڑا ایسے بہترین طریق سے تیار کر سکتا ہے۔ کہ جو سالہا سال کی شاگردی کے بعد تیار نہ ہو سکے ہر کپڑے کی کاٹ کا نقشہ دیا ہے اور پھر شکل بنا کر پہنا کر دکھایا گیا ہے تاکہ ہر شخص بخوبی سمجھ جائے

## ہمارا دعوےٰ ہے کہ درزیوں کے کام کے متعلق

یہ کتاب تمام کتابوں سے اعلیٰ، عمدہ اور بہترین ہے سینکڑوں نقشے اور متعدد تصاویر کتاب کے ساتھ ہیں۔ لکھائی چھپائی کاغذ اعلےٰ اور سائز کلاں۔ قیمت عہر علاوہ محصولڈاک

## فہرست مضامین کتاب ھذا



یہ کتاب اور دیگر ہر قسم کی کتابیں سستی اور عمدہ پتہ ذیل سے خریدیں

## ملک سراج الدین اینڈ سنز تاجران کتب کشمیری بازار لاہور

ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب بل روڈ کشمیری بازار لاہور

# آئمہ مساجد و واعظین اسلام کے قابل مطالعہ چند مفید کتابیں

**سنت ضروریہ** جس میں قرآن مجید کے احکام کے مطابق صلوٰۃ رمضان، مسئلہ وتر، نماز فجر، رفع الیدین، الفوز المبین، تہذیب اسلام وغیرہ ضروری مسائل پر بالوضاحت مفید بحث کی گئی ہے۔ غرضیکہ مسائل اسلام سے معلومات حاصل کرنے کی بہترین کتاب ہے۔ قیمت عہ

**نماز مفصل و مدلل** مسائل نماز کی تمام کتابوں میں یہ ایسی مکمل اور بالتشریح کتاب ہے۔ جس میں نماز کا کوئی ایسا مسئلہ نہیں جو تشنۂ تکمیل ہو۔ قیمت ۱۲ ار

**احسن المواعظ** مولانا مولوی مفتی محمد ابراہیم دھلوی کے آٹھ عدد مفصل و مدلل مواعظ کا یہ ایسا پُراثر مجموعہ ہے۔ کہ ہر وعظ کا استدلال اور دہلی کی زبان سامعین پر رقت کا عالم طاری کر دیتی ہے۔ قیمت عہ

**مسائل عیدین** یعنی عید الفطر و عید الضحےٰ کے تمام مسائل صدقۂ فطر و قربانی وغیرہ کے ان تمام مسائل کی تشریح جسکی ہر مسلمان کو ضرورت ہے۔ قیمت ۸ر

**مکمل تذکرۃ الواعظین** یہ عربی میں مع ترجمہ اردو میں وعظ کی ایسی مکمل کتاب ہے۔ جس میں ہر صفحہ پر دائیں نصف حصہ میں وعظ کی عربی عبارت ہے۔ اور دوسرے حصہ میں بائیں طرف اردو، جس سے عربی زبان پر عبور حاصل کرنے کے علاوہ تقریباً تمام ضروری مسائل سے آگاہی ہو جاتی ہے۔ قیمت عہ

**کشف الحقایق** اس میں فقہ کے تمام مسائل ۳۶ ابواب میں ترتیب دیئے گئے ہیں۔ اور ہر ایک باب میں ان کی تشریح کی گئی ہے۔ قیمت ۱۰ر

**تقویۃ الایمان** مضمون کتاب کے نام سے ظاہر ہے۔ جس میں تصوف، حدیث، فقہ کے مسائل پر نہایت مفید بحث کی گئی ہے۔ قیمت ۱۲ر

**ارشاد الطالبین** ۔ یہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی تصنیف کا اردو ترجمہ ہے۔ تصوف کی بہترین کتاب ہے۔ قیمت ۵ر

پتہ: ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب بل روڈ کشمیری بازار لاہور

مسلمان بچوں کو ان کی مرحبہ تعلیم کے ساتھ مندرجہ ذیل دلچسپ اسلامی لٹریچر پڑھانا چاہیئے
سرتاج الانبیاء
حضور پُرنور صلعم کی مختصر اور سلیس سوانحعمری اور بچوں کیلئے بچوں کی زبان میں قیمت ۴؍
فاروق اسلام
حضرت فاروق اکبرؓ کی سوانح حیات و حالات خلافت قیمت ۳؍
صدیق الرسول
حضرت صدیق اکبرؓ کی سوانح حیات و حالات خلافت قیمت ۳؍
معجزات نبوت
ہادی اسلام حضور پُرنور صلعم کے معجزات کا نادر مجموعہ قیمت ۴؍
سرتاج زہرا
حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی سوانح حیات و حالات خلافت قیمت ۳؍
اقوال الاولیاء
اس کتاب میں اولیائے کرام کے وہ متبرک اقوال ہیں جن کے پڑھنے سے ہر ایک مسلمان پر وجد طاری ہو جاتا ہے قیمت ۵؍
پیغمبروں کے حالات
مسلمان بچوں اور بچیوں کی واقفیت کیلئے بعض مشہور پیغمبروں اور رسولوں کے مختصر حالات ضخامت ۸۰ صفحات قیمت صرف ۵؍
جامع القرآن
حضرت عثمان غنیؓ کی سوانح حیات اور حالات خلافت قیمت ۳؍
ولیوں کے حالات
اس کتاب میں بچوں اور عورتوں کے لئے مشہور اولیائے کرام کے مختصر حالات اور ان کے اقوال درج ہیں قیمت ۵؍
محبوب سبحانی
یعنی حضرت غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے قابل عمل حالات قیمت ۲؍
ارمغان عرب
قیمت ۴؍
الایمان
بچوں کیلئے ایمان کے بیان میں سوال جواب ۲؍
امہات المومنین
اس کتاب میں حضور پُرنور صلعم کی تمام حرم محترم کے نام بمع صحیح حالات کے علاوہ تعدد ازدواج پر محققانہ و منصفانہ بحث کی گئی ہے
آداب الاستاد
استاد اور والدین کے ادب پر نظم کی شکل میں تعلیم قیمت ۵؍
پیغمبر اسلام
حضور پرنور کی سیرت و اخلاق کا مجموعہ قیمت ۴؍
امانت
قیمت ۳؍
افسانۂ ما
قیمت ۵؍
حکایات عرب
قیمت ۴؍
اخلاقی کہانیاں
قیمت ۳؍
اقوال الرسول
یعنی ہادی اسلامؐ کے بالتقدا اقوال اور اخلاق کی مکمل تعلیم احادیث صحیحہ کا بامحاورہ ترجمہ قیمت ۵؍
ایوب صابر
حضرت ایوب علیہ السلام کے واقعہ صبر کے متعلق قیمت ۲؍
محمود غزنوی
بادشاہ محمود غزنوی کے تاریخی حالات ہندوستان کے حملوں کے واقعات قیمت ۴؍
ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب بل روڈ کشمیری بازار لاہور

# مسلم مستورات کے مطالعہ کیلئے اسلامی ادبی تمدنی معاشرتی کتابیں

### رفیق نسواں
یہ کتاب مضامین کے لحاظ سے فی الواقعہ عورتوں کی رفیق حیات ہے
قیمت ۔ ۔ ۶/

### بہشتی حوریں نیک
بی بیوں کے متبرک حالات اور ان کے کارنامے
قیمت ۔ ۔ ۳/

### سوانح زیب النساء
اس کتاب میں زیب النساء کی سوانحعمری اور بعض مصنفین کے الزامات کا جواب تحریر ہے ایک گرتیکے مطالعہ کی کتاب ہے
قیمت ۔ ۔ ۳/

### زنانہ اردو خط و کتابت
زنانہ محاورات میں خط و کتابت کرنے کا طریقہ
قیمت ۔ ۔ ۳/

### تعلیم نسواں کی پانچ کتابیں
تعلیم نسواں کی پہلی کتاب قیمت ۲/ دوسری کتاب، تیسری، چوتھی، پانچویں
۲/ ۴/ ۵/ ۶/

### لیڈی ڈاکٹر طبیب النساء
بچوں اور عورتوں کی پوشیدہ بیماریاں اور ان کے علاج
قیمت ۔ ۔ ۳/

### گھر کی ملکہ
گھر کے انتظام کا مکمل طریقہ
قیمت
۲/

### غزال
دلچسپ کہانی کے پیرایہ میں تقدیر و تدبیر کا محاکمہ
قیمت ۔ ۔ ۱۰/

### بلقیس ملکہ سبا
ملک سبا کی مشہور ملکہ بلقیس کے حیرت انگیز حالات
قیمت ۔ ۔ ۳/

### سگھڑ سہیلی
سگھڑ اور پھوہڑ سہیلی کا مقابلہ فضول خرچی اور خوشامد کے نتائج
قیمت ۔ ۔ ۲/

### کھانا پکانا
ہر قسم کے کھانا پکانے کی آسان ترکیب
قیمت ۔ ۔ ۴/

### مور
ایک پالتو مور اور غریب بوڑھے شخص کے حیرت انگیز حالات
قیمت ۔ ۔ ۲/

### موروں کی شہزادی
ایک شہزادی کے موروں کے بادشاہ سے شادی کے حالات
قیمت ۔ ۔ ۴/

### چار سہیلیاں
پریوں کے چار دلچسپ افسانے
قیمت ایک روپیہ

### پن شہزادی
ایک ملاح کی لڑکی کے عجیب و غریب حالات
قیمت ۔ ۔ ۲/

### بڑی بی
دلچسپ کہانیوں کے پیرائے میں اخلاق و ادب کی تعلیم
قیمت ۔ ۔ ۱۲/

### پھولوں کا ہار
ایک پری کا تین بہنوں کو تین تحفہ دینا پُر لطف قصہ ہے
قیمت ۔ ۔ ۴/

### ادیب نسواں
خاوند کی اطاعت، پردہ، گھر کے کام کاج و اخلاق و ادب کی تعلیم
قیمت ۔ ۔ ۱۴/

### خطِ تقدیر
دو بہنوں کی المناک و درد انگیز داستان۔ اور گزشتہ جنگ یورپ کے درد انگیز حالات
قیمت ۔ ۔ ۶/

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| سچائی کا پرندہ قیمت ۳/ | یتیم لڑکی قیمت ا/ | وفادار بیٹی قیمت ا/ | شہزادی بلقیس قیمت ا/ | دکھیاری دلہن قیمت ا/ | دکھیا شہزادی قیمت ا/ |
| انتقام 〃 ۳/ | خدا پرست بی بی 〃 ا/ | نادیدی بیگم 〃 ا/ | ننھے میاں 〃 ا/ | بازی گرنی 〃 ا/ | بی ہمسائی 〃 ا/ |
| اورنگزیب عالمگیر 〃 ۲/ | چھ مائیں 〃 ا/ | ججن کٹنی 〃 ا/ | چوروں کا گھر 〃 ا/ | فریبی خالہ 〃 ا/ | سوتیلی ماں 〃 ا/ |
| حکایات عرب 〃 ۳/ | لاڈلی بیٹی کلاں 〃 ۲/ | سگھڑ بیوی 〃 ا/ | جادوگرنی 〃 ا/ | دولت کی پجارن 〃 ا/ | پھولوں کا گہنا 〃 ا/ |

ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب بل روڈ کشمیری بازار لاہور

مرد عارف کیلئے ہے اسمیں رازِ زندگی	اہل بینش کیلئے ہے سوز و سازِ زندگی

اسلامی، ادبی، تمدنی، معاشرتی مضامین کا

# ماہوار رسالہ عارف

میری نوا سے ہوئے زندہ عارف و عامی	دیا ہے میں نے انہیں ذوقِ آتش آشامی

عجب نہیں کہ مسلماں کو پھر عطا کر دے	شکوہِ سنجر و فقرِ جنید و بسطامی

مدیر
عبدالرحمن شوق امرتسری

پروپرائیٹر
ملک دین محمد

چندہ سالانہ ایک روپیہ

ملک دین محمد پرنٹر پبلشر نے فیروز پرنٹنگ ورکس ۱۱۹ سرکلر روڈ میں طبع کرا کر بل روڈ سے شائع کیا

# فہرست مضامین

# عارف لاہور کا معین نمبر

جلد ۱ | ماہ ستمبر ۱۹۳۷ء | نمبر ۱۲

## لمعاتِ اولین

ماہ ستمبر کے عارف کا مسودہ کاتب کو لکھنے کے لئے دیدیا گیا تھا۔ جس میں بعض ان قابل ادب اہل قلم کے بہترین مضامین بھی منتخب ہو چکے تھے۔ جنہیں کئی ماہ سے اپنے مضامین شائع نہ ہونے کی شکایت تھی۔

لیکن عارف کے پروپرائیٹر قبلہ محترم ملک دین محمد صاحب کے اس ارشاد کہ "عرس خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی موقعہ پر خواجہ بزرگ کی متبرک سوانح حیات اس نمبر میں درج کر کے اسے زائرین میں تقسیم کیا جائے" کے مطابق سابقہ مسودہ کاتب سے واپس لیکر معین نمبر ترتیب دینا پڑا۔

اس عجلت میں خواجہ بزرگ علیہ الرحمۃ کی متبرک حیات کے مختصر حالات جیسے کچھ بھی اس خادم اہل قلم سے مرتب ہو سکے وہ محترم قارئین اور زائرین اجمیر کے پیش نظر ہیں۔ اگر قبول خاطر ہو سکیں۔ تو میری اس ناچیز محنت کی قبولیت کو خریداری عارف کی قبولیت میں تبدیل فرما کر ممنون فرمائیں۔

---

خوش قسمتی سے عارف کا پہلا سال معین نمبر پر ختم ہو رہا ہے۔ اس ابتدائی سال میں عارف نے اپنی پالیسی کو نباہنے کی جس قدر بھی کوشش کی ہے۔ وہ عارف کے گزشتہ نمبروں سے ظاہر ہے۔

اب گزری ہوئی باتوں کی اچھائی یا برائی پر بحث کرنا تو لاحاصل ہے۔ البتہ آئندہ سال کیلئے اگر معاونین عارف اپنے عارف کی پالیسی میں ترمیم و تنسیخ کرنا ضروری خیال فرمائیں تو اپنی اپنی رائے سے جلد از جلد مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔

اگلے برس کے متعلق (بشرط زیست و صحت) اگرچہ بہت سے امورات دریافت طلب۔ اور کئی معروضات قابل اظہار ہیں۔ لیکن اس

تفصیل کیلئے عارف کے محدود صفحات جسقدر ناکافی ہیں اُسی قدر اختصار کو مدِ نظر رکھنا پڑا ہے۔

صفحات کی تنگنائی نہ فقط عارف کے اکثر قلمی معاونین کے بہترین مضامین کے تاخیر اندراج کا باعث ہے۔ بلکہ عارف کے مستقل مضمون تذکرہ بزرگانِ اسلام کے نازیبا اختصار کا سبب بھی ہے۔

کہہ تو سکتے ہیں۔ کہ یہ (صفحات کی کمی) کوئی ایسی مشکل نہیں جس کا کسی حل ہی نہ ہو۔ لیکن ملک و ملت کا موجودہ مذاق مسلمانوں کی اقتصادی بدحالی، اردو رسائل کی کثرت کے مقابل عارف کے سالانہ چندہ کی ارزانی نہ اب گرانی سے تبدیل ہو سکتی ہے۔ اور نہ اس اضافی چندہ میں (سابقہ نقصان کے مقابل عارف کے صفحات بڑھا کر مزید نقصان ہی برداشت کیا جا سکتا ہے۔

البتہ یہ ہو سکتا ہے۔ کہ عارف کے ہر سہ مستقل مضامین سے ایک مضمون "تذکرہ بزرگانِ اسلام" کو عارف سے کم کر کے ایک علیحدہ کتاب میں ترتیب دیا جائے۔ وہ بھی اس صورت میں ہو سکتا ہے۔ کہ جملہ خریداران عارف اس تجویز کو قبول فرمائیں اور تذکرہ بزرگانِ اسلام کو قیمتاً خریدنے کی اگر حامی بھریں۔ تو کم از کم پچاس بزرگان کے دلچسپ متبرک حالات کتابی صورت میں پیش کئے جا سکتے ہیں۔ تا کہ تذکرہ بزرگانِ اسلام کی بجائے مشاہیر اہل قلم کے دیگر مضامین عارف میں سما بھی سکیں اور عارف کے مستقل محترم قلمی معاونین کو اپنے مضامین کی تاخیر اشاعت کی شکایت بھی نہ رہے۔

بیگانوں کے مقابل اپنوں کے تغافل کی شکایت ہر شخص کے دل میں زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ اسی احساس فطری کے مطابق تمام کارکنانِ عارف کو فرم "ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز تاجران کتب لاہور" کے ان قدیم خریداران کتب سے اسبات کی جائز شکایت ہے جنہوں نے اپنے عارف کی طرف توجہ نہ کی۔

یقیناً کہا جا سکتا ہے۔ کہ اگر فرم مذکورہ کے جملہ خریداران کتب میں سے نصف ہی ذرا سی توجہ فرماتے۔ تو اسوقت عارف کی اشاعت دس ہزار سے بھی زیادہ ہوتی۔

حالانکہ بات معمولی تھی۔ فرم کے ہزارہا خریداران کتب ہزاروں روپے کا مال طلب کرنیکے ساتھ ہی ایک روپیہ میں عارف کو بھی طلب فرما لیتے اور نہ کارکنان عارف نے ہی یہ مناسب سمجھا۔ کہ کتب مطلوبہ کے وی۔ پی کی رقم میں ایک روپیہ چندہ عارف کا از خود بڑھا دیتے۔ لیکن یہ تساہل و تغافل نا گے۔

براہ کرم آئندہ سال کے پہلے نمبر سے پہلے ہی فرم کے جملہ خریداران کتب عموماً اور معاونین عارف خصوصاً اپنے عارف کی اعانت اور توسیع اشاعت کو ضروری سمجھتے ہوئے۔ یا تو عارف کا سالانہ چندہ ایک روپیہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما دیں۔ یا عارف کو بذریعہ وی۔ پی طلب کرنے، یا کتب مطلوبہ کے وی۔ پی میں ایک روپیہ بڑھا دینے کی نسبت مطلع فرما کر رہین منت فرمائیں (مدیر)

# معارف القرآن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ۝

تحقیق۔ اُمت تمہاری (فی الحقیقت) ایک ہی اُمت ہے۔ اور میں تمہارا رب ہوں۔ سو میری ہی عبادت کرو۔
(القرآن الحکیم سورۃ الانبیاء رکوع ۵)

---

قرآن مجید کا دعوےٰ ہے کہ دُنیا میں کوئی رسول ایسا نہیں ہُوا جس نے لوگوں کو ایک ہی مذہب پر اکٹھے رہنے اور باہمی تفرقہ و اختلاف سے بچنے کی ہدایت نہ کی ہو۔ سب نبیوں اور رسولوں کی تعلیم یہی تھی۔ کہ خدا کے دین سے بچھڑے ہوئے لوگوں کو جمع کر دیا جائے۔ تاکہ لوگ مختلف گروہوں میں بٹے ہوئے نہ رہیں۔ بلکہ متحد ہو کر ایک گروہ میں رہتے ہوئے اپنے معبود برحق کی عبادت کریں۔

چنانچہ مندرجہ بالا آیت میں مسلمانوں کو اس بات کی تعلیم دی گئی ہے۔

"الدین الفطرت اسلام پر عمل پیرا گروہ (امت اسلامیہ) ہی وہ واحد گروہ ہے۔ جس پر سب قائم و متحد رہو۔ اور میں ہی تمہارا معبود برحق ہوں۔ لہذا میری ہی عبادت کیا کرو۔"

---

کس قدر مختصر (مگر جامع) اور کتنی صحیح تعلیم ہے۔ جو کلام الٰہی میں معبود برحق کی طرف سے دنیا میں بسنے والے تمام انسانوں کو دینی و دنیوی بہتری کے لئے دی گئی ہے۔ تاکہ نسل و رنگ کا اختلاف رکھنے والی قومیں۔ زبان و

ملک کی تفرقوں میں بٹے ہوئے باشندے۔ شریف ورذیل۔ اعلیٰ وادنیٰ۔ طاقتور۔ وکمزور انسان۔ باہمی منافرت۔ بغض و عناد۔ فرق مراتب مٹا کر الدین الفطرت اسلام کے رشتہ میں منسلک ہوجائیں۔ اور اس واحد معبود برحق کی چوکھٹ پر ہی اپنا سر نیاز جھکائیں۔

اسلام کیا ہے؟ اس کا دستور العمل کیسا ہے؟ امت اسلامیہ کے نظام عمل نے دنیا کے ذی علم اور عالی دماغ اشخاص کے دلوں پر کیا اثر ڈالا ہے؟ وہ ذیل کے اقتباسات میں پڑھیئے۔

ڈاکٹر سٹیلڈرک (لنڈن) اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:-

"مغرب و مشرق۔ بلکہ تمام دنیا اسوقت بے چین ہے۔ دنیا کا ہر فرد امن و سکون کی جستجو میں سرگرداں ہے، لیکن یہ امن و سکون اسوقت تک حاصل نہیں ہوسکتا۔ جب تک تمام دنیا میں مذہب اسلام کی حکومت نہ ہو۔ کیونکہ اسلام میں مسلمانوں، عیسائیوں، یہودیوں، ہندوؤں سب کے لئے امن ہے۔ اور تمام مذاہب میں اسلام ہی ایسا مذہب ہے۔ جو دنیا میں بسنے والے تمام انسانوں کو سکونِ قلب عطا کرنے آیا ہے۔ اگر اس دعوے کی صداقت درکار ہو۔ تو تعصب کو چھوڑ کر اسلام کی تعلیم کا بغور مطالعہ کرو"

---

اسی طرح ایک امریکن نومسلم قسطنطین اپنے مضمون "میں نے اسلام کیوں قبول کیا" میں ایک جگہ لکھتے ہیں:-

"مجھے تسلیم ہے کہ مسیحیت میں بھی حق و صداقت اور مفید اصول موجود ہیں۔ لیکن پادریوں کی بدعنوانیوں سے اب یہ مذہب روحانیت سے خالی ہوکر صرف مادی مذہب بن کر رہ گیا ہے۔

چنانچہ کسی کلیسہ میں جاکر دیکھو نقش و نگار لٹے فرنیچر تصویریں، پادریوں کی زرق برق پوشاک راہبوں اور ننوں کی بے جوڑ آوازکے سوا وہاں کیا ہے؟ عبادت اور طریق عبادت میں ہارمونیم آرگن و دیگر خوشبویات وغیرہ پر گہری نظر ڈالو اور غور کرو۔ کہ تم کس جگہ موجود ہو۔ کیا تم کلیسہ کی بجائے ایک ایسے عبادت خانہ میں موجود نہیں ہو؟ جو تمام مشرکانہ مناظر اور صرف بتوں کی پوجا کے لئے بنایا گیا ہے

اب میرے ساتھ آؤ۔ میں تمہیں مسلمانوں کی مسجد میں لئے چلتا ہوں۔ غور سے دیکھئے گا۔ کیا یہاں کوئی تصویر یا مورت ہے؟ کیا کوئی آرگن موجود ہے؟ بلکہ امیر، غریب، طاقتور، کمزور، خوبصورت یا بدصورت کیلئے کسی قسم کا یہاں امتیاز نہیں۔ امام اور مقتدیوں کے لباس میں کچھ فرق نہیں۔ سب کی پوشاک سادہ ہے۔ سب ایک ہی صف میں کھڑے ہیں۔ آقا غلام کے ساتھ، غریب امیر کے ہمراہ، طاقتور کمزور کے پاس کندھا سے کندھا لگائے کھڑے ہیں۔ صفوں کی استواری، قیام وقعود، رکوع وسجود کی یکسانیت، رب العالمین کے سامنے اپنے بندوں کا استغراق یہ سب باتیں اسلام کے طریق ونظام سے وابستہ ہیں۔ مقابل اسکے مسیحی کاہنوں اور پادریوں میں روحانیت کے بدلے رعونیت، سادگی لباس کی بجائے لمبی عباؤں اور مرتاز کلاہوں میں اظہار تقدس و تفاخر، مظاہرہ نخوت ؛

---

دیکھا آپ نے یہ ہے اسلام کی سادہ اور پاکیزہ تعلیم کا اثر۔

لیکن افسوس ہے۔ کہ آج ملت اسلامیہ افتراق انگیزی میں مبتلا ہے۔ رشتۂ وحدت اسلام سینکڑوں فرقوں میں بکھر گئی ہے۔ قومیت اسلام۔ ذات پات کی بندشوں میں منتشر ہو رہی ہے۔ یہ صحیح ہے۔ کہ اسلام کے عقائد و اعمال میں فروعی اختلافات خلفائے راشدین کے بعد ہی رونما ہو چکے تھے۔ لیکن اُس زمانہ مسعود میں نہ اصل اسلام میں اختلاف تھا۔ نہ جمعیت اسلام میں افتراق۔

برعکس اسکے آج جو حالت ہے اس کا علاج لاحاصل ہے۔ البتہ یہ امر قابل تعجب ہے۔ کہ جس مذہب کے ہم پیرو کار ہیں۔ اس کا تمام طریق عمل اگرچہ نہایت سادہ، آسان اور سارا نظام اتحاد و اجتماع پر موقوف ہے۔ (چنانچہ نماز باجماعت کیا ہے۔ جمعہ، عیدین، حج کیا ہیں؟ یہی اجتماع ملت اسلامیہ) لیکن باوجود اس مذہبی نظام پر عمل کرنے کے بھی ہم اپنی تنظیم کیوں نہیں کر سکتے؟ اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ نہ فقط عام مسلمانوں نے بلکہ علمار کرام و مشائخ عظام تک نے دُنیاداری کو دینداری پر مقدم رکھا ہے۔

اور دیندار مسلمان دین پر دنیا کو مقدم سمجھتے ہوئے اسپر کیوں عامل ہیں؟ اسکا جواب میری سمجھ سے بالا تر ہے البتہ درگاہ ایزدی میں دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمام روئے زمین کے مسلمانوں کو دین کو دنیا پر مقدم رکھنے اور اسپر عمل کرنیکی توفیق عطا فرمائے۔ اور ساتھ ہی تمام علمار اسلام مشائخ عظام اور تمام اہل اسلام کی خدمت مبارک میں مستدعی ہوں کہ وہ سب بھی بارگاہ الٰہی میں یہی دعا فرماویں۔

(مدیر)

# احادیث خیر الانام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قَالَ نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِیْهِمَا کَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ اَلصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ۔

تندرستی اور فارغ البالی ایسی نعمتیں ہیں کہ بہت سے ان میں نقصان اٹھاتے ہیں۔
(یعنی تندرستی میں اچھے عمل نہیں کرتے اور فارغ البالی میں احسان الٰہی کی ناشکری سے نقصان اٹھاتے ہیں)

(تجرید البخاری)

حضور پُرنور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے اس ارشاد کے مطابق ہی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ ایزدی میں یہ دعا فرمائی ہے۔

"یا اللہ میرے لئے دُنیا کو فراخ کر۔ اور مجھ کو اس سے روگرداں فرما۔"

شیخ علی ہجویری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:-

اس دعا میں یہ رمز ہے۔ کہ پہلے دنیا کی فراخی پر رازق العباد کا شکریہ ادا کیا جائے۔ اور پھر اس سے مُنہ موڑ لے پر خدا کی دی ہوئی دولت سے خرچ فی سبیل اللہ کا شرف اور مقام صبر حاصل ہو جائے۔

ان ارشادات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ فی الواقعہ اکثر لوگ نعمائے الٰہی کا شکریہ ادا کرنا بھول جاتے ہیں۔ اور احسانِ الٰہی کی اس فراموشی کی بدولت ہی (خداوند کریم کی عطا کردہ) یہ تندرستی اور فارغ البالی ان کے لئے وبالِ جان ثابت ہوئی ہے۔

عام تعلیم یافتہ اہل اسلام جنہوں نے کم از کم پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالےٰ اجمعین کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کیا ہے۔ ان کو معلوم ہے۔ کہ دنیاوی عزت، قدر و منزلت، مراتب وجاہت کے مقابل رسالتماب صلعم اور ان کے صحابہ کرامؓ نے درویشانہ زندگی کو ترجیح دی ہے۔

چنانچہ حضور پُر نور صلعم ہمیشہ بارگاہِ الٰہی میں دنیاوی زندگی کیلئے فقر طلب فرماتے تھے۔

حضور پُر نور صلعم کے بعد ملت اسلامیہ نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو جب عہدہ خلافت تفویض کیا۔ تو آپ نے یہ عہدہ امارت قبول فرماتے ہوئے جو تقریر فرمائی۔ اس کی تمہید میں آپ نے فرمایا:-

"واللہ میں اس عہدہ امارت پر نہ حریص تھا نہ ہوں، نہ کبھی کسی دن اور رات میں مجھے اسکی خواہش ہوئی میں نے کسی وقت بھی اللہ تعالےٰ سے اس کی نسبت استدعا نہیں کی اور نہ مجھے اس عہدہ امارت سے کوئی خوشی ہوئی ہے"

اسی طرح خلیفہ ثانی عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے دنیا کی جدوجہد اور مصروفیت کے مقابل خاموش زندگی کو ترجیح دیتے ہوئے فرمایا:-

"بری ہم نشینی کے مقابل گوشہ نشینی میں آرام رہتا ہے"

اس قول کی تشریح کرتے ہوئے شیخ علی ہجویری علیہ الرحمتہ اپنی تصنیف لطیف کشف المحجوب میں لکھتے ہیں:-

"گوشہ نشینی کی دو قسمیں ہیں (۱) مخلوقات سے روگرداں ہونا۔ (۲) اور اُن سے تعلق چھوڑ دینا۔ لیکن مخلوقات سے قطع تعلق دل میں رکھنا چاہئے۔ اور دل کی صفت کا ظاہر میں کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ یعنی جب کسی شخص کا دل مخلوقات سے علیحدہ ہو تو اس کو ان کی خبر نہیں ہوتی۔ کیونکہ ان کے دل پر خداوند کریم کی محبت غالب ہوتی ہے۔ لہٰذا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ انہی صفات سے متصف تھے۔ بظاہر تو امارت اور خلافت کے کاموں میں منہمک تھے۔ لیکن باطن میں ان سب دھندوں سے علیحدہ تھے۔

اگرچہ دنیا میں فارغ البال یا دولت مند ہونا بُرا نہیں۔ بلکہ یہ خدا کی دین ہے۔ مالک حقیقی کا فضل و کرم اور انسان کی تسکین قلب کا باعث ہے۔ لیکن ساتھ ہی اسکے نعمائے الٰہی پر اپنے خالق و مالک کو یاد رکھنا۔ اور اُسکے احسانات کا شکریہ ادا کرنا۔ دولت مندی کے جملہ فرائض (یعنے زکوٰۃ، خیرات، امداد مساکین وغیرہ) سے عہدہ برآ ہونا۔ اور دُنیا کی لہو لعب سے اپنے دل کو پاک رکھتے ہوئے دین کو دُنیا پر مقدم سمجھنا چاہیئے۔

جیسے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ اجمعین نے باوجود دولت مند ہونے کے دنیا کے لہو لعب سے اپنے دل کو پاک رکھا۔ عیش آرام و تکلفات کے مقابل سادہ اور درویشانہ زندگی بسر کی۔ دولت و مال و منال سے اسلام اور غربائے اسلام کی امداد وغیرہ ان حقیقی اعمال اور اپنے طرز عمل سے دین کو دنیا پر مقدم سمجھا۔

---

مجھے افسوس ہے۔ کہ میں اس وقت بہت بڑی جرأت کر رہا ہوں۔ ان علمائے کرام و مشائخ عظام سے صرف دو باتیں پوچھنے کی۔ اوّل یہ کہ جو اصحاب ؎ "چیست دُنیا از خدا غافل بدن۔ نے قماش و نقرہ و فرزند و زن" کا درس دیتے ہیں۔ خدا را وہ اپنے ضمیر سے پوچھ کر بتائیں کیا ان کے دلکو نقرہ و فرزند و زن نے خدا سے غافل نہیں کیا؟

دوئم۔ کیا وہ اپنے روز و شب کے طرز عمل سے دین پر دنیا کو مقدم سمجھنے کا ثبوت نہیں دیتے۔ لہٰذا اگر ان دونوں سوالات کا جواب اسلام اور ہادیِ اسلام صلعم اور ان کے صحابہ کرام رضؓ کے دستور العمل کے خلاف ہے۔ اور یقیناً خلاف ہے۔ تو غور فرمائیں۔ کہ جب مصلحان قوم کا یہ حال ہے۔ تو تمام قوم کی مذہبی روحانی اخلاقی معاشرتی اصلاح و ترقی کی کیا اُمید ہو سکتی ہے۔

حالانکہ بات معمولی ہے۔ اس میں نہ کوئی ریاضت درکار ہے نہ امداد۔ نہ کسی روحانی مصلح کی ضرورت ہے۔ نہ کسی جانثار مجاہد کی۔

---

صرف دو باتوں کی ضرورت ہے اور وہ ہر شخص کے اختیار میں ہیں۔ یعنی (۱) موت کو یاد رکھنے کی (۲) مرنے کے بعد درگاہ خالق العباد میں پرسشِ اعمال کی۔

لیکن یہ باتیں جیسی معمولی ہیں ویسی ہی مشکل ہیں۔ اور جس قدر ان باتوں پر سب کو یقین ہے۔ اسی قدر

ہم سب ان پر عامل نہیں۔

یہ کیسی عجیب اور کتنی آسان بات ہے کہ جن چیزوں کے ایک روز چھٹ جانے کا یقین کامل ہو۔ ان سے تو محبت کی جائے۔ اور جس خالق نے پیدا کیا اور ایک روز اس کے روبرو ہونے پر ایمان ہو۔ اُسے فراموش کر دیا جائے۔

چنانچہ پہلی بات کو فراموش کرینگا تو یہ نتیجہ ہو گا ؎

بار غم آخرت بسر برد
آنکس کہ بہ فکر گاؤ خرد

یعنے وہ شخص جو دُنیاداری کے جھگڑوں بکھیڑوں کی اُلجھن میں پھنسا ہُوا اس دُنیا سے گیا وہ آخرت کے غم و اندوہ کا بار گراں اپنے سر پر اُٹھائے ہوئے گیا۔

اور دوسری بات یعنے خدا کی محبت یا اُسکے نیک بندوں کا شیوہ ہے۔ جس کا انجام دین دُنیا کی خوشی اور رنج و غم سے مخلصی پانے کا باعث ہے۔ جیسے کہ مولانا روم فرماتے ہیں

این بادہ و جام اہل دردا ست          این بیشہ مقام شیر مرداست
پروانہ بہ شمع جاں داد          زنہار مگس نے تواں داد

یعنے اس شراب محبت کا پیالہ صاحبان صاف باطن و برگزیدگان خدا کا حصہ ہے۔ اس بیابان محبت میں شیر باطن ہی رہتے ہیں یا پروانہ جیسے جانباز عاشق و صادق کا یہ حوصلہ ہے کہ شمع کے عشق میں جان عزیز تک کو قربان کر ڈالتا ہے۔ گندی مکھی جس کا ظاہر و باطن نجاست سے بھرپور ہے ایسا کب کر سکتی ہے۔

---

آخر میں بارگاہِ الہٰی میں دعا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ تمام مسلمانوں کو حدیث بالا پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہم لوگ تندرستی میں اعمال حسنہ انجام دیں۔ اور فارغ البالی کے جملہ فرائض یعنی زکوٰۃ خیرات امداد مساکین وغیرہ سے عہدہ برآ ہو سکیں۔

(مدیر)

# قارئین عارف و زائرین اجمیر

## کی نظر توجہ کیلئے

# چند ضروری گذارشات

۱:۔ بفضل ایزدی عارف کا ابتدائی سال زیر نظر نمبر پر ختم ہو رہا ہے۔ سال گزشتہ میں عارف نے اپنی پالیسی کے مطابق ملک و ملت کی حتی الوسع جو کچھ بھی اسلامی، ادبی، تمدنی، تاریخی خدمات انجام دی ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اسے اکابرین ملت و مشاہیر علم و ادب نے بہ نگاہِ استحسان دیکھا ہے جسکے ثبوت میں علمار کرام و ادبار محترم کے سینکڑوں مکتوب مدیران رسائل و اخبارات کے بیسیوں تبصرے پیش کئے جا سکتے ہیں۔

۲:۔ دنیائے ادب میں سینکڑوں اردو رسائل کے مطابق عارف ہی اپنے رنگ کا وہ واحد رسالہ ہے (۱) جو ادبی رنگ میں اسلام کی صحیح اور آسان تعلیم دیتا (۲) اسوہ حسنہ رسول مقبول صلعم و بزرگان اسلام کی تلقین عمل کرتا (۳) مسلمانوں کو مغربی تقلید تمدن کے اسراف سے بچاتا (۴) کفایت شعاری کی تعلیم سے اقتصادی مشکلات کم کرتا اور دنیاوی زندگی میں سادہ آسان آرام دہ اسلامی طریق معاشرت رائج کرنا چاہتا ہے۔

۳:۔ لہذا عارف کے مطالعہ سے قارئین کرام نہ فقط ملک کے مایہ ناز ادبار و شعرار کے تازہ افکار سے دلچسپی حاصل کرتے ہیں بلکہ عارف کے ہر نمبر کے مستقل مضامین معارف القرآن، احادیث خیر الانام، تذکرہ بزرگان اسلام سے استفادہ حاصل کرنے کے بعد عارف کا فائل اپنے پاس محفوظ رکھنے پر دو تین سال میں یہ ہر ۳ بہترین جدید اسلامی کتابیں مفت حاصل کر سکتے ہیں۔

۴:۔ رسالہ عارف کے سال اختتام پر جن خریداران عارف کا سالانہ چندہ بھی ختم ہو رہا ہے وہ اپنے ۳ ز میں منی آرڈر کے (اور کارکنان عارف کو وی پی کی زحمت سے بچاتے ہوئے نیز پالیسی ڈاک سے بچنے) ایک روپیہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما کر ممنون فرمائیں ورنہ اکتوبر کا عارف انکی خدمت میں بذریعہ وی پی روانہ کیا جائیگا۔

۵:۔ چونکہ زائرین اجمیر کے مطالعہ کیلئے ہی عارف کا آخری نمبر معین نمبر کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔ اسلئے بحیثیت عقیدت خواجہ بزرگ اگر یہ نمبر آپکی نظر میں مقبول ہو تو ان کا فرض ہے کہ عارف کی مستقل خریداری قبول فرما کر ممنون فرمائیں۔ اور اپنی سب سے پہلی فرصت میں عارف کا سالانہ چندہ ایک روپیہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائیں۔

آخری گزارش یہ ہے کہ تمام محترم قارئین کو عارف کی مذہبی، ادبی، تمدنی تاریخی خدمات کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے حلقہ اثر میں عارف کی توسیع اشاعت کا عملی ثبوت دینا چاہئے۔ محترم معاونین میں سے جو معاون اپنی اعانت کا عملی ثبوت دیں گے۔ ان کے اسم گرامی مع اظہار تشکر درج عارف ہوتے رہیں گے۔

(مینجر)

# عارف لاہور کا معین نمبر

یعنی

محبوب النبی صلعم - ہند الولی - خواجہ غریب نواز

# حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری و چشتی رحمتہ اللہ علیہ

کی

# مختصر سوانحعمری

---

## نسب نامہ پدری و مادری

**نسب نامہ پدری** آپ قبلہ والد ماجد کی طرف سے حسینی اور والدہ مخدومہ کی طرف سے حسنی ہیں۔ چنانچہ آپ کا سلسلہ نسب نویں پشت میں سیدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسطرح ملتا ہے۔

سیدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے فرزند ارجمند سیدنا امام علی موسیٰ رضاؒ ان کے فرزند سید ابراہیم رح ان کے فرزند سید عبد العزیز ان کے فرزند سید نجم الدین طاہرؒ ان کے فرزند سید احمد حسینؒ ان کے فرزند سید کمال الدین حسن رح ان کے فرزند خواجہ سید غیاث الدین حسن سنجری ان کے فرزند رشید خواجہ معین چشتی رحمتہ اللہ علیہ

یا

اس طرح کہ آپ یعنی حضرت خواجہ معین الدین سنجری چشتی علیہ الرحمتہ بن خواجہ سید غیاث الدین حسن چشتی بن سید کمال الدین حسن

بن سیدنا احمد حسینؒ بن سید نجم الدین طاہرؒ بن سید عبدالعزیزؒ بن سید ابراہیمؒ بن سیدنا امام علی موسیٰ رضاؒ بن سیدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالےٰ عنہما۔

**نسب نامہ مادری**

آپ کی والدہ ماجدہ حضرت ام الورع بی بی ماہ نورؒ بنت سید داؤد بن حضرت سید عبداللہ حنبلیؒ بن حضرت سید یحییٰ زاہد۔ بن سید محمد مورثؒ بن سید داؤد بن سید موسیٰ بن سید عبداللہ بن حضرت سید حسن مثنیٰ۔ بن حضرت امام حسنؓ رضوان اللہ تعالےٰ اجمعین۔

---

# تاریخ ولادت باسعادت

## ۱۴ ر ماہ رجب ۵۳۷ھ

آمد بہار کی ہے کہ بلبل ہے نغمہ سنج
اُڑتی سی اک خبر ہے زبانی طیور کی!

آپ کے والد ماجد قبلہ سید غیاث الدین رحمۃ اللہ علیہ قصبہ سنجر (علاقہ خراساں سیستان) کے رہنے والے تھے۔ اسی وطنی مناسبت کے لحاظ سے آپ سنجری مشہور ہیں۔ صاحب تجارت اور آسودہ حال تھے۔ سلسلہ تجارت میں قصبہ سنجر سے نکل کر سیستان میں آکر سکونت اختیار کی۔ لیکن اسوقت سلطنت سلجوقیہ کمزور ہو رہی تھی۔ دولت سلجوقیہ کی آخری یادگار سلطان سنجر تھا۔ جسکی کمزوری سے فائدہ اُٹھاکر تاتاریوں کے ایک پُرجوش گروہ نے اسکی سلطنت کو تاخت وتاراج کرنا شروع کردیا۔ اگرچہ سیستان کے حاکم نے ان لٹیروں کا زبردست مقابلہ کیا۔ لیکن تاتاری بھی بلا کے جنگجو تھے۔ انہوں نے سیستان کے حاکم کو زندہ گرفتار کر کے شہر پر قبضہ کرلیا۔

اس آتش فساد سے بچنے کے لئے آپ کے والد ماجد سید غیاث الدین علیہ الرحمۃ سیستان سے بھاگ کر قصبہ سنجر میں واپس آگئے۔ اور یہیں پر آپ کے ہاں اللہ تعالےٰ نے ۱۴ ر رجب المرجب ۵۳۷ھ بہ وقت صبح فرزند مسعود عطا فرمایا۔ جن کا نام اگرچہ آپ نے حسن رکھا۔ مگر اللہ تبارک وتعالےٰ نے انہیں خواجہ غریب نواز معین الدین کے

اسم گرامی سے دُنیا میں مشہور کیا۔ جو انشاء اللہ تعالیٰ تاقیامت اسی نام سے مشہور رہیں گے۔

لیکن ابھی آپ کے والدین نے اپنے فرزند ارجمند کی عمر مبارک کی ۱۴ بہاریں ہی دیکھی تھیں۔ کہ ملک کی بدنظمیوں اور بے تیزیوں سے دل برداشتہ ہو کر آپ کے والد ماجد اپنے وطن عزیز کو خیرباد کہہ کر خراساں میں چلے آئے۔ مگر یہاں بھی آپ کو اطمینان نصیب نہ ہوا۔ آخر اسی عالم پریشانی میں انہوں نے ۵۵۱ھ میں اس دُنیائے فانی سے عالم جاودانی کو لبیک کہا۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد آپ کی والدہ مخدومہ بھی رحلت فرما گئیں۔

**وارث ورثۂ نبی**

چنانچہ چودھویں برس میں ہی آپ اپنے مقدس و محترم نانا رسالتمآب فخر کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے ورثۂ نبی کے وارث ہو گئے۔

والدین کا سایہ سر سے اُٹھ جانے کے بعد آپ کو تقسیم میراث سے کچھ نقدی۔ ایک باغ۔ ایک پن چکی حصہ میں آئی۔ نقدی کو تو آپ نے راہ خدا میں خرچ کر دیا۔ باغ اور پن چکی اگرچہ آپ کی گزر اوقات کے لئے کافی تھے۔ لیکن آپ کا دل چونکہ ملکی شورشوں، خانہ جنگیوں اور رعایا کی تباہیوں کے باعث دنیا سے پہلے ہی متنفر ہو چکا تھا۔ اسپر ایک بزرگ کی نظرِ توجہ نے آپ کو ترک دنیا کا عامل بنا دیا۔

بات یہ ہوئی۔ کہ ایک روز آپ اپنے باغ کے درختوں کو پانی سے سینچ رہے تھے۔ کہ ایک مجذوب (ابراہیم قندوزی نام) حالت جذب، سرمستی میں پھرتے پھراتے آپ کے باغ میں تشریف لائے۔

ایک بزرگ صورت مرد کو آتے دیکھ کر آپ ان کے استقبال کے لئے اپنا کام چھوڑ کر بھاگے اور سامنے آکر ادب سے دست بوسی کی۔ اور نہائت تعظیم و تکریم سے ان کو ایک سایہ دار درخت کے نیچے بٹھا کر تازہ انگوروں کا خوشہ پیش کیا۔ اور خود اُن کے سامنے ادب کے ساتھ دوزانو بیٹھ گئے

ابراہیم قندوزی چونکہ اہل نظر مجذوب کامل تھے۔ ایک ہی نظر میں بھانپ گئے۔ کہ یہ عقیدت کش نوجوان ایک نہ ایک روز دریائے معرفت کا شناور ہو گا۔ اسلئے اسے ذوق حقیقت سے محروم نہ رکھنا چاہیئے۔

لہٰذا انہوں نے اپنی زنبیل سے روٹی کا ایک ٹکڑا اپنے منہ میں چبا کر آپ کے منہ میں ڈال دیا۔ اس نوالے کا آپ کے حلق میں اترنا تھا۔ کہ آپ پر ایسی وجدانہ کیفیت طاری ہوئی کہ دل دنیا سے متنفر ہو کر علم و عمل زہد و اتقا کی طرف راغب ہو گیا۔

# تحصیل علم شریعت و طریقت

........ تحصیل علم کے شوق میں آپ خراساں تشریف لائے۔ وہاں مولانا حسام الدین بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی شاگردی میں سب سے پہلے قرآن مجید حفظ کیا۔ پھر عربی فارسی کی تمام مروجہ کتابیں پڑھیں۔

اس مروجہ تحصیل علم کے بعد تفسیر۔ فقہ احادیث۔ منطق۔ فلسفہ و دیگر علوم دینیہ کو سالہا سال کی مسافت کے بعد مختلف شہروں کے علماء سے حاصل کیا۔

علم شریعت کی تکمیل کے بعد نیشاپور کے قریب موضع ہارون میں شیخ المشائخ خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے ؎

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

حضرت شیخ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ اس زمانہ کے مشائخ اعظم تھے۔ آپ کے حاضر خدمت ہوتے ہی آپ کی پیشانی مبارک پر آثار تقدس دیکھ کر سمجھ گئے۔ کہ آپ آسمان طریقت پر بدر کامل بن کر چمکنے والے ہیں۔ انہوں نے آپ کی التجا کے مطابق اپنے حلقہ ارادت میں آپ کو داخل کر لیا۔

چنانچہ اپنے مرشد طریقت کی بیعت کا حال آپ اپنی تصنیف لطیف انیس الارواح میں اسطرح تحریر فرماتے ہیں۔

"اس خادم الاسلام فقیر معین الدین حسن سنجری کو شہر بغداد میں خواجہ جنید بغدادی علیہ الرحمتہ کی مسجد میں جس وقت قطب العالم حضرت شیخ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ اسوقت وہاں دیگر مشائخ عظام وصوفیائے کرام بھی حاضر تھے۔ چنانچہ فقیر نے جیسے ہی سر نیاز خم کیا۔ آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ دوگانہ ادا کرو۔ میں نے تعمیل ارشاد کی۔ پھر فرمایا۔ رو بقبلہ بیٹھ۔ بموجب ارشاد جب میں رو بقبلہ بیٹھ گیا۔ تو ارشاد فرمایا۔

سورہ البقر پڑھ۔ میں نے نہایت رقت و عقیدت سے پوری سورہ البقر تلاوت کر لی۔ تو فرمایا۔ اکیس ۲۱ مرتبہ کلمہ سبحان اللہ پڑھ۔ میں نے اس ارشاد کی بھی تعمیل کی۔ تو حضرت مرشد قبلہ نے خود کھڑے ہو کر میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ میں نے تجھے خدا تک پہنچا دیا۔

ان اموارت کے بعد قطب العالم نے ایک خاص وضع کی ٹوپی (کلاہ چہار گوشہ) میرے سر پر پہنائی اور اپنا کمبل اٹھا کر فرمایا بیٹھ جا۔ میں بیٹھ گیا تو ارشاد فرمایا۔ ہزار بار سورہ اخلاص پڑھ۔ میں نے تعمیل ارشاد کی۔ تو فرمایا۔ ہمارے مشائخ کے طبقات میں آٹھ پہر کا مجاہدہ ہے۔ لہذا جا آج کی رات اور آج کا دن مجاہدہ میں مشغول رہ۔ چنانچہ حضرت مرشد قبلہ کے اس ارشاد کے مطابق میں نے کامل ایک روز اور ایک شب یاد خدا میں بسر کئے۔ دوسرے روز حاضر خدمت ہوا۔ تو ارشاد فرمایا بیٹھ جا۔ میں بیٹھ گیا فرمایا۔ اوپر دیکھ۔ میں نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی تو دریافت فرمایا۔ تجھے کہاں تک دکھائی دیتا ہے؟ میں نے عرض کیا۔ عرش معلیٰ تک۔ پھر ارشاد فرمایا۔ نیچے دیکھ۔ میں نے نیچے دیکھا تو فرمایا۔ کہاں تک دکھائی دیتا ہے؟ میں نے عرض کیا۔ تحت الثریٰ تک۔ اسکے بعد ارشاد فرمایا۔ پھر ہزار مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ۔ میں نے تعمیل ارشاد کی۔ تو فرمایا آسمان کی طرف دیکھ اور بتا اب کہاں تک دیکھ سکتا ہے؟ میں نے اوپر دیکھ کر عرض کیا۔ حجاب عظمت تک۔ پھر فرمایا۔ آنکھیں بند کر۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ تو ارشاد فرمایا۔ اب کھول دے۔ جب میں نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ تو حضرت مرشد قبلہ نے اپنی دو انگلیاں مجھے دکھا کر دریافت فرمایا۔ تجھے کیا دکھائی دیتا ہے؟ میں نے عرض کیا۔ اٹھارہ ہزار قسم کی مخلوقات۔ یہ جملہ میری زبان سے سنتے ہی ارشاد فرمایا۔ بس اب تیرا کام پورا ہو گیا۔ اسکے بعد ایک اینٹ کی طرف (جو سامنے ہی پڑی تھی) اشارہ کر کے فرمایا۔ اسے اٹھا۔ وہ اینٹ جب میں نے اٹھائی تو اسکے نیچے کچھ دینار نکلے۔ ارشاد کیا۔ کہ اسے لے جا اور فقیروں میں خیرات کر دے۔ چنانچہ میں نے اس حکم کی بھی تعمیل کی۔"

مندرجہ بالا پُر صداقت بیان سے صاف ظاہر ہے۔ کہ مرشد کامل ایک دو روز میں تو کیا بلکہ منٹ بھر میں مرید کامل کو منازل سلوک طے کرا سکتا ہے۔

لیکن علم طریقت و منازل سلوک سے ناواقف لوگ ان رازِ سربستہ کو کیا جانیں بلکہ بعض کور باطن تو ان باتوں کو بعید از عقل سمجھتے ہیں۔ لیکن وہ نہیں جانتے کہ علم حقیقت یا منازل سلوک کو ضمیر سے تعلق ہے نہ کہ عقل سے۔ اور جبکہ کسی جاہل اجہل شخص کے ناپاک ضمیر کی بات کو عقلمند سے عقلمند شخص نہیں جان سکتا۔ تو کسی اہل دل کی باتیں ہر شخص کیسے سمجھ سکتا ہے؟

گرچہ مندرجہ ذیل مثال دریائے بے پایاں کے مقابل پانی بھر پیالہ کے مطابق ہے۔ تاہم اپنی عقل کا دعوے کرنیوالوں کیلئے یہ مثال پیش کی جاتی ہے۔

موجودہ وقت میں جبکہ علم وائرلیس کے عالم ہزاروں میل کی آواز ہر بے علم شخص کے کانوں میں پہنچا سکتے ہیں تو علم حقیقت و منازل سلوک کے عالم عرش معلے سے تحت الثریٰ تک کی حقیقت کیوں نہیں دکھا سکتے۔

اب رہا اسقدر جلد منازل سلوک طے کرانا۔ اسکی نسبت عارف اکمل حضرت باوا فرید شکر گنج رحمتہ اللہ علیہ اپنے ملفوظات (اسرار الاولیا) میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"میرے بھائی مولینا بہاؤالدین ذکریا ملتانی علیہ الرحمتہ جب اپنا کام عشق و محبت میں کمال تک پہنچا چکے۔ تو حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چنانچہ مرشد قبلہ نے ان کو چھٹے روز ہی خرقہ، نعلین، عصا، مصلا وغیرہ یہ نشان خلافت عطا فرما کر فرمایا۔ جاؤ تم کو ہم نے ملتان کی ولایت بخشی۔ اسپر ان مریدوں کے دل میں جو آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔ حسد پیدا ہوا اور انہوں نے آپس میں یہ سرگوشیاں کیں۔ کہ ہم تو یہاں کئی سال سے خدمت کر رہے ہیں۔ اور ابھی تک مرشد کی نظر عنایت سے محروم ہیں۔ لیکن ایک ہندوستانی آتے ہی تین روز کے اندر منازل سلوک طے کرنے کے ساتھ ہی خلافت بھی حاصل کر کے چلا گیا۔ ان سرگوشیوں کی اطلاع جب حضرت شیخ سہروردی کے سمع مبارک میں پہنچی تو فرمایا:۔

"تم درست کہتے ہو۔ لیکن بہاؤالدین ذکریا اپنا کام تکمیل کر کے آیا تھا۔ اور وہ خشک لکڑیاں لایا تھا۔ جن میں (تین دن تو بہت ہیں) ایک ہی پھونک میں آگ سلگ اٹھی۔ اور تم گیلا ایندھن ہو اسکے سلگنے کے لئے بھی تو بہت وقت چاہئے۔"

الغرض آپ نے اپنے مرشدِ کامل کی خدمت میں اڑھائی سال عبادت، ریاضت، زہد، تقویٰ، و مجاہدہ نفس میں اس طرح گزارے۔ کہ:۔

لگاتار سات سات روزے رکھتے اور آٹھویں روز صرف پانچ مثقال کی ایک ٹکیہ پانی میں بھگو کر اسی سے

روزہ افطار کرتے۔ بدن پر صرف ایک چاند اوڑھے رہتے۔ جب بوسیدہ ہو کر پھٹ جاتی تو اُسے سی لیتے۔"

ان سخت مجاہدات کے بعد اپنے مرشد کامل شیخ المشائخ حضرت شیخ عثمان ہارونی علیہ الرحمتہ سے خرقہ خلافت مصلا۔ نعلین۔ عصا و دیگر تبرکات پیران عظام حاصل کر کے سند ولایت حاصل کی۔

# زیارت حرمین شریفین و سیاحت بلاد اسلامیہ

کچھ دن مکہ شریف میں رہ کر وہاں کے مشائخ کبار کے فیوض و برکات حاصل کر کے مدینہ شریف کو روانہ ہوئے۔ کئی روز تک روضۂ اطہر رسالتمآب فخر کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات میں مراقبہ کیا۔ ایک روز خواب میں زیارت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مشرف ہوئے۔ اور حضور پُرنور صلعم نے اپنے جمال پر انوار سے آپ کو سرفراز فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"اے قطب المشائخ تم معین الدین ہو۔ اس جہان کی ظلمتِ کفر کو نورِ ایمان سے روشن کرو۔ تائید ایزدی تمہارے شامل حال رہے گی۔"

**سنجار میں شیخ نجم الدین کبریٰ کی خدمت میں**

روضہ رسول مقبول صلعم سے رخصت ہو کر آپ نے بغداد کی راہ لی۔ سات میل کی مسافت کے بعد قصبہ سنجار میں پہنچے۔ وہاں شیخ نجم الدین کبریٰ رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر سعادت حاصل کی۔

**بغداد میں حضرت غوث الاعظمؓ کی خدمت میں**

قصبہ سنجار سے روانہ ہو کر بغداد میں حضرت غوث الاعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی خدمت کا شرف حاصل کیا۔ حضرت غوث الاعظمؓ نے آپ کو اپنے سینہ مبارک سے لگا کر آپ کا سینہ اسرار الٰہی سے منوّر فرماتے ہوئے دعاءِ خیر دی۔

بعض مؤرخین نے حضرت غوث الاعظمؓ کے اس شرفِ ملاقات کی نسبت انکار کیا ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ مستند اسلامی تواریخ سے حضرت غوث الاعظمؓ کا سال وفات ۵۶۲ھ ہے۔ اور آپ کا سیاحت بغداد کرتے ہوئے کئی سال بعد اجمیر شریف میں وارد ہونا ۵۶۱ھ میں ثابت ہوتا ہے۔ اس تطابق سنین کو مدِ نظر رکھتے ہوئے

یقین کیا جاسکتا ہے کہ آپ کو غوث الاعظمؒ سے شرف ملاقات حاصل ہو چکا ہوگا۔

بہرحال آپ نے کئی ماہ تک بغداد میں قیام فرمایا۔ اور وہاں کے علمائے کرام و صوفیائے عظام سے تبادلہ خیالات و فیوض و برکات حاصل کرنے کے بعد کئی ایک اولیائے کرام کو خود بھی فیض یاب فرمایا۔

**بغداد میں شیخ اوحد الدینؒ آپ کے حلقہ ارادت میں**

چنانچہ ان دنوں شیخ اوحد الدین کرمانی علیہ الرحمتہ بھی بغداد شریف میں سلوک کے ابتدائی منازل طے کر رہے تھے۔ ان کو جب آپ کی تشریف آوری کا علم ہوا۔ تو حاضر خدمت ہو کر آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد آپ نے ان کو سند ولایت و خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا۔

**شیخ شہاب الدین سہروردیؒ سے ملاقات**

اسی طرح ان دنوں شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمتہ کا بھی (راہ سلوک میں) ابتدائی زمانہ تھا اور وہ بھی بغداد میں آپ کے فیوض و برکات سے مستفید ہوئے۔

**بغداد میں خواجہ بختیار کاکی رح آپ کے حلقہ ارادت میں**

خواجہ بختیار کاکی علیہ الرحمتہ بھی اپنی تصنیف لطیف دلیل العارفین میں تحریر فرماتے ہیں۔

"میں بغداد میں مسجد ابو اللیث سمرقندی میں حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری علیہ الرحمتہ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوا۔ قطب العالم نے منازل سلوک و مراحل عرفان طے کرا کر مجھے اپنے اوڑھنے کی کملی مرحمت فرما کر سند خلافت سے سرفراز فرمایا۔"

چنانچہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمتہ نے اپنے پیر طریقت کے اس خرقہ خلافت (اوڑھنے کی چادر) کو تا ابد زندگی اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھا۔ اور بر وقت وصال یہ خرقہ مبارک آپ نے حضرت بابا شیخ فریدالدین عطار رحمتہ اللہ علیہ کو مرحمت فرمایا۔ بابا صاحبؒ نے اپنے وصال کے وقت یہ خرقہ شریف شیخ نظام الدین اولیا رحمتہ اللہ علیہ کو عطا فرمایا۔ اور ان سے یہ متبرک خرقہ شیخ نصیرالدین چراغ دہلوی علیہ الرحمتہ کو تفویض ہوا۔

**ہمدان میں شیخ یوسف ہمدانیؒ سے تبریز میں شیخ ابو سعیدؒ سے اصفہان میں شیخ محمود اصفہانیؒ سے ملاقاتیں**

الغرض بغداد شریف میں کافی عرصہ قیام فرمانے کے بعد آپ ہمدان شریف میں تشریف لائے۔ اور شیخ یوسف ہمدانیؒ سے ملاقات و تبادلہ خیالات کرنے کے بعد تبریز میں شیخ ابو سعید تبریزیؒ کی خدمت بابرکت میں چند یوم قیام فرما کر ان کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ پھر وہاں سے اصفہان میں تشریف لا کر شیخ محمود اصفہانیؒ سے برکت و سعادت حاصل کی۔

**استر آباد میں شیخ ناصر الدین کی خدمت میں**

اصفہان سے خرقان میں تشریف آور ہو کر یہاں ۹ سال تک ہزارہا گمراہان راہِ ہدایت کو نورِ ہدایت سے منور فرما کر استر آباد میں تشریف لائے۔ یہاں عارفانِ حقیقت کے سردار شیخ ناصر الدین استر آبادی رحمتہ اللہ علیہ کے (جن کا سلسلہ طریقت صرف دو واسطوں تک حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ تک ملتا ہے) چشمۂ معرفت سے سیراب ہو کر ہرات کا عزم فرمایا۔

**سبزوار کے بدکردار حاکم کو تلقینِ ہدایت**

ہرات میں آپ کی بزرگی کا شہرہ سُن کر جب ہجوم ہونے لگا تو آپ وہاں سے سبزوار میں تشریف لے آئے۔

سبزوار میں چند روز قیام فرمانے کے بعد معلوم ہوا۔ کہ یہاں کا حاکم یادگار محمد نامی نہ فقط بذاتِ خود نہایت فاسق، فاجر، ملحد بے دین ہے۔ بلکہ اسقدر متعصب شیعہ ہے۔ کہ جن اشخاص کا نام خلفائے ثلاثہ کے اسم گرامی پر ہو۔ انہیں نہایت اذیت پہنچانے کے ساتھ ہی اُن کا ننگ و ناموس مال و دولت بھی لوٹ لیتا ہے۔

سبزوار کے اس بدکردار حاکم کا شہر سے باہر ایک باغ تھا۔ جس میں وہ خلافِ شریعت عیش و عشرت کیا کرتا تھا۔ آپ یہ سب حالات سُن کر اپنے ایک خادم کے ہمراہ اسکے باغ میں تشریف لے گئے۔ باغ میں ایک پانی کا حوض تھا۔ آپ نے اس حوض میں سے غسل اور وضو کیا۔ اور اس حوض کے کنارے نماز پڑھ کر تلاوتِ قرآن میں جب مصروف ہوئے۔ تو اس ظالم حاکم کے ملازم اسی حوض کے کنارے جس جگہ آپ تشریف آور تھے، فرش بچھانے آئے۔ عین اس جگہ اگرچہ آپ کی تشریف آوری ان کو بھی ناگوار گزری لیکن آپ کے پُر نور چہرہ مبارک کی ہیبت کے مارے آپ کو کچھ نہ کہہ سکے۔ اتنے میں ان کا حاکم بھی اپنے مصاحبانِ خاص کے ہمراہ بڑے تزک و احتشام سے باغ میں وارد ہوا۔ جسے دیکھ کر آپ کا خادم اپنی جان کے خوف سے کانپنے لگا۔ اپنے خادم کی یہ حالت دیکھ کر آپ نے اس سے فرمایا۔

"تم کانپ کیوں رہے ہو؟ اگر یہاں نہیں ٹھہر سکتے۔ تو جاؤ اس درخت کے نیچے چھپ کر قدرتِ حق کا تماشہ دیکھو"

چنانچہ آپ کا خادم تو درخت کے نیچے چھپ گیا۔ اور اس بد نہاد حاکم نے اپنی جائے نشست کے برابر آپکو تشریف آور دیکھتے ہی اپنے ملازموں پر برہم ہو کر کہا۔

"یہ فقیر کون ہے؟ اسے یہاں سے تم نے کیوں نہ نکالا"

آپ نے ظالم حاکم کی یہ گفتگو سُنتے ہی اپنا سر مبارک اٹھاکر حاکم کے چہرہ پر جونہی نگاہ پُرجلال ڈالی تو حاکم کے تمام اعضا پر لرزہ چھا گیا۔ اور اسپر اسقدر حالت وجد طاری ہوئی کہ بے ہوش ہوکر زمین پر گر گیا۔ ملازموں نے جب اپنے حاکم کی یہ حالت دیکھی تو ہاتھ جوڑکر آپ کی خدمت میں رحم وکرم کی التجا کی۔ آپ نے رحم فرماکر اپنے خادم کو (جو درخت کے نیچے چھپا ہُوا تھا) بلاکر ارشاد فرمایا کہ بسم اللہ کہہ کر حوض سے پانی لے کر اسپر چھینٹے دو۔ چنانچہ آپ کے اس حکم کی تعمیل ہوتے ہی حاکم سبزوار ہوش میں آکر آپ کے قدموں پر گر گیا۔ اور اپنے تمام گناہوں سے تائب ہوکر حلقہ ارادت میں شامل کرنے کی التجا کی۔

آپ نے ازراہ رحم وکرم یہ التجا قبول فرماکر اس کے سر پر اپنا دستِ مبارک پھیر کر اسے اپنی بیعت سے سرفراز فرمایا۔

آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہونے کے بعد یادگار محمد (حاکم سبزوار) اپنا تمام مال وسامان راہ خدا میں خیرات کرکے علاقہ حصار تک آپ کی خدمت میں رہا۔ اور جب آپ نے دیکھا کہ اس کے دل سے زنگ معصیت نور معرفت سے مبدل ہوگیا ہے۔ تو آپ نے اسکو واپس ہونے کی اجازت دے کر فرمایا کہ اب تم اپنے علاقہ میں تبلیغ اسلام کا کام انجام دو۔ اور اُسنے اس تعمیل ارشاد کے مطابق اپنے علاقہ میں ہدائیت وتبلیغ کا کام انجام دینا شروع کر دیا۔

**بلخ میں شیخ احمد مصرویہ کی خانقاہ میں ضیاءالدین فلسفی کو تلقین ہدایت**

حصار سے آپ بلخ میں تشریف آور ہوئے۔ اور وہاں شیخ احمد مصرویہ کی خانقاہ میں مقیم ہوئے۔ ان دنوں بلخ میں ضیاءالدین ایک مشہور فلسفی تھا۔ جو علم تصوف سے منکر ہونے کے باعث صوفیاء کرام سے اسقدر بدظن تھا کہ اپنے شاگردوں کے سامنے بھی صوفیاء کرام کو بہت بُرے الفاظ سے مخاطب کرتا تھا۔

اس کا مدرسہ شہر سے دور ایک گاؤں میں تھا۔ جہاں وہ درس وتدریس میں مصروف رہا کرتا۔ چنانچہ ایک روز آپ اپنے خادم کے ہمراہ شکار کی تلاش میں شہر سے دور اسی ضیاءالدین کے مدرسہ والے گاؤں کے قریب پہنچ گئے۔ وہاں آپ نے ایک کلنگ شکار کیا۔ اور گاؤں کے قریب ایک خوشنما باغ دیکھ کر آپ

اس میں تشریف لے گئے۔ وہاں آپ تو نماز میں مصروف ہوئے۔ اور خادم کلنگ تیار کرنے لگا۔
ضیاء الدین فلسفی نے خلاف معمول ایک مسافر کو نماز میں مشغول دیکھا۔ تو دریافت حال کیلئے کھڑا ہو گیا۔ آپ نماز سے فارغ ہو کر بعد سلام علیک اس سے ہمکلام ہوئے۔ اتنے میں خادم نے کلنگ تیار کر کے پیش کیا۔ آپ نے اس کلنگ کی ایک ران فلسفی کو بھی نوش کرنے کے لئے پیش کی۔ اور خود دوسری ران تناول فرمائی۔
ضیاء الدین نے جیسے ہی شکار کا گوشت نوش کیا خود شکار ہو گیا۔ ذہن سے تمام فلسفی مسائل محو ہو کر حالت وجد طاری ہو گئی۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر آپ نے تھوڑا سا پس خوردہ گوشت اسکے مُنہ میں ڈال دیا۔ جس کے نگلتے ہی اس نے اپنے گزشتہ خیالات سے توبہ کی۔ اور نہ فقط آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوا۔ بلکہ اپنے تمام شاگردوں کو بھی داخل کرایا۔ بلخ سے آپ غزنی میں تشریف لائے۔

**بلخ سے غزنی میں** | شہر غزنی بت شکن سلطان محمود غزنوی کا بسایا ہوا ایسا خوبصورت شہر تھا۔ جسکی خوبصورتی پر زرخیز ہندوستان کے سترہ حملوں کا مال غنیمت صرف ہوا تھا۔ محمود کے عہد سلطنت میں یہاں بڑے بڑے علماء فضلا جمع تھے۔ لیکن اس بہادر سلطان کے مرتے ہی سلطنت غزنویہ کے جانشینوں پر پہلے تو سلطنت غوری کے ایک فرمانروا علاؤالدین حسن غوری نے حملہ کر کے شہر غزنی کا محاصرہ کر لیا۔ مگر برف باری کی وجہ سے قبضہ کئے بغیر اسے بے نیل و مرام واپس لوٹنا پڑا۔ دوسرے برس تاتاریوں نے حملہ کیا۔ شاہ غزنی مقابلہ کی تاب نہ لاکر غزنی سے بھاگ کر لاہور میں پناہ گزیں ہوا۔ اور تاتاری بلا مزاحمت غزنی پر قبضہ کر کے وہاں اپنا ایک نائب مقرر کر کے خود لوٹ آئے۔

وارث سلطنت شاہ غزنی نے (جو لاہور میں پناہ گزیں تھا) جب تاتاریوں کے لوٹ جانے کی خبر سُنی تو واپس آکر ان کے نائب کو تخت سے اُتار کر خود شہر پر قبضہ کر لیا۔

یہ سب واقعات غزنی کی سکونت کے زمانہ میں آپ کے سامنے رونما ہوئے۔ اور انہی شر انگیز حالات سے تنگ آکر آپ حضرت شیخ عبدالواحدؒ سے شرف ملاقات حاصل کر کے کفرستان ہند کے ظلمت کدہ کو نور اسلام سے منور کرنے کے لئے عازم ہند ہوئے۔

---

# بلادِ اسلامیہ سے کفرستان ہند میں

## ۵۶۱ھ

اس وقت پنجاب و ہندوستان کی سیاسی حالت یہ تھی۔ کہ پنجاب کے دارالخلافہ لاہور میں غزنی کا آخری بادشاہ خسرو ملک تخت نشین تھا۔ جسے شہاب الدین غوری شکست دے کر ہندو راجاؤں کو فتح کرنے کا ارادہ کر رہا تھا۔

دہلی میں تنوار خاندان کی قوم کا زور تھا۔ اجمیر میں چوہان، اور قنوج میں راٹھور۔ گجرات میں بگھیلہ قوم عروج پر تھی۔

دہلی کے راجہ نے اپنے نواسے پرتھی راج کو چونکہ اپنا منہ بیٹا بنا لیا تھا۔ اسلئے دہلی اور اجمیر کی ریاستیں بھی اگرچہ پرتھی راج کے ہی زیر اقتدار تھیں۔ لیکن ہندوؤں کا سیاسی نظام درہم برہم ہو چکا تھا۔ جیسے کہ مسٹر کے۔ ایم پانیکار اپنی تاریخ ہند قدیم میں اسوقت کے ہندو نظام حکومت کے متعلق لکھتے ہیں:۔

| چھٹی صدی ہجری اور گیارہویں صدی عیسوی کا ہندوستان |
| --- |

"مسلمانوں کی آمد سے پیشتر ہندوستان میں سیاسی نظام کی ترقی ناپید ہو چکی تھی۔" نیز آئینہ حقیقت نما میں مؤرخ اسلام مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی لکھتے ہیں:۔

لیکن ہند کی مذہبی، اخلاقی، تمدنی، معاشرتی حالت اس سے بھی پست تھی۔ بدھ مذہب کے زوال اور گپت خاندان کی تباہی کے بعد اگرچہ ۴۳۵ھ ہجری مطابق ۱۰۴۵ء عیسوی میں اگرچہ ہندو مذہب وشن پوران سے وابستہ ہوا۔ لیکن جب وشنومت کی ایجاد کا مقصد بھی پورا نہ ہوا۔ تو سو برس کے بعد ۱۱۵۰ء عیسوی مطابق ۵۴۵ھ کے اس زمانہ میں جبکہ حضرت خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ علیہ بلاد اسلامیہ کی سیاحت میں مصروف تھے۔ رامانج نامی نے دکن میں وشنومت کی تجدید و اصلاح کر کے اسکو جدید قالب میں ڈھالنا شروع کر دیا تھا۔ لیکن ساتھ ہی اسکے اس زمانہ میں شیومت بھی عروج پر تھا۔ کیونکہ چولا کیہ خاندان کا ایک راجہ شیومت کا سرپرست تھا۔ بلکہ اسی راجہ نے وشن مت کے پیروکار رامانج کو اپنی حکومت سے خارج کر دیا۔

شیومت کی اس گرم بازاری میں ہی دکن کے ایک پنڈت نے اسی شیومت مذہب کے اندر لنگ پوجا کو عبادت قرار دے کر ایک نیا فرقہ جاری کر دیا تھا۔ بلکہ اس مخرب الاخلاق بت پرستی کے ساتھ شیو کی بیوی کی شرمگاہ کی پرستش بھی ضروری قرار دی گئی تھی۔ چنانچہ پنجاب و دکن میں آج بھی لنگ اور بھگ کی پوجا کرنے والے ہندو بہ کثرت موجود ہیں۔ انہی شیوی فرقوں میں اگھوریوں کا بھی ایک فرقہ تھا جو انسان کی گوشت کو کھانا جائز سمجھتا اور ناقابل تصور افعال کا مرتکب ہوتا تھا۔

اسی مت کے مطابق مہادیو کے لنگ کی پوجا کرنے والوں کا معاصر ایک دوسرا گروہ اگم نامی پیدا ہوا۔ اس گروہ کے عقیدے میں ناقابل بیان بے حیائیاں موجب ثواب سمجھی جاتی تھیں اور ان بے حیائیوں کو اس فرقہ نے مستحسن قرار دیا تھا۔ اسی گروہ کے عقیدے میں پرش میدھ یعنی انسان کا قتل کرنا اور اسکے گوشت کو آگ میں بھون کر کھانا جائز تھا تاریخ مالوہ میں لکھا ہے۔ کہ ایک فرقہ ایسا بھی ہے جو دیپی کا پوجاری ہے۔ اور جب کوئی شخص ان میں مرتا ہے تو وہ مردے کو زمین میں دفن کر دیتے ہیں۔ جب اس کا گوشت پھول کر پھٹتا ہے۔ تو اس کا کھانا بڑا نیک کام سمجھا جاتا ہے۔ یہ فرقہ بھی متذکرۃ الصدر زمانہ کی پیداوار ہے۔

اسی زمانہ میں ایک فرقہ ہندوؤں میں پراک پنتھی پیدا ہوا۔ ان کے مذہب میں کوئی چیز حرام ہی نہیں ہے۔

ایک اور فرقہ پرم ہنس نامی پیدا ہوا۔ جنہوں نے داڑھی مونچھیں اور سر کو منڈانا۔ اور ننگے پھرنا اور عورتوں سے ...... پوجا کرانا حسن عمل قرار دیا۔ یہ فرقہ اب تک موجود ہے۔ جو ناگوں کے نام سے مشہور ہے یہ فرقہ ہردوار کے میلہ میں اب بھی دیکھا جاتا ہے۔

الغرض زمانہ مذکورہ میں ہندوستان کی تہذیب اسقدر پست اور ہندوؤں کے جذبات اسقدر ذلیل ہو چکے تھے جس کو لکھتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ اور یہ تمام فرقے اور پنتھ وغیرہ برہمن لوگ ہی ایجاد کرتے تھے۔ جس میں ہر قسم کی بے حیائیاں روا رکھی جاتیں۔ اور یہ پنتھ کسی نہ کسی راجہ کی سرپرستی حاصل کر کے رائج ہوتے تھے۔ مختصر یہ کہ چھٹی صدی ہجری اور گیارہویں صدی عیسوی میں ظلم و عصیاں، بے شرمی بے حیائی کا وہ عظیم الشان طوفان اٹھا ہوا تھا جو قوم لوط کی طرح ہندوؤں کی قوم کو صفحہ ہستی سے مٹا دیتا۔ یہ اہل ہند کی خوش نصیبی تھی۔ کہ آپ ایسے خدا پرست

بنگ اور دیگر پرستانِ الٰہی ہند غلامانِ رسالتمآب فخر کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے قدم مبارک اس سرزمین پر پہنچے جن کی برکت سے ہندو قوم نے از سرِ نو تہذیب و تمدن اور اپنا مذہب قائم کیا۔ بعض انصاف پرست ہندو و سکھ اصحاب اس بات کے مُقر ہیں کہ الدین الفطرت اسلام کے مذہب سیاست، تہذیب، تمدن کی تقلید سے ہی ہندو قوم متمدن اقوام کی صف میں شامل ہوئی ہے۔ اور اسی تعلیم اسلام سے متاثر ہو کر ہی دیانند مہاراج نے آریہ سماج کے نام سے ہندوؤں کی بدترین سماجی حالت کو بہتری سے اور گورونانک جی صاحب نے بت پرستی کو خدا پرستی سے تبدیل کیا۔ الغرض اسوقت ہندوستان ہی وہ ظلمت کدہ تھا جس کو نورِ صداقت سے منور کرنے کا مصمم ارادہ کر کے آپ پہلے لاہور میں تشریف لائے۔

**درگاہ شیخ مخدوم علی ہجویری عرف داتا گنج بخش لاہور میں**

اور سید المجاہدین فخر الکاملین حضرت شیخ مخدوم علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پُر انوار پر قیام فرما کر ایک حجرہ[1] میں معتکف ہوئے۔

بعد اعتکاف وہاں سے فیضِ روحانی حاصل کر کے رخصت ہوتے وقت درگاہ اقدس کی محراب پر اپنے دست مبارک سے یہ شعر رقم فرمایا؂

گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا — ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

آپ کا یہ شعر اب تک ہر صاحبِ ارادت کے دل میں نقش کالحجر ہے۔ اور تا قیامت رہے گا۔

**دہلی میں**

لاہور سے منزل بہ منزل سفر کرتے ہوئے آپ دہلی میں تشریف لائے۔ دہلی کے ہندو شہاب الدین اور پرتھی راج کی پہلی جنگ تراوڑی ۵۸۷ھ کے باعث مسلمانوں کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے۔ لیکن آپ کی روحانی کشش کے باعث بجائے کسی قسم کا تعرض کرنے کے جوق در جوق حاضر خدمت ہونے لگے۔ آپ نے ہزارہا مشرکین کو مسلمان کیا اور دہلی چھوڑنے سے قبل اپنے مرید کامل خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کو اپنا خلیفہ مقرر فرما کر تاکید فرمائی کہ تبلیغ اسلام

---

[1] یہ حجرہ اعتکاف درگاہ داتا گنج بخشؒ لاہور میں اب تک زیارت گاہ عام و خاص ہے۔ جو کہ درگاہ اقدس مذکور کے احاطہ کے اندر جاتے ہی مسجد کے دوسرے دروازے کے بالکل مقابل ہے۔ آج سے چند برس کھلا ہوا تھا۔ لیکن اب دروازہ لگا کر مقفل کر دیا گیا ہے۔ دروازہ کے اوپر کی دیوار میں مرمریں کتبہ "حجرہ اعتکاف خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ" کندہ ہے۔

میں ہمہ تن مصروف رہیں۔ اللہ غیر مسلموں کے سینوں سے کفر و شرک کی تاریکی دُور کر کے ان کو نورِ اسلام سے منور کریں۔

**درگاہ سیدنا امام ناصر الدین رح پر سونی پت میں**

دہلی سے رخصت ہو کر آپ قصبہ سونی پت (ضلع کرنال) میں تشریف لائے۔ یہاں درگاہ سیدنا امام ناصر الدین[1] علیہ الرحمتہ کے مزار پُر انوار کے جس گوشہ میں معتکف ہوئے۔ وہ جگہ چلّہ مبارک حضرت خواجہ غریب نواز کے نام سے اب تک منسوب اور محفوظ ہے۔ سونی پت سے رُخصت ہو کر آپ نارنول (ریاست پٹیالہ) میں پہنچے۔ یہاں چند یوم تک اسلئے قیام پذیر ہوئے کہ یہاں آپ کے دو شیخ برادر تھے ان سے ملاقات کرنے کے بعد سمانہ میں تشریف لائے۔

**نارنول و سمانہ میں**

سمانہ میں خلاف توقع راجہ کے ملازموں نے آپ کی عزت و توقیر کرتے ہوئے خاص الخاص جگہ ٹھہرانے کا انتظام کیا۔ تو آپ کے دل میں شبہ ہوا۔ بات کچھ ایسی ہی تھی۔ کیونکہ اسوقت راجپوتانہ کا ملک سحر الہنود کا منبع تھا۔ یہاں بڑے بڑے جوگیوں اور ساحروں کے علاوہ عورتیں بھی جادو گر تھیں۔ چنانچہ بعض مؤرخوں نے لکھا ہے۔

"راجا اجمیر کی والدہ کو جادو کے ذریعے معلوم ہو چکا تھا۔ کہ ملک عرب سے ایک مسلمان بزرگ اس ملک میں وارد ہو کر یہاں کا راج مٹا کر اپنا راج قایم کرے گا۔ اس بات کی اطلاع اُسنے اپنے بیٹے کو بھی دے دی تھی۔ اور راجہ نے اپنی ماں کی اس پیشین گوئی کے مطابق اپنی حدود سلطنت کے محافظین کو تاکیدی حکم دیدیا تھا۔ کہ کوئی مسلمان درویش اس ملک میں داخل نہ ہو سکے۔" (واللہ اعلم)

بہت ممکن ہے۔ کہ راجہ کے اسی حکم کے مطابق سمانہ میں راجہ کے ملازمین نے آپ کو نقصان پہنچانے کی نیت سے کسی خاص جگہ ٹھہرانا چاہا ہو۔ لیکن تائید ایزدی آپ کے شامل حال تھی۔ اس لئے دل میں شبہ ہوتے ہی آپ نے مراقبہ کیا تو معلوم ہوا۔ کہ یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں۔ لہٰذا اسیوقت آپ نے سمانہ سے رخصت ہو کر اجمیر کی راہ لی۔

---

[1] سیدنا امام ناصر الدین علیہ الرحمتہ سیدنا امام باقر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔ بعض تواریخ میں اُن کا سونی پت میں رونق افروز ہونا ۳۰۱ھ میں ثابت ہے۔ (واللہ اعلم)

# اجمیر میں

## بتاریخ ۱۰ محرم سنہ ۵۶۱[۱] ہجری المقدس

ازفیض او بجائے صلیب و کلیسا　　در دار کفر مسجد و محراب ممبر است

آنجا کہ بود نعرہ فریاد مشرکاں　　اکنوں خروش نعرۂ اللہ اکبر است

آپ اجمیر شریف میں تشریف آور ہوئے۔ اسوقت کا شہر اجمیر (اجا نامی راجہ کا بسایا ہوا) تاراگڈھ کے نیچے تھا۔ اس پرانے شہر کے آثار موجودہ تاراگڈھ کے قریب بعض مقامات پر اب بھی پائے جاتے ہیں۔

پہلی نشست | آپکے ہمراہ عقیدت مند مریدوں اور خادموں کی ایک جماعت بھی تھی۔ ان کے ساتھ آپ کھلے میدان میں ایک درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے۔ کہ اس وقت احاطہ درگاہ شریف میں جو چھوٹا سا چبوترہ اولیا مسجد کے نام سے مشہور ہے۔ اسی جگہ کو ہی سب سے پہلے آپ نے اپنی پہلی نشست سے عزت بخشی۔

لیکن اس وقت اس جگہ راجہ اجمیر (پرتھی راج عرف رائے پتھورا) کے اونٹ چرنے کے بعد بیٹھا کرتے تھے۔

اسلئے اسجگہ پر آپ اور آپ کے تمام عقیدتمندوں کے بیٹھتے ہی شتربانوں نے کہا کہ

"یہاں نہ بیٹھو۔ یہ جگہ راجہ کے اونٹوں کے بیٹھنے کی ہے"

اس پر آپ نے ان سے فرمایا۔ میدان کافی پڑا ہے۔ اونٹ بھی بیٹھ جائیں گے۔ ہم انسان ہیں۔ اگر ہمیں بھی

---

[۱] اگرچہ تمام مؤرخین نے سنہ ۵۶۱ہجری میں آپ کا اجمیر شریف میں تشریف آور ہونا لکھا ہے۔ لیکن میرے خیال میں یہ صحیح نہیں۔ وہ اسلئے کہ اجمیر میں آپکی تشریف آوری کے دو تین برس کے بعد ہی شہاب الدین نے پہلی ہزیمت ۵۸۷ھ کے بعد دوسرے حملہ ۵۸۸ھ میں اجمیر فتح کیا تھا نہ کہ سنہ ۵۶۱ھ و ۵۶۲ھ میں۔

یہاں آرام کر لینے دو گے تو تمہارا کیا ہرج ہو گا۔"

مشرک راجہ کے ملازموں کو بھلا مسلمان فقیر کی بات سننے کی تاب کہاں ہوتی۔ انہوں نے جب سختی کی آپ اپنی منکسر المزاجی و رحمدلی سے وہاں سے قریب ہی اناساگر (تالاب) کے کنارے اٹھ آئے۔ لیکن اُٹھتے وقت آپکی زبان مبارک سے یہ جملہ نکل ہی گیا۔

**آپ کی پہلی کرامت** "لو ہم تو یہاں نہیں بیٹھتے راجہ کے اونٹ ہی اسجگہ بیٹھے رہیں۔"

چنانچہ شام کے قریب راجہ کے اونٹ چرتے چراتے حسب معمول اس جگہ آن کر جو بیٹھے تو بیٹھے ہی رہے۔ ہر چند ساربانوں نے اٹھایا۔ اور کئی جتن کرنے پر بھی جب اونٹ وہاں سے نہ اُٹھ سکے تو آخر سمجھ گئے۔ کہ یہ اسی فقیر کی بد دعا کا نتیجہ ہے۔

لہذا سب شتربان اپنی غلطی سے مطلع ہو کر آپ کی خدمت میں عذر خواہ اور بہ منت معافی کے طالب ہوئے۔ تو رحم پرور طبیعت میں رحم آتے ہی فرمایا۔

"جاؤ جس کے حکم سے بیٹھے ہیں۔ اُسی خدائے واحد کے حکم سے اُٹھ کھڑے ہوں گے۔"

ابھی یہ جملہ آپ کی زبان فیض ترجمان سے پورا نہ ہوا تھا۔ کہ سب اونٹ اٹھ کر بیٹھ گئے۔

**دوسری نشست** اناساگر کے کنارے جس جگہ آپ تشریف آور ہوئے تھے۔ یہ جگہ اگرچہ آپ کو نہایت پسند تھی لیکن اس کے چاروں طرف بڑے بڑے مندر تھے۔ ان مندروں میں ایک بہت بڑا اور خوبصورت مندر راجہ اجمیر اور اُسکے امراء و وزراء کی بت پرستی کے لئے مخصوص تھا۔ جس کے مصارف کے لئے دربار اجمیر کی طرف سے کئی گاؤں وقف تھے۔ بعض مؤرخوں نے لکھا ہے کہ:۔

"اس مندر میں ہر شب کو ساڑھے تین سو من تیل جلا کرتا تھا۔ سینکڑوں پجاری اس مندر کی پوجا کرنے اور کرانے کے لئے مقرر تھے۔"

اس مندر کے باعث ہی یہ تالاب اناساگر بھی راجہ پرجا کے اعتقاد میں پاکیزہ تھا۔ مشرکین نے اپنے اس مقدس تالاب اناساگر کے کنارے جو مسلمانوں کو بیٹھا دیکھا۔ تو بہت برافروختہ ہوئے۔ چونکہ راجہ کے شتربان آپ کی پہلی کرامت سے ہی خائف ہو گئے تھے۔ اسلئے بظاہر تو کسی کو آپ کو وہاں سے اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی

لیکن تالاب کے پجاریوں نے دربار میں آکر فریاد کی کہ

"پردیسی مسلمان بھکشوں کا ڈیرہ ہمارے مقدس مندر اور پوتر تالاب اناساگر کے کنارے آبیٹھا ہے۔ اور وہاں نکاسے کے ماس کھا کھا کر اپنی نمازوں اور اذانوں سے ہمارے پوتر استھان کو بھرشٹ کر رہے ہیں"

یہ فریاد سنتے ہی راجہ نے حکم دیا۔ کہ ان کو وہاں سے اُٹھا دیا جائے۔

**دوسری کرامت** راجہ کا یہ حکم سنتے ہی تمام شہر میں آپ کے خلاف طوفان سا برپا ہو گیا۔ شہر کے سب سے بڑے مہنت رام دیو کو بھی اس بات کی خبر ہوئی۔ تو وہ بھی اپنی مہا نمائی کے زعم میں اناساگر استھان کو بھرشٹ ہوتا دیکھ کر غصہ سے دانت پیستے شہر سے نکلا۔ ساتھ ہی اسکے سینکڑوں معتقدین غصہ میں بھرے ہوئے جو جو اوزار جس کے ہاتھ میں آیا لے کر روانہ ہوئے۔ جس وقت مشرکین دشمنوں کا غضبناک گروہ آپ کے قریب پہنچا۔ آپ نماز میں مصروف تھے۔ آپنے دشمن کے اس انبوہ کثیر سے بے خوف ہو کر نہایت اطمینان سے نماز ادا کی اسکے بعد زمین سے خاک کی ایک مٹھی اُٹھا کر اسپر آیۃ الکرسی دم کر کے دشمنوں پر پھینک دی۔ وہ خاک جس جس پر پڑی اُس اُس کا جسم خشک ہو گیا۔ یہ حالت دیکھ کر کچھ لوگ اُلٹے پاؤں جو بھاگے تو شہر میں آکر دم لیا۔ لیکن رام دیو مہنت خوا جی کڑا کر کے آگے بڑھا تو اُس کے پاؤں شل ہو گئے۔ یہ حالت دیکھ کر اُسنے بہ التجائے رحم و کرم جیسے ہی آپ کے چہرہ مبارک پر نظر ڈالی۔ آپکا جمال پُر انوار دیکھ کر بصدق دل سر تسلیم خم کر کے مسلمان ہو گیا۔ آپ نے اُسے کلمہ طیبّب پڑھا کر اسلام کی تلقین کی۔ اور بجائے رام دیو کے اس کا نام شادی دیو[۱] رکھا۔

**تیسری کرامت** رام دیو کے مسلمان ہوتے ہی اسکے ہمراہی کچھ تو خود تیتر بتر ہو گئے۔ اور کچھ اُسنے خود مار کر بھگا دیئے۔ رام دیو ایسے دشمن اسلام کا آپکے حلقہ ارادت میں شامل ہونا اہل اجمیر کے لئے عموماً اور اناساگر کے پجاریوں کے لئے خصوصاً کوئی معمولی واقعہ نہ تھا۔ اس واقعہ نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ اناساگر کے پجاری اور مشرکین شہر پہلے تو صرف آپ کو یہاں سے نکالنے

---

[۱] بعض مؤرخین سلف نے اس دیو کے خطاب کو جن سے تعبیر کیا ہے۔ لیکن شاستری زبان میں دیو دیوتا کا مخفف ہے۔ جو ملحاظ بزرگانہ عقیدت مرد اور عورت کیلئے مستعمل ہوتا ہے۔ جیسے مہادیو، مہادیوی وغیرہ۔ لہٰذا اسی مناسب اور بزرگانہ عقیدت کے لحاظ سے اس مہنت کا نام رام دیو تھا۔ دوسرے معنوں میں رام دیوتا۔ نہ کہ جن۔

کی فکر میں تھے۔ اس واقعہ کے بعد مشرکین اجمیر کا بچہ بچہ آپ کی مقدس حیات کا خاتمہ کرنے پر تل گیا۔ چنانچہ ادھر تو اناساگر کے پجاریوں نے تالاب پر پہرہ بٹھا کر آپ کے لئے پانی بند کر دیا۔ اور ادھر اہالیان اجمیر نے آپکے خلاف شہر بھر میں کہرام مچادیا۔

راجہ اجمیر بھی اس شورش سے سخت متفکر ہوا۔ تو ارکین سلطنت نے کہا۔

"مہاراج یہ مسلمان فقیر کوئی ادھیکاری منتر دھاری معلوم ہوتا ہے۔ اس کا مقابلہ جادو منتر سے ہی ہو سکتا ہے۔"

یہ سُنکر راجہ نے ہندوستان کے سب سے بڑے جادوگر اجے پال کو بلایا۔ راجہ کا حکم سنتے ہی اجے پال جادوگر اپنے چیلے چانٹوں کے ہمراہ دربار اجمیر میں حاضر ہوا۔

راجہ نے بلحاظ عقیدت نہایت عزت وتکریم کرنے کے بعد اس سے کہا۔

"ایک مسلمان ملچھ فقیر سے راج کی تمام پرجا پریشان ہو رہی ہے۔ بلکہ اُس نے اپنے منتروں کے زور سے راج پنڈت رام دیو کو بھی بھرشٹ کر لیا ہے۔ اس لئے آپ کو تکلیف دی گئی ہے۔ کہ آپ کرپا کر کے ان ملچھوں کو ملیا میٹ کر کے اناساگر استھان کو پوتر کر دیں۔"

**چوتھی کرامت** اجے پال جادوگر راجہ کو اطمینان دلا کر دربار سے نکلا۔ ادھر آپ کو اس مشرک جادوگر کے آنے کی خبر ہوئی۔ تو اٹھ کر وضو کرنا چاہا۔ تالاب پر دشمنوں کا قبضہ تھا۔ پانی کہاں سے آتا۔ آخر شادی نومسلم سابق رام دیو کو حکم دیا۔ کہ کسی طرح تم پانی کا ایک مشکیزہ (چھاگل) تالاب سے بھر لاؤ۔ شادی اسی وقت تعمیل ارشاد کرنے تالاب پر پہنچا اور محافظوں سے لڑ بھڑ کر کسی نہ کسی طرح ایک مشکیزہ پانی کا اس نے بھر ہی لیا۔ لیکن مشکیزہ کا بھرنا تھا۔ کہ تالاب کا سارا پانی خشک ہو گیا۔ یہ حالت دیکھ کر تمام پجاریوں کے ہوش گم ہو گئے۔ آپ نے وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کی۔ اور اپنے تمام معتقدین کو ایک جگہ جمع کر کے ان کے گرد خطِ حصار کھینچ کر فرمایا۔ اب انشاء اللہ دشمن کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

ادھر اجے پال جادوگر بڑی شان وشوکت سے روانہ ہوا۔ ارد گرد چیلے، پیچھے اہالیان شہر کا ہجوم جوشِ عقیدت میں سرشار یہ گروہ اناساگر کے قریب پہنچا ہی تھا۔ کہ پجاریوں نے تالاب خشک ہونیکی دہائی مچادی۔

اجے پال جادو کے زعم میں غصہ سے بیتاب ہو کر آپ کی طرف بڑھا۔ لیکن حصار کے اندر نہ آسکا آخر مجبور ومعذور ہو کر اُسے حصار کے باہر ہی کھڑے ہو کر التجا کرنی پڑی۔ اور اُس نے کہا۔

"فقیر کو بندگانِ خدا پر رحم کرنا چاہیئے۔ نہ کہ ایسا ظلم کہ پانی نہ ملنے سے سب بچے بوڑھے پیاسے مر رہے ہیں۔"

یہ التجا سنتے ہی اگرچہ پہلے دشمن ہی کے پانی بند کر دینے پر آپ کو مجبوراً دشمنوں کا پانی بند کرنا پڑا تھا۔ ورنہ آپ سا رحم دل کون تھا۔ چنانچہ آپ نے اسی وقت شادی کو حکم دیا۔ کہ مشکیزہ میں جس قدر پانی ہے وہ سب تالاب میں واپس ڈال آؤ۔

آپ کے اس ارشاد کی تعمیل ہوتے ہی تالاب پانی سے بھر گیا۔ لیکن اجے پال جادوگر نے آپ کے اس رحم وکرم پر ممنون ہونے کی بجائے اپنے جادو کے اثر سے پہاڑوں سے ہزارہا زہریلے سانپ پیدا کر دیئے۔ جو پھنکاریں مارتے رینگتے آپ کی طرف بڑھنے لگے۔ لیکن جو سانپ خطِ حصار تک آتا۔ وہ وہیں پر ڈھیر ہو جاتا۔

آخر جب کسی ایک سانپ کو حصار کے اندر جانے کی جرأت نہ ہوسکی۔ تو اجے پال نے حیران ہو کر اپنا دوسرا زبردست عمل جیسے ہی کیا۔ آسمان پر سے اسقدر آگ برسی جس سے ارد گرد کے تمام سرسبز درخت بلکہ پہاڑ کے پتھر تک جل کر خاک کا ڈھیر ہو گئے۔ لیکن آپ کے حصار کے اندر آگ کی ایک چنگاری تک نہ جا سکی۔

اجے پال نے اپنے ان مہیب و مہلک عملیات کو جب آپ کے سامنے بے اثر اور بے نتیجہ دیکھا۔ تو خائف ہو کر اپنی روحانیت کا کرشمہ دکھانے اور آپ کو مرعوب کرنے کے لئے وہ اپنی مرگ چھالا، یعنی ہرن کی کھال پر معلق ہوا میں اڑنے لگا۔

آپ نے اسکا یہ شعبدہ دیکھ کر۔ اپنی چوبی کھڑاؤں پر نظر ڈالی۔ جو نظرِ پُر اثر پڑتے ہی ہوا میں ہوا ہو گئیں۔ اور تھوڑی دیر میں اجے پال کے سر کو کوٹتی ہوئی نیچے زمین پر لے آئیں۔

اجے پال کے دل پر اپنی اس خفت اور آپ کی اس روحانی طاقت کا اسقدر اثر پڑا۔ کہ زمین پر پہنچتے ہی اپنا سر آپ کے قدموں میں ڈال کر اپنی سابقہ خطاؤں کی جرأت کا اقرار ندامت کرتے ہوئے نظرِ عنائیت کا خواستگار ہوا۔ آپ نے اسکے سر پر دستِ شفقت پھیرا۔ جس کے اثر سے دماغ کی تمام رعونت اسلام کی محبت سے مبدل ہو

گئی۔ بصدق دل اسلام قبول کیا۔ اور آپ نے اسکا نام عبداللہ رکھا۔

شہر کے شاہی مہنت رام دیو اور ہندوستان کے سب سے بڑے جادوگر اجے پال کے اسلام قبول کرتے ہی راجہ اجمیر نے بھی آپ کو فقیر کامل خیال فرما کر آپ سے کسی قسم کا تعرض کرنا اپنی تباہی کے مرادف سمجھا۔ اور سب مشرکین اجمیر بھی مارے ندامت کے خاموش ہو گئے۔

چند روز بعد عبداللہ اور شادی کے اصرار کرنے پر آپ نے یہاں سے اٹھ کر اس جگہ جو شادی کی اپنی ملکیت تھی۔ یعنی جس جگہ موجودہ درگاہ کا وسیع احاطہ ہے (یہاں اس وقت آپکا باورچی خانہ اور بھنڈار خانہ[1] تھا) اپنے معتقدین اور مریدین اور دیگر نومسلموں کے ہمراہ مستقل قیام فرمایا۔ اور چند ہی روز میں ہزارہا مخلوق آپ کی حقیقت پرستی کی قائل ہو کر مسلمان ہوئی۔

آپ نے تبلیغ اسلام کا فرض انجام دیتے ہوئے راجہ اجمیر یعنے پرتھی راج کو بھی اسلام کی دعوت دی تھی لیکن اس نے سخت کلامی اور درشت مزاجی کی۔ آپ کو راجہ کی اس درشتی پر سخت ملال ہوا۔ تو عالم جوش میں فرمایا۔

"وہ بدبخت خدائے واحد پر ایمان نہیں لاتا۔ تو بادشاہ اسلام کے ہاتھوں گرفتار ہو کر فی النار ہوگا۔"

بعض مؤرخین نے لکھا ہے۔ کہ راج محل کے خاص نوکروں میں سے ایک شخص مرید ہونے کے لئے آیا۔ چونکہ اس پر آپ کو اسکی بدنیتی اور اسکی دل کی سیہ بختی کا شبہ تھا۔ اسلئے آپ نے اُسے اپنے حلقہ ارادت میں داخل کرنے سے انکار کر دیا۔

اس نے جب راجہ سے اس بات کی شکایت کی۔ تو راجہ نے اپنے ایک چوبدار کو آپ کی خدمت میں روانہ فرما کر اس کا سبب پوچھا۔ کہ آپ نے فلاں شخص کو اپنا مرید کیوں نہ کیا؟ اس پر آپ نے فرمایا۔ وہ شخص بدنیت اور بدکار ہے

---

[1] ایک بزرگ نے بچشم دیدہ واقعہ لکھا ہے۔ کہ اس بھنڈارہ کے تمام اخراجات آپ اپنے پاس سے ادا کرتے کسی سے کچھ طلب نہ کرتے۔ کسی وقت بھنڈارہ میں کوئی خرچ کم ہو جاتا۔ تو بھنڈاری کے عرض کرنے پر جس قدر وہ طلب کرتا اپنے مصلے کے نیچے سے نکال کر عطا فرما دیتے۔

دل سے بُت پرستی کا خواہاں اور بظاہر اسلام کا دھوکا دینے آیا تھا۔ جو روزِ ازل سے ہی جس کے مقدر میں بے ایمان ہونا لکھدیا گیا ہو اُسے ہم تلقین اسلام سے با ایمان کیسے بنا سکتے ہیں۔ راجہ کو آپ کے اس جواب پر بہت غصہ آیا اور کہا۔ یہ فقیر بھی وہاں بیٹھے بیٹھے پرلوک کی باتیں بتاتا ہے۔ اس سے کہہ دینا۔ کہ خود ہی ہمارے شہر سے چلا جائے

راجہ کی یہ بات آپ کے گوش گزار ہوئی تو تبسم کر کے فرمایا۔ راجہ سے کہہ دینا۔ کہ یہ فقیر تو اجمیر سے نکلنے سے رہا۔ البتہ تمہیں خود بے یار و مددگار یہاں سے نکلنا پڑے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

# پرتھی راج اور شہاب الدین غوری کا معرکہ کارزار

پرتھی راج نے شہاب الدین کے ہاتھوں پہنے کئے کی جو سزا پائی۔ اور بعض ہندو متعصب مؤرخین نے اس واقعہ پر جے چند کی بیٹی سنجوگتا کے افسانہ میں جے چند کو پرتھی راج کا دشمن ظاہر کر کے پرتھی راج کی شکست پر جو من گھڑت تاویلیں کی ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان واقعات کو مخدوم و مکرم مؤرخ اسلام اکبر شاہ خان صاحب نجیب آبادی کی تصنیف آئینہ حقیقت نما کے اقتباس سے یہاں پیش کر دیا جائے۔

لیکن اس اقتباس سے محترم قارئین عارف کی تاریخی معلومات میں صحیح اضافہ کرنا مقصود ہے۔ عارف کی صلح کل پالیسی کے مطابق اپنی ہمسایہ ہندو قوم کا دل دکھانا ہرگز مقصود نہیں ہے۔

چنانچہ میرے مخدوم و محترم اکبر شاہ خان صاحب نجیب آبادی اپنی تصنیف آئینہ حقیقت نما جلد اوّل صفحہ ۲۳۰ میں لکھتے ہیں۔۔

> "ہمارے زمانہ کے بعض ہندو اور یورپی مؤرخین نے پرتھی راج اور جے چند کے متعلق بعض ایسی باتیں لکھی ہیں جس کا اس زمانے کے قریب العہد مؤرخین نے کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ ہندوؤں کی نسبت ہر شخص جانتا ہے۔ کہ انہوں نے اپنے بزرگوں کے صحیح حالات کبھی نہیں لکھے۔ ہمیشہ فرضی کہانیوں اور جھوٹے افسانوں ہی سے دل بہلاتے رہے۔ تاریخ کی طرف سے اس بے اتفاقی کا افسوس جسقدر خود ہندوؤں کو ہوتا ہوگا۔ اس سے بڑھ کر ان لوگوں کو ہے۔ جو قدیم ہندو راجاؤں اور ہندو راہبروں کے حالات معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ اور کہیں بھی حسب ضرورت ساماں نہیں پاتے۔ ہندو اتہاس کی کتابوں میں اگر کسی شخص کی عمر چودہ لاکھ سال بتائی جائے

یاکسی مرد کو کسی چشمہ کی آب و ہوا یا جادو کی تاثیر سے عورت بنا کر اسکے پیٹ سے بہت سے بچے جنوا کر پھر اسکو مرد بنا دیا جائے۔ یا کسی شخص کے جسم میں کثیر التعداد عورت کی شرمگاہیں پیدا کر دی جائیں۔ یا کسی کی ہتھیلی پہ سینکڑوں میل کا مکعب پہاڑ رکھ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا دیا جائے۔ یا کسی ایک شخص کے دو پاؤں پر ایسا جسم بنایا جائے۔ جس میں بیس ہاتھ اور دس گیارہ سر ہوں تو ہم کو نہ کوئی تعجب ہونا چاہیئے نہ شکایت کرنا چاہیئے۔ مگر تعجب اس بات پر ہے۔ کہ ٹاڈ صاحب، ہنٹر صاحب، ینتھبرج صاحب، الفنسٹن صاحب وغیرہ ولایتی مؤرخ اگر کہیں ان دور از عقل ہندو اتہاس کی کتابوں اور عقل سوز فرضی کہانیوں کو پالیتے ہیں تو اس بات کی کوشش کرنے لگتے ہیں کہ ان ناقابل قبول باتوں کو وحی و الہام سمجھ کر ان پر ایمان لے آئیں۔ اور کسی قسم کے شک و شبہ اور خدشہ کو پاس نہ پھٹکنے دیں۔ اسی قسم کی باتوں میں سے ایک جے چند کی بیٹی کا سوئمبر اجلبر شوہر پسندی اور پرتھی راج کا اس تقریب کے موقع پر اسکو زبردستی قنوج کے محل شاہی سے اٹھا لانا ہے۔ اسی طرح شہاب الدین غوری کا ایک دو مرتبہ نہیں سات مرتبہ پرتھی راج کے ہاتھ میں گرفتار ہونا ہے۔ اسی قسم کی بیہودہ اور دور از حقیقت باتوں کو درست اور صحیح یقین کر لینے کے لئے ہم کو پرتھی راج کے کسی بھاٹ کی بنائی ہوئی نظم کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ اعلیٰ طبقہ کے ہندو مصنفین کی تاریخی تصانیف ہی کون سی قابل اعتماد اور لائق قبول ہیں کہ ایک بھاٹ کے کبت پر ایمان لانے کی فرمائش کی جاتی ہے۔ پرتھی راج جے چند کی بیٹی سنجوگتا کو زبردستی قنوج سے اٹھا لایا۔ اور اسے اپنی بیوی بنا لیا۔ لیکن ہندوؤں اور چوہان راجپوتوں میں تو خالہ زاد بھائی کی بیٹی یعنے بھتیجی کو بیوی بنانا سخت معیوب سمجھا جاتا ہے۔ چہ جائیکہ اس زبردستی اور دھینگا مشتی کی بد اخلاقی کا ارتکاب کیا جائے۔ اور اسکو مستحسن سمجھا جائے۔ ہاں اگر سندھ کے راجہ داہر کا طرز عمل ملحوظ رکھا جائے۔ تو پرتھی راج پر بھی کوئی الزام عائد نہیں ہوتا۔ لیکن ہم تو اپنے اعتراض کا جواب موجودہ زمانہ کے ہندوؤں سے لینا چاہتے ہیں زمانہ حال کے چالاک اور ہوشیار ہندوؤں نے ایک یہ ڈھکوسلا بھی تراش لیا ہے۔ کہ جے چند نے سلطان شہاب الدین غوری کو پرتھی راج پر دوبارہ حملہ کرنے کی ترغیب دی تھی۔ اور اس نے سلطان کو دوبارہ بلا کر اور خود پرتھی راج کی اعانت سے محترز رہ کر پرتھی راج کو ہلاک کرا دیا۔ لیکن وہ یہ ثابت نہیں کر سکتے۔ کہ پہلی لڑائی میں جو ۱۱۹۱ء میں مقام تلاوڑی ہوئی۔ جے چند پرتھی راج کے ساتھ تھا۔ اسوقت تک سنجوگتا کا سوئمبر نہیں ہوا تھا۔ اور جے چند

و پرتھی راج کے درمیان نااتفاقی و عداوت کا پیدا ہونا ترائن کی پہلی لڑائی کے بعد بتایا جاتا۔ اور اس کو دوسری لڑائی میں پرتھی راج کے مغلوب ہونے کی وجہ قرار دیا جاتا ہے۔ بابو جگلال سہائے اپنی تاریخ وقائع راجپوتانہ میں لکھتے ہیں کہ پرتھی راج کو گرفتار کرکے سلطان شہاب الدین غوری اپنے ہمراہ غزنی لے گیا تھا۔ وہاں ایک روز موقع پاکر پرتھی راج نے شہاب الدین کو قتل کر دیا۔ یہی مؤرخ ایک دوسری جگہ لکھتا ہے کہ شمس الدین التمش سلطان شہاب الدین غوری سے پہلے فرمانروا رہ چکا تھا۔ مگر قدیم زمانے کے مسلمان مؤرخوں میں سے کسی نے بھی پرتھی راج اور جے چند کے متعلق ان مذکورہ بالا باتوں کا ذکر نہیں کیا۔ پھر لطف یہ کہ سنہ ۵۸۷ھ کی لڑائی کے بعد سنہ ۵۸۸ھ دوسری لڑائی سے پہلے جن واقعات کا ظہور پذیر ہونا ہندو مؤرخ بیان کرتے ہیں۔ ان کا درست ہونا کسی طرح فرض بھی نہیں کیا جاسکتا۔ مثلاً بیان کیا جاتا ہے۔ کہ شہاب الدین غوری کے شکست پانے کے بعد جے چند نے اپنی بیٹی کی مجلس شوہر پسندی منعقد کی اور پرتھی راج کو دربانی کی خدمت پر طلب کیا۔ پرتھی راج نے اس مجلس میں شریک ہونے سے انکار کیا تو جے چند نے پرتھی راج کی شکل کا ایک سونے کا بت بنواکر دربان کی جگہ نصب کر دیا۔ قنوج سے اجمیر دعوت نامہ بھیجے۔ وہاں سے انکاری جواب آئے۔ پھر سونے کا بت بنوانے میں یقیناً ہفتے نہیں، کئی مہینے صرف ہوئے ہوں گے۔ پھر پرتھی راج کو اپنی مورت کے دربان کی جگہ نصب ہونے کا حال معلوم ہوا۔ اور وہ اپنی اس بے عزتی کو برداشت نہ کرسکا۔ اور عین وقت پر قنوج پہنچ گیا۔ بھری مجلس کے سامنے سنجوگتا کو جبکہ وہ اس سونے کی مورت کے گلے میں ہار ڈال رہی تھی، اٹھا کر چل دیا۔ جے چند نے تعاقب بھی کیا، لڑائی بھی ہوئی۔ مگر پرتھی راج سنجوگتا کو دہلی لے آیا۔ اور اسکو اپنی بیوی بنا لیا۔ حالانکہ اسکو بجائے دہلی کے اجمیر لے جانا چاہئے تھا۔ تاہم ان ہنگاموں اور سنجوگتا سے شادی کرنے اکسی دوسری مہم کی طرف متوجہ ہونے میں بھی کافی زمانہ صرف ہوا ہوگا۔ سنجوگتا سے شادی کرنے کے بعد پرتھی راج نے بندیل کھنڈ کے راجہ پر چڑھائی کی اور تمام بندیل کھنڈ کا علاقہ فتح کر لیا۔ تعجب ہے کہ قنوج کا ملک چھوڑ کر بندیل کھنڈ کیسے فتح ہوگیا۔ اور جے چند جو بندیل کھنڈ کا زیادہ حقدار تھا خاموش رہا۔ یہ کام بھی مہینوں اور برسوں کا تھا۔ اسکے بعد دہلی یا اجمیر میں آکر اور اپنے رشتہ داروں کو میرٹھ، علی گڈھ وغیرہ کے مضافات میں نامزد کرکے اس علاقہ کا بندوبست کیا۔ اس کے بعد ملک مالوہ پر چڑھائی کی۔ مالوہ میں کئی راجاؤں سے معرکہ آرائیاں ہوئیں۔ اسمیں بھی بُلا لحاظ

صرف ہوا اسکے بعد پرتھی راج اور جے چند کے درمیان بعض خیرخواہوں نے صلح کی تحریک کی۔ آخر دونوں میں صلح ہوگئی۔ اس صلح کی تحریک اور صلح ہونے میں بھی کچھ نہ کچھ وقت ضرور صرف ہوا ہوگا۔ صلح کے بعد پرتھی راج تو جے چند کی طرف سے بالکل صاف تھا۔ لیکن جے چند نے کود باطنی اور دغابازی کی راہ سے ... سلطان شہاب الدین سے خفیہ خط و کتابت شروع کی اور اسکو ترغیب دی کہ پرتھی راج پر چڑھائی کرے۔ جس کا یہ نتیجہ نکلا۔ کہ ۵۸۸ھ میں سلطان شہاب الدین فوج لے کر پرتھی راج پر چڑھ آیا۔ اور پرتھی راج کا کام تمام ہوا۔"

ان تمام مذکورہ باتوں پر غور کرو اور سوچو کہ یہ سب کچھ ۵۸۷ھ اور ۵۸۸ھ کی لڑائیوں کے درمیان ہوا۔ ان دونوں لڑائیوں میں صرف پندرہ یا سولہ مہینے کا فاصلہ ہے۔ اس قلیل مدت میں مذکورہ بالا سلسلہ واقعات کو انسانی عقل کسی طرح باور نہیں کر سکتی۔ ساتھ ہی اسکے جب اسطرف توجہ کی جاتی ہے کہ پرتھی راج کو تیرہ مہینے تک قلعہ سرہند کے محاصرہ میں مصروف رہنا پڑا تھا۔ تو سرے سے اس سلسلہ واقعات کا سرا ایک سرا غائب ہو جاتا ہے۔

مندرجہ بالا اقتباس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ پرتھی راج اور سنجوگتا کی کہانی جے چند کی دشمنی مالوہ کی فتوحات وغیرہ۔ محض متعصب ہندوؤں کے من گھڑت افسانے ہیں۔ جو محض پرتھی راج کی شکست کی خفت مٹانے کے لئے گھڑے گئے ہیں بلکہ اس قسم کی ہزارہا فرضی کہانیاں قدیم ہندو لٹریچر میں موجود ہیں۔ جنکو کوئی سمجھدار شخص صحیح سمجھنے کے لئے تیار نہیں۔ اور نہ کسی مسلمان مؤرخ حتیٰ کہ فرشتہ تک بھی سنجوگتا کو اٹھا لے جانے وغیرہ کا ذکر نہیں کرتا۔ مسلمان مؤرخوں کو جانے دیجئے سبحان رائے کو کس نے مجبور کیا تھا۔ کہ وہ بھی اس کا ذکر نہ کرے۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ جنگ تراوڑی کی فتح کے بعد پرتھی راج تیرہ مہینے قلعہ سرہند کے محاصرہ میں مصروف رہا۔ اس قلعہ پر قبضہ حاصل کرتے ہی اُسے شہاب الدین کی چڑھائی کا حال معلوم ہوا۔ تو وہ فوراً اجمیر آکر جنگی تیاریوں میں مصروف ہوگیا۔ پرتھی راج کو اس دفعہ پہلے سے بھی زیادہ اپنی فتح کا یقین تھا۔ کیونکہ ہندو راجاؤں نے اتفاق کر کے پرتھی راج کے سامنے بہادرانہ انداز میں قسمیں کھائی تھیں۔ کہ جب تک مسلمانوں کو شکست دے کر فنا نہ کر دیں گے دم نہ لینگے چنانچہ فرشتہ کے الفاظ یہ ہیں:-

"راجہ ہائے راجپوت کہ یک صد و پنجاہ نفری شدند۔ قشقۂ شجاعت برجبیں کشیدہ بقاعدہ وردِ مشّ سوگندہائے غلیظ و شدید یاد نمودند کہ رقم ہزیمت از صحیفۂ خاطر محو سازند و تا دفع خصم ننمایند دست از کارزار بر ندارند۔"

چنانچہ پرتھی راج نے کھانڈے رائے کو ہندو افواج کا سپہ سالار اعظم قرار دیا۔ اور خود ڈیڑھ سو راجاؤں اور ان کے انتخابی سواروں کے ساتھ قلب لشکر میں قائم ہوا۔ ان راجاؤں میں قنوج کا راجہ جے چند نہ پہلی لڑائی میں شریک تھا نہ اس دوسری میں شریک ہو سکا۔ جسکی وجہ یا تو پرتھی راج سے ایک قسم کی رقابت پر منحصر تھی۔ جو اپنے نانا انگ پال ثانی کی ریاست سے حصہ نہ پانے اور پرتھی راج کو متبنیٰ ہونے پر قرین قیاس ہے۔ یا کسی اور مجبوری پر۔ نہ کہ سنجوگتا کی کہانی پر۔ الغرض جے چند اور پرتھی راج کے جو تعلقات تراوڑی کی پہلی جنگ کے وقت تھے۔ وہی اسوقت بھی تھے۔ اسلئے یہ سمجھنا غلطی ہے۔ کہ جے چند نے ہی شہاب الدین کو پرتھی راج پر چڑھائی کرنے کی تحریک کی اور اسی وجہ سے پرتھی راج کو شکست ہوئی۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا۔ تو کم از کم جے چند اوّل تو خود شہاب الدین کے ہمراہ اس معرکہ کارزار میں پرتھی راج کے مقابل ہوتا۔ ورنہ کم از کم اپنے اثر و رسوخ سے دیگر راجاؤں کو پرتھی راج کی حمایت میں اس جنگ میں شامل نہ ہونے دیتا۔ حالانکہ تاریخ سے ثابت ہے۔ کہ پہلی لڑائی میں تو پرتھی راج کے ساتھ ساٹھ یا چونسٹھ راجے اور کل فوج دو لاکھ تھی۔ لیکن اس دوسری جنگ میں ڈیڑھ سو راجے اور تین لاکھ سواروں کی فوج تھی۔ چنانچہ تاریخ فرشتہ و دیگر مستند تواریخ نے پرتھی راج کی فوج کی تعداد تین لاکھ سوار اور تین ہزار سے زیادہ جنگی ہاتھی بتائی ہے۔ علاوہ اسکے پیادوں کی صحیح تعداد کسی نے نہیں لکھی۔ بلکہ لا تعداد اور بے قیاس کے الفاظ سے پیادوں کی کثرت ظاہر کی ہے۔

بالمقابل اسکے شہاب الدین کے لشکر کی کل تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی۔ جس میں اسّی ہزار پیادے اور صرف چالیس ہزار سوار تھے۔

چڑھائی کرنے سے قبل شہاب الدین نے اتمام حجت کے لئے قوام الملک رکن الدین حمزہ کو ایلچی بنا کر پرتھی راج کے نام اس مضمون کا خط دے کر روانہ کیا تھا۔

"سرکشی کو چھوڑ کر سرہند و تھانیسر کا وہ علاقہ جو قدیم سے سلطنت اسلامیہ کا حصہ ہے خالی کر دو۔ اور جس طرح اجمیر کے سابق راجہ سلطان محمود غزنوی اور اسکی اولاد کے مطیع رہے۔ اسی طرح ہماری سیادت کو

تسلیم کرو۔ ورنہ پھر تلوار میدان جنگ میں اس بات کا فیصلہ کرکے رہیگی"۔

لیکن پرتھی راج نے جب اس خط کا حقارت آمیز جواب دیا۔ تو سلطان شہاب الدین اپنی فوج ظفر موج کے ہمراہ سرستی ندی کے کنارے پہنچ گیا۔ اور وہاں سے پھر ایک خط پرتھی راج کے پاس بھیجا۔ لیکن جب وہی درشت اور نادرست جواب آیا۔ تو مجبوراً حملہ کرنے کے لئے رات کے وقت اپنی فوج کو چار حصوں میں تقسیم کرکے ہر حصہ ایک ایک تجربہ کار بہادر سردار کے سپرد فرما کر حکم دیا۔ کہ پہلے ایک سردار حملہ کرے باقی اپنی اپنی جگہ اس وقت خاموش تماشہ دیکھتے رہیں۔ جب خوب زور شور کی لڑائی ہونے لگے۔ تو مصروف جنگ سردار اپنی فوج کے ساتھ اس طرح پسپا ہونا شروع کردے۔ کہ دشمنوں کو اپنی فتح کا یقین ہو جائے۔ اور جب وہ دلیر ہو کر تعاقب کرے۔ تو دوسرا سردار اپنی تازہ دم فوج کے ساتھ حملہ آور ہو کر ہندو حملہ آوروں کو اپنی طرف متوجہ کرلے۔ اور پہلے سردار کی طرح تھوڑی دیر جم کر مقابلہ کرنے کے بعد وہ بھی پیچھے ہٹنے لگے۔ اسکے بعد تیسرا اور اسی طرح چوتھا سردار حملہ آور ہوا اور پیچھے ہٹ کر دم لینے والے پھر اپنی جمعیت درست کرکے تازہ دم ہو کر حملہ آور ہونے کے لئے مستعد ہو جائیں۔

چنانچہ سرداران قوم کو اس طریق عمل سے مطلع کرکے سلطان شہاب الدین نے بارہ ہزار انتخابی سوار لشکر سے جدا کرکے اپنے ہمرکاب رہنے کیلئے مخصوص کرلئے۔ اس انتظام اور صدور احکام کے بعد طلوع آفتاب سے پہلے اسلامی لشکر نے سرستی ندی کو عبور کیا۔ اور ہر حصہ فوج نے اپنی اپنی جگہ معین کرلی۔ سلطان اپنے بارہ ہزار سوار لے کر خود ایک اونچے ٹیلے پر کھڑا ہو کر لڑائی کا تماشہ دیکھنے اور تیز رو سواروں کے ذریعہ سرداران لشکر کے پاس احکام بھیجنے لگا۔

چنانچہ حکم سلطانی کے مطابق ایک حصہ فوج نے حملہ کیا۔ اسکے پسپا ہونے پر دوسرا حصہ حملہ آور ہوا۔ ہر مرتبہ ہندوؤں نے مسلمانوں کو مفرور اور مغلوب یقین کرکے ان کا تعاقب کیا۔ اس طریق عمل سے ہندو لشکر جو ایک ٹھوس اور مضبوط پہاڑ کی طرح قائم تھا۔ مختلف سمتوں میں پھیل کر منتشر ہونے لگا۔ اور اسلامی لشکر نے نہائت خوبی کے ساتھ اپنے فرائض کو انجام دیا۔

طلوع سحر سے لڑائی شروع ہوئی تھی۔ سہ پہر تک میدان جنگ کی بچھی ہوئی بساط پر سلطان نہائت ہوشیاری کے ساتھ میدان جنگ کے نظارں کی تبدیلیوں کو معائنہ کرتا رہا۔ عصر کے قریب سلطان نے فیصلہ

کرلیا۔ کہ اب میرے حملہ آور ہونے کا وقت آگیا ہے۔ چنانچہ اُسنے اپنے منتخب بارہ ہزار سواروں (جو ابتک سلطان کے حکم کے منتظر خاموش کھڑے تھے) کے ساتھ ہندو لشکر کے قلب کو (جہاں پرتھی راج ڈیڑھ سو راجاؤں اور انتخابی سرداروں کے درمیان موجود تھا، اپنا مطمح نظر قرار دے کر ایسا زبردست حملہ کردیا۔ کہ بہادران اسلام دشمن کی صفیں چیرتے ہوئے حریف کے قلب پر جا پڑے۔ ہر ایک بہادر جوان نے اپنی اپنی تیغ انتقام سے بیسیوں سردار راجپوتوں کو خاک میں ملاکر رکھدیا۔ پرتھی راج اور دیگر بہادر مسلمانوں کی اس تیغ زنی سے ایسے خائف ہوئے کہ پیٹھ دکھاکر بھاگے۔ کھانڈے راؤ نے فرار ہوکر بمشکل اپنی جان بچائی۔

ہندو فوج نے جب اپنے سرداروں کی یہ بزدلی دیکھی۔ تو ان کے بھی قدم اکھڑ گئے۔ پھر تو سب بہادران اسلام نے مل کر ایک ایسا حملہ کیا۔ جیسے کہ ایک طوفان تھا۔ جو ہندو لشکر کو خشک پتوں اور ریت کے ذروں کی طرح اڑا کر لے گیا۔

غرضیکہ غروب آفتاب سے پہلے مقتولوں کی لاشوں اور فاتح مسلمانوں کے سوا میدان جنگ میں ایک راجپوت سردار نظر نہ آتا تھا۔ بہادران اسلام نے مفروروں کا تعاقب کیا۔ اور اسی تعاقب میں بھاگتے ہوئے پرتھی راج بہادر کو بھی قلعہ سرستی کے قریب جا لیا۔ اور زندہ گرفتار کرکے غروب آفتاب کے ساتھ ہی اسکی زندگی کا خاتمہ کرکے حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمتہ کی پیشین گوئی کو پورا کردیا۔

# ہند میں حکومت اسلام

۵۸۹ھ ہجری مطابق ۱۱۹۳ء عیسوی میں فتح اجمیر کے بعد سلطان شہاب الدین نے سید السادات سید حسن مشہدیؒ کو شہر اجمیر کا ریذیڈنٹ مقرر کیا۔ سید حسن مشہدی نہایت متقی و متدین شخص تھا۔ چونکہ آپ کا بھی عقیدتمند تھا۔ اسلئے سید حسن نے بھی آپ کے ماتحت تبلیغ اسلام میں نمایاں خدمات انجام دیں۔

۶۰۲ھ ہجری مطابق ۱۲۰۶ء عیسوی میں قطب الدین ایبک قلمرو ہند کا والی مقرر ہوا۔ جس نے صرف ۴ سال حکومت کی۔ اسکے بعد ۶۰۷ھ ہجری مطابق ۱۲۱۱ء عیسوی میں شمس الدین التمش ہندوستان پر قابض ہوا۔ اسی سلطان التمش کے عہد میں ہی آپ کو ایک دفعہ دہلی میں تشریف لے جانا پڑا۔ وہ اس لئے کہ ایک زندہ

نے حاضر خدمت ہوکر عرض کیا۔کہ" حاکم دہلی نے میرے تمام کھیت ضبط کر لئے ہیں۔ اور اب وہ یہ کہتا ہے۔ کہ شاہ التمش کے حکم بغیر تم کو کھیت واپس نہیں مل سکتے۔ چونکہ میرا اور میرے اہل وعیال کا ذریعہ معاش ہی زمینداری ہے۔ اور شاہ التمش آپ کے مرید کامل خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمتہ کے مرید ہیں۔ لہٰذا براہ کرم آپ اگر ان سے شاہ التمش کے حضور میں میری سفارش کرادیں۔ تو یقیناً میری غصب شدہ زمین مجھے واپس مل سکتی ہے" زمیندار کی اس التجا پر آپ نے فوراً ہی فرمایا۔

"اچھا تو میں اس کام کے لئے خود تمہارے ساتھ جاتا ہوں"

چنانچہ آپ اس مظلوم زمیندار کے ہمراہ جب دہلی میں تشریف آور ہوئے۔ تو شاہ التمش آپ کی تشریف آوری سے مطلع ہوکر خود حاضر خدمت ہوا۔ اور آپ کی قدمبوسی کے بعد جب خلاف معمول آپ کی تشریف آوری کا باعث دریافت کیا۔ تو آپ نے اس زمیندار کی تمام سرگذشت بیان فرمائی۔

اسپر شاہ التمش نے عرض کیا۔ حضور اگر اپنے ایک ادنےٰ خادم کی زبانی کہلا بھیجتے۔ تو مجھے تعمیل ارشاد میں ہرگز عذر نہ تھا۔

اسپر آپ نے ارشاد فرمایا۔

"چونکہ مظلوموں کی اعانت بھی عبادت الٰہی میں داخل ہے۔ اس لئے خود ہی اس کام کو انجام دینے کے لئے چلا آیا"

الغرض دہلی میں چند یوم قیام فرمانے کے بعد آپ اجمیر میں واپس تشریف لے آئے۔

**عقد اوّل** اگرچہ آپ نے اپنی تمام متبرک زندگی تجرد میں بسر کی۔ لیکن آخری عمر میں جب کہ اس دنیائے فانی میں آپ کی مبارک زیست کے چند ہی سال باقی تھے۔ آپ کو ایک خاص وجہ سے نکاح کرنا پڑا۔ وہ خاص وجہ یہ تھی۔ کہ میر سید وجیہہ الدین مشہدی (گورنر اجمیر جو کہ سید حسن مشہدی کے چچا تھے) کی ایک صاحبزادی نہایت حسین اور پاکدامن عصمت اللہ بی بی نام تھی۔ سید وجیہہ الدین صالح داماد کی تلاش میں تھے۔ آپ کو ایک شب خواب میں حضرت امام جعفر صادق رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی۔ اور انہوں نے فرمایا" اے وجیہہ الدین۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے۔ کہ اپنی لڑکی کو خواجہ معین الدینؒ کے نکاح میں دیدو"

چنانچہ وجیہہ الدین نے بیدار ہوتے ہی آپ کی خدمت میں اپنا یہ خواب بیان کیا۔ جس کو سُنکر آپ نے فرمایا۔ اگرچہ میں معمر ہوگیا ہوں۔ لیکن رسالتمآب فخرِ کائنات علیہ الصلواۃ والتسلیمات کے حکم سے سرتابی کیسے کرسکتا ہوں۔

چنانچہ اسی وجہ سے آپ نے یہ پہلا نکاح کیا۔ اور قدرتِ الٰہی سے اس پاکدامنہ کے بطن سے تین فرزند بھی پیدا ہوئے۔

**عقدِ ثانی** کچھ عرصہ بعد حاکم پٹلی کو کسی جنگ میں ہندو راجہ کی ایک لڑکی ہاتھ آئی۔ اس نے اس لڑکی کو آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اُسے مسلمان کرکے اُسکا نام بی بی امتہ اللہ رکھا۔ اور اسی سے عقدِ ثانی فرمایا۔ اس بی بی کے بطن سے بھی اولاد پیدا ہوئی۔

---

# وفات حسرت آیات

## ۶۳۳ھ

جس مقدس فرض یعنی تبلیغ اسلام کو انجام دینے کے لئے آپ اپنے وطن عزیز سے ہجرت کرکے کفرستان ہند میں تشریف لاکر سکونت پذیر ہوئے۔ چونکہ وہ پُورا ہو چُکا تھا۔ اس لئے اس دنیائے فانی عالم جاودانی میں تشریف لے جانے کا وقت بھی آپہنچا۔

چنانچہ دنیائے ناپائیدار چھوڑنے کی شب کو آپ نماز عشاء ادا کرکے اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے۔ تو خلاف معمول دروازہ کے کواڑ بند کرلئے۔

خدام حجرہ مبارک کے قریب ہی تھے۔ ان کو اس بات پر تعجب ہوا اور رات بھر حجرہ سے کان لگائے ہوئے زور زور سے پاؤں کی آہٹ سنتے رہے۔

ان کے دل میں خیال آیا۔ کہ شاید آپ حالت وجد میں زمین پر زور زور سے پاؤں مار رہے ہیں۔ لیکن علی الصبح جب یہ آہٹ ختم گئی اور نماز صبح کا وقت ہوگیا۔ تو خدام نے حسب معمول دروازہ کھٹکھٹایا۔ لیکن اندر سے کوئی جواب نہ ملا۔

مجبوراً کسی نہ کسی طرح دروازہ خود کھول کر دیکھا۔ تو آپ اپنے تمام عقیدتمندوں کو دائمی داغ مفارقت دے کر اس جہانِ فانی سے عالمِ جاودانی کو تشریف لے گئے تھے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

یہ دن ۶ ر رجب ۶۳۳ھ ہجری کا تھا۔ اور آپ کی پیشانی مبارک پر خامہ غیب نے یہ لکھ دیا تھا۔

حَبِيْبُ اللّٰهِ مَاتَ فِيْ حُبِّ اللّٰهِ

یعنے

خدا کا دوست خدا کی محبت میں فوت ہوا

**تجہیز و تکفین** آپ کی وفات حسرت آیات کی خبر آناً فاناً شہر اور مضافات شہر میں پہنچ گئی۔ ہزار ہا مخلوق آستانۂ مبارک پر پہنچی۔ خدام نے تجہیز و تکفین کی خدمت انجام دے کر سعادت عظیم حاصل کی۔ اور بعد نماز جنازہ اس آفتاب ولایت کو اس مقدس سرزمین میں دفن کر دیا۔ جہاں کہ آج آپ کا مزار پُرانوار ہے۔

آپ کی عمر مبارک ستانوے برس کے قریب تھی۔ اکثر شعرائے نامدار کے علاوہ بعض مشائخ کبارؒ نے آپ کی تاریخ وفات لکھی ہے۔

لیکن حضرت سرمد علیہ الرحمۃ نے جو تاریخ نکالی ہے۔ نہ صرف وہی تاریخ اس وقت میرے سامنے ہے بلکہ قابل ذکر بھی ہے۔

شد زِ دنیا چو در بہشت بریں — مرشد متقی معین الدین
گفت تاریخ رحلتش سرمد — محرم دل ولی معین الدین
۶۳۳ھ

---

آپ کی عبادت، ریاضت، کشف و کرامات۔ تالیف و تصنیفات۔ ارشادات و اقوالات، نیز آپ کے خلفائے کرام کے حالات اور اجمیر کے متبرکہ مقامات وغیرہ مطالعہ کرنے کے لئے "سوانحعمری خواجہ معین الدین چشتیؒ علیہ الرحمۃ" معہ رہبر اجمیر (یعنے اجمیر گائیڈ) "فرم ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب لاہور" سے صرف ۸ؔ میں طلب فرمائیں۔ (مدیر)

---

**معذرت** گزشتہ ماہ اگست ۳۷ء کے عارف صفحہ ۲۳ پر سالنامہ مجلہ شاعر آگرہ کی ریویو میں سالنامہ ہذا کی قیمت اور رسالہ ہذا کے سالانہ چندہ کی فروگزاشت ہو گئی ہے۔ محترم اعجاز صدیقی مدیر شاعر سے معذرت کرتے ہوئے قارئین عارف سے استدعا ہے کہ وہ مندرجہ ذیل تصحیح فرما لیویں۔ سالنامہ شاعر کی قیمت ۱؍ (ایک روپیہ) خریداران شاعر کیلئے صرف ۱۲؍ رسالہ شاعر کا سالانہ چندہ ۴؍ (مدیر)

# زمانہ حاضر کی بہترین علمی تصنیفات

مصنفہ

مؤرخ اسلام مولینا اکبر شاہ خانصاحب نجیب آبادی!

ہر ایک مسلمان کو مندرجہ ذیل کتب کے مطالعہ سے اپنی علمی اسلامی معلومات میں اضافہ کرنا چاہئے

## آئینہ حقیقت نما

علمی حلقہ میں مولانا محمد اکبر شاہ خانصاحب مدظلہ نجیب آبادی کا اسم گرامی محتاج تعارف نہیں۔ آپ فقط ایک جید عالم اور قابل مؤرخ ہیں۔ بلکہ دردمند مصلح قوم بھی ہیں۔ اس کتاب آئینہ حقیقت نما میں آپنے غیر اقوام کے اعتراضات کے جوابات دیتے ہوئے مستند تاریخ سے ثابت کیا ہے۔ کہ سلاطین اسلام نے ہندوؤں کیساتھ انصاف و عدل رواداری و مساوات کا برتاؤ کیا ہے چنانچہ حضرت محمد بن قاسم سے لیکر علاؤالدین خلجی تک جسقدر سلاطین اسلام نے ہندوستان پر حکومت کی ہے انکا طرز حکومت و طریق عمل محققانہ انداز میں بالتفصیل تحریر کیا ہے۔ لہٰذا یہ کتاب فقط ہندوستان میں حکومت اسلامیہ کے آغاز کی مستند تاریخ ہے۔ بلکہ شاہان اسلام کے کیرکٹر کا ایک ایسا آئینہ بھی ہے جسمیں ہندو مسلم اتحاد کی اصلی تصویر نظر آتی ہے۔ تمام مقتدر اخبارات اور رسائل نے اس کتاب پر شاندار ریویو کئے ہیں۔ قیمت ۱؎ ۸ر

## حجۃ الاسلام

کتاب حجۃ الاسلام بھی مولانا موصوف کی وہ بہترین تصنیف ہے جسکی موجودہ زمانہ ارتداد و الحاد میں اشد ضرورت تھی قابل مصنف نے اسمیں عقائد اسلام کی حقانیت و مقبولیت کو ایسی معقولیت سے ثابت کیا ہے کہ بلا مذہب و ملت تمام ناظرین کے دل میں صداقت اسلام کی نسبت کسی قسم کا شک و شبہ نہیں رہتا۔ لہٰذا جن اصحاب کے دل میں اسلام کے متعلق کچھ شبہات ہیں انکو خصوصاً اور عام مسلمانوں کو تبلیغ اسلام کے صحیح طریق سے آگاہی حاصل کرنے کیلئے عموماً اس کتاب کا مطالعہ کر لینا چاہئے۔ بلکہ تمام اسلامی اخبارات کا متفقہ فیصلہ ہے۔ کہ ہندوستان کی آبادی کا کوئی گھر اس کتاب سے خالی نہ رہنا چاہئے۔ قیمت صرف عمہ

## مقدمہ تاریخ ہند قدیم

یہ کتاب مقدمہ تاریخ ہند قدیم بھی مولانا موصوف کی وہ مستند تاریخی تصنیف ہے۔ جس میں عام دنیا کی اقوام و ممالک کے مذاہب و تمدن و علم کا ایسا خلاصہ آگیا ہے۔ جو ہزارہا کتابوں کے مطالعہ کے بعد بھی کسی ناظر کو میسر نہیں آسکتا۔ گویا تاریخ عالم کا ایسا مبسوط انتخاب ہے۔ جس سے ایک طالب علم سے لیکر کالج کا پرنسپل تک مستفید ہو سکتا ہے۔ لہٰذا بلا مذہب و ملت شائقین تاریخ کو عموماً اور عام مسلمانوں کیلئے خصوصاً یہ کتاب تاریخی معلومات میں اضافہ کرنے کا باعث ہے۔ قیمت ۸عہ

اس پتہ سے طلب فرماویں۔ **ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب** ریلوے روڈ / کشمیری بازار **لاہور**

# علمأ اسلام کی مذہبی، روحانی مطبوعات

**تفسیر موضح القرآن** اگر آپ کلام الٰہی کے معانی و آیات ربانی کا شان نزول و دیگر احکامات سے واقف ہونا چاہتے ہیں۔ تو حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کی یہ عام فہم تفسیر مطالعہ فرمئیے قیمت تین روپے ۳ر

**تجرید بخاری** بخاری شریف کی نو ہزار صحیح اور مسلم الثبوت احادیث کا انتخاب ایک کالم میں عربی اور اسکے بالمقابل اردو ترجمہ، مع فہرست مضامین جس سے ہر مضمون کی حدیث نکالی جاسکتی ہے۔ قیمت ۵ر

**حقوق فرائض اسلام** ارکان اسلام توحید۔ نماز روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج کی تعلیم کے علاوہ تمام حقوق انسانی کی تعلیم اس کتاب میں دی گئی ہے قیمت عہ

**نماز حنفی** حصہ اول و دوم۔ نماز کی تمام کتابوں سے مشرح و مدلل کتاب ہے جس میں نماز کے متعلق کوئی مسئلہ نہیں چھوڑا گیا۔ ہر دو حصہ ۱۲؍

**کیمیائے سعادت** حضرت علامہ امام غزالی کی تالیف لطیف کا اردو ترجمہ۔ فلسفہ اسلام پر اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں۔ قیمت عگر

**کشف المحجوب** (ترجمہ اردو) حضرت شیخ علی ہجویری عرف داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کی تالیف لطیف کا اردو ترجمہ تصوف کے متعلق بہترین کتاب ہے قیمت ایکروپیہ آٹھ آنے عہ

**خطبات دین محمدی** خطبات کے متعلق اس سے بہتر کتاب آجتک طبع نہیں ہوئی قیمت عہ

**چراغ دین محمد** وعظ کے متعلق نہایت مفید کتاب ہے قیمت عہ

**آئینۂ حج و رپورٹ کمیٹی** حج کے متعلق تمام ارکان و دیگر سفر کے حالات۔ آئینۂ حج عہ رپورٹ کمیٹی عہ

**پیارے نبی کے پیارے حالات** رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اور اخلاق مطالعہ کرنے کی مفید کتاب تین حصوں میں، قیمت ایکروپیہ آٹھ آنے عہ

**میلاد دین محمدی** میلاد محمدی کی جتنی کتابیں آج تک طبع ہوئیں۔ ان سب سے بہتر کتاب ہے۔ قیمت ۶ر

ملنے کا پتہ:۔ ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب بلڈوڈ لاہو

# مشاہیرِ ادب کی تاریخی، اخلاقی، ادبی مطبوعات

**تاریخ اسلام** جو اپنی بہترین نوعیت کے لحاظ سے تیسرے ایڈیشن میں قریب الاختتام ہے ۵۲۹ء سے ۱۹۲۹ء تک مسلمانوں کی چودہ سو سال کی مستند اور جامع تاریخ جس کی پانچ جلدیں یکجا مجلد ہیں قیمت تین روپے

**سیرت خالد** سیف اللہ خالد بن ولید کی صحیح سوانح عمری۔ اور ان کے مجاہدانہ کارنامے مسلمانوں کو ضرور پڑھنے چاہئیں قیمت ایک روپیہ ۱۲؍

**فتوح العرب** زمانۂ سلف کے جن مجاہدین اسلام کو جسقدر جہاد عرب میں کرنے پڑے، ان سب کے مفصل حالات قیمت ۱۲؍

**فتوح الشام** ملک شام میں مجاہدین اسلام کو جتنی دفعہ معرکہ آرا ہونا پڑا۔ ان کے سب کے مفصل حالات، قیمت تین روپے چار آنے،

**فتوح المصر** فتح مصر میں جن جانثاران اسلام نے جہاد اسلام میں شمولیت فرمائی ان کے حالات۔ قیمت ایک روپیہ ۸؍

**انور پاشا** انور پاشا کی اولا العزم ہستی محتاج تعارف نہیں، لیکن ان کے کارنامے بھی مسلمانو کو ضرور پڑھنے چاہئیں۔ قیمت بارہ آنے ۱۲؍

**ترکان احرار** جدید ترکان احرار کے تاریخی حالات نہایت مفید کتاب ہے۔ قیمت ایک روپیہ (۱۸)

**سرسید کے اخلاقی مضامین** بانی مدرسۃ العلوم علی گڑھ کالج کے بعض ان اخلاقی مضامین کا مجموعہ ہے۔ جو آپ نے تہذیب الاخلاق میں لکھے تھے۔ قیمت پانچ آنے ۵؍

**مولانا حالی کے ادبی مضامین** مولانا حالی کی ادبی قابلیت آج بھی قابلقدر ہے۔ لہذا ان کے ادبی مضامین کا مطالعہ کرنا بھی خدمت ادب ہے۔ قیمت چھ آنے ۶؍

**علامہ شبلی کے تاریخی مضامین** مولانا شبلی مرحوم ایسے مورخ تھے کہ زمانہ آجتک ان کا نعم البدل پیدا نہ کرسکا۔ تاریخی مطالعہ کے لئے آپ کے مضامین کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔ قیمت ۶؍

**مولوی نذیر احمد کے علمی مضامین** مولانا نذیر احمد تحقیق العلوم میں یگانہ تھے، لہذا ان کے علمی مضامین کا مطالعہ نہایت کارآمد ہے، قیمت چھ آنے ۶؍

| نام کتاب | قیمت | نام کتاب | قیمت | نام کتاب | قیمت |
|---|---|---|---|---|---|
| انسان اور اس کی زندگی | ۲ر | ارمغان عرب | ۴ر | ہجرت | ۳ر |
| حکایات عرب | ۳ر | امانت | ۳ر | کبڑا شہزادہ | ۳ر |
| افسانہ نما | ۵ر | سچائی کا پرندہ | ۳ر | پھولوں کا ہار | ۴ر |
| مور | ۲ر | پریوں کا بادشاہ | ۴ر | شاہ جہاں | ۱ر |
| بایزید بسطامی | ۲ر | انمول موتی | ۳ر | حسن بصری | ۱ر |
| انگلش ٹیچر جدید | ۸ر | سولہ کہانیاں | ۸ر | مہمان و میزبان | ۳ر |
| بڑی بی | ۱۲ر | چار سہیلیاں | عـ/ر | غزال | ۱۰ر |
| بلقیس ملکۂ سبا | ۳ر | موروں کی شہزادی | ۴ر | پن شہزادی | ۲ر |
| وفادار بیٹی | ۱ر | بھکارن بہو | ۱ر | جرنیل حمید | ۲ر |
| دلاور سلطانہ | ۲ر | یتیم لڑکی | ۱ر | ندیدی بیگم | ۱ر |
| دکھیاری دلہن | ۱ر | دکھیا شہزادی | ۱ر | شہزادی بلقیس | ۱ر |
| جہانگیر کی چہیتی بیگم | ۱ر | فریبی خالہ | ۱ر | چھ مائیں | ۱ر |
| اخلاقی گیت | ۱ر | ننھے میاں | ۱ر | رت جگے کی رات | ۱ر |
| دولت کی پجارن | ۱ر | لاڈلی بیٹی | ۱ر | سوتیلی ماں | ۱ر |
| چوروں کا گھر | ۱ر | چوروں کی بہو | ۱ر | بی ہمسائی | ۱ر |
| بجن کٹنی | ۱ر | جادوگرنی | ۱ر | فقیر کی جھونپڑی | ۱ر |
| سگھڑ بیوی | ۱ر | بازیگرنی | ۱ر | پھولوں کا گہنا | ۱ر |
| خط تقدیر | ۴ | قلدرا قلدرنڈا | ۱۲ | گناہ کی راتیں | عـ/ر |
| بچپن کی محبت | ۳ر | تصویر عشق | ۳ر | تیر نظر | ۰۲ر |
| اسیر حسن | ۳ر | سوتیلی ملکہ | ۲ر | محبت کے آنسو | ۳ر |
| عورت کا دل | ۴ر | دل کی قیمت | ۴ر | شریف عیار | ۲ر |

# تعلیم الاطفال کی مفید کتابیں

**اسلام کی پہلی** ۔ اسلامی عقائد۔ خدا کی نعمتیں پیغمبروں اور فرشتوں کا بیان قیمت ۱ر

〃 **دوسری** عقائد ایمان۔ منکر نکیر قیامت۔ پل صراط و دیگر مسائل نماز قیمت ۱۰ر

〃 **تیسری** اوقات نماز۔ تعداد رکعات۔ فرائض سنن نوافل وغیرہ ۲ر

〃 **چوتھی** ، مسائل صدقات، روزہ، فطرہ احکام وغیرہ قیمت ۳ر

〃 **پانچویں** مسائل زکوٰۃ وجبات و فرائض قیمت ۴ر

〃 **چھٹی** مسائل حج فضائل و ارکان حج قیمت ۶ر

〃 **ساتویں** دیگر مسائل اسلامی و بزرگان اسلام کے حالات قیمت ۷ر

〃 **آٹھویں** ۔ تعلیم الاسلام، وعظ، خطب و دیگر ہدایات۔ قیمت ۸ر

**سلسلہ تعلیم الاسلام** سلسلہ تعلیم الاسلام، مولانا مولانا کفایت اللہ اول دوم سوم کفایت اللہ ہر حصہ ۱۰ر

**سرتاج الانبیاء** حضور پرنور صلعم کی مختصر اور سلیس سوانح عمری۔ اور بچوں کے لئے بچوں کی زبان میں۔ قیمت چار آنے ۴ر

**پیغمبر اسلام** حضور پرنور صلعم سیرت و اخلاق کا مجموعہ، قیمت ۴ر

**صدیق الرسول** حضرت صدیق اکبر کی سوانح حیات و حالات خلافت قیمت ۳ر

**فاروق الاسلام** حضرت فاروق اکبرؓ کی سوانح حیات و حالات خلافت۔ قیمت ۳ر

**جامع القرآن** حضرت عثمان غنیؓ کی سوانح حیات و حالات خلافت قیمت ۳ر

**سرتاج زہرا** حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی سوانح حیات و حالات خلافت قیمت ۳ر

**آداب الاستاد** ۔ استاد اور والدین کے ادب کرنے کی مکمل تعلیم قیمت ۵ر

**الایمان** خورد، بچوں کے لئے ایمان کے آسان مسائل قیمت ۲ر

**الایمان** کلاں، بڑوں کے لئے ایمان کے متعلق تمام معلومات۔ قیمت ۴ر

**بہشتی زیور کامل** ، یہ علامہ مولانا اشرف علی تھانوی کی مشہور کتاب ہے۔ جسمیں عورتوں کے تمام مسائل درج ہیں۔ قیمت عہ

ملنے کا پتہ :۔ ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب بل روڈ۔ لاہور

مری نوا سے ہوئے زندہ عارف و عامی — دیا ہے میں نے انہیں ذوقِ آتش آشامی
عجب نہیں کہ مسلماں کو پھر عطا کر دے — شکوہِ سنجر و فقرِ جنید و بسطامی!

علامہ سر اقبال مدظلہ

ماہانہ رسالہ

# عرفان


مدیر
عبدالرحمٰن شوق امرتسری

پروپرائیٹر
ملک دین محمد



چندہ سالانہ ایک روپیہ ✻ قیمت فی پرچہ دو آنے

ملک دین محمد پرنٹر پبلشر نے فیروز پرنٹنگ ورکس ۱۱۹ سرکلر روڈ میں طبع کرا کر بل روڈ لاہور سے شائع کیا

عارف لاہور
ماہ اکتوبر ۱۹۳۶ء

# فہرست مضامین

# عارف

لاہور

| نمبر ۱ | ماہ اکتوبر ۱۹۳۷ء | جلد ۲ |
|---|---|---|

## لمعاتِ اوّلین

بفضل ایزدی عارف کے دوسرے سال کا یہ پہلا نمبر معاونین عارف کے پیش نظر ہے۔ اور بدستور اسی پالیسی کا حامل ہے۔ جو کہ مشاہیر علم و ادب کی نظر میں مستحسن ثابت ہو چکی ہے۔

موجودہ پالیسی میں ترمیم و تنسیخ، مضامین کا تغیر و تبدل، معاونین عارف کی کثرت رائے پر موقوف ہے۔ لیکن باوجود گذشتہ اعلان کے تاحال کسی ایک محترم کی مخالف رائے موصول نہیں ہوئی۔

البتہ بعض محترم مشاہیر ادب کے مکتوب گرامی سے ایک بات ضرور دل میں کھٹک رہی ہے۔ وہ بات اسلامیت کو ادب میں ڈھالنے اور موجودہ افسانوی طرز نگارش کو اسلامی تاریخ و تمدن میں تبدیل کرنے کی تحریک ہے۔ جو کہ موجودہ افسانوی طرزِ نگارش کے مقلدین کی شکایت کا باعث ثابت ہو رہی ہے۔

اور اسلئے ہو رہی ہے۔ کہ اس تحریک کے زیر اثر ایک بات ذرا چبھتی ہوئی میرے قلم سے نکل گئی تھی۔ وہ یہ تھی کہ:-

"بعض اہلِ قلم افسانہ نگاری کے علاوہ کسی اور موضوع پر لکھنا ہی نہیں چاہتے (یا نہیں جانتے)"

---

دراصل بات تو حقیقت پر مبنی تھی اور ہے بھی، تاہم ایک خادم کو اپنے مخدومانِ محترم کی خدمت میں اس حقیقت حال کی جسارت کرنے کا بھی دلی افسوس ہے۔

کیونکہ عارف کی صلح کل پالیسی کا جس طرح کسی کو ناراض کرنا مقصود نہیں۔ اسی طرح مدیر عارف کی طبیعت و نیت بھی ہر قسم کی ناچیز خدمات کے اظہار تفاخر و تصنع سے پاک ہے۔

لہذا اپنے آپ کو مخدوم محترم اہل قلم کا ادنیٰ خوشہ چیں، اور عام مسلمانوں کا ایک ادنیٰ خادم سمجھتے ہوئے اس خادم کی آخری گذارش یہ ہے۔ کہ

"اگر میرے تمام محترم مسلم اہلِ قلم بحیثیت مسلمان ہونیکے اپنی دماغی محنت کو اسلامی لٹریچر کی ترویج و ترقی میں صرف کرنے کو اس دنیائے فانی کی چند روزہ زندگی میں عارضی شہرت کی بجائے تا ابد زندگی اپنا نام روشن رکھنے اور عاقبت میں ثواب دارین حاصل کرنے کا باعث سمجھتے ہیں"

تو عارف کے صفحات ان کے لئے ہر وقت حاضر ہیں۔ ورنہ خادم کو اسمیں کیا کلام۔ مخدومان اہل قلم جانیں اور انکا کام،

---

بعض محترم معاونین کو اپنے عارف سے جو والہانہ محبت ہے۔ اس اظہار محبت اور انکے اسم گرامی کا اظہار اگر خوشامد پر مبنی نہ سمجھا جائے۔ تو کارکنان عارف اپنے معاون محترم عبد الستار محشر صاحب پوسٹماسٹر احمد نگر کے تشکر گزار ہیں جنکی عارفانہ محبت کا نتیجۂ عمل ہر ماہ عارف کے دو تین جدید خریداروں کی صورت اضافی میں رونما ہوتا رہتا ہے۔

اسی طرح عارف کے محب محترم سید محمود صاحب مالک دواخانہ محمودیہ و ناظم مدارس کڈپہ کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ جنہوں نے اپنے زیر تحت مدرسہ صنعت و حرفت کے طلباء کے ہاتھ کے بنے ہوئے چند ہولڈر اور ان پر پروپرائٹر و مدیر عارف کے نام و عہدے نیز کیلنڈر ربڑ بڑی محنت سے ثبت کر کے بطور تحفہ بذریعہ پارسل ارسال فرمائے۔

---

اس اظہار تشکر کے بعد بعض ان معاونین عارف سے (جنکا سالانہ چندہ ختم ہو چکا ہے) اسبات کی شکایت بھی ہے۔ کہ انہوں نے تاحال اپنا اپنا چندہ ارسال نہیں فرمایا۔ حالانکہ سالانہ چندہ صرف ایک روپیہ بذریعہ منی آڈر ارسال کرنے میں ان کو فیس رجسٹری کے ۳ر کی کفایت رہتی۔ لیکن اگر وہ اس کفایت سے فائدہ اٹھانا ہی نہیں چاہتے۔ یا خدانخواستہ کسی صورت سے آیندہ سال کیلئے عارف کے معاون بننا پسند نہیں کرتے۔ تو انکو بواپسی ڈاک اپنے اپنے ارادہ سے مطلع کر دینا چاہیئے۔

مدیر

# معارف القرآن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ۚ

وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ○

ہم ہر ایک کو مدد دیتے ہیں۔ انکو اور انکو (یعنی اچھوں کو بھی اور بروں کو بھی)

تمہارے پروردگار کی بخشش (دنیوی) سے اور تمہارے پروردگار کی عطا

(دنیوی) کسی پر بھی بند نہیں۔ (القرآن الحکیم سورہ بنی اسرائیل رکوع اوّل)

---

جس طرح انسان کی زندگی جدوجہد، کشاکش، کاوش و محنت سے پُر ہے۔ اسی طرح زندگی کے اسباب معیشت بھی بہ حیثیت مجموعی اضطراری ذمہ داریوں اور مسلسل مشقتوں کی آزمائش سے مملو ہیں۔ تاہم اللہ تعالیٰ کے مندرجہ بالا فرمان کے مطابق پروردگار حقیقی کی بخشش ہر ایک انسان کیلئے (خواہ وہ طالب دنیا ہو یا طالب آخرت، بھلا ہو یا بُرا، گنہ گار ہو یا اطاعت گذار) عام ہے۔

چونکہ انسان کی طبائع میں ہر قسم کی خواہشیں، ولولے، امنگیں فطرتاً کچھ اس طرح ودیعت ہو چکی ہیں۔ کہ اسی سے انسان کی زندگی کا انہماک ہے۔ اور اسی انہماک و سرگرمی سے ہی ہر ایک انسان نہ فقط ہر قسم کی مشقتیں برداشت کرتا ہے۔ بلکہ امن راحت و مسرت محسوس کرتا ہے۔

---

کارسازِ حقیقی کی یہ حقیقت بھی فراموش نہیں کیجا سکتی۔ کہ دنیاوی زندگی میں ہر جاندار انسان و حیوان کو اس نے معیشت کی ارزانیوں سے نوازا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کوئی اپنی کمزوری و تساہل کے باعث اس بخشش الٰہی

سے متمتع نہ ہو۔

فطرت حقیقی کا یہ بھی قانون ہے۔ کہ انسان اگر اپنی کمزوری و تساہل کی اصلاح کا خواہاں ہو۔ اور اسراف و تبذیر وغیرہ کی بدپرہیزیوں کو ترک کرنا شروع کردے۔ تو بتدریج معیشت کی تمام مشکلات کا نشوونما رک جاتا ہے۔ اور اس اصلاح معیشت کا طرز عمل اگر جاری رہے۔ تو انسانی معیشت کی تمام کمزوریوں و نقصانات کا ایک دور خاتمہ ہو جاتا ہے۔

برخلاف اس کے اگر فطرت کی ان بہلت بخششیوں سے انسان فائدہ نہ اٹھائے۔ اور اپنی معیشت کے نقصان و فساد پر غور کرکے معاشی مشکلات کو کم کرنیکی جائز کوشش نہ کرے۔ تو فطرت کا آخری فیصلہ صادر ہونا یقینی ہے۔ یعنی پھر کسی حالت میں بھی نہ ان مشکلات معیشت کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ نہ اس میں ترفزل اور تبدیلی واقع ہو سکتی ہے۔

---

چنانچہ رازق العباد کی یہ بخشش دنیوی (جسکا وعدہ مخلوق عالم کے ہر نیک و بد افراد کیلئے خالق حقیقی نے فرما دیا ہے) مساوات کا وہ عطیہ ہے جس پر انسان کو بلاکسی اشتباہ کے دلی شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔

بہت ممکن ہے کہ بعض وہ افراد جو کم علم و کم سواد اور مذہبی تعلیم سے بیگانہ ہیں۔ اس عام بخشش الہٰی کو سمجھنے کے برخلاف اپنی تنگدستی و سستی علالت وجہالت کا شکوہ کریں۔ محض ان کے سمجھانے کے لئے عرض کیا جاتا ہے۔ کہ اس بخشش الہٰی کو صرف دنیاوی امارت و غربت کامیابی یا ناکامی سے تعلق نہیں۔ بلکہ زندگی کے نشوونما ساخت اعضا۔ دل و دماغ۔ طاقت و احساس قوت شنوائی یا بینائی وغیرہ کو تعلق ہے۔ اور یہی وہ عطائے دنیوی ہے۔ جو پروردگار عالم کی طرف سے ہر نیک و بد انسان کو فطرتاً ودیعت کیگئی ہیں۔

اگر قانون فطرت کے مطابق ان عطائے ربی سے کام لیا جائے۔ اور اسباب معیشت میں ان کا صحیح استعمال کیا جائے۔ تو ہر شخص کو دنیوی زندگی کی ارزانیاں حاصل ہو سکتی ہیں۔

چونکہ قرآن مجید دین و دنیا کا مکمل ترین دستور العمل ہے۔ اور اسلام راہبانہ زندگی بسر کرنے سے مانع ہے۔ اس لئے جس کسی انسان کو دنیا میں زندگی گذارنے کیلئے اپنی معاشی ارزانیوں کی خواہش ہو۔ وہ کلام الہٰی پر عمل کرتے ہوئے کارساز حقیقی کی اس عطائے دنیوی سے بھی محروم نہیں ہو سکتا۔

---

برخلاف اس کے اس دنیائے فانی کی چند روزہ زندگی میں اگر کوئی خدا کا بندہ توکل علی اللہ زندگی بسر کرنیکا عادی ہو۔ یا کوئی دنیادار اپنی اور اپنے اہل وعیال کے مختصر اسباب معیشت پر قناعت کر کے عاقبت میں اس سے بھی بہترین نعائم الہٰی کا امیدوار رہے۔ تو وہ اپنے اس طرزِ عمل کی بدولت زمرۂ صالحین میں شامل ہو سکتا ہے۔

لیکن یہ بات جسقدر معمولی ہے۔ اسی قدر مشکل ہے۔ کہ انسان اس دنیاوی زندگی میں موت اور عاقبت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس دنیا کی ناپائیدار اور چھوڑ دینے والی چیزوں پر مائل نہ ہو۔ باوجودیکہ ہر شخص کو اس بات کا علم الیقین ہے کہ دنیا کی زندگی عارضی ہے۔ مال واولاد چھوڑ دینے والی چیزیں ہیں۔ لیکن نہ اس عارضی زندگی کی خواہش کم ہوتی ہے۔ نہ مال اولاد کی محبت دل سے محو ہو سکتی ہے۔

---

ایسا کیوں ہوتا ہے؟ یعنی مرنے کے بعد دنیا کی ہر چیز چھوڑ دینے پہ یقین کامل رکھتے ہوئے بھی اکثر انسان موت کو بھول کر دنیائے فانی کی فانی اشیا پہ کیوں مائل ہیں؟

اس کا جواب تو یہی ہو سکتا ہے۔ کہ کچھ تو موجودہ ماحول سے طبائع اس قدر متاثر ہو جاتی ہیں۔ کہ انہیں احساسِ فنا کی قوت ہی مفقود ہو جاتی ہے۔ اور کچھ دنیا کے لہو ولعب لذات و محبت میں انسان ایسا کھو جاتا ہے۔ کہ اسے موت وعاقبت کا احساس ہی نہیں ہوتا۔

ورنہ ہر دور اندیش اور بالغ نظر اہل علم کو اس بات کا علم ہے۔ کہ دنیاوی زندگی چند روزہ ہے۔ یہاں کی ہر چیز پر انسان کا عارضی قبضہ ہے۔ لیکن پھر بھی اکثر انسان موت سے غافل مآل زندگی بھولے ہوئے زندگی کی عارضی مسرتوں میں مصروف۔ تفکرات رنج وراحت میں مبتلا۔ مال اور اولاد پر ایسے فریفتہ ہیں۔ کہ ان کو نہ اس دنیائے فانی کا احساس ہے۔ نہ اختتامِ زندگی کا فکر۔ نہ عاقبت کا خوف ہے نہ پرسشِ اعمال کا ڈر ہے

اسے ضبطِ عقبیٰ سے کیا واسطہ جسے عیشِ دنیا کی توفیق ہے (آزاد انصاری)

---

اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ دنیا میں بسنے والے اکثر لوگ عموماً دنیا پرست ہیں۔ اور وہ اپنے خلاف فطرت اعمال کے باعث ہی جن دنیاوی مصائب میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اس سے نکلنے بھی کوشش کرتے ہیں۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں۔

جو موجود ہے۔ وہ کل موہوم ہوگا۔ بہار کے بعد خزاں کا آنا بھی یقینی ہے۔ لیکن باوجود ان سب باتوں کے دنیا کے موجودہ ماحول کے مطابق ان کے دل میں سوائے دنیا پرستی کی خواہش کے اور کوئی خواہش ہی پیدا نہیں ہوتی۔ انکی طبعی خلقیت دلی جذبات۔ دماغی قوت۔ احساس روح آج سے نہیں بلکہ آج سے صدیوں پہلے سے اسی دنیا طلبی سے ہی مردہ ہوچکے ہیں چنانچہ دنیا کے ایک مشہور مشرقی فلاسفر حکیم عمر خیام کا یہ پیغام علمی حلقہ میں ابتک گونج رہا ہے۔

روح کو دنیاوی کشمکش سے پاک رکھو۔ طبیعت پر تردد و تفکر۔ افسوس و غم طمع و حسد وغیرہ کا بوجھ نہ ڈالو ہمیشہ بے نیاز رہو۔ اور ایثار قربانی کی حقیقی روح اپنے اندر پیدا کرو۔ اگر تم میں ایثار و قربانی کا جذبہ موجود نہ ہوگا۔ تو تمہاری روحانیت فنا ہو جائیگی۔

---

لیکن دنیا پرست لوگ جبکہ خدا اور اس کے رسول برحق علیہ الصلواۃ والتسلیمات کے ارشادات پر عمل پیرا نہیں تو اس مشہور فلاسفر کے پیغام پر کیا عمل کرتے۔

اسی مشہور فلسفی حکیم نے یہ بھی لکھا ہے۔

جو واقعات حیات انسانی میں رونما ہوتے ہیں۔ وہ سب تقدیر الٰہی کے ماتحت ہوتے ہیں۔ بغیر حکم خدا درخت کا پتہ تک نہیں ہل سکتا۔ لہذا جب ہمیں کوئی تکلیف پہنچے یا راحت و مسرت حاصل ہو تو یہی یقین ہماری تسکین قلب کا باعث ہو سکتا ہے۔ کہ یہ سب کچھ خدا کی طرف سے ہے۔ اور خدا جو کچھ کرتا ہے بہتر کرتا ہے۔ اس کی معیشت میں کسی کو دخل نہیں۔ لہذا تمہارا آخری مقصد بس خدائی ذات ہو۔

(باقی پھر)

# احادیث خیر الانام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَیْسَ الشَّدِیْدُ بِالصُّرَعَةِ اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِیْ یَمْلِکُ نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ

زبردست وہ نہیں ہے۔ جو (کشتی لڑتے ہیں) اپنے مقابل کو شکست دے۔ بلکہ زبردست وہ ہے۔ جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔ (حدیث الرسول صلعم از تجرید بخاری)

---

مندرجہ بالا حدیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ضبطِ نفس سے تعلق ہے

اقوام عالم کو جب کسی کامیابی یا ناکامی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اس وقت نفس پر قابو رکھنا یا غصہ پر ضبط کرنا اگرچہ بہت مشکل ہے۔ لیکن جو قوم اس نازک دور میں حضور پر نور صلعم کے اس ارشاد بالا کو مدنظر رکھتے ہوئے جس قدر ضبط نفس سے کام لیتی ہے۔ اس میں اسی قدر سنجیدگی، متانت، وقار، کیرکٹر کی مضبوطی پیدا ہوتی ہے۔ ہر قوم بلکہ ہر شخص کی دنیاوی زندگی میں رنج و راحت آلام و مسرت لازم و ملزوم ہیں۔ لیکن ان دونوں حالتوں میں انسان کو ضبطِ نفس پر اس قدر قابو حاصل کرنا چاہیئے۔ کہ مسرت اور خوشی کے نشہ میں نہ کسی قسم کا فخر و غرور پیدا ہو نہ رنج و تکلیف میں ناامید اور بددل ہو۔

---

لیکن سچ تو یہ ہے۔ کہ ایسا ضبطِ نفس کچھ اہل دل کو ہی حاصل ہے۔ چنانچہ جو شخص اپنے دل کو پالے۔ وہی ضبطِ نفس بھی حاصل کر سکتا ہے۔

جیسے کہ اہل مشائخ کے سردار ابو عبداللہ بن فضل لمخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو جنگلوں اور بیابانوں کو طے کرتا ہوا خدا کے گھر اور حرم تک پہنچتا ہے اس لیے کہ اسمیں اس کے نبیوں کے نشان ہیں لیکن وہ اپنے نفس کے جنگلوں اور نفس کی خواہشوں کو طے نہیں کرتا۔ تاکہ وہ اپنے دل تک پہنچ جائے۔ کیونکہ دل میں ہی خدا کے نشان ہیں۔"

صاحب صفا ہرم بن حیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ

"میں حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کیلئے قرن میں پہنچا وہاں آپ نہ ملے تو میں مکہ معظمہ میں واپس چلا آیا۔ مکہ میں پہنچکر مجھے معلوم ہوا۔ کہ آپ کوفہ میں ہیں۔ میں کوفہ میں آیا۔ تو وہاں بھی عرصہ تک تلاش کرنے پر آپ مجھے نہ ملے۔ مجبوراً میں بصرہ کی راہ سے واپس آرہا تھا۔ کہ میں نے آپ کو راستہ میں دیکھا۔ کہ گودڑی پہنے ہوئے دریائے فرات کے کنارے وضو فرما رہے ہیں۔ وضو کے بعد آپ اپنی ریش مبارک میں کنگھی فرما رہے تھے۔ کہ میں نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا۔

آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا۔ "وعلیک السلام ہرم بن حیان"

میں نے متعجب ہوکر پوچھا "یا حضرت آپ نے کیسے جانا۔ کہ میرا نام ہرم بن حیان ہے"

فرمایا۔ عَرَفَتْ رُوْحِيْ رُوْحَكَ یعنی میری روح نے تمہاری روح کو پہچان لیا۔ پہلے تو آپ نے مجھے امیرین یعنی حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ و عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات کا تذکرہ کیا۔ اور پھر میرے ساتھ بہت دیر تک باتیں کرتے رہے۔ رخصت ہوتے وقت جب میں نے عرض کیا۔ کہ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔ تو فرمایا۔ عَلَيْكَ بِقَلْبِكَ اپنے دل کو حق کے تابع رکھ تاکہ ضبط نفس حاصل کر سکے۔ اور نفس کی بیجا خواہشوں پر تیرا دل مائل نہ ہو"

اسی ارشاد کے مطابق شیخ سابعہ ابو الحسن رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرید سے فرمایا کرتے

"نبی کے حکم میں ہونا اس سے بہتر ہے کہ انسان اپنے نفس کا حکم مانے" کیونکہ غیر کی صحبت خدا کے لئے ہوتی ہے۔ اور اپنے نفس کی صحبت خواہش کے پالنے کیلئے۔

اسمیں کچھ شک نہیں کہ اپنے نفس پر قابو پاکر ہوا و حرص کو ترک کرنا بقول حضرت شیخ علی ہجویری علیہ الرحمۃ :-

"پہاڑوں کو ناخنوں سے کاٹنا اس بات سے آسان ہے کہ حرص و ہوا کی مخالفت کیجائے کیونکہ حرص و ہوس کی سرشت انسان کے ضمیر میں گوندھی گئی ہے ۔

لیکن جہانتک بھی ہوسکے ضبط نفس حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ میرا تجربہ ہے کہ جسقدر بھی اپنی نفسانی خواہشات کم کرنیکی کوشش کیجائے۔ اسی قدر انسان کو آرام و اطمینان حاصل ہوتا ہے ۔ اور اگر کوئی خدا کا بندہ اپنے نفس پر قابو حاصل کرے حرص و ہوا سے بے نیاز ہو جائے۔ تو وہ درجہ ولایت پر سرفراز ہو سکتا ہے ۔ جیسے کہ حضرت ذوالنون مصری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

"میں نے ایک مرد کو ہوا میں اڑتے دیکھ کر پوچھا کہ یہ درجہ آپ کو کس عمل کے بدلے ملا۔ اس نے جواب دیا۔

"اپنی خواہش کو پامال کرنیسے۔ یعنی ہوا و حرص کو ترک کرنے پر ہوائی پرواز حاصل ہوئی"

لیکن ساتھ ہی اس کے نعائم ایزدی پہ کفران نعمت سے یا احکام خداوندی میں تصرف کرنیسے بھی بچنا چاہئیے۔ یعنی عام معنوں میں حلال کو حرام قرار دینا۔ یا شہوت فطری کی مخالفت میں عضو مخصوصہ کو بیکار کر دینا۔ وغیرہ بقول کسی اہل اللہ کے۔

"تحقیق مکھی کو جھاڑو سے دور کرنا۔ زیادہ آسان ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ اسکو ہاتھی سے بھگا دیا جائے"

---

مشائخ عظام کے بزرگ اعظم ابو محمد محمد رویم بن احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کسی شخص سے پوچھا "تمہارا کیا حال ہے؟ فرمایا "اس شخص کا حال کیا پوچھتے ہو۔ جسکا دین اس کی خواہش ہو۔ اور اس کی ہمت دنیا ہو۔ نیکوکار تو وہ ہے۔ جو پرہیزگار ہو"

علامہ حضرت شیخ علی ہجویری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

"مگر ایسا نیکوکار نہ تو مخلوق سے بھاگا ہوا ہے اور نہ عارف حقانی ہے۔ بلکہ یہ اشارہ اپنے نفس کے عیبوں کیطرف کیا گیا ہے۔ کیونکہ نفس کے نزدیک دین خواہش کا نام ہے۔ اس کی پیروی کرنیوالوں نے خواہش نفسانی کا نام دین رکھا ہے۔ اور اسکی فرمانبرداری کا نام شریعت کی ورزش مقرر کر رکھی ہے۔ ہذا جو شخص انکے

اس طریق عمل پر چلے۔ اگرچہ وہ بدعتی ہی کیوں نہ ہو۔ اسے متدین یعنی دیندار کہیں گے۔ اور جو شخص ان کے طرز عمل کے خلاف چلے۔ خواہ وہ دیندار ہو۔ مگر وہ اسے بیدین اور زندیق کہیں گے۔ اور یہ آفت ہمارے زمانہ (یعنی حضرت شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ کے عہد مبارک میں بجائے دور ہونیکے کثرت سے پھیل رہی ہے۔"

حضرت شیخ علی ہجویری علیہ الرحمۃ کے پاکیزہ قلب کے پاکیزہ خیالات زمانہ حیات کے ہیں۔ برخلاف اسکے موجودہ زمانہ الحاد میں خواہشات نفسانی کی جو حالت ہے۔ وہ اظہر من الشمس ہے جسکا اعادہ لاحاصل ہے۔

تاہم دنیاداروں (جو نفس کے بندے مشہور ہی ہیں) کی حرص لذت شہوت کے دینداری کا دعویٰ کرنیوالونکی ہوس مراتب و بزرگی نہایت خطرناک ہے۔ کیونکہ دینداروں کی یہ حرص مراتب و بزرگی نہ فقط بذات خود گمراہی کا سبب ہے۔ بلکہ یہ لوگ اپنے معتقدین کو گمراہ کرنیکا باعث بھی ہیں۔ بارگاہ الٰہی میں دست بدعا ہوں۔ کہ اللہ تعالےٰ ہر شخص کو حدیث بالا پر عمل کرنے اور حتی الوسع ضبط نفس کرنیکی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین بحق سید المرسلین آمین) (ماہنامہ)

# حسنِ عمل

از۔ عبدالستار صاحب محشر پوسٹ ماسٹر احمد نگر

عاملِ علم و عمل ہی نہیں انسان کوئی — کیا اثر ان پہ کرے آیت قرآن کوئی
عیشِ دنیا پہ ہیں مصروف سبھی خورد و کلاں — اب تو دنیا میں نہیں دین کا خواہاں کوئی
ماحصل دین ہے، دنیا بھی ہو حاصل اس سے — گر عقیدت سے تلاوت کرے قرآن کوئی
مالِ دنیا پہ نہ کرنا نہ فدا ہے سب کو — ڈھونڈ رہا ہو کہ میسر ہو یا ایمان کوئی!!
مجتمع قوم کے امراء ہوں جو اسلام پہ سب — پھر نظر آئے پریشان نہ مسلمان کوئی
اپنی امت کی خبر شافع امت لیجے — تری امت کے نہیں حال کا پرسان کوئی

کوششِ ملتِ مسلم ہے عبث اے محشر
اب تو اللہ کرے غیب سے سامان کوئی

# تذکرہ بزرگانِ اسلام

## حضرت سلمہ بن اکوع رضؓ

نام سنان کنیت ابو ایاس والد کا نام عبداللہ تھا۔

۶ھ میں مشرف بہ اسلام ہوتے ہی مدینہ شریف کی طرف ہجرت فرمائی لیکن دیگر مہاجرین کے مقابل اس ہجرت میں یہ خصوصیت تھی کہ آپ نے خدا اور اس کے رسول برحق صلعم کیلئے نہ فقط اپنے وطن احباب و اقارب کو چھوڑا بلکہ بیوی بچوں کو بھی چھوڑ کر تن تنہا مدینہ شریف کی غربت و عزلت بخوشی قبول کی۔

مدینہ شریف میں تشریف لاتے ہی حدیبیہ میں شمولیت کی عزت حاصل کی۔ ہادی اسلام سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے صلح حدیبیہ کے دنوں میں حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر سنکر مسلمانوں سے اپنی جانیں نثار کر دینے کی جو بیعت لی۔ اس بیعت کو تاریخ اسلام میں بیعت رضوان کے نام سے خاص اہمیت حاصل ہے۔

چنانچہ حضور پُرنور صلعم نے جب اس موقعہ پر جاںنثارانِ اسلام سے بیعت لینا شروع کی۔ تو آپ نے تین مرتبہ اس بیعت کا شرف حاصل کیا۔ وہ اس طرح

پہلے ایک جماعت کیساتھ بیعت کر چکے تھے۔ کہ حضور پُرنور صلعم کی آپ پر نظر مبارک پڑی۔ تو حضور پُرنور صلعم نے فرمایا۔

"سلمہ آؤ بیعت کرو۔"

آپ نے عرض کیا "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تو پہلے ہی بیعت کر چکا ہوں۔"

حضور پر نور صلعم نے فرمایا "حرج کیا ہے دوبارہ کر لو۔"

تیسری دفعہ حضور پرنور صلعم کی جب آپ پر پھر نظر کرم پڑی۔ تو ارشاد فرمایا۔

"سلمہ! کیا بیعت نہ کرو گے؟"

آپ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلعم دو مرتبہ تو کر چکا ہوں۔"

حضور پرنور صلعم نے فرمایا "تو تیسری مرتبہ میں کیا حرج ہے۔"

چنانچہ آپ نے رسالتمآب صلعم کے ارشاد کے مطابق تین مرتبہ بیعتِ رضواں کی سعادت حاصل کی

---

مشرکین مکہ نے اگرچہ بہادرانِ اسلام سے صلح کر لی تھی۔ لیکن ان کے دل ابھی مسلمانوں کی طرف سے صاف نہ ہوئے تھے۔ بہرحال صلح حدیبیہ میں تمام مجاہدینِ اسلام حسب الارشاد ہادی اسلام خیر الانام صلعم اہل مکہ سے مطمئن تھے۔ اور آپ بھی اطمینان سے ایک درخت کے نیچے لیٹے ہوئے تھے۔ آپ کے قریب ہی چند مشرکین آکر بیٹھ گئے جنہوں نے رسالتمآب صلعم کی شان کے خلاف باتیں کرنی شروع کیں۔ آپ کو ان کی یہ باتیں ناگوار گذریں۔ تو آپ وہاں سے اٹھ کر دوسری جگہ جا بیٹھے۔ آپ کے اٹھتے ہی مشرکین اپنے ہتھیار کھول کر اطمینان سے ابھی لیٹے ہی تھے۔ کہ کسی نے یہ نعرہ لگایا۔

"مہاجرین خبردار ہو جاؤ۔ کہ ابن زنیم کو کسی مشرک نے شہید کر دیا ہے۔"

یہ نعرہ سنتے ہی آپ اپنے ہتھیار سنبھال کر اٹھ بیٹھے۔ اور اٹھتے ہی پہلے ان مشرکین کی طرف لپکے۔ اور ان کے تمام اسلحہ پر قبضہ کرنیکے بعد ان سے کہا۔ "اگر تم میں سے کسی نے بھی سرکشی کی۔ تو خدا کی قسم اس کا سر قلم کر دونگا۔ بہتر یہی ہے۔ کہ تم سیدھی طرح میرے ساتھ چلے چلو۔"

چنانچہ آپ ان مشرکین کو لے کر حضور پرنور صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ لیکن رحمۃ اللعٰلمین صلعم نے نہ فقط ان چند مشرکین کو بلکہ دیگر گرفتار شدہ اہل مکہ کو بھی چھوڑ دیا۔ اور آپ کو مالِ غنیمت کے دو حصے عنایت فرمائے۔ ایک

سوار کا دوسرا پیدل کا۔

---

آپ شجاع اور بہادر ہونے کے علاوہ دوڑنے میں بھی یکتا تھے۔ اس قدر تیز دوڑتے تھے کہ سوار کے ساتھ مقابلہ کرتے۔ بلکہ بعض اوقات سوار کے آگے بڑھ جاتے تھے چنانچہ غزوہ ذی قردہ کے پہلے ہی روز علی الصبح جب آپ گھر سے نکلے تو یہ خبر سنتے ہیں کہ حضور پرنور صلعم کے چند اونٹ ذی قرِدہ کی چراگاہ میں سے بنوغطفان کے چند افراد پکڑ کر لئے گئے ہیں۔

آپ نے یا صباحاہ کا ایسا پُر زور نعرہ لگایا۔ کہ تمام مدینہ شریف میں اس کی آواز گونج گئی۔ اور تن تنہا ان ڈاکوؤں کا اس تیزی سے پیچھا کیا کہ ان کو راستے میں ہی پا لیا۔ ڈاکو پانی کی تلاش میں مصروف تھے۔ آپ نے تاک تاک کر ان پہ اسقدر تیر برسائے۔ کہ وہ گھبرا کر اونٹ چھوڑنے کے علاوہ بدحواسی میں اپنی چادریں بھی چھوڑ کر بھاگے۔
اتنے میں حضور پُرنور صلعم بھی جانثارانِ اسلام کے ساتھ ان ڈاکوؤں کے تعاقب میں وہاں پہنچے۔ تو آپ نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ صلعم (میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں) میں نے ان لوگوں کو پانی پیئے بغیر ابھی بھگا دیا ہے۔ اگر ان کا پیچھا کیا جائے۔ تو اب بھی وہ پکڑے جا سکتے ہیں:
لیکن رحمۃ للعٰلمین صلعم نے فرمایا۔
"قابو پانے پر بھی درگذر کرو۔"

---

غزوہ ذی قردہ کے بعد غزوہ خیبر ہوا۔ اس غزوہ میں بھی آپ کے شوقِ جہاد نے وہ جانثاریاں ظاہر کیں۔ کہ حضور پُرنور صلعم نے فتح خیبر کے بعد آپ ایسے جانثار کو اپنی ہمراہی کا ایسا شرف بخشا۔ کہ اپنے دستِ مبارک سے آپ کا ہاتھ تھامے ہوئے فتح و کامرانی سے مدینہ شریف کی طرف لوٹے۔ اس کے بعد غزوات ثقیف و ہوازن میں شمولیت کی۔ ان دونوں غزوات میں بھی اپنی سرفروشیوں کا بہترین ثبوت دیا۔
اسی غزوہ کے دنوں کا واقعہ ہے۔ کہ ایک اونٹ سوار مجاہدین اسلام کے لشکر گاہ میں آیا۔ اور اونٹ سے

اترتے ہی اس نے لشکرگاہ اسلام کے چاروں طرف اس نظر سے بھانپا۔ جیسے کوئی غنیم کی طاقت کا جائزہ لے رہا ہو۔ اور پھر اپنے اونٹ پر سوار ہو کر بڑی تیزی سے لشکرگاہِ اسلام سے نکل گیا۔ چونکہ اس کا یہ طرزِ عمل جاسوسی سے مشابہ تھا۔ اس نے بہادرانِ اسلام میں سے ایک بہادر نے جب اسکا تعاقب کیا۔ تو آپ بھی اس تیزی سے اس کے پیچھے دوڑے۔ کہ آگے بڑھ کر اس کے اونٹ کی مہار پکڑ کر اونٹ کو بٹھاتے ہی اس دشمنِ اسلام کو ایک ہی وار میں ٹھنڈا کر دیا۔ اور خود اس کے اونٹ پر قابض ہو گئے۔

حضور پُرنور صلعم نے مقتول کو دیکھ کر دریافت فرمایا۔

"اسے کس نے قتل کیا؟"

اصحاب کرامؓ نے عرض کیا۔ "یارسول اللہ صلعم سلمہؓ نے (یعنی آپ نے)"

ارشاد فرمایا۔ "تو مقتول کا سب سامان بھی اسی کا حق ہے۔"

---

شعبہ میں سریہ بنی کلب میں حضور پُرنور صلعم نے بنوفزارہ کی سرکوبی کے لئے جن مجاہدین اسلام کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں بھیجا۔ ان مجاہدین اسلام میں آپ بھی تھے۔ آپ نے اس سریہ میں اپنی شجاعت کے وہ جوہر دکھائے۔ کہ تن تنہا دشمنانِ اسلام کے سات خانوادوں کو خاک و خون میں ملا کر رکھ دیا۔ جو لوگ فرار ہوئے ان کو اور ان کی عورتوں کو بھی گرفتار کر لیا۔

ان مفرور مشرکین میں ایک حسین لڑکی بھی گرفتار ہوئی تھی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی غیر معمولی شجاعت سے خوش ہو کر وہ لڑکی آپ کو عنایت کی فتحیاب مجاہدین اسلام کے ہمراہ آپ بھی جب اس لڑکی کو لے کر مدینہ شریف میں پہنچے۔ تو حضور پُرنور صلعم نے ارشاد فرمایا۔

"اے سلمہ! یہ لڑکی تم واپس کر دو۔"

آپ نے عرض کیا۔ "یارسول اللہ صلعم میں نے ابھی تک اس کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ ابھی حاضر کئے دیتا ہوں۔"

چنانچہ اسی وقت آپ نے بخوشی اس لڑکی کو دربار نبوت میں پیش کر کے اپنے زہد و اتقا و محبت و اطاعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عملی ثبوت دیا۔ حضور پُرنور صلعم نے اس لڑکی کو اس کے لواحقین کے پاس مکہ شریف

میں روانہ کرکے اس کے بدلے میں بعض ان جانثاران اسلام کو آزاد کرایا جو مشرکین مکہ کے ہاتھوں ۔ ۔ ۔ ۔ گرفتار ہو چکے تھے۔

اسلام اور ہادی اسلام خیر الانام صلعم کی اس جانثاران محبت نیز شجاعت و بسالت کے باوجود آپ نہایت مخیر تھے۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے آپ کو خاص خوشی حاصل ہوتی تھی۔ خدا کے نام پر یا اللہ کا واسطہ دلانے (اگرچہ خدا کا واسطہ دلانے والوں کو اچھا نہ سمجھتے تھے) والے کو اکثر ناکام واپس نہ ہونے دیتے تھے۔ بلکہ فرمایا کرتے۔

"اگر کوئی راہ خدا میں خرچ نہ کریگا۔ تو اور کس میں خرچ کریگا"

صدقات کے مال سے اس قدر پرہیز کرتے تھے۔ کہ اگر کسی چیز میں ذرا سا شک بھی پڑ جاتا۔ تو اس کو ہرگز استعمال نہ کرتے تھے۔ اور احتیاط کی یہ حالت تھی۔ کہ اپنی صدقہ کی ہوئی چیز کو دوبارہ قیمت دے کر خریدنا بھی پسند نہ کرتے تھے۔

حضور پُر نور صلعم کی وفات حسرت آیات کے بعد مدینۃ النبی صلعم کی فرقت گوارا نہ کی لیکن حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد مجبوراً مدینہ شریف سے نکل کر زبدہ میں مستقل اقامت اختیار کی۔ وہیں شادی کی اور اولادیں بھی ہوئیں۔

لیکن ۳۲ھ میں اس دنیائے فانی کو چھوڑنے سے پہلے پھر مدینۃ النبی میں تشریف لے آئے۔ اور واپسی کے چار یوم بعد ہی عالم بقائی طرف تشریف لے گئے۔

آخر آپ ایسے جانثار حقیقی کا جسد مبارک دیار حبیب صلعم میں ہی سپرد خاک ہوا۔

انا للہ وانا علیہ راجعون

(مدیر)

---

# مسلم سے!

## مولوی مظہر حسنین صاحب مظہر

مسلم خوابیدہ! یہ غفلت یہ تساہل الحذر! — بسترِ راحت پہ تو اب تک پڑا ہے بے خبر

لٹ چکی ہے دولتِ اسلام تیرے ہاتھ سے — مِٹ گیا ہے تیرے دل سے جذبۂ علم و ہنر

کیا تجھے کچھ یاد ہے اسلاف کا طرزِ عمل — مسلموں نے کس طرح کی زندگی اپنی بسر

کونسی ملت کا تو ہے فرد، کس کا ہے غلام — اپنی حالت سے بھی ناواقف ہے نادان اس قدر

تو مسلماں تھا تری فطرت میں تھا جاہ و جلال — قیصر و کسریٰ کے ایوانوں میں تھا تو جلوہ گر

سارے عالم میں بجا ڈنکا ترے اسلام کا — تیری پیشانی پہ ظاہر تھا نشانِ تابندہ تر

تو مربی تھا زمانہ تھا ترے زیرِ نگیں — پاؤں تیرے چومتی تھی دولت و فتح و ظفر

تو خدا کا تھا۔ خدا ہی پر بھروسہ تھا تجھے — جز خدا پیشِ دگر جھکتا نہیں تھا تیرا سر

تیرا آقا ہادیٔ اسلام ہے خیر الانامؐ — وجہِ تخلیق دو عالم، باعثِ خیر البشر

پیشوا تیرے وہ کیسے پیکرِ اسلام تھے — یعنی خالدؓ۔ حیدرؓ و عثمانؓ۔ بوبکرؓ و عمرؓ

لیکن اب حالت ہے یہ اقوام دنیا میں کجا، — وسعتِ دنیا میں بھی ممکن نہیں تیرا گزر

شیشۂ دل زنگ آلودہ ہوا ہے اس قدر — اب نظر آتا نہیں کچھ امتیازِ خیر و شر

تیری ہستی پردۂ ظلمت میں کیسی گم ہوئی — بہرِ در یوزہ گری پھرتا ہے تو اب دربدر

کیوں گرفتارِ حوادث ہے؟ نہیں معلوم کیا؟ — تو نے چھوڑی اتباعِ ہادیٔ جن و بشر

توڑ زنجیرِ تساہل۔ چھوڑ افسردہ دلی! — اٹھ عمل پیرا ہو اب اسلام کے احکام پر

یا خدا مسلم کو پھر اسلام کا پابند کر
یہ دعائے نیم شب ہے مظہرِ خستہ جگر

# نکاتِ اسلام

یعنی

## اسلام کے طریقِ عبادت پر ایک نظر

از بابو جنود الحق صاحب جنید چکیاوی ر.ام.گر

بابو جنود الحق خانصاحب جنید (چکیاوی) عارف کے نامور قلمی معاون ہیں۔ اور حقیقت اسلام کے موضوع پر اچھا لکھنے والے ہیں۔ لیکن عارف کی محدود ضخامت کے باعث جہاں بعض دیگر محترم اہلِ قلم کے مفید مضامین کے اندراج میں تاخیر ہوئی۔ وہاں بابو صاحب کے چند حقائق بھی تقریباً ۵ ماہ سے عارف کی زینت کا باعث نہ ہو سکے۔ اس تاخیر و تعویق پر معذرت کرتے ہوئے آج آپ کا مضمون ذیل بعد اختصار بصد شکریہ درج کرتے ہوئے امید کی جاتی ہے۔ کہ جناب جنید اس تاخیر و اختصار سے خاکسار کو معذور تصور فرمائینگے۔ اور قارئین کرام مضمون ہذا کے مطالعہ سے محظوظ و مستفید ہونگے۔

مدیر

---

**اسلام**۔ لفظِ اسلام کے معنی و مادہ ہی سلامتی سے متعلق ہے۔ اور جس دین کا مادہ یعنی اصلیت ہی امن و سلامتی یا سلامت روی ہو وے۔ وہ بنی نوع انسان کے راہِ زندگی کے لئے کیونکر نہ صراطِ مستقیم اور اپنے پیروؤں کے لیے صحت و سلامتی کے ساتھ بلاخطر منزلِ مقصود تک پہنچانے کا ذمہ دار ہوگا۔ علاوہ ازیں تعلیمات و تابعین اسلام نے عموماً و بانئ اسلام و اس کے حالات زندگی نے خصوصاً اسلام کے مخزن امن و

سلامتی ہونے کے دعوے میں وحدانیت، اخوت، مساوات، عدو کے ساتھ خلق و مروت، دیگر اقوام و مذاہب سے صلح و اشتراک عمل کی دعوت، انتقام کے بدلے عفو، خدمتِ خلق کو افضل عبادت، بلاامتیاز ملت و قومیت، ہمسایہ، یتیم، بیکس و مظلوم کی اعانت و دستگیری وغیرہ کے دلائل اسطرح عالم میں پیش کئے کہ حقیقت و حرمت پسند غیر مسلم فلاسفر بھی بعد مطالعہ و تحقیقات انگشت بدنداں ہیں۔ اور فی زمانہ بھی سائنس و فلسفہ کی روشنی و معلومات و تحقیقات کی سرگرمی میں جس قدر اسلام کا مطالعہ کیا جارہا ہے۔ اس کی حقیقت و حرمت اور بانیٔ اسلام کی عظمت و شخصیت میں غیر معمولی اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

کلمۂ اسلام کے ذریعہ جس مجسمۂ قدرت نے دین و اسلام کو ایک فطری دین بنایا۔ اور جس کے ذریعہ یہ دین بنی آدم کو پہنچایا۔ ان دونوں کی مختصر مگر مجمل حقیقت بتائی گئی ہے۔ یہ کلمہ اس قدر سادہ مختصر اور مطابق عقل ہے۔ کہ اس کے معنی سمجھنے میں نہ کوئی دقت و پیچیدگی نہ عبارت میں طوالت ہے اور نہ اس کے قبول کرنے میں کسی دلیل و برہان کی حاجت ہے۔ کیونکہ کلمۂ اسلام کا تو صرف یہی مفہوم ہے کل مخلوقات یا کائنات کا موجد و مخترع ایک اور صرف ایک ہے۔ اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور عالم میں بجز اس کے کائنات یا اسباب کائنات کا پیدا و فنا کرنے والا یا قابلِ عبادت و پرستش دوسرا کوئی نہیں ہے۔ اسلامی اصطلاح یا زبان میں اس کا نام اللہ ہے۔ اور جس انسانی ہستی کی وساطت سے اس نے اس مذہب کو عالم میں بھیجا۔ اور جس نے اس کی تعلیم و تبلیغ کی یا خود عامل ہو کر دوسروں کو دعوت عمل دی۔ ان کا نام محمد صلعم ہے اور اگرچہ وہ اپنے اس شرف و خدمتِ خاص و معجزات کے بنا پر تمام گروہ انسانی پر فائق و مرجع ہیں۔ تاہم وہ بھی خدا کے ایک عبد یعنی بندہ ہیں۔ اور اللہ کے رسول (اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے) ہیں۔ اور دیگر مذاہب کے ہادی و رسول جو خود کو اوتار (خود خدا یا قائم مقام) یا حکیم اللہ یا روح اللہ وغیرہ کی تعلیم دے کر صدہا خدا یا ذاتِ خدا کو محدود یا مخصوص یا رسول و ہادی کو ایک شرف تخصیص (جو خلافِ عقل ہے) سے انسان کو شرک۔ کفر یا عقیدت یا پس و پیش کی کشمکش میں مبتلا کر دیا تھا۔ اس کو اس کلمہ طیب نے دور کر کے اللہ کی خالص وحدانیت و رسول کی اصلی حقیقت و اس کی نیک نفسی یا انکساری کا ہمہ گیر و ہر دلعزیز سبق و مثال عالم کے سامنے پیش کیا۔ اور اللہ کے نام

وحدانیت کے ساتھ ساتھ رسول کا نام و رسالت کا ذکر اس لئے مقدم و ضروری سمجھا گیا۔ پیغام دہندہ و پیامبر دونوں کا تعلق و سند دائمی قائم و موجود ہے۔ اور بنی آدم کو اس کی تفتیش و تحقیقات کا جو خیال و جاہلین کا اعتراض ہے۔ وہ مقصد ہرگز نہیں ہے۔ یہ کلمہ اس لئے فرض قرار دیا گیا۔ کہ یہ مدرسہ اسلام کا پہلا سبق ہے۔ اس کے وحدانیت و رسالت پر صدق دل و زبان سے ہر مرد و زن مقر ہو کر اسی کی روشنی و استعداد سے اسلام کے کل مدارج طے کرنے کے قابل ہو سکے۔

**صلوٰۃ یا طریق عبادت الٰہی**۔ چونکہ عبادت ہی انسان کے وجود کی علتِ غائی یا معمۂ راز عبد و معبود کا واحد حل ہے۔ اور اسی مقصد کی تکمیل میں ہی ابتدا سے ادیانِ عالم عبادت کے مختلف طریقے اپنے متبعین کے لئے مقرر کرتے چلے آئے ہیں۔ علیٰ ہذا مذہب اسلام جس نے اپنے کو ایک فطری مذہب ہونے کا دعویٰ ببانگِ دہل کیا ہے۔ اس نے جو افضل العبادت اپنے پیروان پر فرض قرار دی ہے۔ اس کو صلوٰۃ کہتے ہیں۔ جس کے رموز و نکات و ارکان و تعلیمات خود شاہد ہیں۔ کہ بنی نوع انسان کے لئے واحد فطری طریقہ عبادت صلوٰۃ اور صرف صلوٰۃ ہے۔ کیونکہ فطرت وہی ہے۔ جو ہمہ وجوہ مکمل ہو۔ دنیا کی کوئی طاقت اس کے مماثل و ہم پلہ نہ ہو سکے۔ اور اہلِ عالم کے لئے یکساں فیض رساں ہو اور اہل عالم اس کو قدرت سے منسوب کرنے پر مجبور رہیں۔

(۲) ایک پیرو اسلام عالم میں نماز کا یہی نقشہ تو پیش کرتا ہے۔ کہ اس مالک کون و مکاں کی حمد و ثنا جلال و جبروت، رحم و کرم، برتری و بزرگی کا بالفاظ " رب العالمین ، اللہ اکبر، ربی الاعلی، ربی العظیم واحد القہار " وغیرہ دل سے اعتراف اور زبان سے اعتراف کرتا ہوا کبھی مودّب کھڑا ہو کر کبھی بیٹھ کر بار بار اپنی پیشانی رگڑ کر اسی سے استعانت و صراطِ مستقیم کی، اور اس کے آتشِ غیظ و غضب سے محفوظ رہنے کے لئے رحم و کرم کی درخواست پیش کرتا ہے۔ اور اہل عالم دنیز خالقِ عالم جو عالم الغیب ہے اس کے سامنے اپنے قول و فعل کو یکساں ثابت کر دکھاتا ہے۔

۳۔ نماز ہی درِ معرفت کی حقیقی کلید بھی ہے۔ اور نماز ہی عالم میں شاہ و گدا کی مساوات۔ انسانی اخوت اتفاق و اتحاد خلوص و ارتباط کی بے نظیر و زندہ مثال عملاً پیش کرتی ہے۔ جو عالم کے امن و راحت۔ ترقی و فلاح کے حقیقی راز ہیں۔ اور جس سے صفحہ ہستی کے دیگر مذاہب یکسر خالی ہیں۔ (باقی باقی)

# درسِ عمل

از حضرت نورؔ لدھیانوی

خیال کو اسیر یا خود اسیرِ دامِ خیال ہو جا کمال کر یا کمال بن یا کمال سے باکمال ہو جا
ادائے فطرت پہ ہو گئے صدقے نوشتۂ لازوال ہو جا افق پہ کاہیدہ جسم وجاں سے چمک کے نگِ ہلال ہو جا
لگا اسی بتیاں سے لو مٹے ہوؤں کی مثال ہو جا

کہاں ہے وہ تیرا جذبِ صادق کدھر ہے وہ خوئے شاہبازی کدھر گیا تیرا عشقِ کامل کہاں گئی شانِ امتیازی!
کہاں ہے وہ تیری سربلندی کدھر ہے وہ تیری سرفرازی ازل میں تھا بہرِ بے نیازی کششِ حقیقی تڑپ مجازی
زمیں پہ پھر کیوں ہے خاکبازی بھر اپنے ماضی کا حال ہو جا

ملال تجھکو نہ رنج کا ہے نہ رنج تجھکو ملال کا ہے نہ شوق تجھ کو عروج کا ہے نہ غم تجھے کچھ زوال کا ہے
خیال آغاز کا ہے تجھ کو نہ ذوق تجھ کو مآل کا ہے نہ نقص تجھ میں کمال کا ہے نہ حال کا ہے نہ قال کا ہے
جواب تو خود سوال کا ہے جواب بن یا سوال ہو جا

نہ اپنی طاقت سے بے خبر رہ نہ زورِ بازو سے اپنے غافل تیری شجاعت کا تیری ہمت کا آجتک ہے زمانہ قائل
بڑھائے جا کشتیٔ تمنا وہ دیکھ ہے دو قدم پہ ساحل ٹھہر ٹھہر مضطرب ہو دل گذر گذر ہے قریب منزل
نکھر نکھر شکلِ ماہ کامل سنور سنور باجمال ہو جا

سمجھ لے تکلیف کو بھی راحت ہر ایک مشکل کو جان آساں تو جذبِ کامل لئے بڑھے جا خطا نہ ہونے دے اپنے اوسان
نہ پست ہونے دے حوصلے کو یہ خوف کیوں ہے نہ ہو ہراساں ترقیوں کا کھلا ہے میدان ہار ہمت اگر ہے انسان
کہا تھا بن جا تو شیرِ غرّاں نہ یہ کہ روبہ خصال ہو جا

تو آپ ہی اپنا رہنما بن نہ ڈھونڈھ اے نورؔ راہبر کو ہنسی خوشی طے کئے چلا جا رہِ عشق کی راہِ پُرخطر کو
مزے جو لینے ہوں ترک کر دے فغانِ شب نالۂ سحر کو دعا سے کچھ لاگ ہے اثر کو بنا لے آہن دل و جگر کو
جو سنگ برسیں پھرا نہ سر کو جو تیغ چمکے تو ڈھال ہو جا

# اسلاف کی قوّتِ ایمانی

فدویت اور جاں نثاری، ثبات اور اولوالعزمی کے حیرت انگیز مناظر!

کبھی اے نوجوان مسلم! تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا

رشحاتِ قلم فاضلِ جلیل عالیجناب حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب ندوی ستر کھ۔ ضلع بارہ بنکی۔

(مقیم حال پونہ بھوانی پیٹھ)

مولانا عبدالقیوم صاحب ندوی نہ صرف مذہب اسلام کے عالم جیّد بلکہ قابل ادیب بھی ہیں جو ہر ماہ اپنی قلمی اعانت سے عارف کو نوازا کرتے ہیں۔ چنانچہ مندرجہ ذیل مضمون بھی آپ کی جودتِ طبع کا مظہر ہے۔ جسے آپ نے پونہ میں قوم کے اکابر علماء و فضلاء و عام مسلمانوں کے مجمع کثیر میں پڑھا۔ اور بیحد پسند کیا گیا۔ مضمون ہذا کئی ماہ سے موصول ہو چکا ہے۔ جس کی تاخیر اشاعت پر معذرت کرتے ہوئے آج برائے افادہ قارئین عارف بشکریہ درج کیا جاتا ہے۔ مدیر

---

آج سے ساڑھے تیرہ سو برس قبل کی تاریخ پر اگر ہم نظر ڈالتے ہیں۔ تو ایمان و ایقان، صبر و تحمّل حزم و استقلال، تسلیم اور رضا میں ایک ایسے ڈوبے ہوئے اللہ والے گروہ کو پاتے ہیں۔ کہ جن کی قوتِ ایمان کا ادنیٰ سا کرشمہ یہ تھا۔ کہ حق اور صداقت، ایمان اور اسلام کے سامنے وہ اپنا سب کچھ قربان کر دیا کرتے۔ اور اپنے بدن کو قیمہ قیمہ کرانے کے بعد بھی سکون اور اطمینان کا سانس نہ لیا کرتے تھے۔

اس اسلام کی حمایت اور نصرت اور سرکارِ دوجہاں روحی لہ الفداہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ فاقت کے جرم میں مشرکین مکہ اور کفار قریش کے ہاتھوں ان برگزیدہ ہستیوں کو کون کونسی تکالیف اور مصائب نہیں اٹھانی پڑیں۔ دوست سے دشمن نہیں ہوئے۔ کہ یگانہ سے بیگانہ نہیں ہوئے؟ گھر سے بے گھر نہیں ہوئے؟ ماں باپ اعزہ واقربا نہیں چھوٹے؟ مال و دولت عزت وعظمت سے محروم نہیں ہوئے؟ جلتی ہوئی سلوں پر اور دہکتے ہوئے انگاروں پر نہیں سلائے گئے۔ گلے میں رسی باندھ کر مکہ کی خاردار جھاڑیوں اور عرب کی جھلسا دینے والی کنکریوں پر نہایت سنگدلی اور بے رحمی سے نہیں گھسیٹے گئے۔ کیا کچھ ان کے ساتھ کرنے کو چھوڑ دیا گیا؟ مگر کیا حق وصداقت اور ایمان و ایقان کے یہ پہاڑ اپنی جگہ سے متزلزل ہو گئے؟ کیا ان کی روحانیت ان کی فدویت اور ان کی ایمانی قوت میں ذرا برابر کمی ہوئی؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ بلکہ سورج کی جہنم نما شعاعیں اور آگ کی تیز ترین لپٹیں ان کی قوتِ ایمانی کو تیز سے تیز تر کرتی گئیں۔ یہاں تک کہ زبانِ وحی ان کے متعلق یوں زمزمہ ساز ہوئی۔

فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقَاتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ

پس جن لوگوں نے (میرے پیچھے) اپنے وطن اور گھر بار کو چھوڑا اور جنہیں میرے راستے میں تکلیفیں دی گئیں ہیں۔ ان کے گناہوں کو معاف کر دونگا۔ اور ایسی جنتوں میں جگہ دونگا۔ جنکے نیچے نہریں بہتی ہونگی۔

(سورۂ آلِ عمران)

اور ہمیشہ کے لئے انہیں اس غیرفانی اور فقید النظیر طغرائے امتیاز سے ممتاز ومشرف فرمایا:۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ (اللہ ان سے راضی ہوا۔ اور وہ اللہ سے راضی ہوئے (سورہ توبہ) ہم آج کی صحبت میں اپنے اسلاف کرام کی چند ایسی ہی ہستیوں کے مقدس ترین حالات کو پیش کرنے کا فخر حاصل کرینگے۔ کہ جنہوں نے اسلام اور ایمان کی راہ میں ایسی ایسی تکلیفیں اور شدید تکلیفیں برداشت کیں۔ کہ جنکی دیکھنے کی تاب ستم شعار آسمان اور کوہ وزمین بھی نہ لا سکا۔ اور مرکزِ عالم متحرک اور متزلزل ہو گیا۔

---

سیدنا بلال حبشی (رضی اللہ عنہ) اور کون بلال حبشی؟ کہ جن کی وفات پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ آج دنیا سے میرا سردار اٹھ گیا"۔ یہ جب اسلام لائے۔ توان کا آقا امیہ بن خلف جلتی ہوئی ریگ پر ان کو لٹا دیتا۔ اور سینہ پر جلتی ہوئی پتھر کی بھاری سل رکھ دیتا۔ کہ آپ اپنی جگہ سے حرکت نہ کر سکیں۔ اور کہتا۔ لَاتزالُ هٰكذا حتیٰ یموت او تکفر محمد وتعبد اللات والعزیٰ (یعنی تم اس طرح رہو یہاں تک کہ مرجاؤ۔ یا محمد (صلعم) کا انکار کرو اور لات وعزیٰ کی عبادت) لیکن ان سب کے جواب میں یہاں اگر کچھ تھا تو صرف احد احد تھا۔ عشق محمدی کے اس متوالے کی قوت ایمانی کو جب گرم ریگ اور دہکتے ہوئے پتھر کم نہ کر سکے۔ تو امیہ نے آپ کے گلے میں رسی باندھ کر لڑکوں کے حوالہ کر دیا۔ لڑکے انکو سنگریزوں اور جنگل کے کانٹوں پر گھسیٹتے۔ مگر یہاں زبان مبارک پر اب بھی جو لفظ جاری تھا وہ احد ہی احد تھا۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ)

---

حضرت جناب بن الارت ؓ بہ غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے سخت تکلیف اور مصیبت کی زندگی گذار رہے ہیں۔ کہ ادہر کانوں میں نبی امی صلعم کی آواز آئی کہ:۔

"نہیں کوئی معبود ہے مگر اللہ ۔ اور میں اس کا بندہ اور اس کا رسول ہوں"

یہ آواز تھی کہ آپ پروانہ وار ہو کر خدمت نبوت میں حاضر ہو کر شرف باسلام ہو گئے۔ ان کے آقا کو خبر ہوئی تو اس نے لال لال لوہے کی سلاخوں کو آپ کے سر مبارک پر جن کی بلائیں فرشتے لینے آتے تھے۔ رکھدیں۔ انگارے کے مانند پتھروں پر آپ لٹا کر باندھ دیئے جاتے۔ جس کی وجہ سے پیٹھ پر کا گوشت جاتا رہا تھا۔ مگر توحید کا سودا کچھ دل میں اس طور سما گیا تھا۔ کہ ان تمام تکالیف اور ان تمام مصائب نے کم کرنے کی بجائے انمیں زیادتی ہوتی رہی۔ (تاریخ ابن جریر طبری)

ایکدفعہ حضرت عمرؓ نے آپ سے ان کے حالات زندگی دریافت فرمائے۔ تو آپ نے عرض کیا۔ کہ امیر المومنین میری پیٹھ دیکھ لیجیئے۔ آپ نے پیٹھ دیکھی۔ تو انتہائی متعجبانہ انداز میں فرمانے لگے۔ کہ میں نے تو ایسی پیٹھ کسی کی بھی نہیں دیکھی۔ آپ نے عرض کی۔ کہ جب میں اسلام لایا۔ تو کفار تنور میں آگ دھکاتے

اور اس پر مجھے لٹا دیتے۔ اس آگ کو میری پیٹھ کی چربی بجھا دیا کرتی تھی۔ (اسد الغابہ تذکرہ حضرت خبابؓ)
اللہ اکبر یہ تھی ایمان کی قوت! اور اسے کہتے ہیں عشقِ محمدی اور ربانی محبت!!!

---

حضرت حبیب رضی اللہ عنہ ایک جلیل القدر اور بزرگ ترین صحابی ہیں۔ ایکبار ان کو مسیلمہ کذاب نے پکڑا۔ اور کہنے لگا۔ کہ تم محمد (صلعم) کو رسول مانتے ہو؟ آپ نے فرمایا کہ "ہاں" - پھر اس نے سوال کیا۔ کہ تم مجھے بھی رسول مانتے ہو؟ آپ نے فرمایا کہ " لا اسمع " (میں نہیں سنتا)۔ اس جملہ اور اس انکار پر اس کو اسقدر طیش آگیا۔ کہ اس ظالم نے آپ کا عضو عضو کاٹ کر منتشر کر دیا۔ اس پر بھی آپ آنحضرت پر درود و سلام اور مسیلمہ کے جواب میں ' لا اسمع ' (میں نہیں سنتا) فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ چند ہی لمحوں میں نشہ ربانی کا ڈوبا ہوا یہ متوالا اپنے سچے دوست سے جاملا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (مدارج النبوت) سچ ہے ؎

عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالبؔ
کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بجھے

جس دل میں سچی محبت اور والہانہ الفت و عقیدت گامزن ہو۔ کیا اس میں کسی جھوٹے خیال کا بھی گذر ہو سکتا تھا!

---

حضرت ابو فکیہہؓ صفوان بن امیہ کے غلام تھے۔ یہ جب اسلام لائے تو ان کا مولیٰ انہیں لوہے کی زرہ پہنا کر جلتے ہوئے پتھروں کی چٹان پر ٹھیک دوپہر میں ڈالدیتا۔ آپ کو اس قدر اذیت ہوتی۔ کہ آپ مختل الحواس ہو جایا کرتے۔ جب اس قسم کی تکالیف سے صفوان تھک گیا۔ تو اس نے ایکدن آپ کی گردن مبارک میں رسی باندھ کر لوگوں کو حکم دیا۔ کہ انہیں تمام گلیوں اور کوچوں میں گھسیٹتا ہوا لے جاؤ۔ اتفاق سے راستے میں ایک گبریلا ملا۔ صفوان نے طنزاً کہا۔ کہ (نعوذ باللہ) تمہارا خدا یہی تو نہیں ہے۔ آپ نے جواب دیا "میرا اور تیرا خدا اللہ تعالیٰ ہے"۔ اس پر صفوان نے اسقدر زور سے آپ کا گلا گھونٹا۔ کہ سب کو یقین آگیا۔ کہ آپ کا دم نکل گیا۔ (اسد الغابہ)

حضرت عائشہؓ کو محض اس جرم میں کہ آپ ایک خدا کو ایک اور سچے رسول کو رسول کہتے تھے۔ کفار طرح طرح کی تکلیفیں دیتے۔ رسی میں ہاتھ پیر باندھ کر آپ کے مقدس بدن میں کانٹے چبھوتے۔ آگ کے انگارے رکھتے کھانا نہ دیتے۔ پانی سے محروم کرتے۔ اور پھر اسی بھوک اور پیاس کے عالم میں عرب کی سنگریزے والی زمین پر پھینک دوپہر میں گھسیٹتے۔ مارتے اور لہولہان کر دیتے۔ لیکن یہاں جذبۂ عشق پکار پکار کر کہتا۔ کہ جس دل اور زبان سے ایک بار کلمہ توحید و رسالت کا اقرار ہو چکا ہے۔ اب اس سے ہرگز انکار نہیں ہو سکتا ہے ـــــ اللہ اللہ یہ ہے عشق محمدی اور یہ ہے قوت ایمان ... ... (مسند احمد بن حنبل)

آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق اور محبت کی اگر ایک طرف سخت جان اور رگ و خون میں کھیلنے والے مرد و زن نے داد دی۔ اور بڑھ بڑھ کر اپنے جوش اسلامی اور اپنی قوت ایمان کا مظاہرہ کیا۔ تو دوسری طرف ناز و نعم میں پلی ہوئی عورتوں نے بھی اپنے نرم و نازک اور لطیف اجسام کو مہالک اور مخاطر میں ڈال کر اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں ایسی ایسی جانفروشیاں اور قربانیاں پیش کیں۔ کہ نور کے بنے ہوئے فرشتے ایک بار پھر اس کا اقرار کرنے پر مجبور ہو گئے۔ کہ حقیقتاً بار امانت الہٰی اٹھانے کا اگر کوئی اہل ہے۔ تو وہ نورانی فرشتے نہیں بلکہ خاکی انسان اور صرف انسان ہیں۔

---

حضرت سمیہؓ حضرت عمارؓ کی والدہ ہیں۔ آپ جب اسلام لائیں۔ تو کفار نے آپ کو دھوپ میں کھڑا کر دیا۔ اور روٹی پیاز و شہد جیسی گرم اشیاء کھلائیں۔ مگر پانی کا ایک قطرہ نہیں دیا۔ تین دن اسی حالت میں گذر گئے۔ تو ان بدبختوں نے ان سے کہا۔ کہ تم جس مذہب پر ہو اسے ترک کر دو۔ تو ہم تمہیں پانی دیں۔ آپ اس قدر بدحواس ہو گئی تھیں۔ کہ ان کا کہنا آپ نہ سمجھ سکیں۔ تب کافروں نے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ اب آپ سمجھ گئیں۔ کہ ان کا منشا ہے۔ کہ میں توحید سے انکار کر دوں۔ آپ نے نہایت بیباکی سے جواب دیا "خدا کی قسم! میں اس عقیدہ پر قائم ہوں اور تا زندگی قائم رہونگی" کافروں کا خیال تھا۔ کہ شاید آفتاب کی تمازت اور بھوک و پیاس کی شدت ان کو اپنے عقیدے پر نہ رہنے دیگی۔ مگر جلد ہی معلوم ہو گیا۔ کہ وہ کن غلطیوں میں غلطاں ہیں۔ اور کن خیالات میں محو و سرگرداں کفار جب اپنے تمام ہتھیار ایک بیکس، ایک مجبور اور

ایک غریب عورت پر ڈال چکے اور ظلم و ستم کی حد کر چکے۔ تو مجبور ہو کر آپ کے سینے میں برچھی مار کر اللہ کی اس نیک بندی کو ہلاک کر دیا۔ انا للہ وانا علیہ راجعون ۔

---

انصار میں ایک عفیفہ تھیں۔ ان کی قوت ایمانی کا یہ عالم تھا۔ کہ جب جنگ احد میں ان کے باپ بھائی، شوہر یعنی پورا خاندان ایک ایک کر کے ناموس اسلام پر پروانہ وار نثار ہو گیا تھا۔ تو آپ بے تابانہ انداز میں دوڑتی جاتیں۔ اور آنحضرت صلعم کی خیریت دریافت فرماتی جاتیں۔ کہ ایک گوشہ میں حضور پر نظر پڑتی ہے۔ فوراً حاضر خدمت ہوتی ہیں۔ آنحضرت صلعم سب کی شہادت کی خبر دیتے ہیں۔ آپ اس موقعہ پر بجائے اس کے روئیں، پیٹیں، ماتم کریں۔ جو جواب دیتی ہیں۔ تاریخ اپنے دامن سے کبھی اس جواب کو فراموش نہیں کر سکتی۔ عرض کرتی ہیں "حضور! آپ کے ہوتے ہوئے یہ سب ہیچ ہیں۔ اور اسلام کی راہ میں یہ کوئی قربانی نہیں ہے۔ (طبقات ابن سعد) ـــــ اللہ ری فدویت ـــــ ع

میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا
اے شہ دیں تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

---

ابتک جن بزرگوں کا ذکر ہوا۔ ان میں اکثر لونڈی اور غلام تھے۔ اب ہم آپ کو چند ایسے جلیل القدر بزرگوں کا بھی ذکر سنائینگے۔ جو اگرچہ جاہ و ثروت والے تھے۔ ان کی عزت اور عظمت ان کے قبیلوں میں مسلّم تھی۔ اور بہت ہی زیادہ جاہ و جلال کے مالک تھے۔ مگر تاہم مشرف باسلام ہوتے ہی کفار کے ظلم و ستم اور دست تظلم سے محفوظ نہ رہ سکے۔ چنانچہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ جب اسلام لائے۔ اور لوگوں کو اس کی طرف دعوت دی۔ تو ایک موقع پر کافروں نے اس قدر آپ کو مارا۔ کہ آپ کے اہل قبیلہ کو آپ کی موت کا یقین آگیا۔ چنانچہ اس مقام سے کپڑے میں لپیٹ کر مکان لے گئے۔ دن بھر آپ بیہوش رہے۔ شام کو ہوش آیا۔ تو بجائے اس کے کہ آپ تکلیف کی شکایت کرتے۔ سب سے پہلے جو آواز نکلی۔ وہ یہی تھی۔ "کہ آنحضرت صلعم کیسے ہیں۔ ان کا حال سناؤ" ۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ جب اسلام لائے۔ تو ان کے

چچا نے اس قدر مارا۔ کہ آپ لہولہان ہو گئے۔ مگر آپ تھے کہ ہمیشہ اپنی قوت ایمانی کا مظاہرہ کرتے رہے (۱) صحابہ فی تذکرۃ اصحاب / رضی اللہ عنہ ورضوا عنہ واخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم والہ واصحابہ الطاہرین۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم ۵

---

# محسوساتِ ماہر

از:۔ ماہر القادری

کوئی جہاں میں تیری مثال لا نہ سکا
میرا جنوں بھی تجھے آئینہ دکھا نہ سکا

چمن میں سوگ ہے اس بد نصیب غنچہ کا
جو ایک رات بھی جی بھر کے مسکرا نہ سکا

زمانہ بھر کو تباہ و خراب کر ڈالا
تیری نظر پہ مگر کوئی حرف آ نہ سکا

وہ داد خواہِ محبت ہے آج خود تجھ سے
کبھی جو حرفِ شکایت زبان پہ لا نہ سکا

تری نگاہ پہ ثابت ہوا نہ جرم کوئی
ترے خلاف کوئی دل گواہ لا نہ سکا

میں کیا کروں کہ ترا رازِ عشق ہائے ستم
ہزار میں نے چھپایا مگر چھپا نہ سکا

میں خاک اس سے امیدِ کرم رکھوں ماہرؔ
دوبارہ جو دلِ افسردہ کو دکھا نہ سکا

# مسلمان اپنی کھوئی ہوئی عظمت کو پھر کیسے حاصل کر سکتا ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰہِ جَمِیۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا

(خدا کی رسّی کو نہایت مضبوطی سے پکڑ لو اور آپس میں تفرقہ مت ڈالو)

(القرآن الحکیم)

مسلمانوں خدا کی رسّی کو نہایت مضبوطی سے پکڑ لو۔ اور پھر وہ تمہیں قرن اوّل کی عظمت وجلالت پھیر دیگا۔ یوم میثاق کے فراموش کردہ مواعید ومواثیق کو یاد کر لو۔ اور پھر اسی تیز رفتاری سے جادۂ حق پر گامزن ہو جاؤ۔ قدرت تمہاری مدد کو آئے گی۔ اور تمہیں پھر وہ خلعت شاہانہ پہنا کر تمہارے سرنگوں حوصلوں کو بلند کر کے تمہارے سروں پر ہفت اقلیم کی شہنشاہی کا تاج زریں رکھ دیگی۔ تمہیں یاد نہیں۔ کہ تم مٹھی بھر انسان صحرائے عرب سے ایک امی لقب کی قیادت میں اٹھے۔ شکم سے خالی، اوزاروں سے بے نیاز، راکب ومرکب کی قید سے آزاد، لیکن تم ایک چھلاوے کی طرح چھا گئے۔ تم ایک چنگاری تھے۔ اور شعلۂ جوّالا بن کر لپکے۔ تمہارا چمکنا تھا۔ کہ اعدار... خس وخاشاک کی طرح اُڑ گئے۔ تمہارے آگے قیاصرو کسریٰ کی اکڑی ہوئی گردنیں جھک گئیں۔ تمہاری فلک شگاف تکبیروں سے فضائے اندلس میں ایک زلزلہ برپا ہو گیا۔ تمہارا سیلاب فنا خیز سرزمین سپین کو بہا لے گیا۔ آخر یہ کیا تھا؟ کیا کوئی چھلاوا تھا یا جادو۔ تم عفریت تھے یا انسان۔ یہ تمام من گھڑت قصے نہیں۔ یہ کوئی پرانی داستانیں نہیں۔ ابھی ابھی کی بات ہے۔ کہ ہندوستان میں تمہاری ہوا بندھی تھی۔ عرب سے سپین تک کی زمین تمہارے زیر نگین تھی۔ لیکن اب اس قصۂ پارینہ کو دہرانے سے کیا حاصل؟ اس گئی گذری شوکت پر رونے سے کیا فایدہ؟ سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیا پھر تم ویسی ہی شوکت وعظمت حاصل کر سکتے ہو؟ کیا پھر تم اسی طرح چند مٹھی بھر درماندہ انسان گھروں سے نکل کر دُنیا

پر چھا سکتے ہو۔ کیا پھر تم غلامی کے سلاسل کو توڑ کر آزاد ہو سکتے ہو۔ اس کا جواب نہایت سہل، اس کا حل نہایت آسان، صرف تم قرآن کو پکڑ لو۔ اور پھر تم دنیا پر چھا جاؤ گے۔ اعدار کے مقابلے میں تمہیں فتح ہو گی۔ قرآن کہتا ہے کہ اگر تم دس ہوئے۔ تو سو پر غالب آؤ گے۔ اگر تم سو ہوئے تو ہزار پر فتح دیجائیگی۔ لیکن کیا یہ شکست و فتح اکثریت و اقلیت پر مبنی ہے۔ یا کوئی اور چیز کام کر رہی ہے۔ اکثریت و اقلیت کچھ قدر نہیں رکھتی مسلمان کا جذبۂ ایمان اس سے بے نیاز ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ تم بہتر ہزاروں کے مقابلے میں چلے جاتے تھے۔ اور منصور و کامران لوٹتے تھے۔ تمہارے خشوع و قاہرہ سے کفار کے دلوں میں ایک کپکپی اور جانوں میں رعشہ پیدا ہو جاتا تھا۔ بدر و حنین و دیگر غزوات کے حالات اٹھا کر دیکھو۔ کہ تم کتنے قلیل اور تمہارے دشمن کتنے کثیر تھے۔ لیکن کامیابی نے ہر موقعہ پر تمہارے قدم چومے۔ فتحمندی نے تمہیں اپنی پیشانی پر جگہ دی سب سے مقدم چیز تنظیم ہے۔ سلک تنظیم میں منسلک ہو جاؤ۔ دوسری چیز وحدت ہے۔

**وحدت**۔ جب تم ایک کو مانتے تھے۔ اور ایک کو پوجتے تھے۔ تو وہ تمہارے حوصلوں کو بلند اور تمہاری پستیوں کو عروج سے تبدیل کر دیتا تھا۔ تمہاری نمازوں میں اب بھی اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ہے۔ لیکن یہ صرف گفتاری غوغا ہے۔ تمہارے دلوں میں کئی خدا بس رہے ہیں۔ تم اِیَّاكَ نَعْبُدُ کے پس پردہ فرقہ پرستی، شخصیت پرستی، دشمنی، عداوت، الحاد و کفر کے چھوٹے چھوٹے خداؤں کو نہایت نیازانہ تعبد سے پوج رہے ہو۔ تم اس ایک وحدہٗ لاشریک کا نام لے کر میدان ہلاکت میں نتائج و عواقب سے بے نیاز ہو کر کود پڑو اور پھر وہی آواز اٹھیگی۔

وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ

(اللہ کے بندوں نے میدان مار لیا اور دشمنی کرنے والے منہ تکتے رہ گئے)

تم کہتے ہو کہ آسمانی امداد کے دروازے بند ہو چکے ہیں۔ یہ سب غلط۔ اپنے آپ میں طاقت کردار پیدا کرو۔ اور پھر دیکھو کہ کیا قدرت تمہاری مدد کو آتی ہے۔ کہ نہیں۔ قدرت تو پکار پکار کر کہہ رہی ہے۔ کہ اگر تم مسلمان ہوئے تو میں تمہیں عزت بھی دونگا۔ اور سرفراز بھی کروں گا۔ تمہیں دنیا کا وارث کر دونگا۔ لیکن اگر تم اسی خواب میں مست بیٹھے رہے۔ کہ ہم تو خدا کے ہاں گارنٹی شدہ اور منظور شدہ مسلمان ہیں۔ تو پھر اِنَّ الْاَرْضَ

لِلّٰہِ یُوْرِثُہَا مَنْ یَّشَآءُ (زمین خدا کی ہے۔ جو اس کے امر ہی کا خیال کریگا اسے ہی زمین میں خلیفہ کردے گا)
اور تمہیں غلام بنکر اس کے دراعلیٰ پر جبہ سا ہونا پڑیگا۔ اگر چاہتے ہو۔ کہ دنیا میں باعزت زندگی بسر کرو۔ تو پھر اپنی زندگیوں کو اقتصادی بنیادوں پر استوار کرو۔ پہلے اس غربت و فلاکت کو دور کرو۔ اپنی جانوں اور دھن کو ہندوؤں کی مہاجنی گرفت سے آزاد کراؤ۔ اور پھر ان کے مقابل میں ڈٹ جاؤ۔ کیا اسلام نے تمہیں تجارت کے اصولوں پر کاربند ہونے کی ترغیب نہیں دی۔ جب تم میں امارت اور زندگی پیدا ہو جائیگی۔ تو تم اپنے تمدن، اپنی تہذیب کو احیائے دوام بخشنے کے قابل ہو سکو گے۔ ورنہ اگر یہی حال رہا۔ تو ایک ملک میں دو قوموں کا غلام بنکر رہنا پڑیگا۔ اور اس طرح تمہیں اپنے کلچر کو غیر کے قدموں پر بھینٹ چڑھانا پڑیگا۔ اور تمہاری رہی سہی تہذیب بھی رخصت ہو جائے گی۔ ابھی وقت ہے۔ آنکھیں مل کر اٹھ بیٹھو۔ دنیا کی رفتار کو دیکھو اور اپنی صفوں کو درست کر کے جنگ آزادی میں شامل ہو جاؤ۔ اور پھر دیکھو۔ کہ تمہاری بگڑی ہوئی حالت کیسی سنورتی ہے۔ تم میں پھر غنیمانہ عزائم کیسے پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن اگر اسی طرح محوِ خواب رہے۔ تو خدا تمہیں نہیں بدل سکتا۔ جیسا کہ ارشاد ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

(ترجمہ) خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی — نہ ہو جس کو خیال خود اپنی حالت کے بدلنے کا

غلام جیلانی احقر تلہ گنگی

---

گیسوئے احمدِ مختار کا دیوانہ بنوں — اے خدا شمعِ رسالت کا میں پروانہ بنوں
مطلقاً ہوش کے احساس سے بیگانہ بنوں — بادۂ عشقِ نبی پی کے جو مستانہ بنوں
کاش یوں عشقِ محمدؐ میں فنا ہو جاؤں — قابلِ درس زمانے کا میں افسانہ بنوں
یہ تمنا ہے کہ اسلام سے سرشار رہوں! — مئے وحدت کا چھلکتا ہوا پیمانہ بنوں

میرے مجروح شدہ دل کی یہ حسرت ہے جمیلؔ
بارگاہِ شہِ کونین کا نذرانہ بنوں

(سید غضنفر علی جمیل نظامی)

# سرکاری گرلز سکولز کا نظام تعلیم اسلامی کلچر کے خلاف ہے!

از ملک محمد عارف صاحب لاہور

لڑکیاں پڑھ رہی ہیں انگریزی ڈھونڈلی قوم نے فلاح کی راہ
روشِ مغربی ہے مدِّ نظر وضعِ مشرقی کو جانتے ہیں گناہ
یہ ڈرامہ دکھائے گا کیا سین
پردہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ (علامہ اقبال مدظلہ)

ہندوستان کا سرکاری نصاب تعلیم جن نقائص سے پُر ہے۔ اس کا اعادہ اس لئے لاحاصل ہے۔ کہ نہ صرف اکثر اہل علم ہی ان نقائص سے واقف ہیں۔ بلکہ ہزارہا نونہالان قوم اس نقص کے باعث ہی باوجود تکمیل تعلیم ایسے بیکار ہو چکے ہیں۔ کہ اپنی ضروریات زندگی تک پوری کرنے سے معذور ہیں۔

چنانچہ اس ناقص نصاب تعلیم کے مطابق ہی لڑکیوں کا مروجہ نصاب تعلیم مدوّن ہے۔ جسکی تکمیل صرف دفتری حکومت یا مغربی تقلید تمدن کی تحریک کے لئے تو البتہ مفید اور کارآمد ہو سکتی ہے۔ لیکن ملک و ملت کیلئے بجائے مفید کے مضر بلکہ جس قدر مضر ترین ہے۔ اس پر کسی آئندہ فرصت میں اپنے ناچیز خیالات کا اظہار کرنے کی کوشش کروں گا۔

سردست موجودہ نظام تعلیم پر چند معروضات عرض ہیں۔

---

سمجھدار انسان کو اس بات کا اعتراف ہے۔ کہ جس قدر اسلامی تہذیب و تمدن انسانی زندگی کے لئے مفید ہے۔ اسی قدر مغربی تمدن کی بیگانگی اہل مشرق کے لئے مضر ہے۔ لیکن یہ کس قدر تعجب خیز بات ہے۔ کہ باوجود یہ سمجھنے اور اسلامی کلچر کے بلند بانگ دعاوی کے عام مسلمان اپنی لڑکیوں کو انگریزی تعلیم و انگلش طریق تمدن سے آراستہ کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

ہر شہر میں صبح ہوتے ہی دوشیزگان مشرق کے مغربی فیشن کی نمائش ہوتی ہے۔ جوان العمر لڑکیاں اپنے گھروں اور بزرگوں کو خیرباد کہہ کر زیبائش حسن کو نمایاں اور ہر قسم کے نازو سے اپنے جذبات شباب تازہ کرتی ہوئی سکول جاتی ہیں۔ سکول کی رنگین فضا سے ان کی طبیعت مانوس ہوتی ہے۔ شوخ و شنگ ہم نشین طالبات کی کیف آور صحبتوں سے جوانی کی امنگیں ابھرتی ہیں۔ بناؤ سنگار لباس و فیشن کے طریق عمل کا شوق دل میں پیدا ہوتا ہے"

غرضیکہ اس ماحول میں جوانی کے نصف حصہ کو سکول لائف سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اس سکول لائف میں آزادی آرام طلبی نفاست و تفاخر و تصنع و اسراف کے جو تاثرات دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ یہی تاثرات نہ صرف اخلاقی و معاشی مشکلات بلکہ ملک و ملت کی اسی ندامت کا باعث ہوتے ہیں۔ جس سے آج مفکرین یورپ اپنے ملک کی عورتوں کے آزادانہ طرز عمل سے نادم ہو رہے ہیں۔

---

مجھے یاد ہے۔ کہ اپنے کسی گذشتہ مضمون میں یہ بات عرض کر چکا ہوں۔ کہ میں تعلیم نسواں کا مخالف نہیں بلکہ سب سے پہلا مؤید ہوں۔ البتہ مجھے موجودہ نصاب و نظام تعلیم سے اختلاف ہے۔ اور اسلئے ہے کہ میں اسے اسلامی کلچر کے خلاف سمجھتا ہوں۔ لہذا جو اصحاب لڑکیوں کے باپ کہلائے جاتے ہیں۔ براہ کرم وہ مندرجہ ذیل معروضات پر نہ صرف خود غور فرماویں۔ بلکہ اپنے دیگر احباب و اقارب کو بھی ان باتوں سے مطلع فرما کر ممنون فرماویں۔

(۱) جوان العمر لڑکیوں کا بن سنور کر تنہا یا پیادہ پر رونق بازاروں میں دن میں دو دفعہ گذرنا غیرت ملی کے خلاف ہے۔

(۲) سرکاری سکول کے مغربی نظام تعلیم پر بہر رو زعمل پیرا ہونے سے مغربی تقلید تمدن کے تاثرات

دل میں پیدا ہونے یقینی ہیں۔ جو اسلامی تمدن و معاشرت کی مشکلات کا باعث ہیں۔

(۳) گرلز سکولز کی ہم نشینی سے غریب لڑکیوں کے دلوں میں مغربی فیشن پرستی کی تحریک ہوتی ہے۔ جو غریب والدین کی مشکلات کا سبب ہے۔

(۴) شریر، شوخ و شنگ لڑکیوں کی صحبت سے شریف خصلت لڑکیوں کے طبائع پر اثر بد پڑتا ہے۔

(۵) نصف یوم کی آزادی میں جبکہ نہ بزرگوں کا لحاظ ہو۔ نہ گھر والوں کا خوف۔ اس پر سکولوں کی استانیوں اور ماماؤں کی نفسیاتی و ذاتی خود غرضیاں موجودہ ماحول میں تحفظ عزت و عصمت کے تفکرات کا باعث ہیں؟

(۶) یہ صحیح ہے۔ کہ جس طرح طبعی شرافت بُرے اثرات قبول نہیں کر سکتی۔ اسی طرح مغربی نظام و نصاب تعلیم بھی بذات خود اگرچہ بُرے نہیں۔ لیکن موجودہ نصاب تعلیم کے حسن و قبح کی بحث سے احتراز کرتے ہوئے موجودہ نظام تعلیم کی تحریک مغربی معاشرت، عیش پسندانہ نفاست وغیرہ نظر انداز نہیں کیجا سکتی۔

(۷) ممکن ہے۔ کہ اثر صحبت، آزادی، مغربی تقلید تمدن وغیرہ کے تاثرات اگر شرافت و تحفظ عصمت میں خلل پیدا کرنے کا موجب نہ ہو سکیں۔ لیکن ظاہری نفاست فیشن، تفاخر و تصنع کا اثر طبائع پر ہونا یقینی ہے۔

(۸) ان تاثرات کے ظاہری نتائج خانگی زندگی میں ہر روز دیکھے جاتے ہیں۔ تو ہر سکولز تعلیمیافتہ بیوی کی مسرفانہ معاشرت سے بیزار ہے۔ اور بیوی مشرقی سادہ زندگی سے نفور، اس چپقلش سے نہ میاں اپنی رفیقہ حیات کی رفاقت حاصل کر سکتا ہے۔ اور نہ بیوی کو میاں کی چاہت نصیب ہوتی ہے۔

(۹) سب سے زیادہ نا عاقبت اندیشی یہ ہے۔ کہ موجودہ وقت میں اکثر غریب الحال اہل حرفہ بھی اپنی لڑکیاں کو سکولز تعلیم دلا رہے ہیں۔ لیکن وہ یہ نہیں سمجھتے۔ کہ جب تمام غریب الحال اہل حرفہ اعلیٰ تعلیم حاصل کر کے سرکاری یا غیر سرکاری ملازمت حاصل نہیں کر سکتے۔ تو یہ تعلیم یافتہ لڑکیاں آخر کن سے منسوب ہونگی؟ اگر کسی غریب الحال اہل حرفہ کی لڑکی کسی غیر تعلیمیافتہ غریب اہل حرفہ سے منسوب ہوگی اور یقیناً ہوگی۔ تو فیشن ایبل نفاست پسند، آزاد مزاج بیوی کا ان پڑھ اور سادگی پسند میاں سے نباہ کیسے ہوگا؟

(۱۰) ایسے غریب الحال والدین سے اگر پوچھا جاتا ہے۔ کہ آپ جبکہ اپنی غریبی کے باعث لڑکوں کو سکولز تعلیم نہیں دلا سکتے۔ تو اپنی لڑکیوں کو سکولز تعلیم دلانے سے آپ کا کیا مقصد ہے؟ ان کا جواب یہ ہے

کہ ان پڑھ لڑکیوں کی شادی میں دقت ہوتی ہے۔

لیکن مزے کی بات یہ ہے۔ کہ سنجیدہ نوجوان یہ کہتے ہیں۔ کہ سکولز تعلیم یافتہ لڑکیاں آزادانہ اور مسرفانہ روش نیز مغربی تقلید معاشرت۔ کے باعث مرد کی مونس ہونے کی بجائے سوہان روح کا باعث ثابت ہوتی ہیں۔

(۱۱) ماننے کی بات ہے۔ کہ تعلیم بذات خود بری نہیں۔ لیکن پچاس فیصدی لڑکیاں موجودہ نظام و نصاب تعلیم کے باعث ہی حسب پسند شوہروں کا انتخاب نہیں کر سکتیں۔ اور ان کی یہ ناکامی یا اپنے مفروضہ یا منسوبہ شوہر کی بیزاری یا بد اخلاقی وغیرہ اسی نظام عمل کے تاثرات پر مبنی ہے۔

لہٰذا اندرجہ بالا معروضات کو مد نظر رکھتے ہوئے ان تمام والدین کو جو اپنی لڑکیوں کو اندھا دھند موجودہ گرلز سکولز تعلیم سے آراستہ کر رہے ہیں! غور کرنا چاہیئے۔ کہ لڑکیوں کی تعلیم کا موجودہ نظام اسلامی کلچر کے علاوہ اپنے اور مسلم ننگ و ناموس کے خلاف تو نہیں؟

---

# ہر چیز کو جہان میں ناپائیدار دیکھ

از نتیجہ فکر الطاف احمد صاحب بیباک

آہ و فغاں و نالۂ شبہائے تار! دیکھ　　آہ اور اضطراب دل بے قرار دیکھ

آتش فشاں نہ ہو یہ مزار محبت جہان پر　　چھوٹے کہیں نہ ضبط نہ ہو اشکبار دیکھ؟

وحشی پہ تیرے غیر اڑاتے ہیں پھبتیاں　　دشت جنوں میں دامن دل تار تار دیکھ

منظور ہے اگر میری الفت کا امتحان　　مانند شمع جل! مجھے پروانہ وار! دیکھ

گر چاہتا ہے چین سے ہو زندگی بسر　　ہر چیز کو جہان میں ناپائیدار دیکھ

بیباک مجھ سا ہوگا بھلا خوش نصیب کون
ان کو دم آخر اگر لوں ایک بار دیکھ

# پیغامِ خلیق

شبِ غم آہ نکلی اگر ٹوٹے ہوئے دل سے
نمایاں لرزشیں ہونگی شعاعِ ماہِ کامل سے

مٹا دو دل مرا سوزش مگر رہ جائے الفت کی
کہ شعلے ملتہب ہو جائیں پھر خاکسترِ دل سے

فضائے گلستاں میں ہیں فنا سامانیاں مضمر
مرا پیغام کہدے کوئی گلشن میں عنادل سے

محبت کی جہاں میں کیوں نہ ہوتی گرم بازاری
ازل سے تھا تعلق عشق کا انسان کے دل سے

یہ جوشِ رہروی ہے یا فریبِ منزلِ مقصد
قریبِ منزل کے ہو کر دور ہو جاتا ہوں منزل سے

معاذ اللہ غفلت کوشیاں انسانِ فانی کی
لیا کرتا ہے کیا کیا درس اپنے زعمِ باطل سے

جسے تھا ڈوبنا ڈوبا وہ دریائے محبت میں
نہ کچھ تدبیر بن آئی سبکسارانِ ساحل سے

نہ پوچھ اے ہمنشیں رنگینیاں عہدِ جوانی کی!
نظر ہر رنگ پہ مبنی تھی رنگینیٔ دل سے

نظر آئینگے کیا جلوے اسے نورِ حقیقت کے
سجا رکھا ہے جسنے اپنا دل انوارِ باطل سے

نہ کیونکر بیخودی میں طے کروں رستہ محبت کا
مسافر کو ہوا کرتا ہے فطری عشق منزل سے

وصالِ دوست گو ممکن سہی انجامِ الفت میں
شبِ فرقت ہوا کرتا ہے لیکن صبر مشکل سے

شبِ مہتاب میں بے پردہ جب وہ سیر کو نکلے
سیاہی ہو گئی رخصت جبینِ ماہِ کامل سے

خلیقِ زار کا اس طرح اٹھنا رنگ لائیگا
اٹھا ہے دل گرفتہ مضطرب ہو کے تیری محفل سے

از جناب [illegible]

# والدین کا فرض

از حمید اللہ خاں صاحب ضیا۔ اسلام پوری منشی فاضل۔ ادیب فاضل

مسلمانوں میں ایسے بہت کم لوگ ہوں گے۔ جو اپنے بچوں کی تربیت نہایت صحیح طور پر کرتے ہونگے ان خاص خاص آدمیوں کو چھوڑ کر جو اپنے بچوں کی تربیت کا ہر طرح خیال رکھتے ہیں۔ اگر دیکھا جائے۔ تو صاف نظر آتا ہے۔ کہ اکثریت اپنے بچوں کو تباہی و بربادی کے عمیق ترین گڑھوں میں دھکیلنے کی خود ہی ذمہ دار ہے۔ بچوں کی تربیت میں غفلت برتنا اپنی تمام قوم کو ذلیل و رسوا کرنے کے مترادف ہے۔ یہی بچے آگے چلکر آنے والی نسلوں کے باپ ہونگے۔ ان کی تہذیب آنے والی نسلوں کی تہذیب ہوگی۔ اس کے علاوہ یہ لوگ اپنے آبا و اجداد کے اخلاق کا نمونہ تصور کئے جائینگے۔ اگر میں غلطی پر نہیں ہوں۔ تو میرے خیال میں قوم کی موجودہ کمزوریاں بھی اسی غلط اور ناقص تربیت کا اثر ہیں۔

تربیت ہی ایک ایسی چیز ہے جس کے اثر پر انسان کا بگڑنا یا بننا منحصر ہے۔ جب ایک پودا خوشگوار یا غیر خوشگوار تربیت کے باعث مفید یا غیر مفید ہو سکتا ہے۔ تو پھر کس طرح کسی کو یہ کہنے کا حق حاصل ہے۔ کہ ان کی اولاد بغیر مناسب تربیت کے اپنے صحیح اثرات دکھانے کے قابل ہو سکتی ہے۔

ممکن ہے کہ دنیاوی لحاظ سے اکثر لوگ اپنی اولاد کی ہر ضروری تربیت کا خیال رکھتے ہوں۔ مگر افسوس کہ مذہبی نکتۂ نگاہ سے ایسا ہرگز نہیں۔ مسلمانوں کی مذہبی لحاظ سے ناقص تربیت کا یہ اثر پڑا ہے۔ کہ اکثر مسلمان جن میں بوڑھے، جوان، بچے، عورتیں شامل ہیں۔ مذہبی تعلیم کے نہایت معمولی (معروف) امور سے بھی ناآشنائے محض ہیں۔ ایک واقعہ یاد آیا۔ جسے مطالعہ فرما کر ناظرین میرے دعوے کی صحت کا اندازہ بخوبی لگا سکیں گے۔

ہمارے گاؤں کے ایک قریشی صاحب بڑے مالدار آدمی تھے۔ سرکار میں اچھی خاصی ملازمت ملی ہوئی تھی۔

اس لئے روپے کی ان کے پاس کوئی کمی نہیں تھی۔ انہوں نے اپنی اولاد کو بڑے وسیع پیمانے پر تعلیم دلوائی مگر تعلیم انگریزی اور دفتری تھی۔ قریشی صاحب کے بڑے فرزند ارجمند جو ڈاکٹری پڑھا کرتے تھے۔ خدا خدا کر کے اپنا کورس ختم کر کے گھر واپس آئے۔ اور والدین کی طمانیت قلب کا باعث ہوئے۔ یہ گاؤں کے نووارد جنٹلمین اخوش پوش) دن بھر ننگے سر کوٹ پتلون زیب تن کئے سارا سارا دن گلیوں میں مارا مارا پھرا کرتے تھے۔ دیہاتی بیچارے انہیں بڑا آدمی تصور کر کے اکثر اس کے قصے کہا کرتے تھے۔ بارے ایسا اتفاق ہوا۔ کہ اس نوجوان کے کسی عزیز کی موت واقع ہوگئی۔ ورا سے نمازِ جنازہ میں مجبوراً شامل ہونا پڑا۔ دل میں تو سخت گھبرائے ہوئے تھے۔ مگر ظاہراً پریشانی کی کوئی علامت ان کے چہرہ پر نہیں تھی۔ صف میں کھڑے ہوتے ہی انہوں نے جیب سے رومال نکال کر اپنے سامنے بچھا دیا۔ تاکہ سجدہ کرتے وقت پیشانی خاک آلودہ نہ ہو۔ یہ دیکھ کر ساتھ والے نمازی نے پوچھا صاحب یہ کس لئے؟ نہایت باوقار لہجے میں فرمایا۔ میدان میں نماز ہو رہی ہے۔ ممکن ہے اس میں کسی گندی اور مضر چیز کا اثر ہو۔ سجدہ میں سانس لیتے وقت وہ خطرناک چیز اندر داخل ہو جانے کا احتمال ہے۔ تم بھی ایسا کر لو۔ تو بہتر ہوگا۔ ساتھ والے نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ معلوم ہوا۔ آپ بھی نرے جنٹلمین ہی ہیں۔ خدا کے بندے! نمازِ جنازہ میں سجدہ نہیں ہوا کرتا۔ اتنا سن کر ڈاکٹر صاحب اتنے شرمندہ ہوئے کہ توبہ بھلی۔

ایک اور واقعہ یاد آیا۔ ایک دفعہ لڑکوں نے میرے پاس شکایت کی۔ کہ آپ فلاں لڑکے کی لیاقت کے معترف ہیں۔ اور ہمیشہ اس کی تعریف کیا کرتے ہیں۔ لیکن اسے تو کلمہ پڑھنا ہی نہیں آتا۔ میں نے اسے بلا کر کلمہ شریف پڑھنے کو کہا۔ کلمہ تو اس نے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں ادا کر دیا۔ مگر جب میں نے اسے نماز سنانے کو کہا۔ تو اس نے شرمندہ ہو کر کہا۔ کہ جی مجھے یاد نہیں۔ آپ سن کر حیران ہوں گے۔ کہ اس لڑکے کی عمر تیرہ چودہ سال تھی۔ اور لیاقتی وظیفہ خوار ہونے کے علاوہ ایک متدین مسلمان کا لختِ جگر تھا۔

---

کیا وہ بچے یا نوجوان جو پیچ در پیچ حساب چٹکی بجاتے ہوئے حل کر لیتے ہیں۔ جو پیچیدہ ادق نظموں کے معانی بیان کر سکتے ہیں۔ سائنس جیسے خشک اور روح فرسا کو اس کی تکمیل کر سکتے ہیں۔ کیا وہ اسلام کی نہایت سلیس اور سیدھی سادی تعلیم حاصل کرنے سے معذور تصور کئے جا سکتے ہیں نہیں ہرگز نہیں۔ ان لوگوں کا

اس ضروری تعلیم سے ناآشنائے محض ہونا ان کے والدین اور ان کے سرپرستوں کی واجب التعزیر غفلت کا سبب ہے۔ اگر والدین اپنے بچوں کو راہِ راست پر چلانے کی کوشش کریں۔ تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ وہی بچے نہایت مخلص مسلمان نہ بن سکیں۔ جو والدین کی مجرمانہ کہا امت کے باعث جہالت کی کفر آلود فضاؤں میں زندگی حرام کر رہے ہیں و فاعتبروا یا اولی الابصار۔

# کہاں تک شکوۂ صیاد ذکرِ آشیاں کب تک

عبدالرؤف ادیب سہارنپوری اندوری

طلسمِ رنگ و بو تا کے، غمِ دورِ خزاں کب تک
رہیگا آخر شِ برہم، نظامِ بوستاں کب تک

مذاقِ جستجو دے کر، حجاب آرائیاں کب تک
رہیگا ذوقِ نظارہ، ہلاکِ امتحاں کب تک

نہ ہولے باغباں برہم، رہینگے ہم یہاں کب تک
چمن کی مختصر سی زندگی، اور آشیاں کب تک

رہینگے دل میں پھر وہ نگاہوں سے نہاں کب تک
رہیگا یونہی نازک سایہ پردہ درمیاں کب تک

تلاشِ راہبر، ننگِ طلب ہے راہِ الفت میں
دلِ حسرت بداماں؟ انتظارِ کارواں کب تک

سمجھتا ہوں فریبِ دوریٔ منزل سمجھتا ہوں
تمہاری جستجو ٹھہری تو پھر دشواریاں کب تک

غنیمت ہے چمن کا لمحہ لمحہ بھی چمن والو!
مذاقِ فطرتِ برقِ تپاں اور آشیاں کب تک

ذرا نغماتِ آزادی سے ہمدم دلکو گرمائیں
کہاں تک شکوۂ صیاد، ذکرِ آشیاں کب تک

نہ کر حیرت ادیب اس دور کی جدت طرازی پر
نہ جانے دیکھنے ہیں انقلاباتِ جہاں کب تک

یاد رکھنے والی
چند باتیں

**وعظ کبیر** آئمہ مساجد کے لئے وعظ کی یہ مختصر مگر جامع کتاب نہایت مفید ہے۔ قیمت ۶ر

**طریقہ دین محمدی** اس میں فقہ کے تمام ابتدائی مسائل۔ یعنی وضو نماز وغیرہ کے بتائے گئے ہیں۔ قیمت ۶ر

**ایوب صابر** حضرت ایوب علیہ السلام کے واقعہ صبر کے متعلق ہے۔ ۲ر

**آئمہ اربع** یعنی امام ابوحنیفہؒ۔ مالکؒ۔ حنبلؒ شافعیؒ کی سوانحعمریاں۔ قیمت ۳ر

**یوسف زلیخا** حضرت یوسف علیہ السلام و زلیخاؒ کے قصہ احسن القصص کا ترجمہ و دیگر تاریخی واقعات۔ قیمت ۳ر

**معجزات نبوت** ہادی اسلام حضور پرنور صلعم کے معجزات کا نادر مجموعہ۔ قیمت چار آنے ۴ر

**کنز الدقایق** اردو۔ کنز مسائل اسلامی کی مشہور کتاب ہے یہ اس کا اردو ترجمہ ہے۔ قیمت ایکروپیہ عہ

**طب نورانی** طب کی ضخیم۔ بہترین کتاب آسان اور عام فہم مضامین۔ ہر قسم کی بیماریوں کے علاج قیمت ۱۲ر

**قرابادین قادری** ادویات مفرد و مرکب کے خواص اور ان کا طریق عمل قیمت ایکروپیہ عہ ر

**خصائل و شمائل نبوی** یعنی حضور پرنور صلعم کے خصائل و شمائل کا مجموعہ۔ قیمت ۴ر

**قصیدۂ ظہور امام مہدی** ظہور امام مہدی کے حالات قیمت ۴ر

**فالنامہ یورپ** یورپ کا طریق فال و دیگر فالنامے قیمت ۵ر

**رقعات غالب** غالب کے ان خطوط کا مجموعہ جو انہوں نے اپنے احباب و شاگردوں کو ایسی طرز عبارت میں لکھے۔ جیسے آمنے سامنے باتیں ہو رہی ہیں۔ قیمت ۶ر

**فیروز اللغات** جو اپنی بہترین نوعیت سے پانچویں بار طبع ہوئی ہے اور ۱۴۱۰ صفحات کی کتاب ہے جس میں الفاظ کے علاوہ محاورات ضرب الامثال کا کافی ذخیرہ موجود ہے۔ قیمت تے ر

**تہذیب و شائستگی** آنریبل سید محمود یعنی سرسید علیہ رحمۃ کے فرزند رشید کا ایک عالمانہ مضمون۔ قیمت ایک آنہ ار

ملنے کا پتہ۔ ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب بل روڈ۔ لاہور

# تعلیم نسواں کی بہترین کتابیں

**تعلیم نسواں کی پہلی** - اس میں خدا و رسول صلعم کے احکام و عقائد اسلام۔ خلاق ادب کی تعلیم ہے قیمت ۲ر

**تعلیم نسواں کی دوسری** - احکام اسلام در بزرگوں کے آداب تعلیم خانہ داری وغیرہ کے آسان اور مختصر مضامین ہیں۔ قیمت ۳ر

**تیسری** تعلیم اسلام۔ سلیقہ شعاری صبر۔ استقلال وغیرہ مفید اسباق۔ قیمت ۴ر

**چوتھی**۔ اسلامی طریق معاشرت، تہذیب و تمدن و دیگر تاریخی مضامین قیمت ۵ر

**پانچویں**۔ مسائل اسلام۔ مشاہیر نسواں و دیگر ادبی معلومات قیمت چھ آنے ۶ر

**ادیب نسواں** خاوند کی اطاعت پردہ۔ گھر کے کام کاج و اخلاق ادب کی تعلیم قیمت ۴ر

**انشائے نسواں** - اردو لکھنے کا طریق رسم الخط کے آسان قواعد قیمت ۳ر

**زنانہ اردو خط و کتابت** زنانہ محاورات میں خط و کتابت کرنے کا طریقہ۔ قیمت ۳ر

**انتظام خانہ داری** - گھر کیسا ہونا چاہئے اسکے انتظام کا کیا طریقہ ہے قیمت ۳ر

**کھانا پکانا** - ہر قسم کے کھانے پکانے کی آسان ترکیب۔ قیمت ۵ر

**خوان نعمت کلاں**۔ ہر قسم کے لذیذ و مرغن کھانے اچار، چٹنیاں۔ مربے وغیرہ بنانے کی ترکیب قیمت ۶ر

**رفیق نسواں** یہ کتاب مضامین کے لحاظ سے فی الواقعہ عورتوں کی رفیق حیات ہے قیمت ۶ر

**ماں بیٹی** بچپن سے لیکر بڑھاپے تک ضروریات زندگی و دیگر امورات کی تعلیم۔ قیمت ۶ر

**ہدیۃ المستورات**۔ بعض مذہبی ضروری مسائل، کی تعلیم و دیگر اسلامی معلومات۔ قیمت ۳ر

**گھر کی ملکہ** گھر کے انتظام کا مکمل طریقہ قیمت ۲ر

**لیڈی ڈاکٹر** بچوں اور عورتوں کی پوشیدہ بیماریاں اور ان کے علاج۔ قیمت ۳ر

**بہشتی حوریں**۔ نیک بی بیوں کے متبرک حالات اوران کے کارنامے۔ قیمت ۳ر

**خورشید جہاں**۔ ایک کنواری لڑکی کی دل ہلا دینے والی سچی سرگذشت، قیمت ۴ر

**سگھڑ سہیلی**۔ سگھڑ اور پھوہڑ سہیلی کا مقابلہ، فضول خرچی اور خوشامد کے نتائج۔ قیمت ۲ر

ملنے کا پتہ:۔ ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب بل روڈ۔ لاہور

| نام کتاب | قیمت | نام کتاب | قیمت | نام کتاب | قیمت |
|---|---|---|---|---|---|
| انسان اور اس کی زندگی | ۲ر | ارمغان عرب | ۴ر | ہجرت | ۳ر |
| حکایات عرب | ۳ر | امانت | ۳ر | کبڑا شہزادہ | ۳ر |
| افسانہ ما | ۵ر | سچائی کا پرندہ | ۴ر | پھولوں کا ہار | ۴ر |
| مور | ۲ر | پریوں کا بادشاہ | ۲ر | شاہ جہاں | ۱ر |
| بایزید بسطامی | ۲ر | نول سوتی | ۳ر | حسن بصری | ۱ر |
| انگلش ٹیچر جدید | ۸ر | سو کہانیاں | ۸ر | مہمان و میزبان | ۳ر |
| بڑی بی | ۱۲ر | چار سہیلیاں | عہ ر | غزال | ۱۰ر |
| بلقیس ملکۂ سبا | ۳ر | موروں کی شہزادی | ۴ر | پن شہزادی | ۲ر |
| وفادار بیٹی | ۱ر | بھکارن بہو | ۱ر | جرنیل حمیدہ | ۲ر |
| دلاور سلطانہ | ۲ر | یتیم لڑکی | ۱ر | ندیدی بیگم | ۱ر |
| دکھیاری دلہن | ۱ر | دکھیا شہزادی | ۱ر | شہزادی بلقیس | ۱ر |
| جہانگیر کی چہیتی بیگم | ۱ر | فریبی خالہ | ۱ر | چھ مائیں | ۱ر |
| اخلاقی گیت | ۱ر | ننھے میاں | ۱ر | رت جگے کی رات | ۱ر |
| دولت کی پجارن | ۱ر | لاڈلی بیٹی | ۱ر | سوتیلی ماں | ۱ر |
| چوروں کا گھر | ۱ر | چوروں کی بہو | ۱ر | بی ہمسائی | ۱ر |
| جگن کٹنی | ۱ر | جادوگرنی | ۱ر | فقیر کی جھونپڑی | ۱ر |
| سگھڑ بیوی | ۱ر | بازیگرنی | ۱ر | پھولوں کا گہنا | ۱ر |
| حفظِ تقدیر | ۶ | فلورا فلورنڈا | ۱۲ | گناہ کی راتیں | عہ ر |
| بچپن کی محبت | ۳ر | تصویرِ عشق | ۳ر | تیرِ نظر | ۲ر |
| اسیرِ حسن | ۳ر | سوتیلی ملکہ | ۲ر | محبت کے آنسو | ۳ر |
| عورت کا دل | ۴ر | دل کی قیمت | ۴ر | شریف عیار | ۲ر |

# مثنوی مسدس۔ منظومات، غزلیات

**بانگ درا** سر اقبال مدظلہ العالی کا اسم گرامی محتاج تعارف نہیں۔ یہ انہیں کے اردو کلام کا مجموعہ ہے جسکا ایک ایک شعر جواہرات میں تولنے کے قابل ہے۔ اگر آپ نے آجتک اس مسلم اور فلاسفر شاعر اسلام کا کلام عالی نہیں دیکھا یا کچھ دیکھا ہے۔ اور کچھ نہیں دیکھا۔ تو آپ یہ کتاب ضرور مطالعہ فرمائیے، قیمت عہ

**مسدس حالی** مولانا حالی کی یہ وہ نظم جو ہر صاحب ایمان کو وجد میں لاتی ہے۔ جسمیں زمانہ سلف و حال کے مسلمانوں کی پوری سیرت درج ہے قیمت ۴ر

**نظم حالی** یہ بھی حالی کی ادبی نظموں کا قابلقدر مجموعہ ہے جس کی ہر ایک نظم مطالعہ کے قابل ہے۔ قیمت ۴ر

**دیوان کلیات نعت سرور** قیمت عہ

**نور وحدت** کامل نعت رسولؐ کا مختصر مجموعہ ۴ر

**شمع رسالت** " " " " ار

**صنم خانہ یثرب** " " " ار

**ساقی کوثر** " " " ار

**در یتیم** " " " ار

**مدینۃ الرسول** " " " ار

**مثنوی مولانا روم** اگرچہ اس سے پہلے بھی مثنوی کے کئی ایک ترجمے شائع ہو چکے ہیں، لیکن ایسا منظوم ترجمہ آج تک طبع نہیں ہوا۔ جسکے اوپر مثنوی کا اصل شعر ہے اور نیچے ترجمہ کا اردو ترجمہ ہے۔ اسکے چھ حصے ہیں۔ فی حصہ کی قیمت عہ ہے اور چھ یکمشت طلب کرنے پر صرف مغہ ر

**دیوان فیضی** فیضی دربار اکبری کے ملک الشعرا تھے انکے فارسی علم ادب کا یہ نایاب مجموعہ ہے جسکا ہر ایک شعر تصوف میں ڈوبا ہوا ہے قیمت ۸ر

**میلاد اکبر** اکبر وارثی میرٹھی کا نعتیہ کلام۔ قیمت ۴ر

**باغ کلام اکبر** " " " ۳ر

**مولود جدید** حضور پر نور صلعم کی ولادت کا بیان " ۲ر

**شہید** " " " " " ۳ر

**سعدی** " " " " " ۲ر

**رحمت الرحیم** " " " " ۲ر

**مظہر النور** " " " " ۳ر

**سعیدی** " " " " " ۲ر

**مثنوی گلزار نسیم**۔ تعارف کی محتاج نہیں " ۲ر

**ترانۂ عاشق**۔ عاشق صاحب کے عاشقانہ کلام کا مجموعہ " عہ

ملنے کا پتہ:۔ ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب بل روڈ لاہور

مری نوا سے ہوئے زندہ عارف و عامی — دیا ہے میں نے انہیں ذوقِ آتش آشامی

عجب نہیں کہ مسلماں کو پھر عطا کر دے — شکوہِ سنجر و فقرِ جنید و بسطامی

## ماہانہ رسالہ

مدیر
عبدالرحمٰن شوق امرتسری

پروپرائیٹر
ملک دین محمد



چندہ سالانہ ایک روپیہ * قیمت فی پرچہ دو آنے

(ملک دین محمد پرنٹر پبلشر نے فیروز پرنٹنگ ورکس ۱۱۹ سرکلر روڈ میں طبع کرا کر ملبروڈ لاہور سے شائع کیا)

عارف لاہور
او دسمبر ۱۹۳۲ء

# فہرست مضامین

# عارف لاہور

| نمبر ۳ | ماہ دسمبر ۱۹۳۷ء | جلد ۲ |
|---|---|---|


## لمعاتِ اولین

آج دو باتیں محترمان اہل علم و معاونینِ ادب کی خدمت میں عرض کرنے کی جرأت تو کر رہا ہوں۔ لیکن ڈرتا ہوں۔ کہ کہیں شیش محل میں بیٹھ کر دوسروں پر پتھر پھینکنے کا الزام مجھ پر نہ عائد ہو جائے۔

لیکن نہیں۔ جبکہ مجھے خود اپنی کم مائیگی کا اقرار اور اپنے مخدومانِ محترم علماً ادبا کے ایک ادنیٰ خوشہ چیں ہونے کا اعتراف ہے۔ تو پھر اظہارِ صداقت میں مجھے خائف بھی نہ ہونا چاہیئے۔ چنانچہ پہلی گذارش تو یہ ہے کہ

موجودہ وقت میں جبکہ ہماری مشترکہ ملکی زبان کیلئے فضا اسقدر صاف ہو رہی ہے۔ کہ ملک کی مقتدر جماعت کانگرس اور محبوب رہنما پنڈت جواہر لال نہرو تک اپنی ملکی (یعنی ہندوستانی) زبان کی ضرورت و اہمیت تسلیم کر رہے ہیں۔ تو ایسے وقت میں چاہیئے تو یہ تھا۔ کہ تمام بہی خواہانِ زبان عموماً اور مدیرانِ رسائل و اخبارات خصوصاً (جو یقیناً مملکت زبان کے بادشاہ ہیں) یکطرفہ و متعصبانہ زبانی اعانت کی بجائے اپنی ملکی زبان کی ہمہ گیر صحیح کل عملی اعانت کرتے۔ لیکن ہو یہ رہا ہے۔ کہ اکثر مدیرانِ رسائل و اخبارات و دیگر اہل قلم اپنی تحریروں میں عربی۔ فارسی۔ ہندی یا سنسکرت الفاظ پیوست کرتے ہوئے اپنی مشترکہ ملکی زبان کی آسانی اور ہندو مسلم اتحاد باہمی میں مشکلات پیدا کر رہے ہیں۔

---

کسی خاص رسالہ یا اخبار کی طرف قطعاً اشارہ نہیں ہے۔ بلکہ کہا جاسکتا ہے کہ رسالہ عارف کا دامن بھی اس شکایت سے پاک نہیں ہو سکتا۔ بقول معارف (اکتوبر ۳۷ء) ہمارے اخباروں کی سرخیاں اکثر ایسی ہوتی ہیں جن کے معنی قاموس اور برہان قاطع (لغت کی کتابیں) دیکھے بغیر سمجھ میں نہیں آسکتے۔ ویسے ہی بعض ہندو اہل قلم ہندی و سنسکرت کے ایسے الفاظ اپنی تحریروں میں استعمال کرتے ہیں۔ جنکے معنی مسلمان تو کیا اکثر ہندو اصحاب تک نہیں جانتے۔ یہ صحیح ہے۔ کہ بعض اہل علم کے قلم سے فارسی، عربی یا ہندی

سنسکرت الفاظ کی روانی کے باعث اردو عبارت میں بھی ایسے الفاظ نکل جاتے ہیں۔ جو تاہم صحیح ہوتے ہیں۔ لیکن مجھے ایسے اکثر اہل قلم جو محض اظہارِ بلاغت یا اپنی قابلیت کا سکہ بٹھانے کیلئے عربی۔ فارسی۔ سنسکرت ہندی کے الفاظ اپنے ملک کی مشترکہ زبان ہندوستانی میں دیدہ دانستہ پیوست کر رہے ہیں۔ مزے کی بات یہ ہے۔ کہ وہ نہ صرف ان الفاظ کا صحیح ترکیب استعمال و موقعہ محل جانتے ہیں بلکہ اپنے ہی لکھے ہوئے الفاظ کے معنی تک بھی نہیں سمجھتے۔

لہٰذا تمام قابل اور محترم اہل قلم کو اپنے ادبی، اصلاحی، تاریخی، سیاسی خیالات عوام تک پہنچانے، اور اپنی ملکی ہندوستانی زبان ملک میں پھیلانے کیلئے اظہارِ قابلیت سے زیادہ ترقی زبان و اتحاد ملک کے مفاد کو مدِنظر رکھنا چاہیئے۔

---

دوسری مختصر گذارش یہ ہے کہ

بعض رسائل میں حسن وعشق کے جو منثور و منظوم افسانے یا مقالے درج ہوتے ہیں۔ اگرچہ تاریخی، علمی، ادبی، معاشرتی مضامین کے مقابل ان کی نشر و اشاعت ہی ملک و ملت کے مفاد کیخلاف ہے۔ لیکن ان دلچسپ تخیلات میں صنف قوی و صنفِ نازک میں باہمی اظہارِ تعشق کرنا۔ اور انکو شائع کر کے ایسے ادبی رسائل کو پیامِ عشق کا ذریعہ بنانا۔ علمِ ادب و اہلِ ادب کے لئے باعثِ ننگ ہے۔

---

آخری گذارش معاونین عارف سے ہے۔ وہ یہ ہے (جسے بار بار دہراتے اگرچہ ندامت سی محسوس ہو رہی ہے) کہ عارف اب دوسرے سال میں ہے۔ لیکن اب تک معاونینِ عارف نے اس کی توسیعِ اشاعت کا عملی ثبوت نہ دینے کے علاوہ اس دوسرے سال کا چندہ تک صرف ایک روپیہ بذریعہ منی آرڈر ارسال نہیں فرمایا۔ بہت ممکن ہے۔ کہ ایسے محترم معاونینِ عارف (جن کا پہلا سالانہ چندہ ختم ہو چکا ہے) وی۔ پی کے منتظر ہوں۔ لہٰذا ان کو مطلع ہونا چاہیئے کہ

(۱) اپنے ۳ ر آنے فیس رجسٹری کے دو کارکنانِ عارف کو وی۔ پی کی زحمت سے بچاتے ہوئے اپنی سب سے پہلی فرصت میں یا تو ایک روپیہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائیں۔

(۲) یا وی۔ پی کی اجازت دیں۔

(۳) یا عارف کی اعانت منظور نہ کرنے کی اطلاع دیں۔

کیونکہ عارف زبردستی ناظرین کے گلے نہیں منڈھا جاتا۔ اور نہ بغیر اجازت وی۔ پی کیا جاتا ہے۔

مدیر

# معارف القرآن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا

وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِى الْقُبُوْرِ

اور یہ کہ ساعت مقررہ (یعنی قیامت) آنے والی ہے۔ اس میں شک ہی نہیں

اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اجلا کر، اٹھائے گا۔ ان لوگوں کو جو قبروں میں پڑے ہیں (یعنی مرگئے ہیں)

(القرآن الحکیم سورہ الحج رکوع ۱)

---

اور تو اور میرے بعض واقف حال گریجویٹ بھی کہا کرتے ہیں۔ کہ مرنے کے بعد یہ جی اٹھنا کیسا؟

ان کے اس استعجاب کے جواب میں اسی رب العباد نے (جس نے مندرجہ بالا ارشاد سے اپنے بندوں کو مطلع فرمایا ہے) خود ہی یہ ارشاد فرمایا ہے:۔

"جس طرح تمہاری زندگی کا ظہور ہوا۔ مگر تمہیں اپنی زندگی کی نسبت تو یہ شک نہیں ہوتا۔ کہ یہ ہستی کیسے ظہور پذیر ہوئی۔ حالانکہ یہ زندگی کی ابتدا تھی۔ اور مرنے کے بعد (قبروں سے) جی اٹھنا۔ اسی زندگی کا اعادہ ہوگا۔ جب تمہیں اپنی ابتدائی پیدائش اور زندگی پر جب کوئی تعجب نہیں ہوا۔ تو اس کے اعادہ پر تعجب کیوں ہے؟"

---

یعنی جس قادرِ قدرت نے تمہارے ہی جسم کے پانی کے ایک قطرہ سے گوشت کا لوتھڑا بنایا۔ اور اس میں روح ڈال کر تمہیں زندگی بخشی۔ وہی تمہاری اس منتشر زندگی کو پھر سمیٹ کر تمہارے مردہ جسم میں روح بھی ڈال سکتا ہے۔ اور اس روح ڈالنے کی مثال وہی ہے۔ جو کئی دفعہ تمہاری نظر سے گذر چکی ہے اور گذرتی رہتی ہے۔ مثلاً وہ زمین جو تمہارے سامنے کچھ دیر پہلے

سرسبز و شاداب (زندہ تھی) ۔ وہی بتقاضائے وقت خشک (یا مجازاً اس کی موت واقع) ہو جاتی ہے۔ اور وقت مقررہ پر (یعنی بارش ہونے سے) اس زمین کی خشکی (موت) سرسبزی (زندگی) میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

لہٰذا اسی تمثیل کے مطابق ہر انسان کا (وقتِ مقررہ پر) زندہ ہونا بھی ممکن ہے۔

اور جس طرح وقت آنے پر بارش اس خشک زمین کو (جس کی اصلیت (زندگی یا سرسبزی) زمین میں پوشیدہ تھی) دوبارہ سرسبزی یا زندگی بخشتی ہے۔ اسی طرح انسان کی اس اصل زندگی کا (جو مرنے کے بعد آغوشِ کائنات میں محفوظ تھی) قیامت کے دن اعادہ ہوگا۔

---

یہ استدلال کسی انسانی ذہن کا حاصل نہیں۔ بلکہ مقدس مذہب اسلام کے دستور العمل یعنی قرآن مجید کا ہے چنانچہ قرآن مجید میں حیات بعد الممات (مرنے کے بعد زندہ ہونے کو) بعث سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور بعث کے معنی ہیں۔ بیدار ہو کر اٹھ کھڑے ہونے کے۔ یعنی جیسے کوئی شخص بہت دیر تک سوتا رہا۔ اور پھر بیدار ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔

بلکہ اسی حالتِ بعث کے متعلق (جو تبدل حالت کے اس قانونِ فطرت کے مطابق کائنات کی ہر چیز میں جاری وساری ہے) یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ لوگ اسوقت سوچیں گے۔ کہ ہم کتنا عرصہ بے خبر رہے۔ کوئی تھوڑی دیر خیال کریگا۔ کوئی زیادہ عرصہ تک۔

بہر حال ہر شخص کو قانونِ فطرت کی بے شمار تبدیلیوں کا علم ہے۔ اور وہ اپنی زندگی کے زمانہ ماضی وحال میں جب کہ ان تبدلاتِ فطری کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ تو اسے مستقبل کے اس تبدل سے انکار نہ ہونا چاہیئے۔ جس کا نام بعث و حشر ہے۔

---

کالجوں کے بعض وہ سٹوڈنٹ جو سائنس کی ادھوری تعلیم کے زیر اثر معارف القرآن سمجھنے سے قاصر ہیں۔ ایسے بہت سے احکامِ الٰہی پر اعتراض کیا کرتے ہیں۔ حالانکہ جس سائنس کی ابتدائی تعلیم پر وہ اپنی خام خیالی کے باعث احکامِ اسلام سے منحرف ہو رہے ہیں۔ اسی سائنس کی اعلیٰ تعلیم تک ابھی تکمیل نہیں ہوئی۔ کیونکہ سائنس کے اکثر مسائل ایسے پیش کیے جا سکتے ہیں، جو پہلے صحیح مانے جاتے تھے۔ لیکن اب ان کی صحت قابلِ تسلیم نہیں۔ اسی طرح اسی سائنس کے بہت سے مسائل ایسے ہیں، جو زمانہ حاضر میں صحیح شمار ہوتے ہیں۔ بہت ممکن ہے۔ کہ زمانہ آئندہ میں غلط ثابت ہوں۔

برخلاف اس کے اسلام کے تمام مسائل عرب کے زمانہ جاہلیت سے موجودہ ترقی سائنس کے زمانہ تک بلکہ تا قیامت ہر زمانہ کے تمام عقلیہ نظائر کی کسوٹی پر صحیح ثابت ہوں گے۔ اور ہرگز ہرگز خلاف عقل و ناقابل تسلیم نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ اسلام کا دستور العمل کسی انسان کا مرتب کردہ نہیں۔ بلکہ اس رب العالمین قادر قیوم کا ہے۔ جو تمام جہانوں کی ہر ایک شے پر قادر ہے۔

---

میرے بعض ذہین دوست قیامت، بعث و حشر وغیرہ کے احکام اسلام پر بطور استہزا یہ بھی کہا کرتے ہیں۔
"قیامت کب آئے گی؟ حشر کب ہوگا؟ ہزاروں برس کے زمین میں گڑے ہوئے مردے بھی کہیں زندہ ہو سکتے ہیں" وغیرہ وغیرہ۔

یہ سب اعتراضات و استہزا ان کی ایسی ہی لاعلمی پر مبنی ہیں۔ جیسے کہ الیکٹرک (بجلی) کی موجودہ طاقت و تسخیر کے نتائج یعنی ریڈیو، وائرلیس، ہوائی جہاز وغیرہ کا دعویٰ اس سے پہلے تو مضحکہ انگیز معلوم ہوتا تھا۔ لیکن آج مشاہدات سے صحیح ثابت ہو رہا ہے۔

بلکہ انہی مشاہدات کی بنا پر اب سائنس والوں کے اس دعویٰ پر (کہ زمانہ سلف کے بزرگوں کا کلام بھی (جو اسی زمین و آسمان کی فضا میں اب تک محفوظ ہے) عنقریب ریڈیو میں سنایا جائیگا، جب کہ یقین کیا جا سکتا ہے۔ تو انصاف کیجئے کہ آنے والے واقعات (قیامت روز محشر بعث) پر ایمان نہ لانا کتنی بڑی ہٹ دھرمی ہے۔

---

علاوہ اس کے ہر شخص جانتا ہے۔ کہ اس دنیا میں ہر چیز وجود پاتی ہے۔ اس کی صورت بے شک کالعدم ہو جاتی ہے لیکن حقیقت معدوم نہیں ہوتی۔

مثلاً جب کسی درخت کی لکڑی سے تختہ بنایا جاتا ہے۔ تو اسوقت اگرچہ درخت کالعدم ہو جاتا ہے۔ لیکن تختہ موجود ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر تختہ جلا دیا جاوے۔ تو تختہ نابود ہو جائیگا۔ لیکن اس کی راکھ موجود رہے گی۔ اور اگر راکھ بھی اڑ جائے تو وہ بھی نابود نہیں ہو سکتی۔ بلکہ منتشر ذرات میں موجود رہتی ہے۔

غرضیکہ جو چیز کائنات میں پیدا ہوتی ہے۔ نہ وہ نابود ہوتی ہے۔ اور نہ اس کائنات سے مفقود ہوتی ہے۔ بلکہ وقت

آنے پر دوبارہ اصلی حالت میں آسکتی ہے۔

اب رہا ، ہر چیز کی اصل عظیم ، مادہ کی اصلیت ، زندگی کی حقیقت ، کہ یہ کیا ہیں؟ کہاں سے آئیں؟ کہاں جاتی ہیں؟ ان باتوں کی تحقیق جبکہ ہزار ہا برس سے آج تک انسانی دماغ نہیں کرسکے۔ تو کیا یہ تعجب خیز بات نہیں ہے؟ کہ انسان کی اپنی زندگی کی معلومات کا تو یہ حال ہے۔ لیکن اسے قادرِ قدرت کے احکامات پر انکار و اعتراضات کرنے سے ندامت محسوس نہیں ہوتی۔

---

مندرجہ بالا اقتباسات پر میرے تمام احباب بالخصوص طلباء کالج کو خصوصاً اور مسلم نوجوانوں کو عموماً غور کرنا چاہئیے۔ تاکہ وہ اس دھوکے میں نہ رہیں۔ کہ مرنے کے بعد بعث و حشر کیسا۔ اور قیامت کیسی؟

بلکہ آنے والے وقت (یعنی قیامت اور روز محشر) کے دن اپنی زندگی کے اعادہ کا یقین رکھتے ہوئے انہیں اس موجودہ زندگی کو غنیمت سمجھتے ہوئے ، اپنے روزانہ طریقِ عمل پر نظرِ احتساب رکھنی چاہئیے۔ (مدیر)

---

# احادیثِ خیر الانام صلعم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا اھل الجنۃ کل ضعیف متضعف

یا اھل النار کل عتل جواظ مستکبر

جنتی وہ ہے جو دنیا داروں کی نظر میں حقیر و ذلیل ہو

اور دوزخی وہ ہے جو شریر، مغرور، متکبر ہو۔

(ارشاد رسول مقبول صلعم از تجرید بخاری)

چونکہ خاصانِ خدا ہی دنیاداروں کا نشانۂ ملامت بنا کرتے ہیں۔ اس لئے وہ اگرچہ دنیا کی نظر میں حقیر ہوتے ہیں۔ لیکن بارگاہ رب العلیٰ میں مقبول ہو کر جنت کے وارث بھی وہی ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت شیخ علی ہجویری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

"جس کو اللہ تعالیٰ پسند فرما لیتا ہے۔ اس کو خلق پسند نہیں کرتی۔ اور جو اپنے آپ کو خود پسند کر لیتا ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔"

خوب سمجھ لو۔ کہ باری تعالیٰ کا یہ دستور ہے۔ کہ جو کوئی اس کی یاد کریگا۔ اس کے لئے تمام جہان کو ملامت کرنے والا بنا دیگا۔ تاکہ اس کا بھید مخلوق سے پوشیدہ رہے۔ یعنی مخلوق اس شغلِ ملامت کے باعث ان کا بھید دریافت نہ کر سکے۔

چنانچہ اللہ جل شانہٗ اپنے دوستوں کو نظر غیر سے خود محفوظ رکھتا ہے۔ بلکہ یہاں تک ان کی حفاظت کرتا ہے۔ کہ یہ لوگ اپنی خوبی کو خود بھی نہیں جانتے۔

یہ اس لئے۔ تاکہ یہ لوگ غرور و تکبر میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ چونکہ غرور در اصل وہی باتوں سے پیدا ہوتا ہے۔ ایک

تہ مخلوق میں معزز ہونے ت ۔ دوسرے اپنی مدح و توصیف سننے سے ۔ چنانچہ جب کسی شخص کا کوئی کام مخلوق کو پسند آجاتا ہے۔ تو وہ اس کی تعریف کرتے ہیں۔ اور وہ شخص اپنی تعریف سن کر مغرور ہو جاتا ہے۔

---

لیکن بعض وہ لوگ جو از خود طالب ملامت ہوتے ہیں۔ یعنی مخلوق کا نشانۂ ملامت بننے میں ریاکار ہوتے ہیں۔ ان کا یہ طرزِ عمل منافقانہ ہے۔

اسی طرح بعض لوگ جس خلاف شریعت فعل کے مرتکب ہوتے ہیں اور اُسے ملامتِ خلق سے تعبیر کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا یہ طریقہ عین گمراہی ہے۔

اور جو لوگ اپنی پارسائی اور مقبولِ خدا ہونے کے جھوٹے مدعی بنکر اپنے آپ کو عارف اکمل ظاہر کرکے، فرائضِ خدا اور سنتِ رسول مقبول صلعم ترک کرتے ہوئے، مخلوق کو دھوکا دیتے ہیں۔ ایسے لوگ مکّار ہوتے ہیں۔

الغرض مخلوق کی ملامت حاصل کرنے سے پہلے مقبولِ خدا بننا چاہیئے۔ تاکہ خدا کی مقبولیت از خود ردِّ خلق کا باعث ہو۔ نہ کہ مقبول ہونے کی خواہش میں انسان نشانۂ ملامت کا طالب ہو۔

جیسے کہ پہلے عرض کر دیا گیا ہے۔ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے مقربین کا خود ہی نگہبان ہوتا ہے۔ خود ہی اُن کی مشکلات کو حل کرتا اور خود ہی ان کو کبر و نخوت سے بچاتا بھی ہے۔

حضرت شیخ علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ اپنی تصنیفِ لطیف کشف المحجوب میں لکھتے ہیں:۔

"میں یعنی علی بن عثمان جلالی کا ہوں۔ مجھے ایک دفعہ ایک ایسی مشکل درپیش ہوئی۔ جس کے حل ہونے کیلئے میں نے بہت سے مجاہدے کئے۔ لیکن میری مشکل حل نہ ہوئی۔ چونکہ اس سے قبل بھی میں ایک ایسی ہی مشکل میں پھنس گیا تھا۔ اور یہ میری مشکل ابویزید علیہ الرحمتہ کے مزارِ اقدس کی حاضری و مجاوری کرنے سے حل ہو چکی تھی۔ اسلئے اس دفعہ بھی میں اپنی مشکل کے حل کیلئے حضرت شیخ ابویزیدؒ کے مزارِ انور پر تین مہینہ تک رہا۔ میرا روزانہ معمول تھا۔ کہ ہر روز تین دفعہ غسل کرتا اور تین دفعہ وضو کرتا۔ لیکن جب پھر بھی میری مشکل حل نہ ہوئی۔ تو میں نے خراسان کی راہ لی۔ اور وہاں میں جس خانقاہ میں ٹھہرا۔ وہاں صوفیوں کی ایک جماعت بھی مقیم تھی۔ چونکہ میرے پاس نہ کوئی سامان تھا۔ نہ پوشاک۔ میرے بدن پر صرف ایک ٹاٹ کی کھردری اور موٹی گدڑی تھی۔ ہاتھ میں ایک مٹی کا کوزہ

اور لکڑی کا عصا تھا۔ اس لئے ان صوفیوں نے مجھے نہ پہچانا۔ بلکہ نہایت حقارت سے دیکھا۔ اور آپس میں کہا:" یہ ہم میں سے نہیں ہے"۔ یہ بات انہوں نے صحیح کی تھی۔ فی الواقعہ میں ان میں سے نہ تھا چونکہ رات گذارنی ضروری تھی اس لئے مجھے وہاں ٹھہرنا پڑا۔ وہ سب صوفی تو اس خانقاہ کے پاس ہی ایک چوبارہ کے اوپر چلے گئے۔ اور مجھے انہوں نے نیچے زمین پر جگہ دی۔ اور ایک سوکھی روٹی مجھے بھیجدی۔ حالانکہ جو عمدہ کھانا وہ کھا رہے تھے۔ اس کی مجھے خوشبو آرہی تھی۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہوئے۔ تو خود خربوزے کھانے بیٹھے۔ اور چھلکے مجھ پر پھینکتے رہے۔ اسوقت وہ اوپر بیٹھے طعن و تشنیع کر رہے تھے۔ اور ان کی تمام خوشی میری توہین پر موقوف تھی۔ اگرچہ میں خوش تھا۔ تاہم میں دل میں کہہ رہا تھا۔ اے بار خدایا! اگر میں نے تیرے مقربین کا لباس نہ پایا ہوتا۔ تو میں ضرور ان سے کنارہ کشی اختیار کرتا۔ لیکن میں اس حالت میں خوشی محسوس کر رہا تھا۔ اور جس قدر وہ مجھ پر زیادہ طعن و ملامت کرتے تھے۔ مجھے اسی قدر زیادہ مسرت حاصل ہوتی تھی۔ حتیٰ کہ ان کی یہ ملامت بخوشی برداشت کرنے کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ میری وہ مشکل حل ہوگئی۔ جو باوجود کئی مجاہدوں کے بھی حل نہ ہوئی تھی۔

یہ اثر ہوتا ہے ملامت کا۔ اور اس طعن و تشنیع کا نشانہ بنتے ہیں ایسے ہی لوگ جو حقیقتاً پارسا اور نیک ہوتے ہیں۔

---

چنانچہ نیک اور پارسا لوگ اپنے نفس کے ذلیل ہونے سے نہ فقط خوش ہوتے ہیں۔ بلکہ اپنی مراد کو پہنچ جاتے ہیں۔ ایسے ہی مقربین خدا میں سے حضرت ابراہیم ادہم علیہ الرحمتہ کی نسبت یہ حکایت مشہور ہے۔

کہ کسی نے ان سے پوچھا۔ کہ کبھی آپ نے اپنے نفس کی مراد پوری ہوتی ہوئی بھی دیکھی؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں دو دفعہ میرا نفس ذلیل اور میں کامیاب ہوا۔ چنانچہ ایک دفعہ تو میں کشتی میں سوار تھا۔ میرے کپڑے میلے اور پرانے، بال چکٹے اور بڑھے ہوئے، ہونے کے باعث کسی نے مجھے نہ پہچانا۔ میری ایسی حالت دیکھ کر سب کشتی نشین مجھ پر طعن و ملامت کی ہنسی ہنسنے لگے۔ ان میں ایک مسخرہ بھی تھا۔ اس نے مجھے زبان کے علاوہ ہاتھ سے بھی ستانا شروع کیا۔ یعنی زبان سے میری توہین کرتا۔ ہاتھوں سے میرے بالوں کو نوچتا۔ پھر میرے سر پر چپت لگا کر خوش ہوتا۔ اور میں اپنے نفس کی یہ ذلت دیکھ کر بے انتہا مسرور ہوتا۔

دوسری دفعہ کا واقعہ یہ ہے۔ کہ کڑکڑاتے جاڑوں میں ایک روز اسقدر بارش ہوئی۔ کہ میری گدڑی سے پانی ٹپکنے لگا۔

سردی اور پانی سے تنگ آکر میں اپنی جان بچانے کے لئے، کپکپاتے ہوئے جس مسجد میں پہنچا۔ وہاں لوگ مجھے رہنے نہ دیتے۔ آخر تیسری مسجد سے نکالا ہوا جب میں سردی سے بالکل عاجز آگیا۔ تو میں نے حمام کی ایک بھٹی میں سر دے دیا۔ بھٹی کے دھوئیں سے میرا سر اور منہ کالا ہو گیا۔ تو میں نے اس رات اپنی مراد حاصل کر لی۔

---

اسی طرح بعض اولیاء کرام کو کبر و نخوت سے دور رہنے کے لئے مخلوق کی ملامت کا خود بھی نشانہ بننا پڑتا ہے تاکہ مخلوق کی عزت و توقیر حاصل ہونے کے باعث ان کے دل میں غرور و نخوت نہ پیدا ہو سکے۔ بلکہ بعض اوقات ان کو فرائض الہٰی و سنت نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا بھی بظاہر تارک ہونا پڑتا ہے۔ کہ مخلوق کو ان افعال ناشائستہ سے نفرت پیدا ہو۔

چنانچہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کو بھی ایک دفعہ اسی وجہ سے ترکِ فرض کا مرتکب ہونا پڑا تھا۔ وہ اسطرح کہ ایک دفعہ آپ سفرِ حجاز سے واپس آرہے تھے۔ آپ کے تشریف لانے کا اسقدر شہرہ ہوا۔ کہ شہر بھر کے لوگ آپ کے استقبال کے لئے جمع ہو گئے۔

آپ نے اپنی یہ عزت و توقیر دیکھی۔ تو دل میں خیال کیا۔ کہ یہ لوگ تو مجھے نیک اور پارسا سمجھ کر میری تعظیم و تکریم کرنے کیلئے جمع ہو رہے ہیں۔ کہیں ان کی یہ عزت و توقیر اور انکی صحبت و ہم نشینی مجھے یادِ الہٰی سے محروم نہ کر دے۔

چنانچہ آپ نے بازار میں آتے ہی اپنی آستین سے ایک روٹی نکالکر کھانا شروع کر دی۔ چونکہ ماہِ رمضان کے دن تھے۔ روزہ کا فرض ترک کرتے لوگوں نے جو آپ کو دیکھا تو سب لوگ آپ کا یہ اعتقاد باطل دیکھ کر آپ سے ایسے برگشتہ ہوئے۔ کہ ایک شخص بھی آپ کی پیشوائی اور قدمبوسی کے لئے نہ ٹھہرا۔

صرف ایک مرید آپ کے ہمراہ تھا۔ اسے آپ نے فرمایا۔ "دیکھا؟ شریعت کے صرف ایک مسئلہ کی خلاف ورزی کے باعث سب لوگ مجھ سے برگشتہ ہو گئے۔

اس حکایت کے متعلق حضرت شیخ علی ہجویری علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

لیکن یہ اس زمانہ کی حالت تھی۔ کہ اسوقت ملامت کے واسطے ایک برے فعل کا مرتکب ہونا پڑتا تھا۔ آج اگر کوئی شخص ملامت کا خواہاں ہو تو اسے مخلوق کا نشانۂ ملامت بننے کیلئے اتنا ہی کرنا کافی ہے۔ کہ وہ دو رکعت نماز بہت لمبی کر کے پڑھے۔ یا دین پر کامل طور عامل ہو جائے۔ بس اتنی سی بات سے اس پر منافقت اور ریاکاری کا فتوے لگ جائے گا۔

مُدیر

# تذکرہ بزرگانِ اسلام

## حضرت خالد بن سعیدؓ

نام خالد، کنیت ابوسعید، والد کا نام سعید بن العاص تھا۔ خاندان اموی سے تھے۔ ننہالی تعلق خاندانِ ثقیف سے تھا۔

آپ کے اسلام لانے کا دلچسپ واقعہ یہ ہے۔

فخرِ کائنات حضورِ پُرنور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے زمانہ بعثت کے دنوں میں ایک رات آپ نے خواب دیکھا۔ کہ آپ ایک آتش فشاں غار کے دہانے پر کھڑے ہیں۔ اور آپ کے والد آپ کو اس غار میں دھکیل رہے ہیں۔ لیکن ہادی اسلام خیرالانام صلعم آپ کی گردن تھامے غار میں گرنے سے بچا رہے ہیں۔ آپ اس خواب کو دیکھتے ہی چونک کر اٹھ بیٹھے۔ زباں سے بے ساختہ یہ جملہ ادا ہوا۔

"خدا کی قسم، یہ خواب حقیقت سے مملو ہے۔"

جب اس خواب کو آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیان کیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔

"تمہارے والد کفر کے غارِ آتشیں میں اپنے ساتھ آپ کو بھی دھکیل رہے ہیں۔ لیکن رحمۃ اللعالمین ہادی اسلامؐ آپ کو اس غار میں گرنے نہ دینگے۔ اور تم ایک نہ ایک روز مشرف بہ اسلام تو ہوگے ہی۔ لہٰذا میرا دوستانہ مشورہ یہ ہے۔ کہ تم اسی وقت فوراً اسلام قبول کر لو۔"

---

چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس مشورہ کے مطابق آپ نے دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر آنحضرت صلعم سے دریافت کیا۔ آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟

حضور پر نور صلعم نے فرمایا۔

"بلا شرکت غیرے خدائے واحد کی پرستش کرو۔ اور مجھے اس کا بندہ اور رسول مانو۔ ان بتوں کی پرستش نہ کرو جو کہ خود نفع و نقصان اور کسی چیز کی قدرت نہیں رکھتے۔ اور نہ ان کو اس بات کا علم ہے۔ کہ کون ان کی پوجا کرتا ہے اور کون نہیں کرتا۔"

یہ پُرحقیقت تعلیم سنتے ہی آپ اپنے دل میں جذباتِ صداقت نہ دبا سکے۔ اسی وقت سچے دل اور زبان سے خدائے واحد کی وحدانیت اور حضور پر نور صلعم کی رسالت کی تصدیق کر کے مشرف بہ اسلام ہوئے۔

یہ وہ وقت تھا۔ جبکہ ماسوائے چند بندگانِ خدا کے تمام دنیا کے لوگ صدائے توحید سے ناآشنا تھے۔ لیکن آپ نے اپنی خوش قسمتی سے اولین اسلام اکابر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ اجمعین کی سعادت حاصل کی۔

اسلام لاتے ہی اپنے متعلقین و متوسلین سے چھپکر ہادی اسلام علیہ السلام کے ساتھ تبلیغ اسلام کا متبرک فرض انجام دینے لگے۔

---

آپ کے والد کو اس بات کی خبر ہوئی۔ تو انہوں نے پکڑ دابلایا۔ پہلے تو اسلام کو چھوڑنے کی زجر و توبیخ کی۔ لیکن جب آپ نے استقامت اسلام کے مقابل اپنی جانِ عزیز تک جانے کی پروا نہ کی۔ تو آپ کے والد غصہ سے تمتما اٹھے۔ اور ایک لکڑی سے اس بے دردی سے آپ کو پیٹنا شروع کیا۔ کہ وہ لکڑی آپ کے سر پر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ مگر والد کو پھر بھی رحم نہ آیا۔ دوسری لکڑی لی۔ اور پھر پیٹنا شروع کر دیا۔ جب آپ کو مارتے مارتے تھک جاتے تو پھر پوچھتے۔ کہ تم (حضور پر نور) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ان حرکات کو جانتے ہوئے کہ وہ تمام قوم کی مخالفت کرتے ہیں۔ ہمارے معبودوں کو بُرا کہتے ہیں۔ پھر تم ان کا کیوں ساتھ دیتے ہو؟

آپ یہ جواب دیتے۔

"خدا کی قسم، حضور پر نور آنحضرت محمد صلعم جو کچھ فرماتے ہیں۔ سچ فرماتے ہیں۔ خدا واحد ہے۔ اور آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسولِ برحق ہیں۔ میں ان کا ساتھ ہرگز نہیں چھوڑ سکتا۔"

---

آخر تنگ اور عاجز آکر آپ کو قید کر دیا گیا۔ کھانا پینا بند کرنے کے علاوہ سب لوگوں کو بھی آپ کے ساتھ ملنے بلکہ بات چیت تک کرنے سے منع کر دیا گیا۔ چنانچہ کئی روز تک آپ بے آب و دانہ قیدِ تنہائی کی مصیبت جھیلتے رہے آخر ایک روز موقع پاکر بھاگ نکلے۔ اور مضافات مکہ کی کسی محفوظ جگہ میں سکونت اختیار کر لی۔

گھر والوں سے چھوٹ کر دیگر مشرکین مکہ کے مظالم بھی اگرچہ ناقابل برداشت تھے۔ لیکن آپ حضورِ پر نور صلعم کی خدمت سے جدا ہونا بھی پسند نہ کرتے تھے۔ اسلئے مہاجرین کے پہلے قافلہ کے ساتھ حبش میں ہجرت نہ کر سکے۔ البتہ مظلوم نو مسلموں کا سب دوسرا قافلہ حبش کی طرف روانہ ہوا۔ تو اس میں آپ نے بھی اپنی بیوی اور بھائی عمرو کو ساتھ لیکر حبش کی طرف ہجرت کی۔ اور حبش میں آپ کا ایک صاحبزادہ سعید اور صاحبزادی ام خالد پیدا ہوئیں۔

---

غزوہ خیبر کے دنوں میں آپ حبشہ سے مدینہ شریف میں تشریف لائے۔ اگرچہ غزوہ خیبر میں شامل نہ ہو سکے تاہم حضورِ پر نور صلعم نے غزوہ خیبر کے مالِ غنیمت سے آپ کو بھی حصہ عنایت فرمایا۔

چونکہ عرب کی عام جاہلیت کے باوجود آپ لکھے پڑھے تھے۔ اسلئے مدینہ شریف میں آتے ہی حضورِ پر نور صلعم نے مراسلات کا عہدہ آپ کو تفویض فرمایا۔

چنانچہ سنہ ۹ھ میں بنو ثقیف کے آمدہ وفد کے مشرف بہ اسلام ہوتے ہی جو معاہدہ ان سے طے ہوا۔ وہ آپ نے ہی تحریر کیا تھا۔ نیز یمن والوں کو بھی حضورِ پر نور صلعم نے جو امان نامہ عطا فرمایا تھا۔ اسے بھی آپ نے ہی تحریر کیا تھا۔

---

ابتدائی غزوات یعنی بدر، احد، خیبر میں آپ شاملِ جہاد نہ ہونے کے باعث متاسف رہا کرتے تھے۔ اسی تاسف میں ایک روز حضورِ پر نور صلعم سے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ہم لوگ غزوہ بدر کے شرف سے تو محروم رہے"۔

حضورِ پر نور صلعم نے فرمایا:-

"کیا تمکو یہ پسند نہیں۔ کہ عام لوگوں کو تو ایک ہجرت کا شرف ملا ہے۔ اور تمکو دو کا"۔

آپ چونکہ ایک ممتاز خاندان کے فرد تھے۔ اس لئے حضورِ پر نور صلعم نے نہ فقط آپ کو یمن کی گورنری پر مامور فرمایا

بلکہ آپ کے ایک بھائی اماں کو بحرین کی اور دوسرے بھائی عمرو کو تیماء کی گورنری پر مقرر فرمایا۔
اور ان تینوں بھائیوں نے آنحضرت صلعم کی حیات طیبہ تک نہایت کامیابی و کامرانی کے ساتھ حکمرانی کی۔

---

رسالتمآب صلعم کی وفات حسرت آیات کے بعد خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتخاب خلافت پر آپ کو اختلاف تھا۔ اور اسی اختلاف کے باعث دو مہینے تک آپ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت نہیں کی۔ آخر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیک نیتی، خلوص، حسن اخلاق سے متاثر ہو کر خود ہی بیعت کر لی۔ اور فتنہ ارتداد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

اسی فتنہ ارتداد کو فرو کرنے میں عمرو بن معدیکرب زبیدی (جو ایک مشہور مرتد اسود عنسی ایسے کاذب مفتری کے یارانِ مُضِل میں سے تھا) کو زخمی کر کے اس کا گھوڑا اور تلوار چھین لی۔ لیکن وہ اپنی جان بچا کر فرار ہو گیا۔

---

خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فتنہ ارتداد کی خدمات سے خوش ہو کر آپ کو شام کی فوج کشی پر ایک حصہ فوج کا سپہ سالار مقرر کرنا چاہا تھا۔ لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اس امر سے اختلاف کرتے ہوئے فرمایا۔
"جس شخص نے بیعت کرنے میں اسقدر لیت ولعل کی ہو۔ وہ ہرگز قابل اعتماد نہیں۔ اور نہ میدان جنگ کا بہادر ہے۔ نہ اصول جنگ سے واقف۔ کہ جسے کسی دستہ فوج کی سرداری تفویض کی جائے"
یہ سنکر حضرت ابوبکر صدیقؓ پہلے تو کچھ متردد سے ہوئے۔ لیکن پھر حضرت عمرؓ کے مشورہ پر آپ کو عمل کرنا پڑا۔
چنانچہ آپ کو اس سپہ سالاری کے منصب سے ہٹا کر دوسری بار جس وقت تیماء کی امدادی فوج کے ایک دستہ کا امیر بنایا گیا۔ تو آپکو خلیفہ اوّلؓ نے یہ ہدایات دیں۔

(۱) راستے میں ان مسلمانوں کو جنھوں نے ارتداد کی شورش میں حصہ نہ لیا ہو۔ اپنے ساتھ ملا لیں۔
(۲) میری اجازت حاصل کئے بغیر از خود حملہ کی ابتداء نہ کی جائے۔ وغیرہ ۔۔۔

---

چنانچہ آپ جب تیماء کو روانہ ہوئے۔ تو رومیوں کو بھی آپ کی روانگی کا پتہ چل گیا۔ اور انہوں نے اکثر عربی قبائل

کو ساتھ ملا کر مختلف اطراف سے چھاپے مارنا شروع کر دئے۔ یہ حالت دیکھ کر آپ نے دربار خلافت میں مقابلہ کرنے کی اجازت حاصل کی۔ اور جب دربار خلافت سے مقابلہ کا حکم پہنچا۔ تو آپ کے آگے بڑھتے ہی رومی تو منتشر ہو گئے۔ اور جو عربی قبائل رومیوں کے مددگار ہو کر آئے تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

آپ نے ان حالات کی اطلاع دربار خلافت میں کی۔ وہاں سے حکم ملا۔ کہ سروست پیشقدمی جاری رکھو۔ لیکن اس بات کا خیال رکھو۔ کہ دشمن عقب سے حملہ آور نہ ہو سکے۔ آپ اس حکم کے مطابق آگے بڑھے تو باہان رومی نے مقابلہ کیا۔ لیکن شکست کھا کر بھاگا۔ دربار خلافت میں اس فتح کی اطلاع دینے کے ساتھ ہی آپ نے مزید امدادی فوج طلب کی۔

---

اس مہم میں عکرمہؓ و ذوالکلاع ایسے جنگجو بہادر جب آپ کی مدد کے لئے مدینہ سے آئے۔ تو ان کے پہنچتے ہی آپ رومیوں سے برسر پیکار ہونے کیلئے آگے بڑھے۔ لیکن باہان رومی اپنی فوج کو لیکر دمشق کی طرف پلٹا۔ اور آپ نے آگے بڑھتے ہوئے دمشق و واقوصہ کے درمیان قیام کیا۔

باہان کا مسلح دستہ تاک میں تھا۔ موقع پاتے ہی اس نے تو چاروں طرف سے لشکرِ اسلام کی ناکہ بندی کر دی۔ اور خود باہان جب حملہ کرنے کیلئے آگے بڑھا۔ تو اسے راہ میں آپ کے صاحبزادہ سعید ملے۔ چنانچہ اس نے ان کو گھیر کر شہید کر دیا۔

آپ کو جب اپنے جوانمرد بیٹے کی شہادت کا حال معلوم ہوا۔ تو اسقدر خوف زدہ ہو گئے۔ کہ بجائے آگے بڑھ کر رومیوں سے مقابلہ کرنے کے پیچھے ہٹتے ہٹتے مقام ذوالمروہ تک پہنچکر مقیم ہو گئے۔ البتہ عکرمہؓ نے یہ بڑی دلاوری اور ہوشیاری کی۔ کہ انہوں نے باہان کو آپ کے تعاقب سے روک رکھا۔ ورنہ باہان کا رومی لشکر آپ کا تعاقب کر کے لشکرِ اسلام کو بہت بری طرح زک پہنچاتا۔

کچھ دنوں بعد آپ مدینہ شریف میں آئے۔ تو خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کی اس کمزوری پر مناسب تنبیہہ کرتے ہوئے دوسرے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔

"فی الواقعہ (حضرت) عمر اور (حضرت) علی (رضوان اللہ تعالیٰ عنہما) آپ کا زیادہ تجربہ رکھتے تھے۔ افسوس

کہ میں نے ان کے مشورہ پر عمل نہ کیا۔ یعنی نہ آپ کو سپہ سالاری پر مامور کیا جاتا۔ اور نہ آپ سے ایسی کمزوری ظاہر ہوتی"۔

---

اس مہم کے بعد آپ دیگر غزوات میں بھی شریک ہوئے۔ اور اپنی سابقہ کمزوری کی تلافی کیلئے جنگ فحل دمشق میں تو ایسے جوش و خروش سے لڑے۔ کہ مجاہدین اسلام پر اپنی جوانمردی و جنگجوئی کا سکہ بٹھا دیا۔

چنانچہ انہی آخری مہمات میں فحل کی مہم سے فارغ ہو کر جب دیگر مجاہدینِ اسلام کے ساتھ اب مرج صفر کا رُخ کیا۔ تو وہاں پہنچتے ہی ام حکیم سے نکاح کر لیا۔ اور اسی مقام پر اپنی بیوی سے ملنے کی خواہش کی۔ بہادر بیوی نے کہا۔ "بہتر ہوتا۔ کہ اگر اس معرکہ کے بعد ہمیں ان سے ملتے"۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ "میرا دل کہہ رہا ہے۔ کہ میں اس لڑائی میں جامِ شہادت نوش کرونگا۔ اسلئے میں چاہتا ہوں۔ کہ عروسِ تیغ کے گلے ملنے سے پہلے تم سے ضرور مل لوں"۔

آپ کی اس خواہش پر وہ انکار نہ کر سکیں۔

چنانچہ آپ مرج صفر کے میدان جنگ میں ہی بیوی کے پاس شب باش ہوئے۔ اور صبح اٹھتے ہی احباب کی دعوت کی۔

ابھی آپ انتظام دعوت میں اور آپ کے جملہ احباب دعوت کھانے میں ہی مصروف تھے۔ کہ رومی لشکر نے بالمقابل ہو کر مبارز طلبی کا نعرہ لگایا۔

نعرہ مبارزہ سنتے ہی آپ بڑے جوش اور ولولے کے ساتھ میدانِ جنگ میں نکلے۔ مگر دشمن کے مقابل ہوتے ہی شہید ہو گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون

---

آپ کی بہادر بیوی جو جامہ عروسی پہنتے ہی اگرچہ بیوہ ہو چکی تھیں لیکن بجائے شکستہ خاطر اور سوگ نشیں ہونے کے مجاہدینِ اسلام میں شامل ہو کر میدان جنگ میں اس بہادری سے لڑیں۔ کہ اپنی تیغِ انتقام سے سات مشرک رومیوں کو خاک و خون میں ملا کر رکھ دیا۔

آپ کی دو اولادیں امیمہ بنت خلف کے بطن سے ہوئیں۔ ایک لڑکا سعید، دوسری لڑکی نام امتہ، سعید تو آپ کی زندگی میں ہی میدانِ جنگ میں شہید ہو گئے تھے۔ البتہ امتہ زندہ تھیں۔ جو حضرت زبیرؓ بن عوام سے بیاہی گئی تھیں۔ **مدیر**

تضمین۔ بر نظمِ صدّیق (علامہ سر اقبال مدظلہ)

# المعروف صدقِ صدیقؓ

سُنئے گا گوشِ دل سے اک ماجرا ذرا  موجود جب کہ تھے سبھی یارانِ باصفا
کیا جانے کیا خیال طبیعت میں آگیا  اکدن رسولِ پاک نے اصحاب سے کہا

دیں مال راہِ حق میں جو ہوں تم میں مالدار

شیدائے حق تھے وہ تو فدائے رسولؐ تھے  تعمیل میں تامل و انکار تھا کسے
صدیقؓ اور حیدرؓ و عثمانؓ خوش ہوئے  ارشاد کیلئے فرطِ طرب سے عمرؓ اُٹھے

اس روز ان کے پاس تھے درہم کئی ہزار

اس میں نہیں کلام کہ فاروقِ ذی شعور  تاجر بھی تھے امیر بھی مشہور دُور دُور
دام و درہم پہ ناز تھا، لیکن نہ تھا غرور  دل میں یہ کہہ رہے تھے کہ صدیقؓ سے ضرور

رکھے گا بڑھ کے آج قدم میرا راہوار

خوشنودئ رسولؐ کا دل میں تھا انکے پاس  حکمِ نبی کو کرتے تھے حکمِ خدا قیاس
نذرانۂ حبیب، عقیدت کا تھا اساس  لائے غرض کہ مال رسولِ امیںؐ کے پاس

ایثار کی ہے دست نگر ابتدائے کار

کی التجا ادب سے کہ اے سیدالبشرؐ  جو کچھ کہ مجھ سے ہوسکا حاضر ہے مال و زر
دیکھا جو اک نظر تو یہ افراط دیکھ کر  پوچھا حضورِ سرورِ عالمؐ نے اے عمرؓ!

اے وہ کہ جوشِ حق سے ترے دلکو ہے قرار

شاباش، شاد باش عمرؓ خوب مرحبا  ایثارِ نیک کی تجھے اللہ دے جزا
اے بندۂ خدا مگر یہ تو مجھے بتا!  رکھا ہے کچھ عیال کی خاطر بھی تو نے کیا؟

مسلم ہے اپنے خویش و اقارب کا حق گذار

کی عرض جب کہ دیتا ہے اسلام یہ سبق — دے ڈال جو کچھ ہو سکے تجھ سے بنامِ حق

اے دفترِ صحیفۂ عالمؐ کے سرورق — کی عرض نصف مال ہے فرزند و زن کا حق

باقی جو ہے وہ ملتِ بیضا پہ ہے نثار

خوش تھے حضورِ حضرتِ محبوبِ کبریاؐ — ایثارِ مخلصانہ نے قائل انہیں کیا

ہو ہی رہا تھا ذکر سرِ بزم برملا — اتنے میں وہ رفیقِ نبوت بھی آگیا

جس سے بنائے عشق و محبت ہے استوار

سرسبز جس کے دم سے ہے جود و سخا کی کشت — جس کو نہیں ہے دہر میں پرواہ خوب و زشت

خوشنودیٔ رسول تھی جس کے لئے بہشت — لے آیا اپنے ساتھ وہ مردِ وفا سرشت

ہر چیز جس سے چشمِ جہاں میں ہو اعتبار

اشیائے کارآمد و بیکار و رخت و جنس — تیر و کمان و خنجر و تلوار و رخت و جنس

دستار و کرتہ اور قلمکار و رخت و جنس — ملکِ یمین و درہم و دینار و رخت و جنس

اسپ قمر سم و شتر و قاطر و حمار

غرضیکہ پاس رکھا نہ جامِ سفال بھی — اشیائے خورد و نوش بھی زر بھی نہ مال بھی

اس پر بھی خوش تھا عاشقِ صادق نہال بھی — بولے حضور، چاہیئے فکرِ مآل بھی

کہنے لگا وہ عشق و محبت کا راز دار

اے بیکسوں، فقیروں، غریبوں کے دستگیرؐ — اے فخرِ جن و انس و ملک رشکِ صد منیرؐ

تیری مثال ہے نہ کوئی اور نہ ہے نظیر — اے تجھ سے دیدۂ مہ و انجم فروغ گیرؐ

اے تیری ذات باعثِ تکوینِ روزگارؐ

عشاق کا حضور یہی ہے اصول بس — جو ہو رضائے یار وہی ہے قبول بس

اے جانِ عاشقاںؐ نہ اسے دیجے طول بس — پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس

صدیق کے لئے ہے خدا کا رسولؐ بس!

(نور لدھیانوی)

# تاریخِ محاربت

## اقوام کے جنگی آئین

ذیل کا تاریخی مقالہ علامہ محترم مخدومی ضیاء الحسن صاحب ندصیانوی رکن دارالتالیف دیوبند کے گذشتہ عالمانہ مضمون جنگ ایک فطری امر ہے کی دوسری قسط ہے حضرت علامہ کی اس توجہ خاص، وعدہ ایفائی اور عارف نوازی کا دلی شکریہ۔ (مُدیر)

اصطلاح میں محاربت اقوام وملل یا النفوس و احزاب کے اس تصادم کا نام ہے۔ جس میں ایکدوسرے کے خلاف اسلحہ وآلات حربیہ استعمال کئے جائیں۔ یہ جذبہ آویزش نشائے آفرینش سے موجود ہے۔ اور کوئی متنفس اس سے خالی نہیں۔ البتہ اس کے علل محرکات ضرور مختلف ہیں۔ بعض جگہ منتقمانہ ہیئت میں صورت پذیر ہوتا ہے۔ اور کہیں اندفاع وتحفظ یا جلبِ منفعت کی شکل میں، بہرصورت اسلحہ ضرور استعمال میں آتے ہیں۔

ابن خلدون کا خیال ہے۔ کہ ایک جماعت دوسری سے آمادہ انتقام ہو۔ اور وہ اس کی مدافعت کرے۔ اب ظاہر ہے۔ کہ انتقامی جذبات مختلف صورتوں پر قائم ہیں۔ لیکن بسا اوقات غیرت ومناقشت، ظلم وعداوت، للہی بغض، اور تغلب وتمکن سے انتقامی عناصر مصروف عمل ہوتے ہیں۔ غیرت ومناقشت ان قبائل ومعاشر کیلئے داخلی حرب ہے۔ جو تحفظ روایات کے لئے معمولی امور پہ جدال کا بازار گرم کر دیتے ہیں۔ اور خود ساختہ عظمت پر سر مو فرق نہیں آنے دیتے۔ دوسری صورت خانہ بدوش وبادیہ پیما وحشی اقوام کو برسرِ پیکار رکھتی ہے۔ جو رزق کی طلب میں سرگرداں پھرتے ہیں۔ جہاں سامانِ معیشت نظر پڑا۔ ڈیرے جما دئے۔ اور اس کے حصوں میں ایڑی چوٹی تک کا زور صرف کر دیا۔ ان کے ہاں جاہ وجلال اور عظمت وسرفرازی قابل اعتنا وشمار نہیں۔ بلکہ تمام مساعی معیشت تک محدود ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں جو تصرفات انسانی قوت انجام دے سکتی ہے۔ ان سے کسی درجہ

بھی اعراض و انحراف نہیں کیا جاتا۔

تیسری شکل دینی وقار کے قیام و استحکام کی ہے۔ شیدائیان ملت خالق کی خوشنودی اور دین کے تحفظ کے لئے حیات و ممات کی بازی لگا دیتے ہیں۔ اور ہر عظیم ترین شے کی قربانی کو ذریعۂ نجات متصور کرتے ہیں۔ اسے شریعت کی اصطلاح میں جہاد سے تعبیر کرتے ہیں۔

چوتھی جنگ مملکت کی توسیع و استحکام کیلئے لڑی جاتی ہے۔ جس میں انسداد بغاوت کے ساتھ وسعت نظام کا جذبہ بھی کارفرما رہتا ہے۔

ان میں موخر الذکر دو صورتیں عدل و انصاف پر قائم ہیں۔ اور پہلی دونوں شکلوں کی اساس ظلم و عدوان پر ہے۔

**فن حرب** اگرچہ جدال و قتال انسانی آفرینش کے ساتھ ہی معرض ظہور میں آچکا تھا۔ لیکن نظم و نسق کی روح بہت عرصہ بعد اس کالبد میں پھونکی گئی۔ تاہم عہد قدیم میں زمانہ توریت سے قبل اس فن کی تاسیس ہو چکی تھی۔ جو کتاب مقدس سے آشکارا ہے۔ ابتداً مشرق اس کے لئے گہوارہ رہا۔ اور اسی کی آغوش میں تربیت و پرورش پاکر یہ نونہال پروان چڑھا۔ عہد اول میں فارس محاربت میں بہت ممتاز تھا۔ وہاں عسکری نظم کے علاوہ ساز و سامان کی بھی فراوانی تھی۔ اور ان کے ہاں خصوصاً ذیل کے آلات استعمال میں آتے تھے۔

گوپال۔ گرز۔ سپر۔ تیغ۔ خنجر۔ ژوپن۔ ناوک۔ خشت۔ خدنگ۔ کمند۔ سنان۔ تبر۔ زین وغیرہ

گو ہندوستان میں بھی ان دنوں جنگ کا بہت چرچا تھا۔ لیکن سامان کثرت کے ساتھ موجود نہ تھا بلکہ اکثر لڑائیاں ہاتھیوں ہی کے ساتھ سر ہوتی تھیں۔

یہاں سے فن حرب مغرب کی جانب منتقل ہوا۔ اولاً یونانیوں نے اس کا نہایت خندہ پیشانی سے استقبال کیا۔ اور بالخصوص اہل مقدونیہ بہت کافی مہارت و دسترس حاصل کر گئے۔ لیکن ان کی جانب سے کوئی جدت و ترمیم عمل میں نہیں آئی۔ بلکہ وہ قدیمی طریق پر ہی پیکار آزما ہوتے تھے۔ البتہ رومیوں نے یہ کمی ایک حد تک پوری کر دی۔ جونہی یہ فن ان کے ہاں پہنچا۔ انہوں نے روشن دماغی و جدت طبع سے ایسی ایجادات [illegible]

نے ستارۂ محاربت کو تاباں و درخشاں کر دیا۔ چنانچہ تیغ زنی، تیر اندازی، نیزہ بازی کی تکمیل کا سہرا انہیں کے سر ہے۔

اس کے بعد شدہ شدہ یہ فن چار دانگ عالم میں شاعت پذیر ہو گیا۔ اور تمام کائنات اس راز سے آشنا ہو گئی۔ اور کثرت کے ساتھ لڑائیاں واقع ہونے لگیں۔ لیکن ماہرین کا طبقہ بہت محدود تھا۔ چنانچہ کثرت قتال سے حاملین اسرار پیکار آزمائی میں کام آنے لگے۔ اور یہ فن روز بروز انحطاط پذیر ہوتا گیا۔ حتےٰ کہ قرونِ متوسطہ میں پہنچکر وہ یاس انگیز صورت اختیار کر لی۔ کہ اس کی دنیا میں قحط الرجال طاری ہو گیا۔

اسوقت گو یہ فن ساحلِ موت پر ڈگمگا رہا تھا۔ لیکن رمقِ حیات باقی تھی۔ چنانچہ پھر زندگی کے آثار شروع ہو گئے اور زمانہ مابعد میں وہ عظیم الشان تغیر رونما ہوا۔ جس نے اسے ذلت و نکبت کی وادی سے نکالکر رفعت و عروج کی شاہراہ پر گامزن کر دیا۔ اور ایامِ متاخرہ میں اسقدر ترمیمات عمل پذیر ہوئیں۔ جن کے روبرو فن قدیم دم بخود تھا۔ خصوصاً دورِ حاضرہ میں تو سائنس کی موشگافی و نکتہ سنجی نے وہ محیر العقول رنگ دے دیا ہے۔ کہ اب قدیم اسلحہ و آلات محض طفلانہ شوخیوں کے لیے رہ گئے ہیں۔ اور انہیں فن سے کوئی تعلق نہیں رہا۔

جنگ کے مختلف اسلوب ہیں جو معاشر و اقوام کے ساتھ مخصوص ہیں۔ ازمنہ قدیم میں اہلِ فارس کے ہاں مبارزت مشہور ترین طریقہ تھا۔ ایکجانب سے کوئی جانباز پیش قدمی کرتا۔ اور مقابل کو دعوتِ مبارزت دیتا۔ ان میں سے بھی کوئی بہادر میدان میں اتر آتا۔ خوب معرکہ آرائی ہوتی۔ اور ہر ایک اپنی عظمت و شجاعت کے جوہر دکھاتا ذاتی جرأت و شجاعت کے مظاہرہ کے لئے یہ طریق نہایت اہم تھا۔ اس میں تمام حذاقت و استعداد بے نقاب ہو جاتی تھی

دوسری جنگ بطریق کرّ و فر لڑی جاتی تھی۔ لشکر سے چند شیر دل متجاوز ہو کر ایکدم غنیم پر ٹوٹ پڑتے۔ اور پھر دفعتہً واپس لوٹ آتے۔ غرضیکہ اسی مسابقت و مراجعت کے ساتھ جنگ لڑی جاتی۔ اس کا مقصد یہی۔ کہ دشمن کو مغالطہ آرائی سے ورطۂ ہزیمت میں دھکیل دیں۔ عرب اور بربر خصوصاً اس طرز جنگ میں مشہور تھے۔

جنگ کی ایک اور ترتیب بھی تھی۔ جو زحف کہلاتی تھی۔ یہ سب سے زیادہ دہشت خیز و خونریز تھی۔ اس میں صفوف قائم کی جاتی تھیں۔ جو دفعتہً دشمن پر ٹوٹ پڑتی تھیں۔ یہ طریق دشمن کیلئے انتہائی مرعوب کن و ابتلار آمیز تھا حربی فوج کے پسِ پشت حیوانات کی ایک دیوار کھڑی کر دیجاتی تھی۔ جو ساز و سامان سے لدے رہتے تھے۔ اور حصن حصین کا حکم رکھتے تھے۔ عرب اپنی پشت پر اونٹوں کی قطاریں کھڑی کرتے تھے۔ اہلِ فارس و ایران دیو ہیکل ہاتھیوں سے حصار

باندھتے تھے۔

فارسی لوگ خندقیں بھی کھودتے تھے۔ تاکہ غنیم شبخوں کی جرأت نہ کر سکے۔ اس کی مضرت ناقابلِ تلافی ہو جاتی ہے۔ اور عساکر آپس ہی میں کشت و خون ہو جاتے ہیں۔

کثیر التعداد فوج کئی حصص میں تقسیم کر دی جاتی تھی۔ تاکہ گھمسان کے وقت جہل و اجنبیت سے آپس ہی میں نہ کٹ مریں۔ بادشاہ وسط میں رہا کرتا تھا۔ اور تمام نظم استوار رکھتا تھا۔ اسے قلب کہتے تھے۔

جو فوج بادشاہ کے مقدم رہتی تھی۔ مقدمہ کہلاتی تھی۔ اور پس پشت کے عساکر ساقہ سے موسوم تھے۔ دائیں بائیں حصوں کو میمنہ و میسرہ کہتے تھے۔ ہر جماعت کا امیر، نشان (علم) جداگانہ ہوتا تھا۔ نزاکت محاذ کا خاص خیال ملحوظ رہتا تھا۔ اور حسبِ ضرورت فوج منتقل ہوتی رہتی تھی۔

ازمنہ قدیم میں ایک عجیب طریقہ جنگ مروّج تھا۔ جو ماوراء النہر کے لوگوں میں پایا جاتا تھا۔ وہ ایک جال تیار کرتے تھے جس میں تیز درانتیاں آویزاں ہوتی تھیں۔ گھوڑے اس جال کو لے کر غنیم کی طرف بھاگتے تھے۔ اور درانتیاں ان کے اعضاء میں پیوست ہو جاتی تھیں۔

ترک نیزوں اور برچھیوں سے جنگ لڑتے تھے۔ اور متواتر تین صفیں قائم کرتے تھے۔ جدال کے وقت گھوڑوں سے اتر آتے اور بیٹھ کر وار کرتے۔ یہ طریقہ جنگ نہایت کامیاب تر تھا۔ اور اس طرح کوئی وار بھی خالی نہ جاتا تھا۔

عصرِ حاضر کی سائنٹیفک ترقیات نے اس فن کی کلیتہ کایا پلٹ دی ہے۔ اس کی کارفرمائیوں سے ایسا خورشید درخشاں طلوع ہو گیا ہے۔ جو روز بروز بلند تر ہوتا جا رہا ہے۔ اب جنگ لڑنے کیلئے قدیم اسلحہ و آلات کی احتیاج نہیں۔ وہ محض بچوں کا کھیل بنکر رہ گئے ہیں۔ اور نہ ہی قطار در قطار عساکر کی ضرورت ہے۔ جو اجتماعی طور پر غنیم سے پیکار آزما ہوں جسمانی توانائیاں بے سود ہو چکی ہیں۔ فتح و شکست کا مدار کثرت و قلت یا جرأت و شجاعت پر نہیں۔ بلکہ عقل و دماغ [illegible] ادراک پر محمول ہے۔ انسانی خردمندی نے ایسی مسموم گیسیں تیار کر دی ہیں۔ جن کا عمل چشم زدن میں آبادیوں کی ہنگامہ آرائی کو دائمی سکوت سے مبدّل کر دیتا ہے۔

دورِ حاضر کا طریقِ جنگ ازمنہ قدیم کے تمام اسلوبوں سے مضرت رساں و دہشت خیز ہے۔ یہ عالمگیر تباہ و [illegible] ہلاکت آفریں کا موجب ہے۔ اس کے مضرات بعض ان امور تک مشتمل ہیں جن کا اثر آئندہ نسلیں بھی قبول [illegible]

# رحمۃ للعالمین

وہ آفتابِ عرفاں، وہ ماہتابِ رخشاں — وہ کامیابِ دوراں، وہ انتخابِ یزداں
وہ منبعِ دقائق، وہ مرجعِ خلائق — وہ واقفِ حقائق، دونوں جہاں پہ فائق
وہ بیکسوں کا والی، وہ بےبسوں کا حامی — محرومِ بےنیازی، تکمیلِ سرفرازی
وہ حاملِ شریعت، وہ رہبرِ طریقت — وہ فائزِ رسالت، وہ کامل الہدایت
وہ طاقتِ مجسم، وہ رحمتِ دو عالم — وہ غیرتِ دو عالم، وہ عزتِ دو عالم
رحم و کرم کا پتلا، دعوے میں اپنے سچا — طائف میں آ کے ٹھہرا اور قوم کو پکارا
چھوڑو یہ بت پرستی، ناپاک ہو یہ بستی — ہے شرک سے منزہ وہ باوقار ہستی
جونہی صدا یہ گونجی، طائف میں برق چمکی — حضرت پہ خاک پھینکی بارش کی پتھروں کی
زخموں سے چور ہو کر، محوِ سرور ہو کر — طائف سے دور ہو کر، نذرِ غرور ہو کر
حارث نے زخم دھوئے اور کس کے انکو باندھا — کرّوبیوں کو سکتہ عرشِ بریں پہ لرزا
سب کو یہی یقیں تھا ہے وقت بد دعا کا — فطرت کا تھا تقاضا طائف تباہ ہوگا
تھی منتظر یہ قدرت کر دے اگر اشارا — اک پل میں لوٹ دیجے یہ طبقہ سرزمیں کا
غیرت سے گڑ رہی تھی خود سرزمین بطحا — دہشت سے کل جہاں کا نقشہ بدل گیا تھا
وہ رحمتِ دو عالم جو رحم بن کے آیا — کس طرح قہر بن کر دنیا پہ قہر ڈھاتا
اہلِ ستم کے حق میں اس نے یہی دعا کی — آنکھوں میں دے بصارت یارب تو اشقیا کی
آنکھوں سے تجھ کو دیکھیں عقلوں سے تجھ کو سمجھیں — تیرے سوا نہ پوجیں بس ایک تجھ کو مانیں
تھے وجد میں دو عالم اس شانِ آرزو پہ — فطرت بھی دیکھتی تھی ہر شے کو مسکرا کر

خلقت پہ آدمی کی مغرور ہو رہی تھی
شانِ محمدی پہ مسرور ہو رہی تھی

واثق ٹونکی

# عالم بیداری میں خواب

بعض ماہرین نفسیات کا خیال ہے۔ کہ خیالی دنیا کی سیر محض تضیع اوقات اور افساد اخلاق کا ایک ذریعہ ہے
۔ دیکھا یہ خیال ایک حد تک صحیح بھی ہے۔ اس لئے کہ انسان جب اس کا زیادہ عادی ہو جاتا ہے۔ تو اس کی ہمتیں پست ہو
جاتی ہیں اور جھوٹے تصورات پر اس کا تکیہ ہو جاتا ہے۔ اس سے تو سب متفق ہیں کہ تصورات کی دنیا حقیقت کی دنیا سے بالکل
الگ ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ انسان حقیقت کو تصور کا جامہ پہنانے پر مجبور ہوتا ہے۔ خصوصاً اسوقت جبکہ اس کی
آرزوئیں پامال ہو جاتی ہیں۔ اور حقیقت کا فیصلہ اس کے خلاف ہوتا ہے۔ ایسا وہ اس لئے کرتا ہے۔ تاکہ عالم حقیقت
میں نہ سہی عالم تصور ہی میں اس کا معاوضہ پورا کرے۔ اہل یورپ خیالی دنیا کی سیر کو دن کے خواب سے تعبیر کرتے ہیں۔

ہاں اس میں بعض منفعتیں بھی ہیں۔ جن سے کسی کو انکار نہیں۔ مثلاً سردی کا مارا ہوا انسان تمازت آفتاب کا
اور بھوک سے بیتاب لذیذ کھانوں کا اگر تصور کرے۔ تو ان دونوں کے لئے یہ چیز نفع بخش ہوگی۔ یہی نہیں بلکہ یہ چیز ان
کو تکلیفوں کے انگیز کرنے پر ابھارے گی۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ ایسا کوئی بھی شخص نہیں۔ جو کسی وقت کی مصیبت میں مبتلا
نہ ہو۔ اور آنے والی راحت کے بارے اپنے دل کو تسکین نہ دیتا ہو۔

اس کی سرحد یہیں پر آکر نہیں ختم ہو جاتی۔ کہ ایک انسان جاڑے کی شدت سے تنگ آکر گرمی کے آنے کا تصور
کرکے اپنے آپ کو تسکین دے لے۔ بلکہ اس کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اس کے اندر ایک مفلس آدمی بھی شہنشاہیت
کا خواب دیکھتا ہے۔ اور حقیقت میں ہر آدمی اس خیالی دنیا کی سیر کرنے میں اپنا کچھ وقت ضرور صرف کرتا ہے۔ اس لئے
کہ اس کو اس میں حظ حاصل ہوتا ہے۔ اور تھوڑی دیر کے لئے اپنی دنیاوی تکلیفوں کو بھول جاتا ہے۔

لطف تو یہ ہے۔ کہ اس چیز نے دماغوں سے نکلکر کتابوں کے صفحات پر اپنا قبضہ جمالیا ہے۔ چنانچہ تم نثر و نظم
کی بے شمار کتابوں میں ایسے واقعات پاؤ گے۔ جن کی دنیا محض تخیلات پر قائم ہے اور جن کا حقیقت سے دور کا بھی لگاؤ نہیں
ہوتا۔ لیکن قارئین کو اس سے جو حظ و فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے۔ مذکورہ بالا باتیں ہمکو بتاتی

ہیں۔ کہ تخیلات کا قیام خالی از فائدہ نہیں۔ دوسری سب سے بڑی خصوصیت اس کی یہ ہے۔ کہ جو شخص اس کا عادی ہوجاتا ہے۔ وہ کبھی پژمردہ دل اور کبیدہ خاطر نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ وہ ہمیشہ قصری تعمیر کریگا۔ جھونپڑی کا خیال نہ لائیگا۔ ہمیشہ دنیا پر حکمرانی کا خواب دیکھیگا۔ طوقِ غلامی پہننے کے خیال کو دل میں جگہ نہ دیگا۔ اور ظاہر ہے۔ یہی سب چیزیں انسانی خوشی و مسرت کا باعث ہوتی ہیں۔

اگر تم ان ناولوں پر نگاہ ڈالو۔ جن کی عمارت محض تخیلات کی بنیادوں پر قائم ہے۔ تو تمہیں معلوم ہوگا۔ کہ ان کے اکثر ہیرو مصیبتوں کا شکار بنے ہوئے ہیں۔ لیکن کیا تمہیں معلوم ہے۔ کہ ان کے پڑھنے والے کا کیا حال ہوتا ہے؟ حال یہ ہوتا ہے۔ کہ جہاں مصیبتوں کا ذکر آتا ہے۔ وہ سوچنے لگتا ہے۔ کہ اس کے اوٹ میں ضرور راحت مضمر ہے۔ چنانچہ وہ یہیں سے اپنے دل میں تعمیر و تخریب کی ایک دنیا قائم کرنے لگتا ہے۔ اب یہیں سے تمہیں اس کے ایک دوسرے فائدے کی طرف رہبری ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ انسان ایسی ناولیں پڑھ کر اپنے دل سے یاس و ناامیدی کے ہر نقش کو مٹا کر امید اور عزم و استقلال کو اپنے اندر جگہ دیتا ہے۔ فرض کرو، ایک ایسا شخص ہے۔ جو کسی چیز کے حصول سے اپنے آپ کو کسی قدر مایوس پاتا ہے۔ اور اسی اثنا میں وہ سینما دیکھنے گیا۔ وہاں اس کی نظروں سے ایسے ایسے ہولناک واقعات گزرے۔ جن میں اس نے دیکھا۔ کہ ایک شخص سخت مصیبتوں میں گھرا ہوا ہے۔ لیکن پھر تھوڑی سی محنت و جانفشانی کے بعد اس کی ساری مصیبتیں کائی کی طرح چھٹ گئیں۔ تو اس کا اثر یہ ہوتا ہے۔ کہ اس کے اندر یاس کی جگہ آس اور تنزل و اضطراب کی جگہ عزم و استقلال پیدا ہوجاتا ہے

اگر تخیلات کی نیرنگیوں کا فائدہ مذکورہ بالا فائدوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے تو یہی نیرنگیاں ہی اسکے لئے کافی ہیں۔ یہی سبب ہے کہ آج علماء کی ایک جماعت ایسے ناولوں کی سخت حامی ہے۔ بشرطیکہ وہ مخرب الاخلاق نہ ہوں۔ عموماً یہ ناولیں اوسط درجہ کے لوگوں کے ہاتھوں میں ہوتی ہیں۔ اور سچ پوچھیئے۔ تو یہی طبقہ اغنیا سے زیادہ اس کا مستحق بھی ہے۔ اس لئے کہ ان کے پڑھنے سے یاس کے جذبات فنا ہوجاتے ہیں۔ اور ان کی جگہ بلند حوصلگی اور ہمت پیدا ہوتی ہے۔ ان ناولوں کی حمایت میں جتنی باتیں کہی جاسکتی ہیں۔ وہ اس سے زیادہ نہیں۔ جو میں نے اوپر کہی ہیں۔

عموماً جو بات کہ ناولوں پر صادق آتی ہے۔ وہی سینما کے ڈراموں پر بھی، اس لئے کہ اس کے کھیل انسانی قلوب میں اخلاق و عزیمت کا بیج بوتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی اس سے انکار نہیں۔ کہ سینما کے اور بہت سے کھیل انسانوں کے اندر

تکبر و تعلّی کا باعث ہوتے ہیں۔ اور یہی چیز ان کو ابھارتی ہے۔ کہ وہ تخیلات کی نیرنگیوں میں گم ہو کر دنیا و مافیہا سے بیخبر ہو جائیں۔ انسان تخیلات کی دنیا میں محض یہی نہیں سوچتا۔ کہ وہ ایک دولتمند اور سلطان کی حیثیت رکھتا ہے بلکہ ایک قدم اور آگے بڑھو۔ تو تمہیں معلوم ہو جائیگا۔ کہ ایک بخیل سے بخیل شخص بھی جب وادیٔ تصور میں قدم رکھتا ہے۔ تو وہ اپنے کو حاتم ثانی تصور کرنے لگتا ہے۔ اور یہ خیال کر کے بہت لطف اندوز ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے اعزہ و اقربا کا دامن مال و دولت سے پُر کر رہا ہے۔

عبد الرحمن ناصر اصلاحی

از مدرسہ سرائے میر

# شہیدِ کربلا

از:- ماہر القادری

اجل کو دیکھ کے جب مسکرا دیا تو نے
حنین و بدر کا منظر دکھا دیا تو نے

فرات دے نہ سکی گرچہ دادِ تشنہ لبی
مگر خلوص کا دریا بہا دیا تو نے

ہے زیب صفحۂ تاریخ تیری قربانی
خدا کی راہ میں سب کچھ لٹا دیا تو نے

وہ بھید جس کو نہ سمجھی کبھی نگاہِ خرد
شہید ہو کے جہاں کو بتا دیا تو نے

مری نگاہ میں جچتی نہیں شہنشاہی
نہ جانے کون سا عالم دکھا دیا تو نے

عیاں زمانہ میں پھر کربلا کی صورت ہے
خدا کے واسطے پھر آ تری ضرورت ہے

# تاثراتِ خلیق

از خلیق برہانپوری

حُسن آمادۂ عتاب ہوا　　اہتمامِ عدمِ انقلاب ہوا
فتنہ گر وہ ترا شباب ہوا　　جو معاً حشر کا جواب ہوا
سازِ دل کس کی یاد نے چھیڑا　　ہر نفس نغمۂ رباب ہوا
چشمِ ساقی اٹھی جو کیف آگیں　　مے چکاں دامنِ سحاب ہوا
حُسن کی جلوہ گہ میں ہر ذرّہ　　آئینہ دارِ آفتاب ہوا
طلبِ دید پر خموش ہیں وُہ　　یہ سوال آپ ہی جواب ہوا
لرز اُٹھی فضائے کون و مکاں　　نالۂ دل جو کامیاب ہوا
نہ مٹی حُسن و عشق کی دُنیا　　اُٹھ کے ناکام انقلاب ہوا
چمک اٹھے دلوں کے آئینے　　کون اس طرح بے نقاب ہوا
چشمِ بینا کو تیرا ہر جلوہ　　رشکِ ماہتاب و آفتاب ہوا
ہو گیا عشق حشر در آغوش　　دل میں جب حُسن باریاب ہوا
دل کی عظمت نہ کیوں مسلّم ہو　　تیری نظروں میں انتخاب ہوا
اثرِ سوزِ غم! ارے توبہ!　　دل کا ہر داغ شعلہ تاب ہوا
حسنِ جانسوز کے سوائے دل　　کون غارت گرِ شباب ہوا

اب کہاں حُسن ہمنوائے خلیقؔ
دَورِ رنگیں خیال و خواب ہوا

# زمانہ حاضرہ کے ادب اور رومان کا نیا فتنہ

ذیل کا مختصر مضمون جوان صالح ملک محمد عارف صاحب پروپرائٹر رسالہ عارف کے جذبات صالحہ کا آئینہ ہے۔ اگرچہ ایسے آئینہ خانوں کے متعلق (جن میں بعض اہلِ ادب ملک وملت کو تخریبِ اخلاق کی دعوت دے رہے ہیں) بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے۔ لیکن عارف کی صلح کل پالیسی مدیر عارف کو خاموش رہنے پر مجبور کر رہی ہے۔ تاہم عزیز محترم ملک محمد عارف کے ان عارفانہ خیالات پر مشاہیرِ ادب کو خصوصاً اور محترم مدیران رسائل کو عموماً غور کرنا چاہیئے۔ (مدیر)

مغربی التفات ہم مشرق کے مسکینوں کی جن مشکلات کا باعث ہو رہے ہیں۔ ان مشکلات میں ایک مشکل مغربی تقلیدِ ادب کی ہے۔ جسے نونہالانِ قوم نے مشرقی علمِ ادب کو آرٹ (تشکیلِ جذبات) اور سیرۃ وحکایات کو رومان سے تعبیر کرتے ہوئے اس مجموعہ تشکیلِ جذبات کا نام رکھا ہے، ادبِ لطیف۔ اور اس ادبِ لطیف[1] کی رفتار (یعنی مغربی تعلیم یافتہ نوجوان طبقہ کی مستیِ شباب کی لطافتوں کا ذریعہ اظہار) چونکہ ابھی روبہ ترقی ہے۔ اسلئے نہیں کہا جاسکتا۔ کہ اس حیا سوز تحریک کی منزلِ تکمیل کیلئے ہمارے عیش پسند نوجوانوں کو ابھی کتنے زینے طے کرنے پڑیں۔ لیکن موجودہ ادب اور رومان اسوقت بھی جس پائے پر پہنچ چکا ہے۔ وہ نہ فقط اہلِ ادب کیلئے نہایت لرزہ خیز بلکہ مشرقی تہذیب کے جنازہ پر دل کھول کر ماتم کرنیکے قابل ہے۔

چنانچہ بعض ادباء اپنے جذباتِ وارفتہ کو ادب سے، اور باہمی اظہارِ تعشق کو رومان سے تعبیر کرکے ان مقالات کو اب ادبی رسائل میں ملک وملت کے پیش کر رہے ہیں۔ اور بعض رسائل کے بعض مدیرانِ محترم بھی چونکہ ایسے رومانِ تعشق کے انتخاب کے متعلق اپنی شاندار ادبی وروحانی معلومات پہ نازاں ہو رہے ہیں۔ اس لئے مخدومانِ ملت کو مغرب زدہ نوجوانوں کی اس

---

[1] ہمارا مقتدر ہمعصر رسالہ ادبِ لطیف لاہور ان اشارات سے مستثنیٰ ہے۔ (مدیر)

فتنہ انگیز تحریک کی نسبت مندرجہ ذیل معروضات پر بہت جلد اپنی توجہات مبذول کرنی چاہئیں۔

(۱) یہ رسائل (جن میں ایسے مخرب الاخلاق اور حرص و آز کے رومان منکشف ہوتے ہیں) ملک کے ادبی رسائل اور ایسے رومان لکھنے والے ادیب کہلاتے ہیں۔

(۲) ایسے رومان خیز (بلکہ تعشق انگیز) رسائل نوجوان طلبا بلکہ دوشیزہ طالبات کے مطالعہ میں بھی آتے ہیں۔

(۳) ضروری ہے۔ کہ اس جدید رومانی تحریک سے نوجوان طلبا و طالبات کے جذبات شباب انگیخت ہوں۔ اور بہت ممکن ہے۔ کہ وہ بھی اس جدید رومانی تقلید میں ایسے رومانِ ناز و نیاز یا اپنے جذباتِ شباب کے رازہا سربستہ کا اظہار شروع کر دیں۔ اور یہ رسائل بجائے ترقی علم و ادب مشرق کیلئے پیام الفت یا پیغام محبت ثابت ہوں۔

(۴) پھر ایسی صورت میں جب کہ نوجوان مرد اپنے نشر جذبات میں آزاد ہوجائیں۔ تو ایسی آزادی میں نوجوان عورتوں کو بھی اظہارِ تخیل کی آزادی میں یقیناً آزاد سمجھا جائے گا۔

(۵) لہٰذا ان حالاتِ ضروری کے ہوتے ہوئے نہایت ادب سے تمام ادبا کرام و مدیرانِ محترم سے پرزور استدعا کی جاتی ہے۔ کہ وہ اس انقلابِ ادب کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے اپنے اپنے رسائل میں ایسے تمام مضامین (جو نوجوان طلبا و طالبات کے جذبات میں ہیجان پیدا کر کے ان کو بداخلاقی کے تاریک گڑھے میں گرادیں) لکھنے اور درج کرنے سے حتی الاحتراز کریں۔

مجھے امید ہے کہ تمام مصلحانِ قوم و مشاہیرِ ادب اس نئے فتنۂ رومان کو نظر انداز نہ فرمائیں گے۔ تاکہ مغرب زدہ نوجوانوں کے جذباتِ تعیش کے اس رومانی سمندر کے تلاطم میں سکینانِ مشرق کی کشتیٔ اخلاقِ ادب بھی کہیں غرق نہ ہوجائے۔

ملک محمد عارف

# نونہالانِ قوم سے!

از مولوی عزیز احمد صاحب [illegible]

کائنات کی ہر ایک چیز زندگی سے معمور ہے۔ زندگی کیا ہے؟ ایک قانونِ علم و عمل ہے۔ جسے قدرتِ ایزدی نے اپنے زور و اقتدار کی بہار دکھانے کے لئے روزِ ازل سے پیدا کر کے تصحیح و ترمیم اور ہیر پھیر سے بالکل بے نیاز کر رکھا ہے۔ اس کی غرض و غایت اور اصلی مطلب عمل ہے۔ اس کا مظہر جوانی اور نئی صورت حال اس کی قوتِ تخلیق کا شاہکار ہے جس مقام سے اس کا گذر ہوتا ہے۔ اس کا ذرّہ ذرّہ تبسّم و خندیدگی سے لبریز اور نزاکت و نزہت کا مجسّمہ بن جاتا ہے۔ اور جب اس کا قافلہ اس مقام سے گذر جاتا ہے۔ تو وہی مقام ایک سنسان اور غیر آباد شہر اور الوکی جائے۔ ہلاکت بن جاتی ہے۔

آج ہماری قوم کی صورت نہایت دل شکن اور ناگفتہ بہ ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہمارے آبا و اجداد کی کچھ ایسی جوانیاں گذر چکی ہیں۔ جو کہ بالکل حیات انگیز نہ تھیں۔ اور جس زمانہ میں ہم نے دنیا میں قدم رکھا ہے۔ وہ ان کے اخلاق و تہذیب کا نہایت حوصلہ فرسا نمونہ ہے۔ ناامیدی، افسردگی اور پژمردگی کے خوفناک مناظر ہماری آنکھوں کے سامنے پھر کر ہمیں نہایت یاس انگیز بنا رہے ہیں۔ بلکہ ہماری آنکھوں کو اذیّت اور ہمارے دلوں کو تکلیف دے رہے ہیں۔ ان حالات و احساسات کو مدِّنظر رکھتے ہوئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم نوجوانانِ اسلام سے خطاب کریں۔ اور ان کو ایسے علم و عمل کی دعوت دیں۔ جو فی الحقیقت حیات انگیز ہے۔

نوجوانانِ اسلام! سنو اور غور سے سنو۔ کہ تم ہی ہو۔ جو کہ مسلم قوم کی یاس اور سہارا ہو۔ اسلام کا عروج و زوال تمہارے ہی اعمالوں پر موقوف ہے۔ تمہارے کندھوں پر ہی قومی عزّت و افتخار کی ذمہ داری کا بوجھ آپڑا ہے اٹھو اور مردانگی و استقلال سے اپنے کندھوں کا سہارا دے کر اس بوجھ کو اٹھالو۔ تمہاری قوم کا بوڑھا طبقہ ایسے

آدمیوں پر مشتمل ہے۔ جو شباب کے ساتھ تاب و تواں، دل و دماغ اور عزم و استقلال سے ہاتھ دھو چکا ہے۔ حالانکہ یہی ایسی چیزیں ہیں جو کہ ایک قوم کے لئے باعثِ عزت و فخر ہیں۔ ان کے دل جوانی میں بھی مردانگی اور استقلال سے محروم رہتے ہیں۔ بڑھاپے میں اور بھی ضعیف و ناتواں ہو گئے ہیں۔ وہ ہزار دے میں ضعف اور ناطاقتی کی وجہ سے اپنی جان کو معمولی سمجھ کر ٹھوکروں سے بچنے کے لئے پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں۔ اور ہر قدم پر نوجوانوں کو خطاب کرتے ہوئے کہتے جاتے ہیں ؎

اٹھ کہ ہو جائے گی برباد جوانی اک روز بن کے رہ جائیں گے سب بیت کہانی اک روز

اب آپ ہی بتلایئے۔ کہ کیا زندہ دلوں اور زندگی کے عاشقوں کو یہ مناسب ہے۔ کہ وہ مزار پرستی کرتا رہے۔ تم نوجوان ہو۔ شباب کے دن اور راتیں بڑی تیزی سے گزر رہی ہیں۔ جلدی اٹھو، اور راہِ عمل پہ گامزن ہو جاؤ۔ لیلائے حیات کے مجنوں ہو۔ لیکن ناامید ہو کر کیوں بیٹھ گئے ہو۔ اپنے نشاط انگیز مستقبل سے اٹھ کر ان مشاغل سے کنارہ کشی کرو۔ جو کہ سفینۂ قوم کو بحرِ ظلمات میں غرق کرنے والے ہیں۔ دیں حالیکہ شباب تم پر قربان ہے۔ اپنے اعضا کو درست کرو۔ تاکہ قوم کی مستقبل حالت دنیا کے ہر کونے اور ہر ذرہ پہ خورشید درخشاں بن کر چمکے۔ کھیل اور تماشے کو بالائے طاق رکھدو۔ اور اپنی نوجوانی کو مفید اور کارآمد علمی و عملی مشاغل میں صرف کرو۔

با اقبال قوموں کے نوجوان شب و روز علم سیکھنے میں مصروف رہتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں۔ ان کی قوم کا اقبال اور عروج انہی کے کارناموں پر منحصر ہے۔

لیکن ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ آجکل مسلمانوں کے بچے سینما اور تھیٹروں کے عاشق زار بنے ہوئے ہیں۔ بُرے اخلاق اور تصویر بینی نے انہیں مشکل اور ناہموار منزل پر ڈال دیا ہے۔ سیم و زر کو ضائع اور وقت کا خون کر رہے ہیں۔ ان کی اس آوارگی اور بُری تہذیب سے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں۔ کہ ان کے والدین کا ان پر ذرا بھی اثر و اقتدار نہیں ہے ٭

# احساساتِ سرور

## تضمین بر - محسوساتِ ماہر

از:- سرور القادری حاجی والوی

حسن ہے نورِ بصر، دیدۂ بینا کی قسم　　حُسن ہے کیفِ نظر، تابِ نظارہ کی قسم
حسن ہے راحتِ جاں، لطف تمنا کی قسم　　"حُسن ہے سارا جہاں، ذوقِ تماشا کی قسم

زُلفِ لیلیٰ کی قسم، عارضِ سلمیٰ کی قسم

غور، عرفانِ حقیقت کے لئے تھا درکار　　غور، کرنے سے کھُلے حُسن کے مخفی اسرار
غور کرنے پہ حقیقت کا ہوا یوں اظہار　　"ظلمتِ شام نہیں، صبح کے غلطاں ہیں شرار"

عُرفِ عشاق میں خالِ رُخِ عذرا کی قسم

کس سے خوبی ہے نہاں حُسن کے افسانے کی　　شان ہے سب پہ عیاں، حُسن کے افسانے کی
کیا ہو تعریف بیاں، حُسن کے افسانے کی　　"بہتی پیتی ہے زباں، حُسن کے افسانے کی"

لبِ سوسن کی قسم، قلقلِ مینا کی قسم

خواب میں محو ہیں جو، کاش وہ دیکھیں اُٹھ کر　　کتنا پُر کیف ہے یہ رات کا پچھلا منظر
اس حقیقت پہ پہنچ جائے گی خود ان کی نظر　　"شاہدِ حُسن کی اک موجِ تبسم ہے سحر"

چاند سورج کی قسم، عقدِ ثریا کی قسم

نغمۂ چنگ میں اک شان نئی رکھتا ہے    نعرۂ جنگ میں اک شان نئی رکھتا ہے
موجۂ گنگ میں اک شان نئی رکھتا ہے    "حسن ہر رنگ میں اک شان نئی رکھتا ہے"

## شامِ فرقت کی قسم، صبحِ تمنا کی قسم

حسن میں یوں تو بڑی چیز ہے رعنائی بھی    کم نہیں ناز بھی، انداز بھی، زیبائی بھی
نازشِ حسن ہے، گو انجمن آرائی بھی    "عصمتِ حسن کی اک شان ہے رسوائی بھی"

## چاکِ یوسف کی قسم، دستِ زلیخا کی قسم

فطرتاً عشق ہر اک عہد میں مجبور رہا    سرفگندہ رہا، مضطر رہا، رنجور رہا
حسن کے سامنے ہر رنگ میں معذور رہا    "حسن، جس جا بھی رہا فاتح و منصور رہا"

## مرگِ راون کی قسم، عصمتِ سیتا کی قسم

حسن کے دم سے ہیں سب نقش و نگارِ کونین    حسن کے ہاتھ میں ہے خوبیِ کارِ کونین
حسن کی چشمِ کرم پر ہے قرارِ کونین    "بخششِ حسن پہ ہے دار و مدارِ کونین"

## بابِ فردوس کے عنوانِ مطلا کی قسم

دلِ مایوس کو امیدِ عنایت سے نواز!    خاطرِ خستہ کو پیغامِ محبت سے نواز!
قلبِ سرور کو بھی انوارِ حقیقت سے نواز!    "چشمِ ماہر کو بھی اب حسنِ بصیرت سے نواز!"

## حسن والے! تجھے اپنے رخِ زیبا کی قسم

سرور القادری

زمانہ حاضر کے موجودہ رنگ نے، موجودہ ملکی تمدن و معاشرت کی اندھی تقلید نے، زندگی کی ظاہری آسائش و نمائش و نفسانی خواہشات نے ہر شخص کو خود فراموش اور خود غرض بنا دیا ہے۔ اور یہ خود فراموشی اور خود غرضی جبتک دور نہ ہوجائے۔ اسوقت تک نہ اخلاص و ایثار کا جذبہ دلوں میں پیدا ہوسکتا ہے۔ نہ زندگی کے اصلی فرائض کا احساس پیدا ہوسکتا ہے

---

دنیا کے تمام مذاہب نے، انسان کی عارضی زندگی کو سامنے رکھتے ہوئے اس دنیاوی زندگی کی چندروزہ زینت و آسائش کی حرص و ہوس کو چھوڑنے، اور حقیقی زندگی مدنظر رکھنے کی تاقین کی تھی۔ لیکن آج ماسوائے خدمتِ وطن (وہ بھی بغیر اخلاص) اکثر نوجوان اوّل تو مذہب سے ہی برگشتہ ہیں۔ اور اگر بعض لوگ مذہب کے بعض احکام کے تقلیداً پابند بھی ہیں۔ تو وہ بھی نہایت بے دلی اور بے یقینی کے ساتھ۔

---

ان مشاہدات و حالات کے ہوتے ہوئے یعنی آدھا تیتر اور آدھا بٹیر کے مطابق پابندئی مذہب تو مضحکہ خیزی کے مترادف ہے۔ اب رہا فرائضِ انسانی کا پابند ہونا۔ تو اس کی صورتِ حال یہ ہے۔ کہ کمزوروں کی امداد کی بجائے ان پر ظلم کیا جاتا ہے۔ ٹوٹے ہوئے دلوں کو ڈھارس دینے کی بجائے ان کو ستایا جاتا ہے۔ گرتے ہوئے کو سنبھالنے کی بجائے اسکو ٹھکرایا جاتا ہے۔ نفسانی خواہشات کی تکمیل کیلئے دوسروں کو ہدفِ ملامت بنایا جاتا ہے۔ اپنی آسائش، راحت و امارت کے لئے غریبوں کا حق چھینا جاتا ہے۔

یہ ہے زمانہ حاضر کی معاشرت!

---

ہمذا عام نوجوانوں کو عموماً اور تعلیم یافتہ نونہالانِ قوم کو خصوصاً اپنی موجودہ زندگی اور زندگی کے موجودہ طریق عمل پر ایک نظر ڈالکر غور کرنا چاہیئے۔ کہ کیا انسانی زندگی کے یہی فرائض ہیں؟ (جن پر وہ موجودہ زندگی پر عامل ہیں) یا کچھ اور؟

رشید احمد خاں نجیب آبادی محرر دفتر عارف لاہور

رسالہ عارف، انشاء اللہ العزیز عید سے دو ایک روز پہلے ہی معاونین عارف کی خدمت میں پہنچ جائیگا۔ لہٰذا جملہ معاونین عارف اور ان کے احباب و اقارب نیز تمام خریداران کتب فرم "ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب لاہور" کی خدمت میں منجانب مخدوم و معظم قبلہ ملک دین محمد و برادرِ مکرم ملک محمد عارف پروپرائٹر عارف و استاذِ محترم مدیر، محرر، کاتب و خاکسار مینجر و دیگر کارکنان عارف کی طرف سے۔ اس دُعا کے ساتھ ؎

عید کا روز ہے کیوں آج بھی ناشاد رہیں　　کیوں نہ دلشاد رکھیں رنج سے آزاد رہیں
اس جہاں بھر میں جہاں بستے ہیں مسلم سارے　　یاالٰہی وہ سلامت رہیں آباد رہیں

بہ خلوصِ قلب مبارک باد عرض کرتے ہوئے ساتھ ہی اس کے

## شکوۂ عید

بدرگاہِ ذوالجلال والاکرام، منجانب جملہ اہلِ اسلام عرض کرنے کی جرأت کر رہا ہوں ؎ گر قبول افتد زہے عز و شرف

(ملک حاجی محمد حاجی پروپرائٹر و مینجر عارف)

---

یارب! فلک سے تو نے ہی بھیجی نوید ہے　　رمضان ہو چکا ہے! بس اب کل کو عید ہے
اب صبر کیسے آئے دلِ ناصبور میں　　آئیں گے شکر کرنے کو تیرے حضور میں
لیکن ہے جانتا ہی تو، مسلم کا حالِ زار　　ہوں جس کو عرض کرتے ہوئے خود ہی شرمسار
وہ ملّتِ بیضا میں اخوت کہاں رہی　　وہ اتحاد، شانِ جمعیت کہاں رہی
ہمت کہاں رہی، وہ رہا عزم اب کہاں　　کرتے پہ عمل جس کے ہوئے فاتح جہاں
جب ہاتھ سے امارت و دولت نکل گئی　　عزت کے ساتھ اب تو ہے ذلت بدل گئی
الغرض اب زباں پہ ہے جاری یہی سبق　　جامہ ہی جب نہیں ہے تو دامن کہاں شفق[1]
تسکینِ قلب ہی نہیں روزِ سعید کیا؟　　زر ہی نہیں ہے جیب میں بے زر کی عید کیا؟[1]
مانا قصور سب ہے ہماری یہ قیل و قال　　اعمال بد سے اپنے ہمارا ہوا یہ حال
مسلم اگرچہ اب وہ نہیں لا کلام ہیں　　لیکن حبیبؐ کے تیرے اب بھی غلام ہیں
پھر بھی کریں گے سجدہ سبھی تیری ذات کو　　آئیں گے تیرے سامنے اپنی نجات کو

بندوں سے اپنی شفقت و رحمت سے کام لے
گرتے ہوؤں کو اب بھی تو ہی مولا تھام لے

[1] یہ حضرت شفق کا شعر ہے۔ جس کے دونوں مصرعوں پر عزیز محترم حاجی صاحب نے تضمین کی ہے۔ اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ (مدیر)

## جمعیتہ الطلباء پنجاب دار العلوم دیوبند
### کے اجلاس پنجم پر علامہ ضیاء الحسن صاحب لدھیانوی
### کا

# خطبہ صدارت استقبالیہ

بزرگانِ سلف کی بعض دور اندیشانہ اسلامی تحریکات ہیں جو موجودہ زمانہ تجدید میں بھی اپنی جدت میں بے مثال ہیں ایک تحریک ضمن ان قصبوں یا شہروں میں مذہبی مدارس قائم کرنے کی بھی تھی۔ جہاں مسلمانوں کی اقلیت ہو تاکہ تھوڑے سے مسلمان اپنی مذہبی ناواقفیت کے باعث غیر قوم کی اکثریت میں جذب نہ ہو جائیں۔ اگرچہ آج بھی یو۔ پی کا علاقہ اسی تحریک کے نتائج یعنی مدارس کی کثرت کے باعث قابل قدر ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس کے اسی علاقہ کے بعض مغرب زدہ شاعر و ادیب نہ فقط خود مذہب سے برگشتہ ہیں۔ بلکہ اپنے افکار سے عام مسلمانوں کو بھی مقدس اسلام سے بیزار و منحرف کرنے میں مصروف ہیں۔ خیر (اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے) انہی مدارس میں دیوبند کے مدرستہ العلوم نے یہاں تک ترقی کی۔ کہ آج ہندوستان بھر کے مسلمانوں کی مذہبی یونیورسٹی یہی مدرسۂ علوم دیوبند ہے۔ چنانچہ اسی مذہبی یونیورسٹی کے جمعیتہ الطلباء کے پانچویں اجلاس میں جو خطبہ صدارت استقبالیہ علامہ ضیاء الحسن صاحب لدھیانوی نے پڑھا ہے۔ اس کی ایک کاپی دفتر عارف میں بھی موصول ہوئی ہے۔

ایسے عالمانہ خطبہ پر ناچیز مدیر عارف کا تبصرہ کرنا چونکہ چھوٹا منہ اور بڑی بات کے مترادف ہے۔ لہٰذا فاضل صدر کے خیالات کا مختصر اقتباس ہی قارئینِ عارف کے پیشِ نظر ہے۔ صاحب صدر علامہ ضیاء الحسن صاحب مسلمانوں کی عام حالت سے متعلق یوں گوہر افشاں ہیں۔۔۔ ؎

خواہی کہ روشنت شود احوالِ سرِ عشق — از شمع پرس قصہ ز باد صبا مپرس

"ہندوستان میں فرزندانِ توحید کی ایک وسیع دنیا آباد ہے۔ لیکن سب کے سب لشتہ زدہ و اعراض پست، جمود و تعطل کا یہ الم انگیز عالم ہے۔ کہ دعوت عمل کا جواب محض سکوت ہے۔ کوئی صدا ربیک بلند نہیں ہوتی قلب میں حرکت ہے نہ نگاہ ہے۔ باہمی چشمک ہے، چپقلش ہے، عداوت ہے۔ کوئی ایسا نظم و انضباط نہیں۔ جس پر قوم کی حیات و بقا کا دار و مدار ہے کوئی ایسی جماعت نہیں۔ جو دس کروڑ تو کیا دس انسانوں کو بھی رشتہ عمل میں منسلک کر دے مسلمانوں کی وہ بھائی ٹوٹ ہوتی ہو کیلئے تازیانۂ عقوبت تھی۔ انقسام پذیر ہو کر ایک دوسرے سے برسرِ جدال ہے۔ اگر ترقی ہے تو فرقہ بندی کی۔ نہ جانے کتنی ہو کی ہر جماعت کا لائحہ عمل جدا اور نصب العین علیحدہ ہے"

# نونہالانِ قوم

## کی موجودہ زندگی پر ایک نظر

انسان تقلید کا خوگر ہے۔ اور تقلید شخصی انسان کی طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے۔ چنانچہ کثر نونہالانِ قوم کی طبائع موجودہ معاشرت کی تقلید کے مطابق اس کشمکش سے اس قدر مانوس نظر آتی ہیں۔ کہ اپنی چند روزہ زندگی کو آسائش کے ساتھ گذارنے کے سوا ان کے دل میں دیگر فرائض انسانی ادا کرنے کا احساس تک پیدا نہیں ہوتا۔

حالانکہ میرے اکثر برادرانِ محترم گریجویٹ اور انڈر گریجویٹ ہونے کے باوجود یہ بھی نہیں سمجھ سکتے۔ کہ اس دنیا کی چند روزہ زندگی میں دیگر فرائض انسانی کو فراموش کر کے اپنی عمر، طاقت، دولت، تعلیم، دماغی قوت کو دنیا کی صرف عارضی آسائش اور نمائشی عزت کیلئے ضائع کرنا کسقدر خود فراموشی ہے

---

بعض نوجوانوں کے دماغوں میں اگرچہ ملکی خدمت کا (وہ بھی تقلیدی) احساس پیدا ہو رہا ہے۔ لیکن اس میں اگرچہ پہلے کچھ سطحی جوش ہوتا بھی ہے لیکن آخر کثر لوگ اپنی اپنی خود غرضیوں میں مبتلا ہو کر رہ جاتے ہیں

مختصر یہ کہ اول تو کسی نوجوان کو فرائضِ زندگی کا احساس تک نہیں ہوتا۔ اور اگر تقلیداً کسی ایک فرض کا احساس ہوتا بھی ہے۔ تو اس میں خلوص و ایثار نہیں ہوتا۔

---

اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ موجودہ وقت میں نونہالانِ قوم اس خود فراموشی و خود غرضی میں کیوں مبتلا ہیں؟

اس کا جواب بظاہر تو یہی ہو سکتا ہے۔ کہ

## یورپ اور اسلام

مولفہ علامہ عبد القیوم ندوی

سائز ۲۰×۳۰/۱۶ صفحات ۱۰۰ کتابت خوشخط کاغذ چکنا ولایتی، طباعت نہایت صاف۔
ملنے کا پتہ :- ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب بلرووڈ لاہور۔

اس کتاب میں اسلام کی حقانیت و بانی اسلام خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کی صداقت کے متعلق مشاہیرِ یورپ کے قابل ترین فلاسفروں کے اقوال جمع کر کے مصنف موصوف نے زمانہ حاضر کی اہم ترین خدمت انجام دی ہے۔ تاکہ عام مسلمان بالعموم اور نونہالانِ قوم بالخصوص جو مغربی اثرات سے متاثر ہو رہے ہیں۔ اسلام کی صداقت کا اقرار کرنے اور غیر اقوام میں اعتراف کرانے کیلئے مشاہیرِ یورپ کے یہ اقوال ہمیشہ سامنے رکھ سکیں۔ ناچیز مدیر عارف کا مخلصانہ مشورہ ہے۔ کہ ہر مسلمان کو اس کتاب کا اپنے پاس رکھنا ضروری ہے۔

---

## خضرِ اردو

مصنفہ منشی حمید اللہ خاں ضیا منشی فاضل و ادیب فاضل

سکول کتب سائز صفحات قریباً دو صد ۲۰۰ کاغذ گلیز، کتابت و طباعت صاف۔ قیمت صرف ۸/
ملنے کا پتہ :- مینجر دفتر خضرِ اردو موچھ ضلع میانوالی۔

اس کتاب میں قابل مصنف نے نثر، نظم، محاورہ، خطوط و مضمون نویسی، تذکیر و تانیث، فعل لازم و متعدی، معروف و مجہول۔ جمع و واحد۔ اصلاحِ عبارت وغیرہ غرضیکہ زبان اردو کے تمام ضروری اسلوب مضامین نہایت وضاحت و سلاست کے ساتھ بیان کر دیئے ہیں۔ لہٰذا شائقینِ اردو مضمون نویسی کیلئے عموماً اور امیدوارانِ امتحان ورنیکلر کے لئے خصوصاً یہ کتاب نہایت مفید ہے۔ جسکے مطالعہ سے شائقینِ اردو نہ فقط مضمون نویسی کی مشق کرنے، بلکہ منشی عالم و ادیب عالم کے امتحان میں بھی کامیاب ہو سکتے ہیں۔

---

## یادِ خدا

ماہانہ اردو رسالہ

سائز ۲۰×۳۰/۱۶ صفحات ۴۰، کاغذ چکنا ڈمی، کتابت و طباعت متوسط، زیرِ ادارت ڈاکٹر عزیز علی۔
مقامِ اشاعت :- چنیوٹ ضلع جھنگ، سالانہ چندہ دو روپے۔

رسالہ ہذا میں ادب، اخلاق، معرفت، تصوف کے مفید مضامین ہوتے ہیں۔ جنکے مطالعہ کی اس آزاد زمانہ و الحاد میں فی الواقعہ ضرورت ہے۔ لہٰذا نہ فقط ان مفید مضامین کے مطالعہ کیلئے بلکہ نو مسلم مدیر و پروپرائٹر رسالہ کی اعانت و حوصلہ افزائی کیلئے بھی عام مسلمانوں کو اپنی پہلی فرصت میں رسالہ "یادِ خدا" اپنے نام جاری کرا لینا چاہیئے۔

مُدیر

ہمارے سوا کہیں اور سے نہ ملیگا
مترجم اردو بامحاورہ معہ تفسیر قرآن مجید
(مترجمہ مولوی وحید الزمان نواب وقار جنگ بہادر حیدر آباد دکن)
بالکل صحیح نہایت خوشخط دبیز گلیز کاغذ پر ایسا صاف شفاف طبع ہوا ہے کہ ایک ایک حرف موتی کی مانند
معلوم ہوتا ہے۔ ترجمہ بامحاورہ اور مستند ہے حاشیہ پر تفسیر ہے جسمیں تمام مسائل کو قابل مصنف نے موجودہ سائینس کے مطابق
حل کیا ہے۔ جلی قلم تقطیع ۲۲×۲۹ مجلد چرمی ہدیہ صرف ؏
کم نظر اور ضعیف العمر مسلمانوں کی تلاوت کیلئے بلا ترجمہ۔ جلی قلم قرآن مجید
جن مسلمانوں کی کمی نظر اور زیادتی عمر کے باعث قرآن مجید تلاوت کرنے میں دقت محسوس ہوتی تھی
ان کے لئے یہ جلی قلم کا قرآن مجید طبع کیا گیا ہے جسکی تقطیع ۲۲×۲۹/۸ اور سفحہ میں ۱۱ سطور ہیں صفحات ۹۶۸ کا
حجم ہے۔ اور سات علماء حفاظ سے صحت کرا کر دبیز ولایتی
چکنے کاغذ پر نہایت خوشخط اور صاف طبع
کیا گیا ہے۔ ہدیہ مجلد چرمی ۸؏
مولینا شاہ رفیع الدین محدث دھلوی
کا
مترجم اردو باتفسیر قرآن مجید
ہر ایک مسلمان کو معلوم ہے کہ مولینا ممدوح علیہ الرحمۃ کا
ترجمہ ایسا مستند ہے جس پر آج تک کسی کو اعتراض کرنیکی
نہ جرأت ہوئی ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔ اگرچہ اس
مستند ترجمہ کے قرآن مجید مختلف سائزوں پر
طبع ہو چکے ہیں۔ لیکن اس تقطیع پر ایسا
باتفسیر قرآن مجید کسی پبلشر نے آج
تک طبع نہیں کیا جسکی تقطیع نہایت موزوں
۱۸×۲۷ اور ترجمہ کیساتھ حاشیہ پر تفسیر بھی ہو نہایت
صحیح خوشخط اور صاف طبع ہوا ہے۔ ہدیہ مجلد
چرمی صرف
اردو دو ترجمہ
قرآن مجید
جسکا اوپر کا ترجمہ حضرت شاہ رفیع الدین محدث دھلویؒ
اور نیچے کا ترجمہ
علامہ اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ کا ہے
تاکہ ہر مسلمان احکام الہٰی کے تحت اللفظ اور بامحاورہ
دونوں ترجموں سے استفادہ حاصل کر سکیں
حاشیہ پر موضح القرآن کی مختصر تفسیر بھی ہے شروع
میں ۸۰ صفحات کی فہرست ہے جس میں قرآن مجید
کے تمام ضروری مقصود و دیگر مسائل کی شرح کیگئی ہے
تقطیع موزوں یعنی ۲۰×۲۶ ہدیہ رف کاغذ مجلد چرمی
ہدیہ گلیز ولایتی کاغذ مجلد چرمی
عکسی بلاک اور کارڈ سائز
حمائل شریف
جو ہتر روپیہ کے مصارف سے نہایت صحیح اور ولایتی
چکنے کاغذ پر طبع ہوئی ہے ہدیہ مجلد پارچہ صرف
اس حمائل شریف سے دگنی تقطیع کی عکسی بلاک حمائل
کلاں ہدیہ مجلد
ملنے کا پتہ ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب بل روڈ کشمیری بازار لاہور

# مدیرِ عارف کی چند تاریخی تالیفات

**تاریخ اسلام** ۵ حصوں میں

جس پر تمام اسلامی مستند اخبارات نے شاندار ریویو لکھے ہیں۔ جو اپنی بہترین نوعیت اور کم قیمت ہونے کے لحاظ سے اسوقت تیسرے ایڈیشن میں قریب الاختتام ہے۔ جو زمانہ اسلام سے قبل ایک سو سال زمانہ جاہلیت یعنی ۵۲۹ء سے ۱۹۲۹ء تک مسلمانوں کی چودہ سو سال کی مذہبی، سیاسی، تمدنی، معاشرتی جامع اور مستند تاریخ ہے۔ جو بالترتیب پانچ جلدوں میں لکھی گئی ہے۔ مگر پانچوں جلدیں یکجا مجلد ہیں۔ یاکیزہ خط صاف چھپائی، کاغذ چکنا سفید ولایتی، جلد سنہری خوبصورت۔ قیمت صرف ۳؎ ر

**حیاتِ خالد** رضؓ

اگرچہ اس سے پہلے بھی سیف اللہ خالدؓ کی مختلف سوانحعمریاں کئی ناموں سے شائع ہو چکی ہیں لیکن اس میں عربی تواریخ کے مستند حوالوں سے اسلام کے اس مایۂ ناز مجاہدِ اعظم کی سوانح حیات اور اُن کی سرکیف مجاہدانہ جانثاریوں کے وہ تمام منفرد دینے والے صحیح تاریخی واقعات درج ہیں۔ جن کی شمشیر خارا شگاف کے آگے دنیا کے بڑے بڑے باجبروت بادشاہ باوجود لکھو کھا لشکرِ جرار رکھنے کے لرزہ براندام رہتے تھے۔ ہر ایک مسلمان کو اس مجاہد اسلام کے حیرت انگیز کارنامے پڑھ لینے چاہئیں۔ قیمت صرف ۱۰؎ ر

**تاریخ شاہان اسلام ہند**

زمانہ سلف کی گیارہ سو سال کے اُن شاہان اسلام کی مختصر تاریخ جنہوں نے ہندوستان میں سنہ ہجری ۱۲۷۵ھ تک حکومت کی۔ قیمت ۸؎ ر

**سوانح یوسف و زلیخا**

جس میں قرآن مجید کے سورۂ یوسف کے سلیس اردو ترجمہ کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام و بی بی زلیخا کی مختصر سوانحعمریاں قرآن مجید و دیگر عربی تواریخ کے حوالوں سے لکھی گئی ہیں۔ اور اس نام کی تمام کتابوں سے مستند ہے۔ قیمت ۳؎ ر

**سوانح زیب النساء**

اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی نورِ نظر ذہین اور شاعرہ زیب النساء کی سیرت کے تاریخی حالات اور ان پر اتہامات و الزامات کے تردیدی جوابات۔ قیمت صرف تین آنے ۳؎ ر

پتہ: ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب بل روڈ کشمیری بازار لاہور

# آئمہ مساجد و واعظین اسلام کے قابلِ مطالعہ چند مفید کتابیں

**ستّہ ضروریہ** جس میں قرآن مجید کے احکام کے مطابق صلوٰۃ رمضان مسئلہ وتر، نماز فجر، رفع الیدین، الفوز المبین، تہذیب اسلام وغیرہ ضروری مسائل پر بالوضاحت مفید بحث کی گئی ہے۔ غرضیکہ مسائل اسلام سے معلومات حاصل کرنے کی بہترین کتاب ہے۔ قیمت ۱۴ر

**نماز مفصل و مدلل** مسائل نماز کی تمام کتابوں میں یہ ایسی مکمل اور بالتشریح کتاب ہے۔ جس میں نماز کا کوئی ایسا مسئلہ نہیں جو تشنۂ تکمیل ہو۔ قیمت ۱۲ر

**احسن المواعظ** مولانا مولوی مفتی محمد ابراہیم دہلوی کے آٹھ عدد مفصل و مدلل مواعظ کا یہ ایسا پُراثر مجموعہ ہے۔ کہ ہر وعظ کا استدلال اور دہلی کی زبان سامعین پر رقت کا عالم طاری کر دیتی ہے۔ قیمت ۱۴ر

**مسائل عیدین** یعنی عید الفطر و عید الضحےٰ کے تمام مسائل صدقہ فطر و قربانی وغیرہ کے ان تمام مسائل کی تشریح جسکی ہر مسلمان کو ضرورت ہے۔ قیمت ۸ر

**مکمل تذکرۃ الواعظین** یہ عربی میں مع ترجمہ اردو میں وعظ کی ایسی مکمل کتاب ہے۔ جس میں ہر صفحہ پر دائیں نصف حصہ میں وعظ کی عربی عبارت ہے۔ اور دوسرے حصہ میں بائیں طرف اردو۔ جس سے عربی زبان پر عبور حاصل کرنے کے علاوہ تقریباً تمام ضروری مسائل سے آگاہی ہو جاتی ہے۔ قیمت ۱۴ر

**کشف الحقائق** اس میں فقہ کے تمام مسائل ۳۶ ابواب میں ترتیب دیئے گئے ہیں۔ اور ہر ایک باب میں ان کی تشریح کی گئی ہے۔ قیمت ۱۰ر

**تقویۃ الایمان** مضمون کتاب کے نام سے ظاہر ہے۔ جس میں تصوف، حدیث، فقہ کے مسائل پر نہایت مفید بحث کی گئی ہے۔ قیمت ۱۲ر

**ارشاد الطالبین**۔ یہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی تصنیف کا اردو ترجمہ ہے۔ تصوف کی بہترین کتاب ہے۔ قیمت ۵ر

ادیبِ شہیر ایم اسلم صاحب کی جدید ادبی تصنیفات
آشوب زمانہ
تفسیر حیات
گناہ کی راتیں
یہ کتاب اپنے اچھوتے مضامین کے باعث اسقدر مقبول ہو چکی ہے کہ اسکا چوتھا ایڈیشن ہم نے طبع کیا ہے۔ جس میں انسان کی سیاہ کاریوں کے وہ ساتت انسانے درج ہیں۔ جو نہائیت دلچسپ اور سبق آموز ثابت ہوتے ہیں۔
قیمت ایک روپیہ
کلیاں
بقاء دوام
اس کتاب میں روح کے متعلق وہ تمام معلومات درج ہیں جنکے معلوم کرنے کی ہر شخص کو طبعاً خواہش ہے۔ غرضیکہ روح کے متعلق حکمائے مشرق و مغرب کے تمام اقوال کا نایاب اور بہترین مجموعہ ہے۔
قیمت ایک روپیہ
مرزاجی حصہ اول و دوم
اگر آپ اچھے افسانے اور مذاقیہ مضامین پڑھنے کے شائق ہیں۔ تو مرزاجی منگا کر پڑھیے۔ ہمارا دعوے ہے کہ اردو زبان میں اس سے زیادہ سنجیدہ ظرافت اور اچھوتے مذاق کی کوئی کتاب آج تک شائع نہیں ہوئی۔ قیمت حصہ اول ۸؍
حصہ دوم ۱۲؍
بچوں کا لٹریچر
مندرجہ ذیل سب کتابیں مستورات بچے اور بچیوں کے مطالعہ کیلئے نہائیت مفید ہیں
غزالہ قیمت ۳؍ | بلقیس ملکہ سبا قیمت ۳؍ | مونا کی شہزادی قیمت ۴؍ | ارمغان عرب قیمت ۴؍ | انتقام قیمت ۳؍
چار سہیلیاں قیمت ۱۲؍ | مور ” ۲؍ | پھولوں کا ہار ” ۴؍ | سچائی کا پرندہ ” ۳؍ | حکایات عرب ” ۳؍
بطّی بی ” ۱۲؍ | ہمنا شہزادی ” ۲؍ | افسانہ ۵؍ خط تقدیر ۶؍ | امانت ۳؍ ہجرت ۳؍ | اورنگ زیب عالمگیر ” ۲؍
ملنے کا پتہ۔ ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب بل روڈ کشمیری بازار لاہور

# مشاہیرِ علم و ادب کی بعض مشہور و مقبول تصنیفات

## شاہنامہ اسلام
ہر دو جلد حضرت حفیظ جالندھری کا شاہنامہ اسلام محتاج تعارف نہیں۔ اگر آپ مجاہدینِ اسلام کے کارناموں اور اسلامی شاعری سے محظوظ ہونا چاہیں تو ہر دو جلدیں منگا کر پڑھیے۔ قیمت فی جلد ۳ روپے

## بانگِ درا
شاعرِ اسلام علامہ اقبال کا تمام اردو کلام مطالعہ کرنے اور اسے اپنے پاس محفوظ رکھنے کے لیے بانگِ درا طلب فرما کر اپنی اسلامیت کا ثبوت دیجیے۔ قیمت

## مجرباتِ نورانی طبِ انسانی
طب کی تمام کتابوں سے بہترین آسان مفصل اور مکمل کتاب ہے جس میں ہر ایک امراض اور اسکا طریق علاج و ترکیب ادویات درج ہے۔ قیمت

## تحفۂ ابرار
### فضائلِ چہار یار
یعنی حضرت ابوبکر صدیق، فاروق اعظم، عثمان غنی، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے فضائل و بعض ضروری مسائل کا قابلِ قدر مجموعہ ہے۔

قیمت ۔ ۔ ۔ ۴ ر

## گلدستہ اوراد
قرآن مجید کی سورہ آیات کے خواص اور وظائف ہر مشکل علاج کیلئے کا یہ مجموعہ ترتیب دیا ہے جن پر عمل کرنے سے ہر مسلمان اپنی مراد حاصل کر سکتا ہے۔ قیمت ۴ ر

## چراغِ ہدایت
ایمان اسلام کے بعض ضروری مسائل کا مجموعہ جن سے واقف ہونا ہر مسلمان کے لیے نہایت ضروری اور مفید ہے۔ قیمت ۔ ۔ ۴ ر

## سر سید کے اخلاقی مضامین
آنریبل سر سید بانیٔ مدرسۃ العلوم علیگڑھ کالج کے بعض ان اخلاقی مضامین کا مجموعہ جو آپ نے تہذیب الاخلاق میں لکھے تھے۔ قدر کرنے کی چیز ہے۔
قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۵ ر

## نافع اللغات
جس میں قریباً ۱۶۰۰۰ الفاظ مفرد و مرکب کے مختلف معانی اور ۵۰۰ محاورات کی مکمل تشریح و موقع استعمال بعض اشعار درج ہیں۔ یعنی تمام لغتوں میں بہترین لغت ہے۔ قیمت

## دیگر اگر آپکو کسی قسم کی کتاب
یا قرآن مجید بلا ترجمہ یا با ترجمہ لیتھو یا بلاک کی ضرورت ہو تو پتہ ذیل سے طلب فرمائیے

ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب بل روڈ کشمیری بازار لاہور

مسلمان بچوں کو انکی مذہبی وتعلیم کیساتھ مندرجہ ذیل دلچسپ اسلامی لٹریچر پڑھانا چاہیے
تاج الانبیاء
حضور پرنور صلعم کی مختصر سلیس سوانحعمری اور بچوں کیلئے بچوں کی زبان میں قیمت ۴ر
فاروق الاسلام
حضرت فاروق اکبرؓ کی سوانح حیات و حالات خلافت قیمت ۳ر
صدیق اکبر
حضرت صدیق اکبرؓ کی سوانح حیات و حالات خلافت قیمت ۳ر
معجزات نبوت
ہادئ اسلام حضور پرنور صلعم کے معجزات کا نادر مجموعہ قیمت ۴ر
تاج زہرا
حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی سوانح حیات و حالات خلافت قیمت ۳ر
اقوال الاولیاء
اس کتاب میں اولیائے کرام کے وہ پر از معرفت اقوال ہیں جن کے پڑھنے سے ہر ایک مسلمان پر وجد طاری ہو جاتا ہے قیمت ۵ر
ولیوں کے حالات۔ اس کتاب میں بچوں اور عورتوں کے لئے مشہور اولیائے کرام کے مختصر حالات اور ان کے اقوال درج ہیں۔ قیمت ۵ر
محبوب سبحانی
جامع القرآن
حضرت عثمان غنیؓ کی سوانح حیات اور حالات خلافت قیمت ۳ر
ارمغان عرب قیمت ۴ر
الایمان
امہات المومنین
آداب الاستاد
پیغمبر اسلام
حضور پرنور کی سیرت و اخلاق کا مجموعہ۔ قیمت ۴ر
امانت قیمت ۳ر
افسانہ ما قیمت ۵ر
اخلاقی کہانیاں
اقوال الرسول
ایوب صابر
حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر کے متعلق ہے قیمت ۲ر
محمود غزنوی
ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب

رسالہ عارف لاہور
۴۸
دسمبر
مسلم مستورات کے مطالعہ کیلئے اسلامی ادبی تمدنی معاشرتی کتابیں
رفیق نسواں۔ یہ کتاب مضامین کے لحاظ سے فی الواقعہ عورتوں کی رفیق حیات ہے
قیمت
بہشتی حوریں۔ نیک بی بیوں کے متبرک حالات اور ان کے کارنامے
قیمت
سوانح زیب النساء۔ اس کتاب میں زیب النساء کی سوانحعمری اور بعض مصنفین کے
قیمت
زنانہ اردو خط و کتابت
زنانہ محاورات میں خط و کتابت کرنے کا طریقہ
قیمت
تعلیم نسواں کی پانچ کتابیں
تعلیم نسواں کی پہلی کتاب قیمت
دوسری کتاب تیسری، چوتھی، پانچویں
لیڈی ڈاکٹر طبیب النساء
بچوں اور عورتوں کی پوشیدہ بیماریاں اور ان کے علاج
قیمت
گھر کی ملکہ
گھر کے انتظام کا مکمل طریقہ
قیمت
غزال
دلچسپ کہانی کے پیرایہ میں تقدیر و تدبیر کا محاکمہ
قیمت
بلقیس ملکہ سبا
ملک سبا کی مشہور ملکہ بلقیس کے حیرت انگیز حالات
قیمت
سگھڑ سہیلی
سگھڑ اور پھوہڑ سہیلی کا مقابلہ
قیمت
کھانا پکانا
ہر قسم کے کھانا پکانے کی آسان تراکیب
قیمت
مور
ایک پالتو مور اور غریب بوڑھے شخص کے حیرت انگیز حالات
قیمت
موروں کی شہزادی
ایک شہزادی کے موروں کے بادشاہ سے شادی کے حالات
قیمت
چار سہیلیاں
پریوں کے چار دلچسپ افسانے
قیمت ایک روپیہ
جل پری شہزادی
ایک ملاح کی لڑکی کے عجیب و غریب حالات
قیمت
بڑی بی
دلچسپ کہانیوں کے پیرائے میں اخلاق و ادب کی تعلیم
قیمت
پھولوں کا ہار
ایک پری کا تین بہنوں کو تین تحفہ دینا پر لطف قصہ ہے
قیمت
ادیب نسواں
خاوند کی اطاعت اپنے گھر کے کام کاج و اخلاق و ادب کی تعلیم
قیمت
خط تقدیر
دو بہنوں کی المناک و درد انگیز داستان۔ اور گزشتہ جنگ یورپ کے درد انگیز حالات
قیمت
سچائی کا پرندہ قیمت
انتقام
اورنگ زیب عالمگیر
حکایات عرب
یتیم لڑکی قیمت
خدا پرست بی بی
اچھی مائیں
لاڈلی بیٹی کلاں
وفادار بیٹی قیمت
نندیدی بیگم
چھن کٹنی
سگھڑ بیوی
شہزادی بلقیس قیمت
ننھے میاں
چوروں کا گھر
جادوگرنی
دکھیاری دلہن قیمت
بازیگرنی
فریبی خالہ
دولت کی پجارن
دکھیا شہزادی قیمت
بی جمالی
سوتیلی ماں
پھولوں کا گہنا
ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب
بل روڈ
کشمیری بازار
لاہور

مری نوا سے ہوئے زندہ عارف و عامی ‏ ‏ دیا ہے میں نے انہیں ذوقِ آتش آشامی
عجب نہیں کہ مسلماں کو پھر عطا کر دے ‏ ‏ شکوہِ سنجر و فقرِ جنید و بسطامی

# ماہانہ رسالہ

# عارف
لاہور

مدیر:-
عبدالرحمن شوق امرتسری

پروپرائٹر:-
ملک دین محمد

چندہ سالانہ ایک روپیہ

قیمت فی پرچہ ۲ آنے

(ملک دین محمد پرنٹر پبلشر نے فیروز پرنٹنگ ورکس ۱۱۹ سرکلر روڈ میں طبع کرا کر بل روڈ لاہور سے شائع کیا)

# فہرست



نویسندہ رسالہ ہذا: حکیم محبوب عالم گوریالوی ارائیں بلڈنگز لاہور

عارف لاہور

| نمبر ۱۱ | ماہ اگست ۱۹۳۶ء | جلد ۲ |
|---|---|---|

# لمعاتِ اوّلین

عارف پر اہلِ ادب کی تنقیدی نگاہوں کا پڑنا، اور خاکسار مدیر عارف کی ناچیز خدمات پر معاصرانہ نکتہ چینیوں کا سلسلہ شروع ہونا، یہ دونوں باتیں اگرچہ عارف و مدیر عارف کی شہرت و قبولیت کی البتہ سمجھی جا سکتی ہیں۔ لیکن کسی ناقد کا ملہم بالغیب بنکر ایسے پھسپھسے استدلال سے جس سے جذبہ بغض و حسد نمایاں ہو، اپنی ہمہ دانی ثابت کرنا یقیناً مضحکہ خیز ہے۔

گذشتہ ماہ کے لمعات میں جس ملہم بالغیب کے الہام مطلقہ کا جواب عرض کر دیا گیا تھا اسی ملہم کو نیاز کاشمیری کی غزل کے ایک مصرعہ کی اس بے نیازی پر جو حقیقتاً ایک شعر دو بحروں سے البتہ ہے، مدیر عارف کے متعلق دوسرا الہام یہ ہوا ہے۔ کہ مدیر عارف اس مصرعہ کی تقطیع کر کے بتائیں تو جانیں۔ دل تو چاہتا تھا۔ کہ اس الہام بحر کا جواب لکھ دیا جائے۔ لیکن اس پر اگر ملہم صاحب کو غرب ہوٹل میں تیسرا الہام یہ ہو جائے۔ کہ مدیر عارف کسی مصرع کی تقطیع کرنا کیا جانیں یہ تو نشتر صاحب جالندھری یا جناب سالک بٹالوی سے تقطیع کرائی گئی ہے۔ تو بتائیے ایسے بے فکرے ملہم بالغیب کا (جسے اپنی ملازمت کے تمام وقت میں غیر مطائبات کی چند سطریں لکھنا بھی دو بھر معلوم ہو رہی ہیں) لمعات کے صفحات سیاہ کرنے سے کوئی کیا بگاڑ لیگا۔

ناقدانِ ادب کی نظر میں کسی ایسے ناقد کی جسے نہ تعلیم القرآن سے واقفیت ہو نہ حدیث رسول مقبول صلعم سے نہ بزرگانِ اسلام سے عقیدت ہو۔ نہ شریعت اسلام سے سروکار، نیز جسے بقول چراغ تلے اندھیرا ایک اسلامی ادبی رسالہ کے مدیر کی تحریر و ترتیب میں کوئی حسن و قبح تو نظر نہ آسکے بجز نامہ نگار کی غلطی پر مدیر سے اوزان شاعری دریافت کرنا ہی ماخذ تنقید سمجھے یہ لایعنی تعلیم جسقدر بھی قابل افسوس ہے اسکا اعادہ لاحاصل ہے، حالانکہ تمام محترم قارئین اخبار و رسائل جانتے ہیں۔ کہ نامہ نگاروں۔ کاتبوں، مترجموں کی اس قسم کی غلطیوں سے نہ شیرازہ کے صفحات پاک ہو سکتے ہیں۔ نہ ندمان کے نہ انقلاب بچ سکتا ہے۔ نہ احسان ایسی صورت میں کسی ناقد کا یہ سمجھ لینا۔ کہ ہندوستان بھر کے تمام مدیران اخبارات و رسائل کا نامہ نگاروں کی غلطیوں (یا خیالات) سے متفق ہونا تو ضروری نہیں لیکن مدیر عارف اس سے مستثنیٰ ہے حاسدانہ ذہنیت نہیں تو اور کیا ہے۔

حالانکہ اسلام کے دستور العمل قرآن مجید میں قیامت کا مفہوم دوسرے مذاہب کی طرح محض جنم تبدیل کرنے سے وابستہ نہیں ہے۔ جیسے کہ ہندو دھرم میں انسان مرنے کے بعد بھی اپنے اعمالوں کے مطابق آواگون کے چکر میں پھنس کر اس دنیا سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتا۔

بلکہ اسلام میں قیامت مترادف ہے۔ نظام عالم کی درہمی اور دنیا کی موجودہ زندگی کی تباہی سے۔ مثلاً قرآن مجید کے سورہ ابراہیم رکوع ۷ میں فرمان الٰہی ہے

"جس دن یہ زمین بدل دی جائیگی دوسری زمین سے اور آسمان بھی بدل دیئے جائیں گے۔"

---

دنیا کی اس تبدیل ہیئت یا درہمی نظام عالم کا نام ہی قیامت ہے۔

اور جو لوگ قیامت کو نہیں مانتے یا اس پر یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ قیامت کہتے کسے ہیں اور آئیگی کب؟ ان کو معلوم ہونا چاہیئے۔ جیسے کہ آج سے پہلے اس دنیا میں ہزاروں قومیں پیدا ہو کر معدوم ہو چکی ہیں۔ عین اسی اصول کے مطابق دنیا کی تمام قوتوں کا جو مجموعہ بڑھے اور بڑھتے بڑھتے ترقی کر جائے۔ وہ بھی ایک دن آغوش فنا میں جا سکتا ہے۔

جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں عاد ثمود آل فرعون وغیرہ قوموں کی تباہی کا ذکر تمثیلاً قیامت کے ہی ثبوت میں فرمایا ہے۔

غرضیکہ جس طرح اقوام عالم میں ایک قوم دنیا کے اسٹیج پر نمودار ہو کر اپنا کھیل ختم کر کے دوسری قوم کے لئے اسٹیج خالی کر جاتی ہے۔

اسی طرح کسی روز اس تماشا گاہ عالم کی بساط بھی یقیناً الٹ جائیگی جس سے یہ سارا نظام عالم درہم برہم ہو جائیگا۔ اور زمین و آسمان کے کرے ٹکرا ٹکرا کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔

---

اس پر یہ کہنا۔ "کہ کہیں ایسا بھی ہو سکتا ہے؟"

اگرچہ آج سے چند برس پہلے تعجب خیز تھا لیکن زمانہ حاضر میں جب کہ سائنس[1] کے بعض تجربات مسائل اسلام سے مطابقت

[1] حالانکہ موجودہ ترقی سائنس کے زمانہ میں بھی سائنس کی تعلیم ابھی نامکمل ہے۔ کیونکہ بہت سے مسائل سائنس ایسے ہیں۔ جو پہلے صحیح مانے جاتے تھے لیکن اب غلط تسلیم کئے جا چکے ہیں۔ اسی طرح بہت سے نظریے جو کہ اب صحیح تسلیم کئے جا چکے ہیں۔ ممکن ہے۔ کہ وہ آئیندہ غلط ثابت ہوں۔ (مدیر)

کہا رہے ہیں۔ یہ کہنا تعجب انگیز نہیں ہو سکتا۔

بلکہ وہ لوگ جو ہر نظریہ کو سائنس کی کسوٹی پہ جانچنے کے خوگر ہیں۔ وہ نہ فقط کائنات عالم کا نظام درہم برہم ہونے کے قائل ہیں۔ بلکہ طبعیات و ہیئت جدیدہ کے بعض محقق مختلف قسم کی پیش گوئیاں کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔

چنانچہ کسی نے تو یہ پیشین گوئی کی ہے۔ آفتاب (جو نظام عالم کی گاڑی کا انجن ہے) کی مدت دن بدن کم ہو رہی ہے۔ آخر ایک دن جب یہ انجن بالکل سرد ہو جائیگا۔ تو ضروری ہے۔ کہ تمام نظام عالم درہم برہم ہو جائے۔

کوئی یہ کہتا ہے۔ کہ کائنات عالم کا نظام جونکہ جذب و کشش پر قائم ہے۔ اور فضائے ہستی کے یہ تمام سیارے دن بدن کھنچتے چلے آرہے ہیں۔ چنانچہ ایک دن ایسا بھی آئیگا۔ کہ جب ان کا باہمی توازن باقی نہ رہیگا۔ اسوقت تمام کرتے ایک دوسرے سے ٹکرا کر نظام عالم کو چور چور کر دیں گے۔

کسی نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا ہے۔ کہ فضائے دہر میں چونکہ کروڑوں سیارے تیر رہے ہیں۔ اور ان میں سے بہت سے سیاروں کا چونکہ ہمیں علم نہیں ہے۔ لہذا ممکن ہے۔ کہ کسی زمانہ میں ہماری یہ زمین کسی سیارے سے ٹکرا کر فنا ہو جائے۔

کسی کا یہ گمان ہے۔ کہ کسی شہاب ثاقب کے گرنے سے ہماری زمین ریزہ ریزہ ہو جائیگی۔ بلکہ حال ہی میں اسی قسم کی خبر انگریزی اخبارات میں شایع ہو چکی ہے۔ جسکا مختصر ترجمہ یہ ہے:۔

> "حال ہی میں زمین ایک بہت بڑے شہاب ثاقب کے تصادم سے بچی ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ اس شہاب ثاقب کا قطر دو میل اور وزن دس لاکھ ٹن تھا یہ آسمان سے ٹوٹ کر ستر ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے نیچے آرہا تھا لیکن خوش قسمتی سے جب زمین صرف چار لاکھ میل دور رہ گئی۔ تو یہ اپنے راستہ سے بھٹک گیا۔ چونکہ ماہرین افلاک کے نزدیک چار لاکھ میل صرف چند انچوں کے برابر ہیں۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے۔ کہ زمین ایک زبردست تصادم سے بچی ہے۔"

بہرحال یہ نظریئے خواہ صحیح ہوں۔ یا غلط اب اہل سائنس مندرجہ بالا احکام الٰہی کی حق بات سے ہرگز انکار نہیں کر سکتے۔ لیکن جو لوگ اپنے زعم میں کسی ان ہونی بات پر مضحکہ اڑاتے ہوئے اس بات کو وقت مقررہ پہ پوری ہوتی دیکھ کر اقرار کرنا شروع کر دیں۔ ان کا یہ اقرار کرنا کچھ کام نہ آئیگا۔ اور ایسے ہی لوگ یقیناً خسارے میں رہیں گے۔

---

اگر اس پہ بھی کوئی نیم مولوی صاحب یا کسی مسجد کے ملاں یہ کہدیں۔ کہ مسائل اسلام میں موشگافی کرنا بدعت ہے

تلقین فرماتے ہوئے صلہ رحمی کی جو یہ تعریف فرمائی ہے :-

اپنے ٹوٹے ہوئے رشتہ کو ملا دے "

اس پر ہمدام خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ ہے۔ کہ دنیا کے تمام مذاہب اور جملہ قابل تعظیم بانیان مذہب صلہ رحمی کی یہ تعریف قولاً فعلاً پیش نہیں کر سکتے۔ بلکہ بعض مذاہب میں تو انہوں پہ رحم کرنے اور ان سے ٹوٹے ہوئے رشتہ جوڑنے کی عملی تعلیم کی بجائے نہ صرف شودر، برہمن، اتم، اچھوت کی تقسیم قائم کرنیکی بلکہ اس پر عمل کرنیکی بھی تلقین کی گئی ہے

---

مجھے کسی کے طریق مذہب یا کسی بانی مذہب کے طرز عمل پر بحث کر کے ان کے کسی ایک پیروکار کا دل دکھانا مقصود نہیں ہے۔ البتہ جو لوگ محض اپنے مطلب یا فائدہ کیلئے رحمدل بننا اور اس رحمدلی کو اپنے مذہب کی تعلیم یا بانی مذہب کی تلقین سے وابستہ کر کے تمام مذاہب کے مقابل اسلام کو ظالم و جابر کہنے کے خوگر ہیں۔ ایسے اصحاب کی خدمت میں نہایت ادب کیساتھ چند معروضات عرض ہیں۔

۱۔ کسی قوم یا ملّت کے بعض یا اکثر افراد کے طرز عمل کو ان کی مذہبی تعلیم یا اسپرٹ پر محمول کرنا بالکل ایسی ہی بات ہے جیسے کہ کسی انسان کو اس کے کسی فعل حیوانی سرزد ہونے پر حیوان سمجھنا۔

۲۔ محض سیاسی واقتصادی یا اپنے خودغرضانہ نقطۂ نظر سے رحم پرور بننا یا کسی اور کو رحم کی تلقین کرنا کسی انسان کے یہ افعال اس وقت تک صحیح معنوں میں رحمدلی پر معنون نہیں کئے جا سکتے۔ تاوقتیکہ ان افعال کا دل سے تعلق نہ ہو۔ اور ان افعال کا دل سے تعلق ہونے کا ثبوت یہ ہے۔ کہ بغیر غرض وغایت و بلا مذہب و ملّت ہر ایک سے رحمدلی ثابت ہو۔ اور یہ صلہ رحمی صرف انسان کے دلی رشتہ جوڑنے پر منضبط ہو۔ نہ کہ اپنی کسی غرض کے لئے۔

---

ان مختصر معروضات کو مدنظر رکھتے ہوئے غیر مذاہب اصحاب کو خصوصاً اور مسلمان حضرات کو عموماً ہادیٔ اسلام خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مندرجہ بالا ارشاد صلہ رحمی پر انصاف کے ساتھ غور کرنا چاہیئے۔ کہ رحم کے متعلق ایسی پُر اثر تعلیم کسی مذہب یا کسی مذہب کے بانی محترم نے دی ہے؟ اس کے بعد صلہ رحمی کی اس تعریف

" صلہ رحمی کرنیوالا وہ ہے۔ جو اپنے ٹوٹے ہوئے رشتہ کو ملائے۔"

پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ یعنی کہ کسی پر احسان کرنے کی غرض سے رحم کرنا یا خود اس کا بدلہ لینے کے خیال سے رحم کرنا صلہ رحمی نہیں ہے۔

بلکہ صلہ رحمی تو یہ ہے۔ کہ انسان اپنی فطری خاصیت کے مطابق اپنے ہم جنس انسانوں کے ٹوٹے ہوئے رشتوں کو جوڑتا رہے۔

---

اس نظریہ کو مدنظر رکھتے ہوئے ذرا اپنے دل میں سوچیئے تو سہی۔ کہ آپ نے اب تک کتنے ٹوٹے ہوئے رشتوں کو جوڑا ہے؟

لیکن معاف فرمائیے گا۔ میں آپ کی اس ساعت تفکر میں یہ عرض کرنیکی بے ادبی بھی کر رہا ہوں۔

کہیں رشتے جوڑنے کی بجائے توڑنے کا فعل تو آپ سے سرزد نہیں ہوا؟ یہ میں اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ عام مسلمانوں کی حالت کچھ ایسی ہی نظر آ رہی ہے۔ کہ ملت سے رشتہ اخوت قائم رکھنے اور عام مسلمانوں کے دکھ درد میں شامل ہونیکی بجائے اپنی غرض اور معمولی سے معمولی مفاد کے لئے بھائی بھائی سے، بیٹیا ماں سے، باپ بیٹے سے برگشتہ ہو رہا ہے۔

خدا کرے۔ کہ ہر مسلمان اپنے آقائے نامدار سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ و التسلیمات کے ارشادات پر عمل کرنا سیکھیں۔ تاکہ دنیا کی تمام مشکلات سے نجات حاصل کر کے دین و دنیا کی سعادتیں حاصل کر سکیں۔ مدیر

---

# تذکرہ بزرگان اسلام

## جناب عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

نام عمارؓ کنیت ابوالیقظان، والد کا نام یاسرؓ اور والدہ کا نام سمیہؓ تھا۔

آپ کے والد یاسرؓ قحطانی خاندان سے تھے۔ ان کا اصلی وطن اگرچہ یمن تھا۔ لیکن اپنے گم شدہ بھائی کی تلاش میں جب کہ مکہ میں پہنچے۔ تو بنی مخزوم سے حلیفانہ تعلق پیدا کر کے مکہ میں ہی سکونت اختیار کر لی۔

خاندان بنی مخزوم کے ایک معزز فرد ابوحذیفہ بن المغیرہ کی لونڈی سمیہ نام تھی۔ آپ کے والد نے اسی سے شادی کر لی۔ اور اسی سمیہؓ کے بطن سے آپ پیدا ہوئے۔

ابوحذیفہؓ نے نہایت شفقت سے نہ صرف آپ کی پرورش کی۔ بلکہ آپ کی والدہ اور والد کو بھی بڑی محبت سے اپنے ہی پاس رکھا۔ لیکن جوان ہوتے ہی ابوحذیفہؓ کا سایہ عاطفت آپ کے سر سے اٹھ گیا۔

---

یہ وہ دن تھے۔ جب کہ نیر اسلام طلوع ہونیکو تھا۔ اور ہادئ اسلام خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام ارقم بن ارقم کے ہاں پوشیدہ طور تبلیغ اسلام میں مصروف تھے۔

آپ کو بھی تعلیم اسلام سے مطلع ہونے کا شوق ہؤا۔ اسی اشتیاق میں ایک روز چھپ چھپا کر ارقم بن ارقم کے ہاں پہنچے۔ وہاں دروازہ پر صہیبؓ کو دیکھ کر ان سے دریافت فرمایا۔

"تم کس نیت سے آتے ہو؟"

انہوں نے کہا۔ "پہلے تم اپنے آنے کا مطلب بیان کرو۔"

آپ نے فرمایا۔ "میں تو محمد (صلعم) سے وہ باتیں سننا چاہتا ہوں۔ جنکا آج کل چرچا ہو رہا ہے۔"

صہیبؓ نے جواب دیا "بس میں بھی یہی سننے آیا ہوں"

چنانچہ دونوں ایک ساتھ گھر میں داخل ہوئے۔ تو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے محاسن ایسے دلنشین فرمائے۔ کہ دونوں کلمہ طیب پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔

آپ کے اسلام لانے سے چند روز قبل یا بعد آپ کے والد اور والدہ بھی اسلام سے مشرف ہوئے۔

---

مشرکین مکہ کو آپ کے اور آپ کی والدہ اور والد کے مسلمان ہونے کی اطلاع ہوئی۔ تو اس غریب الوطن خاندان کو وہ وہ ایذائیں پہنچائیں کہ الامان۔

دوپہر کی تپتی ہوئی دھوپ میں گرم ریت پر منہ کے بل لٹا کر آپ کی پیٹھ پر دہکتے ہوئے انگارے رکھ دئے جاتے اوپر سے نیزوں کے کچوکے دئیے جاتے۔ کئی کئی گھنٹے پانی میں غوطے دیکر ادھ موا کر دیا جاتا۔ لیکن جام توحید نے کچھ اس طرح سرشار کر دیا تھا۔ کہ باوجود ایسی جانگسل تکلیفوں کے آپ اسلام سے منحرف نہ ہوئے۔

آپ کے والد کو بھی یہی زہرہ گداز مصائب سہنے پڑے۔ اور آپ کی والدہ ماجدہ سمیہؓ کو تو ابوجہل نے نہایت ذلیل طریقے سے شہید کر کے اپنی بربریت کا وہ ثبوت دیا۔ جو تاریخ اسلام میں عبرت انگیز ہونیکے ساتھ ہی جانثاران اسلام کے استقلال کی پہلی مثال ہے۔ بلکہ آپ کے والد اور بھائی بھی مشرکین مکہ کے اس عبرتناک مظالم کا شکار ہو کر اسلام پر پروانہ وار نثار ہوئے۔

---

اللہ اللہ۔ یہی وہ قابل قدر اولوالعزم ہستیاں تھیں جنہوں نے اپنے خون سے اسلام کے پودے کو سینچا۔ اور انہیں جانثاران رسول مقبول صلعم کی کوششوں سے شجر اسلام پھلا پھولا جسکا سایہ آج روئے زمین پر چھایا ہوا ہے اور جس کے زیر سایہ آج کروڑوں نام کے مسلمان بستے ہیں۔

آغاز اسلام کے مظلومان اسلام کے جانگسل مصائب کی لرزہ خیز داستان سننے سے آج ہی بدن پر رونگٹے کھڑے نہیں ہوتے۔ بلکہ اس (آغاز اسلام کے) زمانہ میں بھی ان سابقون الاولون کے مظالم چونچکاں سنکر دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کانپ اٹھتے تھے۔

چنانچہ حضرت سعید بن جبیرؓ نے عبداللہ بن العباسؓ سے ایک روز پوچھا۔

"کیا مشرکین قریش مسلمانوں کو اس قدر اذیتیں پہنچاتے تھے۔ کہ وہ مقدس اسلام سے منحرف ہونے پر مجبور ہو جاتے تھے؟"

عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا۔

"خدا کی قسم! بیشک وہ ان کو بھوکا پیاسا رکھ کر اس قدر مارتے تھے۔ کہ وہ مارے ضعف کے بیہوش ہو جاتے اور جب ان کو ہوش آتا۔ تو پھر مارتے۔ ان مظالم میں ہی وہ جو کچھ ان سے اقرار کرانا چاہتے۔ کرا لیتے تھے۔"

---

غرض آپ بھی انہیں مظلومانِ حق میں سے تھے۔

قریش نے آپ کو دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹایا ہوا تھا۔ اتفاقاً حضور پرنور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات اس طرف سے گذرے۔ آپ کی یہ حالت دیکھ کر حضور پرنور صلعم کا دل بھر آیا۔ اگرچہ آپ کو اس عذاب سے چھڑانے کے لیے مجبور تھے۔ تاہم آپ کے سر پر دست مبارک پھیر کر فرمایا۔

"یا خدا اس آگ کو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح عمارؓ پر ٹھنڈی فرما۔"

ایک روز آپ دربارِ نبوت میں حاضر ہوئے تو آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

حضور پرنور صلعم نے متعجب ہو کر دریافت فرمایا۔

"عمارؓ کیا بات ہے؟"

عرض کیا "حضور (میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔) بہت بُری بات ہے۔ آج مجھے مشرکین نے پانی میں کئی گھنٹے متواتر اس قدر غوطے دیئے۔ کہ میں ضعف سے نڈھال ہو گیا۔ اور اس ظلم سے اس وقت تک باز نہ آئے۔ جب تک مجھ سے آپ کی شان میں گستاخانہ الفاظ اور اپنے بتانِ باطل کے حق میں تعریفی کلمات نہ کہلوائے۔ ایسا کرنے سے اگرچہ میں نے خلاصی تو حاصل کر لی۔ لیکن غیرت کے مارے میرے آنسو نہیں تھمتے۔"

حضور پرنور رحمۃ للعٰلمین صلعم نے فرمایا۔

"تم اپنے قلب کو کیسا پاتے ہو؟"

عرض کیا: "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنے دل کو روشنیٔ اسلام سے معمور پاتا ہوں"
رحمۃ للعالمین نے آپ کے آنسو پونچھتے ہوئے فرمایا۔
"تو پھر کوئی حرج نہیں۔ بلکہ اگر پھر کبھی موقعہ آپڑے۔ تو ایسا ہی کیا کرو۔"

---

مشرکین مکہ کے ان مظالم سے تنگ آ کر آپ . . حبشہ کی دوسری ہجرت میں شامل ہوئے۔ اور جب حضور پُرنور ہادیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے جاں نثاران اسلام کو مدینہ کی ہجرت کا عام حکم فرمایا تو آپنے بھی مدینہ کیطرف ہجرت کی۔

مدینہ پہنچتے ہی مبشر بن عبدالمنذرؓ نے آپ کو اپنا مہمان بنایا۔ اور حضور پُرنور صلعم نے حذیفہ بن الیمان انصاری سے آپ کی مواخات کرادی۔ بلکہ مستقل سکونت کیلئے ایک قطعہ زمین بھی آپ کو مرحمت فرمایا۔

ہجرت مدینہ کے چھ سات ماہ بعد مسجد نبوی کی تعمیر ہوئی۔ حضور پرنور صلعم و دیگر صحابہ کرامؓ کے ہمراہ آپ بھی ایسے جانفشاں مزدور تھے۔ کہ دوسرے صحابہ کرامؓ تو ایک ایک اینٹ اٹھا کر لاتے تھے۔ لیکن آپ دو دو اینٹیں ایکساتھ ڈھوتے تھے

سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی یہ مشقت دیکھی۔ تو بجذبۂ شفقت و محبت سے اپنے دستِ مبارک سے آپ کے منہ و سر سے غبار صاف کرتے ہوئے فرمایا:۔
"اے عمار! افسوس کہ تمہیں باغیوں کا گروہ شہید کر ڈالے گا"[1]

---

آپ کو خدائے واحد کی عبادت سے خاص شغف تھا۔ کئی کئی راتیں نماز و اذکار الٰہی میں بسر کر دیتے تھے۔
چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ کہ
قرآن مجید کی یہ آیت "کیا وہ شخص جو رات کو عبادت کرتا ہے۔ سجود و قعود میں آخرت سے خوف کھاتا۔ اور اپنے مولا کی رحمت کا امیدوار رہتا ہے۔ (وہ کہیں نافرمان بندوں کے برابر ہو سکتا ہے؟)"
خشوع و خضوع کو نماز کی اصل روح جانتے تھے۔ اور نماز کے اس قدر پابند تھے۔ کہ سخت معذوری کی حالت میں بھی نماز قضا نہ کرتے تھے۔

---

[1] جو لوگ حضور پرنور صلعم کو علم الغیب سے متصف نہیں سمجھتے۔ ان کو اس ارشاد رسول مقبول صلعم پر غور کرنا چاہیئے۔ (مدیر)

ایام سفر میں ایک روز غسل کی حاجت ہوئی۔ اور باوجود کوشش تلاش جب پانی نہ ملا۔ تو تمام جسم پر خاک مل کر نماز ادا کی۔

سفر سے واپس آئے۔ تو حضور پرُنور صلعم سے اس واقعہ کا تذکرہ کیا لیکن حضور پرنور صلعم نے فرمایا۔

"ایسی حالت میں بھی صرف تیمم کافی ہوتا ہے۔"

---

باوجود اس عبادت و ریاضت اور ایسے زہد و اتقا کے غزوہ بدر سے غزوہ تبوک تک شہیدانِ اسلام کو مشرکین اسلام کیساتھ جتنے معرکوں میں شامل ہونا پڑا۔ آپ نے نہ صرف ان تمام خونریز معرکوں میں شامل ہو کر دادِ شجاعت دی۔ بلکہ خلیفہ اوّل سے خلیفہ چہارم کے عہد خلافت تک بھی جانثارانِ اسلام کو جس قدر معرکے پیش آئے۔ ان میں بھی آپ پروانہ وار پیش از پیش رہے۔

آپ کی شجاعت کے متعلق حضرت عبداللہ بن عمر (رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین) کی یہ مشہور روایت ہے۔

"جنگ یمامہ میں آپ کا ایک کان شہید شدہ آپ کے سامنے ہی پھڑک رہا تھا۔ لیکن آپ اس زخم سے بے پرواہ ہو کر اپنے پر زور حملوں سے غنیم کی صفیں درہم برہم کر رہے تھے۔

مستقل مزاجی کی یہ حالت تھی۔ کہ

ایک معرکہ میں جب کہ بہادرانِ اسلام کے پاؤں اکھڑنے کو تھے۔ تو آپ نے ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر بلند آواز میں فرمایا

"اے مسلمانو! جنت سے کیوں بھاگ رہے ہو۔ میرے پاس آؤ۔ میں عمار بن یاسر ہوں۔"

چنانچہ آپ کی اس صدائے استقلال سے ہی شہیدانِ اسلام یکایک سنبھل کر دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ اور اس معرکہ میں بھی دشمنوں پر فتحیابی حاصل کی۔

---

حضور پرُنور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی وفات حسرت آیات کے بعد اگرچہ آپ کا دل مردہ ہو چکا تھا لیکن خدمتِ اسلام کا جذبہ ٹھنڈا نہ ہوا۔ بلکہ عہد صدیقی رضؓ کے تمام خونریز معرکوں میں شامل ہو کر اپنی بہادری و جانبازی

کا ثبوت پیش کیا۔

عہد صدیقیؓ کے بعد خلیفہ دوم جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی مجاہدانہ سرگرمیوں کے صلہ میں ۲۰ھ ہجری میں آپ کو کوفہ کا والی مقرر کیا۔ اور آپ نے بھی تقریباً پونے دو سال گرچہ اس عہدہ امارت کو نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ تاہم اس عہدہ امارت میں انکساری کی یہ حالت تھی۔ کہ اپنی ضروریات زندگی کے تمام کام اپنے ہاتھوں سے انجام دیتے خود بازار سے داخرید کر اپنی پیٹھ پر لاد کر لے آتے۔ لیکن اہالیان بصرہ و کوفہ اپنے بعض خودغرض مطالبات میں ناکام رہنے کے باعث آپ ایسے بے نظیر امیر سے ناراض ہو گئے۔ بلکہ آپ کی اس اختلاف رائے کے باعث ہی بعض لوگوں نے سازش کر کے دربار خلافت میں آپ کو منصب امارت کی اہلیت سے ناواقف ثابت کرنے کی ایسی کوششیں کیں۔ کہ خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے بیدار مغز خلیفہ کو آپ ایسا جانثار اسلام مجبوراً منصب امارت کوفہ سے معزول کرنا پڑا۔

کوفہ سے معزول ہو کر جب آپ دارالخلافت مدینہ میں تشریف لائے۔ تو حضرت عمر فاروقؓ نے آپ سے دریافت فرمایا

"آپ اس معزولی سے ناراض تو نہیں ہوئے؟"

فرمایا: "نہ میں اس تقرری سے پہلے خوش تھا۔ اور نہ اب معزولی کے بعد ناراض ہوں۔"

---

خلیفہ ثالث حضرت عثمان ذالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت ۳۵ھ میں ملکی شورش و فتنہ پردازی کے اسباب کی تحقیق کیلئے تحقیقاتی کمیشن مقرر ہوا۔ چونکہ اس کے ایک ممبر آپ بھی نامزد ہوئے تھے۔ اس لئے آپ کو بھی اس شورش کے اصلی مرکز مصر میں تشریف لے جانا پڑا۔

باقی افراد کمیشن بعد تحقیقات تو واپس آ گئے۔ لیکن آپ کی انصاف پسند طبیعت نے جب یہ جانا۔ کہ انقلاب پسند جماعت اپنے مطالبات میں حق بجانب ہے۔ تو آپ کچھ عرصہ کے لئے وہیں ٹھہر گئے۔

دارالخلافت میں آپ کے واپس تشریف نہ لانیکی ابھی چہ میگوئیاں ہی ہو رہی تھیں۔ کہ عبداللہ بن ابی سرح امیر مصر کا خط اس مضمون کا دارالخلافت میں پہنچا۔

"عمارؓ بن یاسر کو سودان بن حمران۔ کنانہ بن بشر ودن۔ عبداللہ بن اسود۔ خالد بن ملجم نے اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔

لہذا اب وہ نہ صرف باغی جماعت کے ہمخیال بلکہ باغیوں کے حامی ہیں۔"

---

سفر سے واپس آئے۔ تو نہ صرف صاف لفظوں میں انقلاب پسند جماعت کی حمایت کرنے لگے۔ بلکہ خلیفۂ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریق حکومت اور ان کے مامور کردہ عمالِ حکومت کے نقائص مجمع عام میں علانیہ بیان فرمانے لگے۔

ایک ایسے ہی مجمع عام میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام بھی تھے۔ انہوں نے طریق خلافت کے اس اظہار مخالفت پر آپ کو اس قدر مارا۔ کہ آپ کی پسلیاں ٹوٹ گئیں۔

بنی مخزوم نے (جن سے آپ کے حلیفانہ تعلق تھے) جب یہ حال سنا۔ تو انہوں نے کاشانۂ خلافت کو گھیر کر بلند آواز سے کہدیا۔ کہ اگر عمار بن یاسر خدانخواستہ جانبر نہ ہو سکے۔ تو ہم ضرور انتقام لیں گے

اس واقعہ کے بعد سیاسی اختلاف نے ایسی خوفناک صورت اختیار کر لی۔ جو خلیفہ ثالث حضرت عثمان ذالنورین رضی اللہ تعالیٰ جیسے صحابہ کبارؓ کے خونِ شہادت سے بھی فرو نہ ہوئی۔

---

خلیفۂ ثالث حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ کی شہادت کے بعد حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ مسند خلافت پر مامور ہوئے۔

چونکہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے آپ کو خاص عقیدت و محبت تھی۔ اور حضرت علیؓ بھی آپ کو اپنا وفا شعار مشیر سمجھتے تھے۔ اس لئے خلافت علیؓ کی تمام مہمات میں بھی آپ پیش از پیش رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خونِ شہادت کا انتقام لینے کے لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت زبیر بن العوام حضرت طلحہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین ایسے اکابر صحابہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور ان کے معتقدین سے برسرپیکار تھے۔

آخر دونوں طرف کے بزرگانِ اسلام کے شدتِ اختلاف نے جنگ کی صورت اختیار کر لی۔ اور حضرت علیؓ نے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ آپ کو کوفہ کیطرف روانہ فرمایا۔ تاکہ اہل کوفہ کو امیر خلافت (یعنی حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ) کی حمایت پر آمادہ کریں۔

چنانچہ آپ حضرت امام حسن علیہ السلام کے ہمراہ کوفہ میں پہنچکر جامع مسجد میں تقریر کرنے کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں ابو موسیٰ اشعریؓ پہلے سے ہی اپنی تقریر میں لوگوں کو غیر جانبدار رہنے کی تلقین کر رہے تھے۔

حضرت امام حسنؓ نے آپ کو تقریر کرنے سے روک دیا۔ اور خود ممبر پر کھڑے ہو کر اپنی تقریر پُر تاثیر سے حاضرین کو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی خلافت کی حمایت کیلئے آمادہ کیا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد آپ نے بھی اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے فضائل بیان کرتے ہوئے ایسی پر جوش تقریر فرمائی۔ کہ دوسرے ہی روز تقریباً دس ہزار جانثار آپ کا ساتھ دینے کو علم خلافت کے نیچے جمع ہو گئے۔

لیکن آپ کی یہ امارت عسکری کسی ذاتی منفعت یا شان و شوکت حاصل کرنیکے لئے نہ تھی۔ بلکہ صرف امر حق کی متابعت کے لئے تھی۔ کیونکہ آپ کو تفاخر و تصنع سے نفرت تھی۔ اور اپنی زندگی اس سادگی سے بسر کرنے کے عادی تھے۔ کہ فرش خاک پر لیٹ رہتے تھے۔ لباس ایسا معمولی پہنتے تھے۔ کہ باوجود امیر کوفہ ہونے کے اکثر لوگ آپ کو نہ پہچانتے تھے۔

---

ایک روز کسی دوست کے ہاں تشریف لے گئے۔ وہاں اپنے چرمی پیرہن میں پیوند لگا رہے تھے۔ کہ اسی اثنا میں مطربؓ آئے۔ اور انہوں نے حضرت علیؓ کے طریق خلافت کی بعض بے اعتدالیوں کی شکایت کرنی شروع کی۔ اس پر آپ نے برہم ہو کر فرمایا۔

"اے فاسق کیا تو امیر المومنین کی غیبت کر رہا ہے؟"

آپ کے دوست نے آپ کے غصہ کو فرو کرتے ہوئے جب یہ کہا۔

"عمار بن یاسر یہ میرے مہمان ہیں"

تو جب کہیں مطربؓ کو معلوم ہوا۔ کہ یہی امیر کوفہ ہیں۔

سنہ ۳۶ھ ماہ جمادی الآخر میں آپ لشکر کوفہ کو لے کر امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے لشکر سے آملے۔

ادھر حضرت طلحہؓ و زبیرؓ اہل مکہ کے ہمراہ اہالیان عراق کو اپنے ساتھ ملانے جا رہے تھے۔ کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی خدمت میں ان کے معتقدین نے یہ مشورہ دیا۔ کہ طلحہ و زبیر (رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

کی معیت میں آپ کیساتھ جنگ کرنیکی غرض سے لشکر عظیم فراہم کرنے کیلئے عراق جارہے ہیں۔ اگر وہ عراق پہنچ گئے۔ تو پھر کسی طرح بھی آپ ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ لہذا بہتر یہی ہے۔ کہ انہیں راستے میں ہی روک لیا جائے۔ چنانچہ اسی راستے کے مطابق لشکر خلافت نے مقام ذی قار میں اپنے فریق مخالف کو روک لیا۔ اور اسی جگہ جنگ شروع ہوگئی۔

آپ میسرہ پر مامور تھے۔ اور دل میں چونکہ یقین کامل تھا۔ کہ وہ امر حق میں حضرت علیؓ کا ساتھ دے رہے ہیں۔ اس لئے ایسی جانبازی سے لڑے۔ کہ فریق مخالف کو شکست دیدی۔

---

جنگ جمل کی اس کامرانی کے بعد امیر معاویہ سے صفین کا معرکہ پیش آیا۔ آپ اس معرکہ میں بھی حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے معاون تھے۔ اگرچہ اس وقت آپ کی عمر انانوے برس کی تھی۔ لیکن جذبہ صداقت نے اس بڑھاپے میں بھی آپ کو جانباز و جوانمرد بنا دیا تھا۔ مردانہ وار صفین کے میدان جنگ کی طرف کوچ کیا۔ لیکن راستے میں بارگاہ الٰہی میں یہ عرض کر رہے تھے۔ "اے الہ العالمین، تیری خوشنودی کے لئے اگر مجھے پہاڑ سے کود کر آگ میں جل کر یا پانی میں ڈوب کر اپنی جان دینی پڑتی تو میں تیری خوشی کے لئے بخوشی ایسا کرتا۔ اور اب جو میدان جنگ میں جا رہا ہوں۔ تو اسمیں بھی مجھے تیری ہی خوشنودی درکار ہے۔ اور مجھے تیری رحمت سے امید ہے۔ کہ تو مجھے اس مقصد میں ضرور کامیاب کریگا!"

یہی التجا کرتے ہوئے میدان جنگ میں پہنچتے ہی بجلی کی طرح غنیم کے لشکر پر جا پڑے۔ اور صفیں کی صفیں صفایا کرتے ہوئے مخالف لشکر کے علمبردار حضرت عمرو بن العاصؓ کے قریب جا پہنچے۔ اور ان کو دیکھتے ہی فرمایا۔

"اس علمبردار سے میں آج سے پہلے تین مرتبہ حضور پر نور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب لڑ چکا ہوں۔ آج چوتھی مرتبہ اس سے مقابلہ ہے۔ خدا کی قسم! اگر وہ ہم کو شکست دیکر مقام ہجر تک بھی پسپا کر دیں۔ تو جب بھی میں یہی کہونگا۔ کہ وہ غلطی پر ہیں اور ہم حق پر۔"

---

غرضیکہ کئی روز تک جوانمردی سے لڑتے رہے۔ آخر ایک روز غروب آفتاب کیوقت جب کہ معرکہ کارزار خوب گرم تھا۔ آپ نے مخالفین پر تابڑ توڑ وار کرتے ہوتے دودھ کے ایک گھونٹ سے اپنا حلق تر کرتے ہوئے فرمایا۔

"رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا ہے۔ کہ دودھ کا یہ گھونٹ میرے لئے دنیا کا آخری توشہ ہے!"

یہ فرماتے ہی مخالف لشکر پر اس جوشِ استقلال سے حملہ آور ہوتے۔ کہ جو سامنے آیا۔ اسے خاک و خون میں ملا کر رکھ دیا۔ جس طرف رخ کیا یہ فرماتے ہوتے۔ کہ آج حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف ملاقات حاصل کرونگا۔ آج ان کے صحابہ کبار (رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین) سے ملونگا" پرے کا پرا صاف کر دیا۔ لیکن انہی خونریز حملوں میں ایک مخالف ابن الغادیہ کے نیزہ سے آپ مجروح ہو کر جیسے ہی زمین پر گرے۔ کہ دوسرے مخالف (شامی) نے آپ کا سر مبارک قلم کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

آپ کے شہادت پاتے ہی جانثاران علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے جوش غضب میں ایسا زبردست حملہ کیا۔ کہ مخالفین کے منہ موڑ دیئے۔ قریب تھا۔ کہ لشکر خلافت کو فتح حاصل ہو جائے۔ لیکن عمرو بن العاص کی تجویز کے مطابق جنگ ملتوی کر دی گئی۔

---

ابن الغادیہ اور شامی مخالف (یعنی آپ کے دونو قاتل) آپ کے اس کارنامہ قتل کو انعام کے لالچ میں اپنے اپنے نام سے منسوب کرنے کیلئے جھگڑتے ہوتے امیر معاویہؓ کے خیمہ میں پہنچے۔ عمرو بن العاص بھی موجود تھے۔ انہوں نے دونوں قاتلوں کو دیکھتے ہی کہا۔

"خدا کی قسم! یہ دونوں جہنم کے لئے جھگڑ رہے ہیں۔"

یہ سنکر امیر معاویہؓ نے متعجب ہو کر کہا۔

"عمرو! یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ جو لوگ ہمارے لئے اپنی جانیں قربان کر رہے ہیں۔ ان کو ایسا کیوں کہتے ہو۔"

عمرو بن العاص نے پھر یہی کہا۔

"خدا کی قسم! ایسا ہی ہے۔ کاش آج سے بیس برس پہلے مجھے موت آگئی ہوتی۔"

اگرچہ حضرت عمرو بن العاص کو حضرت عمار بن یاسرؓ کی شہادت سے اس قدر پریشانی لاحق ہوئی۔ کہ وہ اس جنگ سے کنارہ کش ہونے کے لئے تیار تھے۔ لیکن امیر معاویہؓ نے یہ سمجھا بجھا کر کہ عمارؓ کے قتل کا الزام ہم پر نہیں۔ بلکہ جو جماعت ان کو میدانِ جنگ میں لائی۔ ان پر عائد ہوتا ہے۔ ان کو راضی کر لیا۔ تاہم ان کی شہادت سے نہ فقط آپ کو نہایت صدمہ پہنچا۔ بلکہ بہت سے اصحاب کبارؓ جو اب تک اس جنگ میں غیر جانبدار تھے۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ

کا ساتھ دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ انہی اصحاب کبارؓ میں حزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ بھی تھے چنانچہ آپ کی شہادت کی خبر سنتے ہی شامی لشکر پر ٹوٹ پڑے۔ اور بیسیوں شامیوں کو خاک و خون میں ملا کر آپ نے بھی شہادت حاصل کی۔

---

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو آپ ایسے وفا شعار کی شہادت پر سب سے زیادہ رنج ہوا۔ اور آہ سرد کھینچکر فرمایا۔

"آہ! عمار جسدن اسلام لائے اور جسدن شہید ہوئے۔ ان پر خدا نے رحم کیا۔ اب جس دن زندہ اٹھائے جائیں گے۔ خدا ان پر رحم کریگا۔

آہ! میں نے اسوقت آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دیکھا تھا۔ جب کہ ابھی صرف چار پانچ صحابہؓ کو ہی اعلان ایمان کی توفیق ہوئی تھی۔"

ایسی صورت سے صحابہ قدیم میں سے کس کو ان کی مغفرت میں شک ہو سکتا ہے۔

چونکہ آپ اور حق لازم و ملزوم تھے۔ اس لئے آپ کا قاتل یقیناً جہنمی ہوگا۔ غرضیکہ اس شیدائے حق کی تجہیز و تکفین کے بعد امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے نماز جنازہ خود پڑھائی۔ اور آپ کے خون آلود پیرہن کے ساتھ اکانوے برس کی عمر مبارک میں اس حامی حق کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ اور سرزمین کوفہ نے سب سے پہلے اس صحابی رسول صلعم کو ہی اپنے دامن میں لینے کا شرف حاصل کیا۔

مدیر

# کلام ارشد

پھر شب فرقت کی طولانی سے گھبراتا نہیں
المدد ذوق تصور دل کو بہلاتا ہوں میں

پھر کسی گل پیرہن کے ظلم آجاتے ہیں یاد
گلستانِ دل کو پھر اجڑا ہوا پاتا ہوں میں

عشق! آخر بیکسی میں دستگیری چاہیئے
دیکھ! بحرِ بے سکوں میں ڈوبتا جاتا ہوں میں

گلشن و صحرا میں جب ہوتا ہوں محوِ جستجو
ذرے ذرے میں تجھے جلوہ نما پاتا ہوں میں

جب نوا سنج فغاں ہوتا ہوں یاد دوست میں
عالمِ معنی کو ارشد وجد میں لاتا ہوں میں

مرزا لطف علی بیگ ارشد

# محسوسات ماہر

یہ کس کے دل کی کہانی سنائی جاتی ہے
وہ کہہ رہے ہیں مجھے نیند آئی جاتی ہے

نگاہِ شوق پہ حسرت سی چھائی جاتی ہے
اس احتیاط سے چلمن اٹھائی جاتی ہے

شرابِ ناب میں دیکھی نہ برق و انجم میں
وہ چیز جو تری آنکھوں میں پائی جاتی ہے

یہ شوخیاں یہ جوانی ارے خدا کی پناہ!
قدم قدم پہ قیامت اٹھائی جاتی ہے

جو ناگوار ہے اہلِ جفا کی فطرت کو!
مری زباں پہ وہی بات آئی جاتی ہے

مجھے بھی بار ہے اس بزمِ ناز میں ماہر
جہاں نظر سے جوانی لٹائی جاتی ہے

ماہر القادری

# رہبانیت

منو کے دھرم شاستر کا مطالعہ کیا جائے۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ رہبانیت ہندوؤں کے مذہب کا ایک جزو لاینفک ہے۔ جنگلوں میں جاکر تپسیا کرنا اور سادھو سنتوں کی خدمت میں اپنا وقت گزارنا ہر ایک کے لئے لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ خیال بھی ہے۔ کہ جسم اور روح میں ازلی دشمنی ہے۔ اور جسم کی تکلیف سے روح کی خوشی وابستہ ہے۔ کیونکہ جسم روح کے لئے نفس امارہ کا کام دیتا ہے۔ اور زندگی ہی میں جسم کو طرح طرح کے عذاب دینے سے روح کی نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ اس لئے طالبان نجات جنگلوں میں جاکر اپنے جسم کو دکھ دینے ہی میں اپنی بہبودی سمجھتے ہیں۔ یہی حال پیروان عیسویت کا ہے۔ وہ بھی جسم کو روح کا دشمن قرار دیتے ہیں۔ گوشت شیطان کا قائم مقام اور روح خدا کی۔ یہ لوگ بھی راہبانہ زندگی بسر کرنے میں اپنا فائدہ خیال کرتے ہیں۔ اور اپنے اجسام کو طرح طرح کے دکھوں میں مبتلا کرتے ہیں۔

غور طلب امر یہ ہے۔ کہ کیا مذکورہ بالا زندگی انسان کے لئے بہتر زندگی خیال کی جا سکتی ہے۔ اخلاقیات کے مغربی ماہرین نے اس مسئلہ پر بہت غور کیا ہے۔ اور وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں۔ کہ انسان نہ تو صرف روح ہے۔ اور نہ محض جسم بلکہ انسان روح اور جسم کے مجموعہ کا نام ہے۔ ان میں سے ایک کے مفقود ہونے سے انسان انسان نہیں۔ اور یہ مجموعہ ایسا ہے۔ کہ ایک کا دوسرے پر گہرا تعلق پڑتا ہے۔ اس لئے بہترین زندگی دونوں کے نشو ونما کا نام ہے۔ روح کی ترقی کے ساتھ جسم کی ترقی بھی ضروری ہے۔ جسم کی ترقی سے یہ مراد ہے۔ کہ جس مطلب کے لئے جسم پیدا کیا گیا ہے۔ وہ مطلب اس سے کماحقہٗ پورا ہو سکے۔ مثلاً قلم کا کام ہے لکھنا اور بہترین قلم وہ ہے جس سے اچھا لکھا جا سکے۔ ایسا ہی اور چیزوں کا حال ہے۔ چاقو کو لیجئے۔ اچھا چاقو وہی ہو سکتا ہے۔ جو کاٹنے کے کام میں اچھا ہو۔ لہذا بہترین جسم وہ ہے جو اپنے فرائض کو اچھی طرح ادا کر سکے۔ لیکن جسم بغیر روح کے مردہ ہے۔ اور انسان کے لئے جسم اور روح دونوں کی ترقی ضروری ہے۔ سوان دونوں میں سے اگر کوئی چیز دوسرے کی ترقی میں مانع ہو۔ تو وہ اپنا فرض اچھی طرح سے ادا نہیں کر رہی۔ لہذا ایک کی پستی میں دوسرے کی پستی ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ انسان کی بحیثیت انسان کے کس طرح ترقی ہو سکتی ہے۔ مسلمہ امر ہے کہ انسان بالطبع مدنی ہے اگر ایک بچے کو بچپن ہی سے جنگل میں رکھا جاوے۔ اور کسی اور انسان کا اس تک گذر نہ ہو۔ تو وہ بڑا ہو کر ہرگز مکمل انسان نہیں ہو سکتا۔ اس کے قوی کے تکمیل کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ دنیا میں رہے۔ اور دنیا کی آزمائشوں کا مقابلہ کرے۔ اور اس مقابلے میں ہی اس کی ترقی مضمر ہے۔ یہ ہے وہ نتیجہ جس پر سائنسدان فرنگ مدتوں کی سوزش بچار کے بعد پہنچے ہیں لیکن اسلام نے آج سے سینکڑوں سال پہلے اس امر کا اعلان کیا تھا۔ کہ لا رہبانیت فی الاسلام۔ اسلام نے ایک مکمل انسان کا ایسا نمونہ پیش کیا جس کی پیروی کر کے ہر شخص اپنے آپ کو تکمیل کے درجے پر پہنچا سکتا ہے اس مکمل انسان نے دنیا کو ترک نہیں کیا۔ بلکہ اس دنیا میں گرہستیوں کی طرح زندگی بسر کی۔ اور ثابت کر دیا۔ کہ انسان کی ترقی کے لئے دنیا کو ترک کرنا ضروری نہیں۔ بلکہ بیوی بچوں میں رہ کر ایک پاک زندگی بسر کرتا ہے۔ امی وابی فداہٗ

ڈاکٹر رشید احمد (پی۔ ایچ۔ ڈی۔ لنڈن) گورنمنٹ کالج لدھیانہ

# منتہائے فکر

حُسن کا اہتمام ہوتا ہے — آئینہ سے کلام ہوتا ہے

بے تکلف ہیں آئینہ کیساتھ — چپکے چپکے کلام ہوتا ہے

زلفِ کافر سنوارنیوالے؟ — آئینہ لا کلام ہوتا ہے

خود پرستی، ارے معاذاللہ! — آئینہ سے کلام ہوتا ہے

انکی نظروں سے مل گئیں نظریں — لو! پیام و سلام ہوتا ہے

دور ہی سے نگاہ ملتی ہے — دور ہی سے سلام ہوتا ہے

نظروں نظروں میں کہدیئے سب راز — کتنا ساکت کلام ہوتا ہے

ایک تصویر سے لگا کر لو — روز تجھ سے کلام ہوتا ہے

روز تیرا خیال آتا ہے — روز تجھ سے کلام ہوتا ہے

دل کے آنے کو اور کیا کہیئے — زیست کا اختتام ہوتا ہے

ایک ہوتے ہیں ساجد و مسجود — آخر ایسا مقام ہوتا ہے

خیر یارب! سجودِ عشق کی خیر! — ایک کافر امام ہوتا ہے

جھک گیا یادِ حسن سے کعبہ — یوں ترا احترام ہوتا ہے

اب تو مصروفِ کوچہ گردی ہوں — دیکھیئے کب قیام ہوتا ہے

انکی آنکھوں سے روز پیتا ہوں — دل کے ہاتھوں میں جام ہوتا ہے

آج وہ محوِ آئینہ ہیں رفیق
دیکھیئے کب قیام ہوتا ہے

رفیق عزیزی دہلوی

# قرآن اور تلوار

## ناقابل تردید حقائق کا اظہار

دنیا میں امن و امان قائم رکھنے کے دو طریقے ہیں۔ (۱) رفع فساد اور (۲) تائید خیر۔ جب تک یہ دونوں قوتیں صحیح توازن کیساتھ قائم رہیں گی۔ دنیا اطمینان اور امن کی فضا میں سانس لیتی رہیگی۔ اور جب ان دونوں قوتوں میں سے کوئی ایک قوت بھی کمزور، غیر متوازن اور سست ہو جائیگی۔ دنیا میں فساد برپا ہو جائیگا۔ دنیا کی گذشتہ تاریخ کو پڑھ جاؤ۔ تم کو ہر دور میں میری کہی ہوئی بات کا ثبوت ملیگا۔ دنیا میں جب کبھی شر و فساد کا چشمہ ابلا ہے۔ اور طغیان و معاصی کی کثرت ہوئی ہے۔ تو اس کا یہی سبب تھا۔ کہ فساد کو رفع کرنیکی قوت سست ہو گئی تھی۔ اور امن پھیلانے کی طاقت ڈھیلی پڑ گئی تھی۔ کلدانیوں کا تمدن ہو یا فراعنۂ مصر کی تہذیب، بابل کا دور ہو یا نینوا کا زمانہ، زرتشت کے امتیوں کی حکومت ہو یا بھارت کے سپوتوں کی فرمانروائی، تم کو ہر زمانہ میں یہی حقیقت نظر آئیگی۔ کہ رفع فساد اور بسط امن کی قوتوں کے غیر متوازن ہونے سے ابتری پیدا ہوئی۔ اور ایک انسان نے دوسرے انسان کو اسی بیدردی کے ساتھ چبا ڈالا۔ کہ شیر اور ریچھ بھی حیران رہ گئے۔ دنیا کی تمام حکومتوں میں تم یہی خرابی پاؤگے۔

خدا اپنے بندوں کو کبھی گمراہی اور تاریکی میں نہیں چھوڑ سکتا۔ اس نے جب دیکھا۔ کہ انسانوں کی بستی درندوں کی شکارگاہ بنی جا رہی ہے۔ تو اس نے دنیا کو امن و امان کا گہوارہ بنانے کے لئے ایسی حکومت قائم کر دی۔ جس حکومت کا صدر حجاز کا نبی امیؐ تھا۔ وہ جس کو دنیا محمد صلعم کے نام سے جانتی ہے۔ اور جس کا ذکر دلوں کی تسکین اور روحوں کے لئے پیغام شادمانی ہے۔ ایسی حکومت قائم ہوئی۔ اور "وادئ غیر ذی زرع" میں قائم ہوئی۔ وہاں جہاں نہ ابلتے ہوئے چشمے تھے اور نہ لہلہاتے ہوئے مرغزار، چٹیل میدان اور ریتلی زمین پر الٰہی حکومت قائم کیگئی۔ اور اس حکومت کے چلانے کے لئے ان لوگوں کو منتخب کیا گیا۔ جن کا سرمایہ اونٹ اور کھجور کے درخت تھے۔ خدائے قادر و برتر نے ان

مقدس انسانوں کو الٰہی حکومت کے قیام و بقا کیلئے" دو چیزیں عطا فرمائیں۔ تلوار اور قرآن۔ تلوار رفع نزاع و فساد کے لئے اور قرآن بسط امن اور نشر امان کے لئے!

میں ان کمزور مورخین میں سے نہیں ہوں۔ جو تلوار کا نام لیتے ہوئے ہچکچاتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ اگر ہم نے اس بات کا صاف طور پر اعتراف کر لیا۔ کہ مسلمانوں نے تلوار سے کام لیا تھا۔ تو اسلام پر حرف آئیگا۔ میں کہتا ہوں۔ اور ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں اور میں کیا کہتا ہوں۔ تاریخ اسلام کا ایک ایک ورق پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔ کہ مسلمانوں نے یقیناً تلوار سے کام لیا۔ اور اس پامردی اور بہادری کیساتھ کام لیا۔ کہ بڑے بڑے بہادروں کے چھکے چھوٹ گئے۔ تلوار تو مسلمان کی وراثت ہے۔ تلواروں کی چھاؤں میں تو مسلمان آنکھ کھولتا ہے۔ تم تلوار کا نام لیتے ہوئے جھجکتے ہو۔ حالانکہ بدر و حنین کی رزمگاہ کے ذرے مسلمانوں کی تیغ آزمائی کے افسانے سنا رہے ہیں۔ تم اپنے قلم کی زبان کو گنگ بنا سکتے ہو۔ مگر تاریخ کے صفحات کی آواز کو تو نہیں دبا سکتے۔ اچھا میں فرض کئے لیتا ہوں۔ کہ تم تاریخ کے صفحات کو بھی نیست و نابود کر سکتے ہو۔ لیکن اس کو کیا کرو گے۔ کہ قرآن پاک مسلمانوں کی تیغ آزمائی کی شہادت دے رہا ہے۔ اب اس گواہی کے بعد بھی کیا تم کو کسی دوسری گواہی کی ضرورت ہے؟

مسلمانوں نے تلوار سے کام لیا۔ اور پوری قوت کیساتھ کام لیا۔ لیکن ان کی تلوار ہلاکو اور چنگیز کی تلوار نیرو اور نپولین کا خنجر اور ہٹلر اور مسولینی کی گیس نہ تھی۔ مسلمانوں کی تلوار نے خون کی ایک بوند بھی ناحق نہیں بہائی۔ اور کسی ایک بیگناہ کے جسم پر خفیف سی خراش بھی نہیں پہنچائی۔ مسلمانوں کی تلوار تو صرف رفع فساد اور استیصال طغیان کے لئے اٹھتی تھی۔ مسلمانوں کی تلوار کا مقصد اعلاء کلمتہ الحق اور رفع فساد تھا۔ وہ ہر اس قوت سے ٹکرا گئے۔ جو سچائی کی راہ میں ان کی مزاحم ہوتی۔ اور ان کی تلوار ہر اس مظلوم کے لئے سپر بن گئی۔ جس نے دنیا والوں کے جبر و ستم سے گھبرا کر ان کو پکارا۔ مسلمانوں کی تلوار اور دوسروں کی تلوار میں یہی فرق ہے۔ کہ دوسروں کی تلوار نفس و ہوا کے لئے اٹھی اور مسلمانوں کی تلوار جہاد فی سبیل اللہ کے لئے۔ یہی مقصد کا اختلاف تو بنیادی اختلاف ہے۔ اور اسی نقطہ سے مجاہد مسلمان سکندر و نپولین سے بلند ہو جاتا ہے۔ مجھے افسوس ہے۔ کہ مفہوم کو واضح کرنے کے لئے سکندر اور نپولین، رچرڈ اور چنگیز کا ذکر کرنا پڑتا ہے۔ ورنہ ان لوگوں کیساتھ مسلمانوں کا مقابلہ کرنا سچ تو یہ ہے کہ سچائی کی توہین ہے۔

دنیا نے تلوار اٹھائی۔ اور اس طرح تلوار اٹھائی۔ کہ دشمن کے بوڑھے، بچے اور عورتوں کا صفایا کر دیا۔ اور مسلمانوں

کا یہ عالم تھا۔ کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلامی جیش کے کمانڈر کے گھوڑے کی باگ تھام کر میلوں بھاگتے ہوئے کہتے چلے جاتے ہیں۔ کہ

"کھیتوں کو پامال نہ کرنا، بچوں اور عورتوں، اپاہجوں پر اور ان پر جو تم سے نہیں لڑتے۔ تلوار نہ چلانا۔ دیکھو احدود اللہ کا خیال رکھنا"

یہ تیغ آزمائی کیا تھی۔ انسانیت کی تعلیم اور شرافتِ نفس کی تبلیغ تھی۔ پھر بے نفسی اور خلوص کا یہ عالم ہے۔ کہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ ایک کافر کے سینے پر سوار ہو کر اس کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ کہ کافر چہرہ مبارک پر تھوک دیتا ہے۔ حضرت علیؓ اٹھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دشمن حیرت کیساتھ اس کا سبب پوچھتا ہے حضرت مولائی کائنات ارشاد فرماتے ہیں:۔

"میں تجھ سے صرف خدا کے لئے جنگ کر رہا تھا۔ تیرے تھوکنے سے مجھے تکلیف ہوئی۔ اور اس پاک مقصد میں میرا نفس شامل ہو گیا۔ اور اب یہ سچائی کی جنگ نہیں رہی"

دنیا کی تاریخ میں تم اس واقعہ کے برابر نہ سہی۔ اس سے پچاس حصہ گھٹ کر ہی کوئی مثال پیش کر دو۔ جو انسان صرف خدا کے لئے تلوار اٹھاتے ہوں۔ جن کی تلوار نفس کے لئے جنبش میں نہ آتی ہو۔ جو صرف خدا کے لئے جنگ کرتے ہوں۔ کیا ان سے بڑھ کر کوئی انسانیت کا سچی خدمت کرنیوالا ہو سکتا ہے۔

رفعِ فساد کے بعد مسلمان قرآن کی روشنی میں امن پھیلاتے تھے۔ ایسا امن جو مسلم اور غیر مسلم دونوں کو انصاف کی ایک سطح پر کھڑا کرتا ہو۔ مسلمانوں کی امن پسندی کے واقعات سے تاریخ لبریز ہے۔ اور دوست تو دوست دشمنوں نے ان کا دبی زبان سے نہیں پکار پکار کر کے اقرار کیا ہے۔

خیبر کے فتح کرنے میں مسلمانوں کو بڑی پریشانیاں اٹھانا پڑیں۔ اسی خیبر کی ہی ایک یہودی عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے میں زہر دیا۔ ان دشمنوں کے ساتھ مسلمانوں نے کیا سلوک کیا۔ معلوم ہے؟ اگر معلوم نہیں تو باخبر ہو جاؤ۔ اور اگر معلوم ہے۔ تو بصیرت کی نگاہ سے سمجھنے کی کوشش کرو۔

حضرت سیدنا محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال خیبر والوں سے طے پائے ہوئے معاہدے کے مطابق حضرت عبداللہ بن رواحہ کو پیداوار کی بٹائی لینے کے لئے روانہ فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ پیداوار

کے دو حصے کر دیتے۔ اور یہودیوں سے فرماتے۔ کہ جس حصہ کو تمہارا جی چاہیئے۔ لے لو۔ اس پر یہودی کہتے۔

"زمین و آسمان اسی انصاف کے سہارے قائم ہیں!"

جنگ یرموک کے موقعہ پر مسلمانوں نے ایک مفتوحہ خطہ کے ذمیوں سے ٹیکس وصول کر کے واپس کر دیا ہم تمہاری حفاظت نہیں کر سکتے۔ لہذا تم سے جو ٹیکس وصول کیا گیا ہے۔ وہ واپس ہے۔ جب مسلمان اس خطہ سے چلنے لگے ہیں۔ تو پادری صلیبیں تھام تھام کر کہتے تھے۔

"خدا تمہیں جلد واپس لائے!"

یہ ہے وہ امن کی تعلیم جو قرآن کی روشنی میں پھیلائی گئی:

دوستو! مسلمان کی تلوار خدا کی راہ میں اٹھتی ہے لہذا اس کو خون آلود دیکھ کر تم کچھ اور نہ سمجھنے لگو۔ کیونکہ اس تلوار نے جس خون کو بہایا ہے۔ وہ خون انسانیت کا جذام تھا۔ جس کو بہانے ہی کی ضرورت ہے۔ مجرم اور سرکش کو سزا دینا بے رحمی نہیں۔ بلکہ عین انصاف ہے۔ مسلمان کی تلوار تو امن و عافیت کی پاسبان ہے۔ جب کوئی امن و عافیت کے خزانہ پر یورش کرتا ہے۔ تو مسلمان کی تلوار جنبش میں آجاتی ہے۔

کتنی انسانیت نواز ہے مسلمان کی تلوار!

مسلمان کو خدا نے تلوار اور قرآن دیکر دنیا میں بھیجا ہے۔ پس دنیا کی کوئی قوت اس سے ان دونوں چیزوں کو نہیں چھین سکتی۔ مسلمان امن کا پیامبر ہے۔ اس کو تو امن پھیلانے کے لئے ہی دنیا میں بھیجا گیا ہے بسط امن کیلئے اگر مسلمان رفع فساد اور استیصال نزاع کرتا ہے۔ تو اس پر چیں بہ جبیں ہونیکی کیا بات ہے۔

دنیا کا امن و امان پھر خطرے میں پڑ گیا ہے۔ قرآن اور تلوار سے کام لینے کی شدید ضرورت محسوس ہو رہی ہے کیا عجب ہے کہ تاریخ اپنے کو دہرا دے!

ماہر القادری

# ضبطِ الفت کی قسم جنبشِ مژگاں کی قسم

حشر بھی دے جو مجھے گلشنِ رضواں کی قسم
درِ جاناں سے نہ اٹھوں درِ جاناں کی قسم

آ گیا بیخبری میں ترا شکوہ لب تک
اب پشیمان ہوں جذباتِ پشیماں کی قسم

بے ترے اب کسی منظر میں کوئی لطف نہیں
صبحِ گلشن کی قسم، شامِ بیاباں کی قسم

پھوٹ جائیں مری آنکھیں جو لگی ہوں دم بھر
چاند تاروں کی قسم، دیدۂ گریاں کی قسم

ایکدم بھی نہیں دل کو مرے صبر اور سکوں
برقِ مضطر کی قسم، ابرِ گریزاں کی قسم

پھر کھٹک سی دلِ مجروح میں محسوس ہوئی
ضبطِ الفت کی قسم جنبشِ مژگاں کی قسم

مجھ کو ممتاز کیا سب سے کرم نے تیرے
تیرے احساں کی قسم لطفِ فراواں کی قسم

تیرے ملنے سے ملی دولتِ کونین مجھے
بزمِ ہستی کی قسم، روضۂ رضواں کی قسم

مجھ کو بیتاب بہت رکھتی ہیں کالی راتیں
بختِ خفتہ کی قسم زلفِ پریشاں کی قسم

آتشِ شوق کو کچھ اور ذرا بھڑکا دے
تجھ کو اپنے کرم جنبشِ داماں کی قسم

تیری فرقت میں قمرؔ خستہ و برباد ہوا
پائے وحشت کی قسم گردشِ دوراں کی قسم

قمر نعمانی سہسرامی

# زمانہ جاہلیت کے مشہور شاعر

# امراء القیس

## کی زندگی کا اجمالی خاکہ

امراء القیس کے باپ کا نام حجر اور ماں کا نام فاطمہ تھا۔ اس کا ماموں کلیب ابن زبیر تھا۔ جس کے قتل پر بکر و تغلب جیسی ہنگامہ خیز جنگ وجود میں آئی۔ امراء القیس بڑا ذہین اور بلند پایہ شاعر تھا۔ ایام جاہلیت کا یہ دستور تھا۔ کہ شاہان عرب نہ تو خود شعر کہتے تھے۔ اور نہ اپنے لڑکوں کو شعر کہنے دیتے تھے۔ لیکن امراء القیس تو شاعری کی طرف بہت زیادہ راغب تھا۔ اس لئے وہ اپنے باپ کی تمام قید و بند کو آسانی سے توڑ دیتا تھا۔ چنانچہ اس کے باپ نے عاجز آکر اس کو ہمیشہ کے لئے اپنے گھر سے نکال دیا۔ اس کے بعد امراء القیس اپنے چند ہم مشرب ساتھیوں کو لے کر خانہ بدوشوں کی زندگی گذارنے لگا۔ حال یہ تھا۔ کہ تمام وقت صحرا نوردی اور بادہ پیمائی میں گذرتا۔ جہاں جھیل اور باغات پاجاتا۔ وہیں خیمہ ڈال دیتا۔ اونٹ ذبح کر کے خوب کھاتا۔ اور دوسروں کو کھلاتا۔ شراب کا خوب دور چلتا۔ ایک مدت اسی طرح گذر گئی پھر اسے خبر ملی۔ کہ اس کے باپ کو قبیلہ بنی اسد کے لوگوں نے دموآن میں قتل کر ڈالا ہے۔ اس نے قسم کھالی۔ کہ جب تک وہ بنی اسد کے سو آدمیوں کو قتل نہ کر لیگا۔ اور سو آدمیوں کے پیشانی کا بال نہ تراش لیگا۔ اس وقت تک نہ تو وہ شراب پئے گا۔ نہ عورتوں کے پاس جائیگا۔ نہ تیل سر میں لگائیگا۔ اور نہ غسل کریگا۔ اس وقت اس کی عمر بیس سال کی تھی۔ انتقام لینے کے لئے اس نے قبیلہ بکر و تغلب سے مدد مانگی۔ وہ تیار ہو گئے۔ اس نے بنی اسد کا پتہ لگانے کے لئے بہت سے جاسوس بھیجے۔ بنو اسد کو خبر ہو گئی۔ وہ فوراً بنو کنانہ کے پاس سے جہاں وہ مقیم تھے۔ پوشیدہ طور پر بھاگ گئے۔ چونکہ امراء القیس کو بنو اسد کے بھاگ جانے کی خبر نہ تھی۔ اس لئے وہ بکر و تغلب کے نوجوانوں کو لے کر بنو کنانہ پر ٹوٹ پڑا۔ اور جنگ برپا ہو گئی۔ اثناء جنگ میں ایک بڑھیا نے مجمع عام سے نکل کر بلند آواز سے کہا۔" اے شہزادے! تو ہم سے کیوں انتقام لیتا ہے؟ ہم لوگ تو کنانہ کی اولاد ہیں۔ بنو اسد کو ڈھونڈو! وہ کہاں گئے؟" وہ جب حقیقت

حال سے واقف ہوا۔ تو بنو کنانہ کو چھوڑ کر بنو اسد کے تعاقب میں آگے بڑھا۔ اور بالآخر کسی طرح بنو اسد سے اپنے باپ کا انتقام لے ہی لیا۔ بنو اسد نے منذر کے پاس شکایت بھیجی کہ امراء القیس نے ہمارے کئی سو آدمیوں کو تہ تیغ کر دیا ہے منذر نے غصہ میں آکر ایک لشکر امراء القیس کے گرفتار کرنے کیلئے روانہ کر دیا۔ مگر جب دونوں لشکروں میں مٹھ بھیڑ ہوئی۔ تو امراء القیس غالب آیا۔ اور وہ ناکام واپس آگئے۔ اس کے بعد انہوں نے کسریٰ نوشیرواں سے مدد چاہی اس نے بھی ایک لشکر جرار ان کے ساتھ کر دیا۔ مگر اس مرتبہ امراء القیس کا لشکر اپنے مقابل زبردست ٹڈی دل فوج دیکھ کر یساتھ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ وہ تنہا کیا کرتا۔ وہ بھی ایک سمت بھاگا۔ کچھ دنوں تک وہ سعد ابن ضباب کے پاس رہا۔ جو اسکا اخیافی بھائی ہوتا تھا۔ اس نے اس کو بڑی خاطر سے پاس رکھا۔ اس کے بعد وہ یمن میں چلا گیا۔ پھر وہاں سے کسی جگہ اور۔ اسی طرح وہ ادھر ادھر پھرتا رہا۔ اس کے پاس ایک ذرہ اور چند ہتھیار رہ گئے تھے۔ وہ بوجھ معلوم ہوتے تھے۔ اس نے چاہا۔ کہ امانتاً کہیں رکھ دے۔ تاکہ آسانی سے چل پھر سکے۔ اس نے اپنی چیزیں سموال کے پاس رکھدیں۔ جو بڑا دیانتدار آدمی تھا۔ سموال نے اس کو مشورہ دیا۔ کہ "اس کو قیصر کے پاس پناہ لینی چاہیئے۔ چونکہ قیصر منذر اور کسریٰ دونوں کا دشمن ہے۔ اس لئے بہت ممکن ہے۔ کہ مدد کیلئے بھی تیار ہو جائے" بہرکیف امراء القیس قیصر روم کے پاس چلا گیا۔ اور وہاں آرام سے رہنے لگا۔ بنو اسد نے جب دیکھا۔ کہ وہ لشکر کشی اور طاقت کے ذریعہ اس پر قابو نہیں پا سکتے۔ تو انہوں نے دوسری راہ سوچی۔ کیا یہ کہ انہوں نے .... تماح نامی ایک شخص کو قیصر کے پاس بھیجا۔ تاکہ وہ کسی طرح قیصر کو امراء القیس کی طرف سے بدظن کر دے۔ وہ آدمی قسطنطنیہ آیا۔ اور دربار میں چند روز رہ کر قیصر کے وزراء سے کہنے لگا۔ کہ "امراء القیس تو قیصر کی لڑکی پر عاشق ہے۔ اور اس کی محبت میں عشقیہ اشعار کہتا ہے"۔ قیصر کے کانوں تک جب یہ خبر پہنچی تو وہ بہت برآفروختہ ہوا۔ اس غصہ میں اس نے ایک زہرآلود جبہ تیار کرایا۔ اور اس کو امراء القیس کے پاس یہ کہہ کر بھیجدیا۔ کہ "یہ شاہی خلعت زیب تن کر لو۔ قیصر تم سے بہت خوش ہے"۔ خلعت کا پہننا تھا۔ کہ اس کی حالت دگرگوں ہونے لگی۔ بدن سے پھوٹ پھوٹ کر خون کے قطرے بہنے لگے۔ اور اس کی حالت روز بروز گرنے لگی۔ وہ قسطنطنیہ سے انگورہ چلا آیا۔ یہاں اس کا مرض اور بھی ناقابل برداشت ہو گیا۔ بالآخر اسی مرض میں چند دنوں کے بعد وہ مر گیا۔ اس کا سنِ وفات ایک قول کے مطابق ۵۳۰ء ہے۔ اور دوسرے قول کے لحاظ سے ۵۴۰ء ہے۔ سنہ ہجری سے ۸۲ سال قبل۔

عبدالرحمٰن ناصر اصلاحی

# دورِ حاضر کی لیلیٰ سے!

عزیز محترم مخفیؔ سلیمان کوہی وہ نونہال قوم ہیں جن کے سینے میں اسلامیت اور دماغ میں شعریت واقع ہوئی ہے چنانچہ مندرجہ ذیل مختصر نظم میں آپ نے موجودہ مغرب پرست سکول گرلز کے جذبات عشق پر تنقید و تادیب کرتے ہوئے جن جذبات کا اظہار فرمایا ہے۔ وہ قابل تحسین ہے۔ امید کیجاتی ہے کہ ایک روز یہ ستارہ مخفیؔ آسمان علم و ادب پر درخشاں ہو کر رہیگا۔ (مدیر)

تری تقریر سے روشن ہے اندازِ زلیخائی
تری تصویر بھی زیب النسا معلوم ہوتی ہے

امیروں میں وہی پہلی سی شانِ بے نیازی ہے
کسی کی التجا میری دعا معلوم ہوتی ہے

زلیخا زادیوں کی یہ حیا بیگانگی یارب
مجھے آئینۂ فردا نما معلوم ہوتی ہے

عزیزِ مصر کے اس خواب کی تعبیر کیا ہوگی؟
کسی کے سر پہ یوسف کی ردا معلوم ہوتی ہے

اٹھا نغمہ "انا المجنون" کا لیلیٰ کے مکتب سے
"انا المحبوب" مجنوں کی نوا معلوم ہوتی ہے

بلند آہنگ دعوائے وفا پر بھولنے والے
زبانِ نو کی عذرا بے وفا معلوم ہوتی ہے

عبث فرہاد کاٹا بیستوں ور جوئے شیر آئی
تیری شیریں تو خسرو آشنا معلوم ہوتی ہے

چو گفتم بر سرِ دارے سرِ منبر نگفتن چہ!
کہ مخفیؔ لیلیٰ نو بے حیا معلوم ہوتی ہے

مخفیؔ سلیمان کوہی (ڈیرہ غازیخاں)

# رحمۃ اللعالمین صلعم

از سید محمد ازہر شاہ قیصر خلف قاسم الفیوض و البرکات حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب

تاریخ کے اوراق اس حقیقت واقعی کی بلند آہنگی کیساتھ شہادت دیتے ہیں. کہ خالقِ دوجہاں اپنی مخلوق کی غرضِ حیات کو کفرو شرک کے مکائد و وساوس کی برق تپاں کی شرر انگیزی سے محفوظ رکھنے اور اسے نیکی کے سانچے میں ڈھالنے کی غرض سے ہر زمانہ ہر دور اور ہر قرن میں سرزمین پر ایسے قدسی نفس اور روشن ضمیر انسانوں کو بھیجتا رہا ہے جنہوں نے ان کورعقل اقوام و امم کو جو فقدان بصیرت کی وجہ سے حق و باطل میں امتیاز نہیں کر سکتی تھیں۔ اور سالہا سال کی بت پرستی نے جن کے قلوب کو یکسر نور ایمان سے محروم کر دیا تھا. جن کا ہر ایک فرد دولت ایمان سے بے بہرہ ہونے کی وجہ سے سیہ کاری اور گنہگاری کا دہشت زدہ عفریت بن کر زیردستوں غریبوں اور ناتوانوں کو ستانے میں دسترس رکھتا تھا. حق کے راستہ پر گامزن کرنے کے لئے ہر قسم کی تکالیف خوشی کیساتھ برداشت کیں۔ اور اپنی عزیز زندگی کا ایک بڑا حصہ اپنے مبارزین و معاندین کے جبر و تشدد کو سہنے میں خرچ کر گئے۔

جنگلوں کے جھنڈ شہروں کی آبادی پہاڑوں کے غار ہر جگہ جہاں بھی عدل و انصاف رحم و کرم غریبوں اور ناتوانوں کی مدد محتاجوں اور یتیموں کی پرورش کا چرچا ہے. وہ اسی مقدس جماعت کے کسی نہ کسی فرد کی دائمی پکار کا اثر ہے قرآن پاک کی تعلیم کے مطابق آج ہر قوم اور ہر ملک میں انہیں کی برکتوں کا اجالا نظر آتا ہے۔ اور انہیں کی دعوت کی آواز سنائی دیتی ہے۔

وَاِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ ۔ اور کوئی امت ایسی نہیں جسمیں کوئی ڈرانیوالا نہ گذرا ہو۔

سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر مصلح اعظم منزل وحدت کے جادہ شناس اور نور حقیقت کے جلوہ نما حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک جملہ انبیا اسی سلک گراں مایہ کے گوہر بے بہا ہیں. جن میں سے ہر ایک نبی علم برادر

حق کے مذکورہ بالا خصائص و اوصاف کا حامل تھا۔ اور اپنے دور نبوت میں ظلمتکدۂ عالم کو حق کی شعاعِ نور سے منور کرنے کی سعی مسعود کرتا رہا۔

سیزدہ صد سال پہلے آتے ہوتے اس یتیم مکہ کو جو تاجدار مقام رسالت بن کر کفر و شرک سے ہر کافرانہ و مشرکانہ اقدام کو پیغمبرانہ عزائم اور حق و صداقت کی روحانی قوت سے رد کرنے کے لئے ریگ زار عرب پر جلوہ افروز ہوا تھا۔ اس خیل انبیاء میں ممتاز بنانے کے لئے چند خصائص کی دولت سے مالا مال کیا گیا تھا جن کا ذکر یہاں غیر موزوں نہ ہوگا۔

ارشاد نبوی ہے۔ کہ مجھ کو حق تعالیٰ نے انبیاء سابقین پر چھ چیزوں میں فضیلت عطا فرمائی ہے (۱) مجھ کو جوامع الکلم عطا فرمائے ہیں (۲) دشمنانِ حق کے مقابلہ میں خاص قسم کا رعب بخشا ہے۔ (۳) میری امّت کے لئے مال غنیمت کو حلال کیا گیا ہے۔ (۴) زمین کے تمام حصے میرے لئے مسجد اور پاک قرار دیئے گئے ہیں (۵) مجھ پر رسالت و نبوت ختم کر دی گئی ہے (۶) مجھ کو تمام مخلوق کے لئے پیغمبر اور رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موخر الذکر خصوصیت اس وقت ہمارا موضوع گفتگو ہے۔ اور ہم مجملاً اس پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔

منبع انوار یزدانی یعنی قرآن حکیم نے آپ کے رؤف و رحیم ہونے کا یوں اعلان فرمایا ہے۔

وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین ط ہم نے آپ کو تمام عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

اس اعلان کے مطابق رسول اکرمؐ کی رافت و رحمت کا بدر کامل اپنی عالم افروز تجلیات کی کرنوں سے کفر و شقاوت اور شرک و بدعت کی تاریکی کو کافور کرنے کے لئے سالہا سال تک آسمان عرب پر ضیا بار رہا۔ آپ نے اگر ایک طرف اپنے پیروؤں کو صلح و امن کا پیغام دیا۔ شرم و حیا عصمت و عفت زہد و تقویٰ باہمی اخوت و مساوات کا سبق پڑھایا۔ تو دوسری طرف بنی نوع انسان کے ہر فرد سے بلا تخصیص مذہب و ملت رحمدلی خوش کلامی اور خوش خلقی کا سلوک سکھایا کفر و شرک کے گہوارۂ دجل میں پرورش پاتے ہوتے ان خونی بھوتوں کو جو غربا اور مساکین کی راحت و آسائش کے لئے کسی طرح بلاتے بے درماں سے کم نہ تھے اسلام کی شریعت مطہرہ کے قالب میں ڈھال کر اخلاق و تہذیب کا حسین و جمیل پیکر بنا دیا۔ طبقۂ اناث جو عرصۂ دراز سے سنگدل مردوں کی جور و جفا کا تختۂ مشق بنا ہوا تھا۔ جس کی حیثیت ایک جائیداد منقولہ سے زیادہ نہ تھی۔ اور دنیا بھر کی ذلّت و خواری جس کے حصہ میں آئی ہوئی تھی۔ جو آئے دن کی نت نئی تکالیف سے

بچنے کے لئے موت کو زندگی پر ترجیح دیتا تھا۔ ذلت و غربت کی عمیق ترین گھاٹیوں سے نکالا۔ اور اس کے سر پر ہمیشہ کے لئے قدردانی کا تاج رکھ دیا۔ ریگستان عرب پر بسنے والے لوگوں کا یہ عام قاعدہ تھا۔ کہ وہ چھوٹی چھوٹی اور معمولی سے معمولی باتوں پر تلواریں سونت لیا کرتے تھے۔ اور پلک جھپکنے کی دیر میں صدہا انسانوں کا خاک و خون میں لتھڑ جانا ایک کھیل سمجھا جاتا تھا۔ آقا اپنے ملازمین کو زرخرید غلام متصور کرتے اور ان کی ہر خطا اور ہر لغزش پر جور و استبداد کا دریا بہا دینا انکا فرض تھا۔ رسول کریمؐ نے انہیں بتایا کہ

درعفو لذتیست کہ در انتقام نیست

تاریخ اسلام کے مطالعہ سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ کہ جب تک نادگان اسلام رسول اکرم کی تعلیمات پر سختی سے کاربند رہے۔ اور ان کے اسوہ حسنہ کی تقلید میں انہوں نے اپنا سود و بہبود مضمر جانا۔ اس وقت تک یہ دنیا مناقشات و تنازعات خانہ جنگی اور باہمی جنگ و جدال کی انتقام سے بچی رہی۔ خدائے قادر و توانا کا جود و سخا اور لطف و کرم ان کے سروں پر سایہ فگن رہا۔ افسوس کہ خوف تطویل ہمیں اس اجمال کی تفصیل کی اجازت نہیں دیتا۔ سیرت کی کتابوں کا مطالعہ کیجئے۔ اور دیکھئے۔ کہ رحمتہ اللعالمین کی بعثت نوع انسانی کے لئے رحمت تھی یا نہیں؟

اردو کے مایہ صد ناز شاعر حضرت جگر مراد آبادی اپنے انداز خاص میں اس مضمون کو یوں ادا فرماتے ہیں۔

ہر زمانے میں پیغمبر بھی نبی بھی آئے ۔۔۔ مصلح ملی و ملکی بھی رشی بھی آئے
حق کے جویندہ و حق کے ولی بھی آئے ۔۔۔ واقف و محرم اسرار ازلی بھی آئے

آئے دنیا میں بہت پاک و مکرم بن کر
کوئی آیا نہ مگر رحمت عالم بن کر

کس نے جام مئے توحید پلایا سب کو ۔۔۔ کس نے پیغام مساوات سنایا سبکو
راستہ کس نے حقیقت کا دکھایا سب کو ۔۔۔ کس نے اس حسن کا دیوانہ بنایا سبکو

تم نے دیکھا ہے بہت دفتر پیغام اسکا
اور ایسا کوئی گذرا ہو تو لو نام اس کا

اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ ال محمد و بارک وسلم

# فغانِ محبت

پھر آیا جوشِ وحشت نے جہاں میں کو بکو برسوں
ترے ملنے کی اس دل میں رہی ہے آرزو برسوں

سوالِ وصل پر انکار تھا اقرار کے بدلے
ستم ایجاد سے ہم سے رہی ہے گفتگو برسوں

ادا سے ناز سے دشمن کو کب کشتہ کیا تم نے
رگوں میں رشک سے دوڑا کیا میرا لہو برسوں

تمہاری بیوفائی پر مری رسوائیاں صدقے
مرا قصہ زمانہ میں رہا ہے چار سو برسوں

مرے دل میں رہے تم میری آنکھوں میں رہے لیکن
دلِ بیتاب نے کی ہے تمہاری جستجو برسوں

فراقِ گل میں آخر عندلیبِ زار کیوں روئے
بجائے اشک آنکھوں سے بہا غم میں لہو برسوں

فراقِ یار میں شام و سحر روئے تو کیا روئے
بہیگا چشمِ گریاں سے ابھی غم میں لہو برسوں

کیا شکوہ جو اے اشفاق اس سے بیوفائی کا
بس اتنی بات پر مجھ سے رہا وہ تند خو برسوں

(اشفاق لکھنوی)

# دکن کی مسلم ریاستیں اور عالمگیرؒ

عالمگیرؒ کے متعلق یہ شکر صور بدگمانی ہوتی ہے۔ کہ اس نے دکن کی مسلم ریاستوں پر بے جا اور ناجائز قبضہ کرکے اپنی طاقت اور مسلمان ریاستوں کے اقتدار کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔

لیکن تحقیق کے لئے غور تو فرمائیے۔ کہ کیا ہوا؟ کب ہوا؟ کیوں ہوا؟ اور نتیجہ کیا نکلا؟

میں ان چاروں سوالات کو ایک ہی جگہ اور ساتھ ساتھ حل کرنیکی کوشش کرتا ہوں۔ سنئے!

عالمگیرؒ پر اعتراض کرنے سے پہلے اکبر اعظم پر اعتراض کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ چونکہ ان ریاستوں پر قبضہ کی بنیاد اکبر ہی نے ڈالی تھی۔ بہرحال خود اکبر نے ان ریاستوں پر قبضہ جمانا شروع کردیا تھا چنانچہ چند ریاستیں ممالک مقبوضہ میں داخل کرلی تھیں۔ اب اکبر کے بعد شاہجہان اور جہانگیر کا زمانہ آیا۔ یہ دونوں حالات اور وقت کو دیکھتے ہوئے اس کوشش میں رہے۔ کہ ان سے دوستانہ مراسم قائم رہیں۔ اور آپس میں صلح صفائی ہی رہے۔ اگرچہ وہ اس باب میں کامیاب نہ ہوسکے۔ چونکہ والیان ریاست ہمیشہ دوستی کے پردے میں اپنا دلی بغض نکالتے رہتے تھے۔ تاہم ابن الوقتی کے باعث دونوں نے ان کے خلاف قدم اٹھانا مناسب نہ سمجھا

لیکن جب عالمگیرؒ کا زمانہ آیا۔ تو حالات بدل چکے تھے۔ تمام باتوں میں رد و بدل ہوچکا تھا۔ یہی مسلم نام والی ریاستیں بن چکی تھیں۔ ہندو تنہا تو قابل گرفت نہ تھا۔ کہ ان کے نام اور پالیسی نے عالمگیرؒ کو مجبور کیا۔ کہ وہ اس معاملے میں دست اندازی کرے

ان آخری فقروں کی تفصیل یہ ہے۔

کہ عادل شاہ کی وفات پر اس کے جانشین علی عادل شاہ نے رام راج کو اپنے ساتھ ملالیا۔ اس اتحاد کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہندو مسجدوں میں بت پرستی کرتے تھے اور علی عادل شاہ کو ان کے خلاف لب ہلانے کی جرأت نہ تھی۔ (ملاحظہ ہو تاریخ فرشتہ)

علی عادل شاہ کے بعد اس کے ولی عہد سکندر شاہ نے عالمگیرؒ کی مخالفت کیلئے سنبھا کی مدد کی۔ عالمگیرؒ نے کئی مرتبہ متنبہ بھی کیا۔ کہ ایسا نہ کرو۔ مگر اس نے ایک نہ سنی۔ اور سکندر سنبھا کی مدد کرتا رہا۔ آخر مجبور ہو کر عالمگیرؒ نے اس کی ریاست پر قبضہ کیا۔ لیکن جو سلوک سکندر کیساتھ کیا۔ بالکل برادرانہ تھا۔ ایسے دشمن دوست کیساتھ مشکل سے کسی نے سلوک کیا ہوگا۔ اپنے خیمہ کیساتھ خیمہ دیا۔ تمام ساز و سامان عصائے مرصع مالائے مروارید اور دیگر ضروریات شاہی خزانہ سے دیں۔ (تفصیل کے لئے دیکھو عالمگیر نامہ از ساقی)

حیدر آباد کے فرمانروا ابو الحسن عرف تانا شاہ کی عیش پرستی اور بد اعتدالیوں سے کون ناواقف ہے؟ کون نہیں جانتا۔ کہ اس نے اپنی سولہ سالہ حکومت میں صرف ایک مرتبہ ایک کوس کا سفر اختیار کیا تھا؟

یہ وہی تانا شاہ ہے جس نے مادنا وزیر اعظم کو بالکل کل ریاست کا مالک بنا کر پورا پورا اختیار دے دیا تھا۔ اسی تانا شاہ نے سنبھا کو عالمگیر کے مقابلے اور مخالفت کیلئے ایک لاکھ ہون (ایک سکہ) دیا تھا۔　　(ملاحظہ ہو خافی خاں)

اسی پر خاموش نہ ہوا۔ بلکہ اسوقت جب کہ عالمگیر بیجاپور کا محاصرہ کئے ہوئے تھا۔ اس نے ایک امیر کو لکھا۔ کہ ایک طرف سے سنبھا آرہا ہے ایک طرف سے میں کافی فوج لیکر آتا ہوں۔ دیکھیں عالمگیر کس کس کا مقابلہ کرتا ہے۔ اس کے باوجود حیدر آباد پر شہزادہ معظم نے فوج کشی سے پہلے صلح کیلئے تین شرطیں جو بالکل معمولی تھیں پیش کیں۔ مگر اس نے ایک نہ مانی۔ آخر دوبارہ خط و کتابت شروع کی۔ اور لکھا۔ کہ صرف سیرام پور وغیرہ کہ جن پر تم نے قبضہ کر لیا ہے۔ واپس کردو میں عالمگیر کو راضی کر لوں گا؟

مگر تانا شاہ نے پھر بھی اکڑ کر یہی جواب دیا۔ کہ "یہ علاقے ہمارے نیزے کی نوک سے وابستہ ہیں"۔ (ملاحظہ ہو خافی خاں جلد دوم)

اب معترض ذرا خود ہی انصاف سے جواب دیں۔ کہ اس کے بعد اگر عالمگیرؒ نے حیدر آباد کو ممالک مقبوضہ داخل کر لیا تو کیا یہ ظلم و ستم تھا؟ اور عالمگیر کی زیادتی تھی؟

اچھی طرح یاد رکھو کہ اگر عالمگیرؒ ایسا نہ کرتا۔ تو آج حیدر آباد کی یہ ریاست بھی نہ ہوتی جو مسلمانوں کی ہفت صد سالہ حکومت کی صرف ایک ہی نشانی باقی ہے۔ اگرچہ دوسری اقوام کے پاس باوجود حکومت نہ کرنیکے بڑی بڑی ریاستیں موجود ہیں۔

"ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا"　　نذر احمد نگینوی بی پی۔ ایچ پی۔ لاہور

براہ کرم

## سب سے پہلے اس بات کو ہمیشہ یاد رکھئے

کہ

آپ کو جس قسم کا قرآن مجید یا جس مضمون کی کتاب مطلوب ہو اسکے متعلق مندرجہ ذیل پتے سے ہماری خدمات سے

فائدہ اٹھائیں

وہ اسلئے کہ

ہماری تجارت زیادہ فروخت اور تھوڑے منافع پر منحصر ہے،

ہمارا اصول قلیل منافع اور ہمارا معاملہ صداقت پر مبنی ہے

یہی وجہ ہے کہ

## ہندوستان بھر میں ہمارے بالمقابل کوئی پبلشرز ارزاں کتابیں فروخت نہیں کرسکتا

لہذا

آئندہ صفحات کی فہرست کتب ملاحظہ فرما کر آپ اپنے لئے یا اپنی رفیقہ حیات کیلئے یا اپنے بچے بچیوں یا اپنے احباب و اقارب کیلئے جس قسم کی کتاب مطلوب ہو طلب فرما کر ممنون فرمائیں بلکہ ہمیشہ کیلئے انشاءاللہ یاد فرماتے رہیں تو ہم مشکور و شکرگزار فرمائیں

## ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب بل روڈ لاہور

# مشاہیر ادب کی تاریخی، اخلاقی، ادبی مطبوعات

**تاریخ اسلام** جو اپنی بہترین نوعیت کے لحاظ سے تیسرے ایڈیشن میں قریب الاختتام ہے ۵۲۵ء سے ۱۹۲۹ء تک مسلمانوں کی چودہ سو سال کی مستند اور جامع تاریخ جس کی پانچ جلدیں یکجا مجلد ہیں قیمت تین روپے

**سیرت خالد** سیف اللہ خالدؓ بن ولید کی صحیح سوانح عمری۔ اور ان کے مجاہدانہ کارنامے مسلمانوں کو ضرور پڑھنے چاہئیں قیمت ایک روپیہ ۱۲/،

**فتوح العرب** زمانۂ سلف کے جن مجاہدین اسلام کو جسقدر جہاد عرب میں کرنے پڑے، ان سب کے مفصل حالات قیمت ۱۲/

**فتوح الشام** ملک شام میں مجاہدین اسلام کو جتنی دفعہ معرکہ آرا ہونا پڑا۔ ان کے سب کے مفصل حالات، قیمت تین روپے چار آنے،

**فتوح المصر** فتح مصر میں جن جانثاران اسلام نے جہاد اسلام میں شمولیت فرمائی ان کے حالات۔ قیمت ایک روپیہ ۱۲/

**انور پاشا** انور پاشا کی اولالعزم ہستی محتاج تعارف نہیں، لیکن ان کے کارنامے بھی مسلمانو کو ضرور پڑھنے چاہئیں۔ قیمت بارہ آنے ۱۲/

**ترکان احرار** جدید ترکان احرار کے تاریخی حالات نہایت مفید کتاب ہے۔ قیمت ایک روپیہ (عہ)

**سرسید کے اخلاقی مضامین** بانی مدرسۃ العلوم علی گڑھ کالج کے بعض ان اخلاقی مضامین کا مجموعہ ہے۔ جو آپ نے تہذیب الاخلاق میں لکھے تھے۔ قیمت پانچ آنے ۵/

**مولانا حالی کے ادبی مضامین** مولانا حالی کی ادبی قابلیت آج بھی قابلقدر ہے۔ لہذا ان کے ادبی مضامین کا مطالعہ کرنا بھی خدمت ادب ہے۔ قیمت چھ آنے ۶/

**علامہ شبلی کے تاریخی مضامین** مولانا شبلی مرحوم ایسے مورخ تھے کہ زمانہ آجتک ان کا نعم البدل پیدا نہ کرسکا تاریخی مطالعہ کے لئے آپ کے مضامین کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔ قیمت ۶/

**مولوی نذیر احمد کے علمی مضامین** مولانا نذیر احمد تحقیق العلوم میں یگانہ تھے، لہذا ان کے علمی مضامین کا مطالعہ نہایت کارآمد ہے۔ قیمت چھ آنے ۶/

ملنے کا پتہ:۔ ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب بل روڈ لاہور

# علمائے اسلام کی مذہبی، روحانی مطبوعات

**تفسیر موضح القرآن** اگر آپ کلام الٰہی کے معنی و آیات ربانی کا شان نزول و دیگر احکامات سے واقف ہونا چاہتے ہیں۔ تو حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کی یہ عام فہم تفسیر مطالعہ فرمایئے قیمت تین روپے ۳ر

**تجرید بخاری** بخاری شریف کی نو ہزار صحیح اور مسلم الثبوت احادیث کا انتخاب ایک کالم میں عربی اور اسکے بالمقابل اردو ترجمہ۔ مع فہرست مضامین جس سے ہر مضمون کی حدیث نکالی جاسکتی ہے۔ قیمت ۱۲ر

**حقوق فرائض اسلام** ارکان اسلام توحید۔ نماز روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج کی تعلیم کے علاوہ تمام حقوق انسانی کی تعلیم اس کتاب میں دی گئی ہے قیمت عہ

**نماز حنفی** حصہ اول و دوم۔ نماز کی تمام کتابوں سے مشرح و مدلل کتاب ہے۔ جس میں نماز کے متعلق کوئی مسئلہ نہیں چھوڑا گیا۔ ہر دو حصہ ۱۲ر

**کیمیائے سعادت** حضرت علامہ امام غزالی کی تالیف لطیف کا اردو ترجمہ۔ فلسفہ اسلام پر اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں۔ قیمت ۱۲ر

**کشف المحجوب** (ترجمہ اردو) حضرت شیخ علی ہجویری عرف داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کی تالیف لطیف کا اردو ترجمہ تصوف کے متعلق بہترین کتاب ہے قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے ۱۸ر

**خطبات دین محمدی** خطبات کے متعلق اس سے بہتر کتاب آجتک طبع نہیں ہوئی قیمت ۱۲ر

**چراغ دین محمد** وعظ کے متعلق نہایت مفید کتاب ہے قیمت ۱۲ر

**آئینہ حج و رپورٹ کمیٹی** حج کے متعلق تمام ارکان و دیگر سفر کے حالات۔ آئینہ حج عہ رپورٹ کمیٹی عہ

**پیارے نبی کے پیارے حالات** رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اور اخلاق مطالعہ کرنے کی مفید کتاب تین حصوں میں، قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے ۱۸ر

**میلاد دین محمدی** میلاد محمدی کی جتنی کتابیں آج تک طبع ہوئیں۔ ان سب سے بہتر کتاب ہے۔ قیمت ۶ر

ملنے کا پتہ:۔ ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب بل روڈ لاہور

# تعلیم الاطفال کی مفید کتابیں

اسلام کی پہلی۔ اسلامی عقائد۔ خدا کی نعمتیں پیغمبروں اور فرشتوں کا بیان قیمت ۱ر

" دوسری عقائد ایمان۔ منکر نکیر قیامت۔ پل صراط و دیگر مسائل نماز قیمت ۱ر

" تیسری اوقاتِ نماز۔ تعداد رکعات۔ فرائض سنن نوافل وغیرہ ۲ر

" چوتھی، مسائل و صدقات، روزہ، فطرہ احکام وغیرہ قیمت ۳ر

" پانچویں مسائل زکوٰۃ ذبیحات و فرائض قیمت ۴ر

" چھٹی مسائل حج فضائل و ارکان حج قیمت ۴ر

" ساتویں دیگر مسائل اسلامی و بزرگان اسلام کے حالات قیمت ۵ر

" آٹھویں۔ تعلیم الاسلام، وعظ، خطب و دیگر ہدایات۔ قیمت ۶ر

سلسلہ تعلیم الاسلام سلسلہ تعلیم الاسلام، مولانا کفایت اللہ اول دوم سوم چہارم کفایت اللہ ہر حصہ ۱۰ر

سرتاج الانبیاء۔ حضور پرنور صلعم کی مختصر اور سلیس سوانح عمری۔ اور بچوں کے لئے بچوں کی زبان میں۔ قیمت چار آنے ۴ر

پیغمبر اسلام حضور پرنور صلعم سیرت و اخلاق کا مجموعہ۔ قیمت ۴ر

صدیق الرسول حضرت صدیق اکبر کی سوانح حیات و حالات خلافت قیمت ۳ر

فاروق الاسلام حضرت فاروق اکبرؓ کی سوانح حیات و حالات خلافت۔ قیمت ۳ر

جامع القرآن حضرت عثمان غنیؓ کی سوانح حیات و حالات خلافت قیمت ۳ر

سرتاج زہرا۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی سوانح حیات و حالات خلافت قیمت ۴ر

آداب الاستاد۔ استاد اور والدین کے ادب کرنے کی مکمل تعلیم قیمت ۵ر

الایمان خورد۔ بچوں کے لئے ایمان کے آسان مسائل، قیمت ۲ر

الایمان کلاں۔ بڑوں کے لئے ایمان کے متعلق تمام معلومات۔ قیمت ۴ر

بہشتی زیور کامل۔ یہ علامہ مولانا اشرف علی تھانوی کی مشہور کتاب ہے۔ جس میں عورتوں کے تمام مسائل درج ہیں۔ قیمت ۱۲ر

ملنے کا پتہ۔ ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب بل روڈ۔ لاہور

| نام کتاب | قیمت | نام کتاب | قیمت | نام کتاب | قیمت |
|---|---|---|---|---|---|
| انسان اور اس کی زندگی | ۲ر | ارمغان عرب | ۴ر | ہجرت | ۳ر |
| حکایات عرب | ۳ر | امانت | ۳ر | کبڑا شہزادہ | ۳ر |
| افسانہ ما | ۵ر | سچائی کا پرندہ | ۳ر | پھولوں کا ہار | ۴ر |
| مور | ۲ر | پریوں کا بادشاہ | ۲ر | شاہ جہاں | ۱ر |
| بایزید بسطامی | ۲ر | انمول موتی | ۳ر | حسن بصری | ۱ر |
| انگلش ٹیچر جدید | ۸ر | سولہ کہانیاں | ۸ر | مہمان و میزبان | ۳ر |
| بڑی بی | ۱۲ر | چار سہیلیاں | عہ ر | غزال | ۱۰ر |
| بلقیس ملکۂ سبا | ۳ر | موروں کی شہزادی | ۴ر | پن شہزادی | ۲ر |
| وفادار بیٹی | ۱ر | بھاگوان بہو | ۱ر | جرنیل حمیدہ | ۲ر |
| دلاور سلطانہ | ۲ر | یتیم لڑکی | ۱ر | ندیدی بیگم | ۱ر |
| دکھیاری دلہن | ۱ر | دکھیا شہزادی | ۱ر | شہزادی بلقیس | ۱ر |
| جہانگیر کی چہیتی بیگم | ۱ر | فریبی خالہ | ۱ر | چھ مائیں | ۱ر |
| اخلاقی گیت | ۱ر | ننھے میاں | ۱ر | رت جگے کی رات | ۱ر |
| دولت کی پجارن | ۱ر | لاڈلی بیٹی | ۱ر | سوتیلی ماں | ۱ر |
| چوروں کا گھر | ۱ر | چوروں کی بہو | ۱ر | بی ہمسائی | ۱ر |
| جگن کٹنی | ۱ر | جادوگرنی | ۱ر | فقیر کی جھونپڑی | ۱ر |
| سگھڑ بیوی | ۱ر | بازیگرنی | ۱ر | پھولوں کا گہنا | ۱ر |
| خطِ تقدیر | ۶ | فلورا فلورنڈا | ۱۲ | گناہ کی راتیں | عہ ر |
| بچپن کی محبت | ۳ر | تصویر عشق | ۳ر | تیر نظر | ۲ر |
| اسیر حسن | ۳ر | سوتیلی ملکہ | ۲ر | محبت کے آنسو | ۳ر |
| عورت کا دل | ۴ر | دل کی قیمت | ۴ر | شریف عیار | ۲ر |

مری نوا سے ہوئے زندہ عارف و عامی | دیا ہے میں نے انہیں ذوقِ آتش آشامی
عجب نہیں کہ مسلماں کو پھر عطا کر دے | شکوہِ سنجر و فقرِ جنیدؒ و بسطامیؒ

ماہانہ رسالہ

# عرفان

مدیر
عبدالرحمٰن شوقؔ امرتسری

پروپرائیٹر
ملک دین محمد

سالانہ چندہ ایک روپیہ
قیمت فی پرچہ دو آنے

(ملک دین محمد پرنٹر پبلشر نے فیروز پرنٹنگ ورکس ۱۱۹ سرکلر روڈ میں طبع کرا کر باہر وڈ لاہور سے شائع کیا)۔

# فہرس



نولیسندہ حکیم محبوب عالم گوراوی ارائیں باغبانپورہ لاہور

| نمبر ۲ | ماہ دسمبر ۱۹۳۸ء | جلد ۲ |
|---|---|---|


# لمعاتِ اوّلین

مسلمان قوم علامہ سر اقبال علیہ الرحمۃ ایسی ادبی شخصیت کھو جانے پر ابھی ماتم کناں تھی۔ کہ قدرت نے مصطفیٰ کمال ایسی سیاسی شخصیت بھی اس سے چھین لی

اب قوم کی اس برگشتگی قسمت کا رونا رویا جائے۔ یا عید رمضان کا ترانۂ مبارک گایا جائے۔

صبحِ ملال شامِ غم کا اظہار رنج یا عید رمضان کی مبارکباد کا ترانۂ مسرت۔ جو کچھ بھی صفحہ قرطاس پر ضوفشاں ہوتا وہ روشنئ قلب وقوتِ دماغ سے وابستہ ہوتا۔ لیکن جب خاکسار مدیر کا اس وقت دماغ ماؤف اور قلب حزیں ہو۔ تو اب کے لمعات میں سوائے تاریکی کے کیا نظر آئے۔

---

البتہ دو ایک معروضات عرض کرنا ضروری ہیں۔ وہ بھی اس لئے کہ یہ میرے لئے سوہانِ روح ثابت ہو رہی ہیں۔ چنانچہ پہلی گزارش تو یہ ہے۔ کہ اکثر شعراء عارف کا سلسلہ منظومات دیکھتے ہوئے اپنا اپنا کلام التیام بھی روانہ کرنے کیساتھ نہایت اصرار کے ساتھ اسے عارف میں شائع کرنے کے لئے مجبور کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

لیکن وہ یہ نہیں جانتے۔ کہ ان کا کلام معیار عارف یا آرٹ کے مطابق ہے بھی یا نہیں؟ اور اگر مطابق بھی ہے۔ تو وہ فنِ شاعری سے بے نیاز تو نہیں؟

دوسری التماس یہ ہے۔ کہ بعض شاعر اپنا کلام پہلی ہی فرصت میں شائع کرنے پر مصر ہو جاتے ہیں۔ لیکن ان کو یہ مسلم نہیں ہوتا۔ کہ بعض قابل شعرا کی مرسلہ منظومات برائے اندراج عارف کب سے فائل انتخاب میں محفوظ ہیں۔ اور ان کی تعداد کتنی ہے؟

---

لہٰذا ایسے تمام قابل ادب اہل قلم کو (جن کے منظوم و منثور مضامین معیار عارف کے مطابق ہوں) عارف کے محدود صفحات اور کثرت مضامین کو مد نظر رکھتے ہوئے جس صورت سے تاخیر اندراج مضامین سے ذرا بے نیاز ہی رہنا چاہیئے۔ اسی صورت سے اکثر مشاعروں کو بھی جن کا کلام معیار عارف یا فن شاعری سے بے نیاز ہو۔ اس کے عدم اندراج کے جرم سے خاکسار مدیر کو معذور سمجھنا چاہیئے۔

---

اخیر پر میرے شاگرد رشید حاجی محمد صاحب حاجی سلمہ اللہ تعالیٰ مینجر و پرنٹر رسالہ عارف حسب سابق مجھ سے پھر یہی تقاضا کر رہے ہیں۔ چونکہ باوجود متواتر عرضداشتوں کے اب تک بعض جن معاونین عارف نے اپنا اپنا چندہ ارسال نہیں فرمایا۔ اور اکثر احباب نے اپنے عارف کی ترقی اشاعت کے لئے کوئی عملی کوشش نہیں کی۔ ان کو توجہ دلاؤں۔ اب آپ ہی انصاف فرمائیے۔ کہ میں ان کو کیا جواب دوں۔ اور ایسے معاونین و محسنین کی بے التفاتی پر کیا اور پھر کب تک عرض کرتا رہوں ؎

سپردم بتو مایۂ خویش را ؛

خادم علم و ادب

عبدالرحمٰن شوق امرتسری

مدیر عارف لاہور

# معارف القرآن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

"اور صبر کر، بالتحقیق اللہ نیک کام کرنے والوں کا اجر (مزدوری) ضائع نہیں کرتا"

(القرآن الحکیم سورہ ہود رکوع ۹)

---

عوام میں صبر کا مفہوم مترادف ہے۔ بے اختیار خاموشی اور انتقام نہ لے سکنے کی مجبوری سے۔ لیکن یہی وہ غلط مفہوم ہے۔ جو مسلمانوں میں بے بسی و بے حسی بڑھانے کا موجب ہے۔

حالانکہ صبر کے لغوی معنے برداشت کرنے اور اپنی خواہشات نفس کے اضطراب اور گھبراہٹ کو روکنے اور ثابت قدم رہنے کے ہیں۔

چنانچہ قرآنِ مجید میں جہاں کہیں ایسی آیات میں صبر کی تلقین کی گئی ہے۔ وہ انہی معانی یعنی مناسب وقت کا انتظار کرنے بیقرار نہ ہونے۔ مشکلات کو خاطر میں نہ لانے خواہشاتِ نفس پر قابو پانے و ثابت قدم رہنے پر مشتمل ہیں۔

---

اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا اظہار صبر میں نہاں ہے جس کو قادرِ قدرت نے ان لفظوں میں عیاں کر دیا ہے۔ کہ

"جو صابر اور ثابت قدم رہتے ہوئے خدا کے بھروسہ پر نہایت دلجمعی کے ساتھ تمام مشکلات و مصائب کا مقابلہ کرتے ہیں۔ وہی کامیاب ہوتے ہیں"

لہذا نہ صرف کسی بلند اقبال شخص کو دنیاوی سلطنت و حکومت حاصل کرنے بلکہ ایک کمزور نادار غریب الحال مسلمان کی کامیابی کے لئے بھی اسی صبر و استقامت کی ضرورت ہے۔

لیکن صبر کی یہ استقامت اپنی طبعی کمزوری یا دشمن کے خوف وہراس یا کسی کی شخصیت کے رعب سے وابستہ نہ ہونی چاہیئے بلکہ صرف خدا پر بھروسہ رکھتے ہوئے صرف خدا کی ذات پر ہی منحصر ہونی چاہیئے۔

زمانہ سلف کے مسلمانوں کے دل میں یہی وہ جذبہ تھا۔ جس سے ہر موقعہ پر انہوں نے باوجود قلت تعداد اپنے دشمنوں کا نہ فقط مقابلہ کیا۔ بلکہ ان کو شکست فاش دی۔

---

کسی فرقہ یا قوم کی زندگی میں سب سے اہم موقعہ وہ ہوتا ہے۔ جبکہ وہ کسی کامیابی یا ناکامی سے دوچار ہو۔ ایسے موقعہ پر اپنے نفس پر قابو رکھنا (یعنی کامیابی کی مسرت میں متکبر و مغرور نہ ہونا۔ رنج ومصیبت میں ہراساں اور بددل نہ ہونا) اس جذبہ صبر و ضبط کے بغیر نہایت مشکل ہے۔

کہاوتیں اقوال بن جاتے ہیں۔ اور اکثر صحیح ہوتے ہیں۔ زمانہ حال میں یہ مقولہ مشہور ہو گیا ہے کہ "مسلمانوں کے پاس سوائے صبر وشکر کے رکھا ہی کیا ہے؟" کاش اگر یہ مقولہ عملاً صحیح ہوتا۔ تو پھر رونا ہی کس بات کا تھا۔ ہاں ہو سکتا ہے۔ کہ آئندہ زمانہ میں یہ صحیح ہو جائے۔ لیکن زمانہ حاضرہ میں تو یہ صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ مشکلات ومصائب میں اکثر مسلمان بھی صبر وقرار کھو کر اپنی جان پر کھیل جاتے ہیں۔

---

حالانکہ اس بے صبری اور اس بے دلی سے کچھ نہیں ہوتا۔ بلکہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے۔ کہ جس مقصد کی ناکامی سے ہراساں ہو کر جو لوگ خودکشی کر لیتے ہیں۔ ان کے حرام موت مرتے ہی کامیابی کا وقت آجاتا ہے۔ مگر اس وقت اپنے مقصد کی کامیابی سے فائدہ اٹھانے والے ہی اس دنیا میں نہیں ہوتے۔

مجھے اس وقت نام تو یاد نہیں پڑتا۔ تاہم کسی امریکن کا مضمون تھا۔ جسے میں نے اپنے طالب علمی کے زمانہ میں پڑھا تھا۔ صاحب مضمون نے لکھا تھا۔ کہ

"اپنے مقصد کی کوشش کے بعد اس کی کامیابی کے لئے وقت کا انتظار کرنا چاہیئے۔ جو لوگ وقت کا انتظار نہیں کرتے یا پہلے ہی ناکامی سے مایوس ہو کر اپنے مقصد کی کامیابی کے لئے کوشش جاری رکھنے اور اسی کامیابی کا انتظار کرنے کی بجائے خودکشی کر لیتے ہیں۔ ایسے بزدل اور کم ہمت لوگوں کو کاش یہ معلوم ہوتا۔ کہ بہت ممکن ہے۔ کہ خودکشی کے دس منٹ بعد ہی ان کی

کامیابی کا وقت آ جاتا ہے!!

الغرض منزل مقصود کی راہ میں جس قدر بھی مشکلات و مصائب کا سامنا ہو۔ حاسد جس قدر تکلیفیں پہنچائیں۔ مخالفین جتنے طعنے دیں۔ ان باتوں سے پست ہمت اور بد دل ہونے کی بجائے دلجمعی و جمعی کیساتھ صبر کرنا چاہیئے۔

---

جو کچھ عرض کیا جا چکا ہے۔ یہ تو ہنگامی واقعات اور ذہنی مشکلات کے متعلق صبر و استقامت کی تلقین ہے۔ لیکن اس جذبہ سے بھی زیادہ اکمل و تابعقدر وہ جذبہ صبر و استقامت ہے جو کسی مقصد و فرض کو تمام عمر استقلال و ثبات سے ادا کرنے پر منحصر ہو جیسے کہ مذہبی فرائض و احکام پر (جو بظاہر طبیعت پر بار اور نفس پر ناگوار گذرتے ہیں،) عامل رہنا یعنی ہر ایک نیک کام کو باوجود بارِ خاطر یا خلاف طبع ہونے پر بھی عمر بھر خوشی انجام دینا اور بُری باتوں سے (باوجودیکہ ان سے مسرت و آرام حاصل ہو) پرہیز کرنا۔ یہ کامل ترین جذبہ صبر اگرچہ آجکل اپنے نام کے مسلمانوں کے دلوں میں مفقود ہے۔ تاہم اکثر غلامانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ قلوب میں اب بھی موجود ہے۔

---

موسم سرما کی سرد راتوں میں گرم بستروں اور میٹھی نیند سے اٹھ کر بارگاہِ الٰہی میں سربسجود ہونا۔ دنیا کی گوناگوں نعمتوں کے مقابل خواہش نفس سے جہاد کر کے روزہ کا فرض ادا کرنا۔ تکلیف و مصیبت کا سامنا کر کے اظہارِ صداقت کرنا۔ خدا کی راہ میں شدائد و مظالم کو راحت و آرام سمجھ کر قبول کرنا۔ حسن و جمال محبت و الفت کی منفعت لذت سے کبھی متمتع نہ ہونا۔ غرضیکہ شریعت کے ہر حکم کی بجا آوری اور اس پر ثابت قدمی یہ باتیں اسی بہترین جذبہ کے ماتحت عمل میں آتی ہیں۔ اور ایسے صابروں کا اجر کبھی بارگاہِ الٰہی میں یقیناً ضائع نہیں ہوتا۔

# احادیث خیر الانام صلعم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کَفٰی بِالۡمَوۡتِ وَاعِظًا

موت کافی واعظ ہے۔

(حدیث رسول مقبول صلعم از تجرید البخاری)

---

کتنا اچھا اور پُر اثر ارشاد ہے۔ کہ

موت کا مشاہدۂ فطرت، دنیاوی طریقِ عمل و حیاتِ انسانی کے تمام مسائل سلجھانے والا ایسا کامل البثوت واعظ ہے۔ جس کے ہوتے ہوئے کسی دیگر واعظ کی ضرورت نہیں۔"

اس واعظ (موت) کی دلیلِ فنا سے جو قابلِ قدر ہستیاں موثر ہوتیں۔ ان کو اس آنے والی ساعت کے احساسِ فنا نے ہی راہِ حقیقت پر گامزن کیا۔ جس پر چل کر جو نیک انسان انسانیت کی منزلِ مقصود پہ پہنچے۔ ان مقربانِ الٰہی میں سے بعض نیک لوگوں کے حالات مطالعہ فرما کر درسِ عبرت حاصل کیجیے۔ کہ باوجود قربِ الٰہی حاصل کر لینے کے ان برگزیدہ لوگوں کو عذابِ قبر حشر و نشر سزا و جزا کا کس قدر خوف دامنگیر رہتا تھا۔

---

چنانچہ زمانہ سلف کے مسلمان جنازہ کے ہمراہ جاتے تو موت اور عذاب قبر کے خوف سے کئی کئی روز تک متفکر رہتے چہروں سے وحشت برسا کرتی۔ شدتِ الم کے باعث کسی سے کلام نہ کر سکتے۔ اگر کوئی بلند آواز سے بولتا۔ تو اس کو جھڑک دیتے اور فرماتے۔

"وہ انسان نہایت ہی سخت دل ہے۔ جسے میت دیکھ کر بھی عبرت حاصل نہیں ہوتی۔"

حسن بصری علیہ الرحمتہ نے ایک شخص کو قبرستان میں کوئی چیز کھاتے دیکھا۔ تو ناراض ہو کر فرمایا۔

"تو منافق ہے!"

یحییٰ بن ابی کثیر علیہ الرحمتہ جب کسی جنازہ کے ساتھ جاتے تو قبرستان میں پہنچکر اس قدر بیہوش ہو جاتے۔ کہ واپسی پہ لوگ ان کو چارپائی پر اٹھا کر لاتے اور جب انہیں ہوش آتا۔ تو کئی کئی روز شدت غم کی وجہ سے کلام بھی نہ کر سکتے۔

ابراہیم زیات علیہ الرحمتہ جب کسی شخص کو میّت پہ روتے دیکھتے تو فرماتے۔

"اے دوست تو کسی کی میّت پہ کیوں رو رہا ہے۔ وہ شخص تو تین مصیبتوں سے نجات پا چکا ہے۔ (۱) ملک الموت کے دیکھنے سے (۲) موت کی تکلیف برداشت کرنے سے۔ (۳) بد انجامی کے خوف سے۔ تو اپنے آپ پہ رحم کر۔ اور اپنے آپ پہ رو۔ کیونکہ عنقریب تم پر بھی یہ وقت آنے والا ہے"

---

حشر نشر۔ پرسشِ اعمال سزا و جزا بظاہر سطحی نظر میں اگرچہ ان ہونی باتیں کہی جا سکتی ہیں۔ لیکن جو باتیں روزانہ مشاہدہ میں آتی رہتی ہوں۔ ان سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا!

مثلاً ہر عاقل و جاہل کے دل میں آنے والی ساعت (موت) کا یقین ہے۔

ہر مرد و عورت اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ دنیا کی ہر ایک چیز ہمیشہ کے لئے چھوڑنی پڑتی ہے۔

ہر ایک انسان جانتا ہے۔ کہ موت کے وقت سکرات کی سختی بالضرور سہنی پڑتی ہے۔

ایک طفل ناداں سے پیر عاقل تک کو اسبات کا بخوبی علم ہے۔ کہ مرتے وقت نہ اولاد کام آتی ہے۔ نہ والدین۔ نہ ملک و منال نفع دے سکتا ہے۔ نہ دولت و مال۔

لیکن یہ کیسی عجیب بات ہے۔ کہ یہ سب باتیں جانتے ہوئے بھی موجودہ زمانہ کے ہم سب مسلمان ان سے غافل ہیں۔

---

یعنی موت پر یقین کامل رکھتے ہوئے بھی ہم موت کو بھولے ہوئے ہیں۔

یہ جانتے ہوئے بھی کہ مرتے وقت دنیا کی کوئی چیز نہ ساتھ جا سکتی نہ ساتھ دے سکتی ہے۔ مگر پھر بھی ہمیں آل و اولاد و مال و منال سے ایسی والہانہ محبت ہے۔ کہ نہ تو ہم دنیا کی مسرتوں سے ہی پوری طرح متمتع ہوتے ہیں۔ نہ پرسشِ اعمال سے خائف

بعض لوگ تو اپنی زندگی اپنی صحت اپنی عافیت وعاقبت کو فراموش کر کے مال ودولت خرچ کرنے کو اور بعض جمع کرنے کو ہی دنیاوی زندگی کا مقصد سمجھے بیٹھے ہیں۔

بعض گریجوئیٹ اس دنیائے فانی کے عارضی مناظر حسن وعشق پر اپنے تخیلات کا اظہار ہی تخلیق انسانی کا باعث خیال کرتے ہیں۔

---

غرضیکہ جاہل وعالم بدکار ونیکوکار۔ پیرومرید۔ استاد وشاگرد۔ باپ وبیٹا۔ بہن اور بھائی۔ میاں اور بیوی اپنی اپنی نفسانی وذہنی خواہشوں میں کچھ ایسے کھو گئے ہیں۔ کہ ان میں سے اکثر اشخاص صرف اولاد آل۔ مال ومنال کے خرخشوں میں پھنسے ہوئے ہیں انہیں نہ موت کا احساس ہے نہ پرسش اعمال کا پاس نہ عذاب قبر کا خوف ہے نہ حشر ونشر پر یقین۔

بہت ہی دیندار واقع ہوئے۔ تو چند بے ترتیب نمازیں پڑھ لیں۔ رمضان شریف کے روزے پورے کر لئے تفریحی حج ادا کر دیا۔ بس اللہ اللہ خیر سلا نہ فلسفۂ اسلام سے واقف نہ تعلیم القرآن پر عمل نہ نمازوں میں انکسار نہ جمعہ کے فلسفۂ جمعیت میں اپنے بھائیوں کی جمعیت خاطر سے واسطہ۔ نہ جماعت کی تنظیم سے سروکار۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ مدیر

# تذکرہ بزرگانِ اسلام

## حضرت عباد بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نام عباد والد کا نام بشر کنیت ابو رافع انصار کے قبیلہ عبد الاشہل سے تھے۔ اور مدینہ شریف کے رہنے والے۔

مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر کی تحریک سے مشرف بہ اسلام ہوئے اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ سے آپ کی مواخاۃ کرا دی۔

غزوہ بدر میں پروانہ وار شامل ہوئے۔ اور اس پہلے ہی جہاد میں غازیانِ اسلام نے مشرکین مکہ پر شاندار فتح حاصل کی۔

قریش اپنی شکست کی ندامت سے پہلے ہی مشتعل تھے۔ اس پر کعب بن اشرف یہودی نے (جو مدینہ کا ایک شاعر تھا۔ اور حضور پر نور صلعم کی ہجو کیا کرتا تھا) مکہ میں پہنچکر اپنے اشعار سے انتقام کی ایسی آگ مشتعل کی۔ کہ بہت سے قبائل جانثارانِ اسلام کی جان کے دشمن ہو گئے۔

---

حضور پر نور صلعم نے کعب بن اشرف کی اس شرارت کا حال سنا۔ تو انہوں نے مکہ مدینہ کا ملکی امن اور ہزاروں جانیں ہلاکت سے بچانے کے لئے مفسد کعب بن اشرف کے خون کو مباح قرار دیکر ایک روز صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے بھرے مجمع میں فرمایا۔

"کعب کے لئے کون ہے (جو اسے کیفر کردار تک پہنچائے) کیونکہ اس نے خدا اور اس کے رسول کو بہت تکلیف پہنچائی ہے۔"

اس ارشاد رسول مقبول صلعم کو سنکر محمد رضی اللہ عنہ بن مسلمہ نے اٹھ کر عرض کیا۔

"کیا حضور پر نور صلعم کی یہ مرضی مبارک ہے۔ کہ کعب کو قتل کر دیا جائے"؟

فرمایا۔ ہاں (یعنی ہزاروں جانوں اور ملکی امن کے مقابل اس کا خون مباح ہے)

عرض کیا: "تو اس کام کے لئے میں حاضر ہوں لیکن مصلحت سمجھ کر اگر میں حضور پُرنور صلعم کے خلاف کچھ عرض کردوں۔ تو کچھ گناہ تو نہیں"

فرمایا: "نہیں"

---

اگرچہ جاں نثارِ اسلام محمد بن مسلمہؓ تن تنہا ہی اس ارشاد کی تعمیل کرنے کو تیار تھے لیکن فخر کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے آپ کو یعنی عبادؓ بن بشر۔ ابونائلہؓ۔ ابو عبسؓ۔ حارثؓ ان ہر چہار اصحاب کرام کو بھی ساتھ کر دیا۔ تاکہ وقت پر کام آسکیں

محمد بن مسلمہ آپ کے ساتھ کعب بن اشرف یہودی کے پاس آئے۔ اور ادھر ادھر کی باتوں کے بعد اس سے کہا۔

"اس شخص (یعنی حضور پُرنور صلعم) نے ہم لوگوں کو مصیبت میں ڈال رکھا ہے۔ طرح طرح سے کچھ نہ کچھ ہم سے طلب کرتا رہتا ہے۔ کیا کریں ان سے بیعت کرچکے ہیں۔ تاوقتیکہ انجام معلوم نہ ہو۔ انکار کرتے بھی نہیں بنتی۔ لہذا آج ہم تمہارے پاس اس لئے آئے ہیں۔ کہ ایک دو وسق چھوہارے اور کچھ کھانا ہم کو قرض دے دو"

کعب نے کہا: "مجھے انکار نہیں۔ لیکن کوئی چیز رہن رکھنی پڑیگی"

آپ نے (یعنی عباد بن بشر نے پوچھا: "کیا رہن رکھیں؟"

کہا: "عورتیں"

آپ نے کہا: "نہیں تم خوبصورت شخص ہو"

کہا: "تو بچے رکھیئے"

محمد بن مسلمہؓ اور دیگر ساتھیوں نے کہا۔

"یہ بھی ٹھیک نہیں۔ لوگ کیا کہیں گے کہ ایک دو وسق چھوہاروں کے لئے اولاد رہن رکھدی۔ یہ تو بہت ہی بُری بات ہے"

آپ نے (یعنی عبادؓ نے) کہا۔

"کیوں نہ ہم اپنے ہتھیار رکھ دیں"

کعب نے کہا: "اچھا میرے مکان پر آنا"

---

چنانچہ محمدؓ بن مسلمہ اپنے ہمراہیوں سے یہ مشورہ کرکے کہ کسی طرح میں کعب کے سر کے بال پکڑ کر اس پر قابو پانے کی کوشش

کروں گا۔ اور جب وہ میرے قابو میں آجائے۔ تو تم نے اسے فوراً قتل کر دینا۔ رات کو کعب کے مکان پر (جو ایک قلعہ سا تھا) گئے۔

آپ نے (یعنی عبادؓ) نے آواز دی۔ کعب نے اندر بلا لیا۔

بیوی نے پوچھا۔ "کون آئے ہیں؟"

کہا: "میرے غریب بھائی ہتھیار رہن رکھنے آئے ہیں۔"

آپ نے دوبارہ آواز دی۔

بیوی نے کہا "اس وقت کہاں جاتے ہو؟ ان کی آواز سے تو خون کی بو آتی ہے"

کعب نے کہا۔ "خیر کچھ نہیں ہو۔ اگر یہی بات ہے۔ تو بہادر انسان رات کے وقت بھی دعوت جنگ قبول کرتا ہے"

یہ کہتے ہی کعب عمدہ عطر لگا کر زنانہ سے نکل کر مردانہ میں آ گئے۔

محمدؓ بن مسلم نے آتے ہی کہا۔ "کیسی عمدہ خوشبو ہے۔ اگر اجازت دو۔ تو ہم تمہارے سر کے بال سونگھیں؟"

کہا۔ "ہاں اجازت ہے"

محمدؓ بن مسلم نے سر کے بال سونگھتے ہی کہا۔ میرے ان ہمراہیوں کو بھی اجازت دو۔ اتنا کہتے ہی اس کی گردن قابو کر لی۔ اور ہمراہیوں سے اشارہ کر دیا۔ سب نے تلواریں سونت لیں۔ ابو عبسؓ نے ایک بھرپور وار کیا۔ لیکن اوچھا پڑا۔ کعب اتنی زور سے چلایا۔ کہ تمام قلعہ گونج اٹھا۔ سب یہود نے اپنے اپنے مکانوں پر روشنی کر لی۔ محمدؓ بن مسلم نے جرأت کر کے خنجر اس کے پیٹ میں بھونک دیا۔ جو ناف کے نیچے تک اتر گیا۔ اور ساتھ ہی دشمن کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

باقی جاں نثاران اسلام دشمن اسلام کعب کا سر تن سے جدا کر کے چپکے سے قلعہ سے نکل بھاگے۔ اور مقام بقیع پر پہنچکر تکبیر بلند کی۔ حضور پرنور صلعم اس وقت نماز میں مصروف تھے۔ تکبیر کی آواز سنتے ہی سمجھ گئے۔ کہ کامیاب ہو کر آ رہے ہیں۔ چنانچہ اصحاب کرامؓ نے خدمت رسول مقبول صلعم میں باریاب ہوتے ہی کعب کا سر قدموں میں ڈالدیا۔

---

سنہ ۶ھ صلح حدیبیہ کیوقت حضور پرنور صلعم کی آمد کی اطلاع پاکر جب قریش مکہ نے خالد بن ولید کو ۲۰۰ سواروں کے ساتھ حضور پرنور صلعم و جاں نثاران اسلام کے مقابل بھیجا۔ تو حضور پرنور صلعم نے آپ کو ۲۰۰ سواروں کی معیت میں خالد

کے مقابل روانہ فرمایا۔ چنانچہ آپ نے خالد جیسے بہادر اور ان کے دو سو ہمراہیوں کے مقابل صرف ۲۰ سواروں کے ساتھ نہایت شجاعت سے سامنا کیا۔

سـ۵ـھ میں غزوہ خندق ہوا اس غزوہ میں دن کو تو آپ جہاد میں تیغ بکف رہتے۔ اور رات بھر سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات و دیگر جانثاران اسلام کی حفاظت کیا کرتے۔

سـ۹ـھ میں غزوہ تبوک ہوا اس غزوہ میں بھی دن کو بہ جوش ایمان سے شریک جہاد ہوتے۔ اور رات کو خدمت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام و دیگر مسلمان بھائیوں کے لئے تمام لشکر اسلام کے گرد گشت لگاتے۔ اسی سـ۹ـھ ماہ محرم میں حضور پُرنور صلعم نے آپ کو سلیم اور مزینہ میں عامل صدقات بنا کر بھیجا۔ اور آپ نے اس فرض کو انجام دینے میں حضور پُرنور صلعم کی ایسی متابعت کی۔ کہ ارشاد رسول مقبول صلعم سے ذرہ بھر تجاوز نہ کیا۔ اور نہ کسی سے ایک پائی ناحق وصول کی مزینہ سے واپس آئے۔ تو حضور پُرنور صلعم نے آپ کی خدمات سے خوش ہو کر بنی مصطلق میں بھی آپ کو ہی عامل صدقات مقرر فرمایا۔

آپ نے اس فرض کے ساتھ ساتھ تبلیغ اسلام کا فرض بھی انجام دیا۔

---

آپ کے ایمان و اخلاق کا پایہ اس قدر بلند تھا۔ کہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول ہے۔ کہ

" انصار میں تین اصحاب سب سے بہتر تھے۔

(۱) سعد بن معاذ - (۲) اسیدؓ بن حضیر (۳) عبادؓ بن بشر یعنی آپ

عبادت الٰہی میں آپ کو خاص شغف تھا۔ رات کا اکثر حصہ نمازوں میں بسر کیا کرتے تھے۔ ایک روز حضور پُرنور صلعم حجرہ عائشہ میں نماز تہجد پڑھنے اٹھے۔ تو آپ کی آواز سنکر فرمایا۔

"خدا عباد کو مغفرت کرے"

سـ۱۱ـھ میں جنگ یمامہ ہوئی اور اسی جنگ میں آپ ایسے جانثار اسلام نے ۴۵ برس کے سن میں اپنی جان مقدس اسلام پر نثار کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مدیر۔

# من و تو

از جناب نواز بی اے (آنرز) جسام پور

تو ہے جلوۂ چمنِ حرم میں نوائے محرمِ راز ہوں
تو ہے بے نیازِ سجود اگر میں سرِ رہینِ نیاز ہوں

تیری بے نیازی ازل سے خو میں قتیلِ خنجرِ آرزو
تو نہیں ہے درد سے آشنا میں خابیثِ سوز و گداز ہوں

تو گلِ حقیقتِ رنگ و بو میں ہوں ایک بلبلِ خوش گلو
تو جو گوشِ فصلِ بہار ہے تو میں سازِ نغمہ طراز ہوں

تو سرِ وسطوتِ اللہی مجھے گوشِ ہوش نہ آگہی!
تو ہے آئینۂ خدا نما میں نگہ رہینِ مجاز ہوں

تجھے مجھ پہ فیض کی آرزو در غیر کی مجھے جستجو
تو کریم بندہ نواز ہے میں نواز بندۂ آز ہوں

## قطعہ

نالہ کردن نتوانیم ز نومیدیِ دل ــــ ورنہ گنجد سخنے در لبِ محرومیِ ما!
از ہمیں نفظِ نواز است نوازش بہ نام ــــ نام دشنام بگردید زِ موسومیِ ما!!

# مسلمان کی عید

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

**عید** | اقوام و ملل کی تاریخ میں جس دن کوئی ایسا فوق العادت انقلاب رونما ہو۔ جو خفتہ تقدیر کو بیدار و سرگرم بنا کر میدانِ عمل میں صف آرا کر دے۔ انہیں کسی معاند و حریف کے پنجہ عقوبت سے نجات دلا دے۔ ان کو تذلل و ہلاکت کی عمیق گہرائی سے نکال کر عروج و رفعت کی مسند علیہ پر متمکن کر دے۔ یا ان کی حیات کے بحر پُر سکون میں ایسا حشر انگیز تلاطم و تموج پیدا کر دے جو ترقی و بنیان اور لیسر و کشائش کا پیش خیمہ ثابت ہو۔ وہ یوم ان کے زیر و متقدس و پر عظمت متصور ہوتا ہے۔ اور اس روز سعید کو وہ قومیں انتہائی شان و شوکت انتہائی جوش و خروش اور انتہائی مسرت و شادمانی کے ساتھ مناتی ہیں۔ تاکہ السابقون الاولون کی یاد متاخرین کے دلوں میں تازہ رہے۔ ان کی عظمت و اہمیت کا غیر فانی نقش محض اوراق تاریخ ہی کے لئے زینت آرا نہ ہو۔ بلکہ قوم بھی اس زندہ جاوید شاہکار سے عبرت اندوز و سبق آموز ہو۔ تاکہ عروج و ارتقا کا پژمردہ گل شگفتہ و صد بہار بن کر قومی مقاصد و عزائم کی تکمیل میں کارفرما ہو۔ اسی لئے اقوام اس یوم میں تفوق و تقدس کے اظہار کے ساتھ اپنی اجتماعی حیات و موت کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ اور مکمل زینت و آرائش کے ساتھ اسے مناتی ہیں۔ یہی پُر شکوہ دن عید تقریب تیوہار کے اسما سے یاد کیا جاتا ہے۔

**ہر قوم عید** | (ہر قوم کے لئے ایک عید ہے) سنین ماضیہ کی تاریخ جس کہنہ داستان کو دہراتی ہے۔ اور جن اقوام کے کوائف و احوال سے ہم بہرہ اندوز و روشناس ہیں۔ ان سب کے ہاں جشن و مسرت کے ایام مقرر ہیں۔ لیکن اکثر و بیشتر کے ہاں کوئی مزید مفید و سود مند امر تو در کنار مذکور الصدر مقصد بھی مفقود رہے۔ مخلوق پرستوں کے تیوہاروں کا انحصار مظاہر فطرت پر ہے۔ جس کو اپنے سے قوی پایا۔ اسی کے رو برو ناصیہ فرسا ہو گئے۔ اور اسے مستقل منصب معبودیت عطا کر کے اسی کی پرستش شروع کر دی۔ اور اس کے جلال و جبروت یا جود و عطا کے لئے بھی کوئی دن معین کر لیا۔ بس یہ ہے ان کی **تقریب** یا **عید**۔ بعض اقوام کے ہاں فلکی انقلابات موسموں کا تغیر و تبدل سنین کا آغاز تقریب و

و تیوہار کا پیام ہے۔ سردی کا اقدام۔ برسات کی آمد۔ نوروز۔ خسوف وکسوف مستقل تیوہار ہیں۔ اور ان ایام کو وہ اقوام بکمال مسرت مناتی ہیں۔

اب معمولی فکر سے یہ حقیقت بے نقاب ہو جاتی ہے۔ کہ موسمی تغیر یا مظاہر قدرت کا مد و جزر قوم کے لئے کسی درجہ بھی منفعت بخش نہیں۔ نہ یہ قوم کے اندر بقاء استمراد کے آثار پیدا کرنے میں دارو گیر ہے۔ اور نہ ہی اس سے کسی اجتماعی یا شخصی مفاد کا حصول وابستہ۔ بلکہ یہ ایک کھلی گمراہی ہے۔ جو عقل انسانی پر مسلط ہو کر اسے کجرو و کوتاہ فہم بنا دیتی ہے۔ اور اس میں عروج و رفعت کی صلاحیت بے غل و غش مفلوج ہو جاتی ہے۔ ربنا لا تزغ قلوبنا۔ البتہ یہود و نصاریٰ کی عیدیں ضرور تاریخی حیثیات کی متحمل ہیں۔ یہود اس روز عید مناتے ہیں جب انہیں فرعون کے پنجۂ عقوبت سے رہائی نصیب ہوئی تھی۔ اور عیسائی ولادت مسیح کے دن تاریخی تہوار اسی نصب العین پر تمام ہوتے ہیں۔ کہ قوم ان منفکرین و مجاہدین کے کارناموں سے جرأت آموزی و جوانمردی کا حریت آموز درس لے۔ جو قومی عزت و ناموس کے لئے مجادلہ آرا ہو سکے۔ اور اسی جادۂ صواب پر گامزن ہو سکے۔ جس کا نقش وہ اپنی بے نظیر جرأت اور عالم آرا شجاعت و اولوالعزمی سے چھوڑ گئے ہیں لیکن تاریخی شواہد و نظائر اسی ناقابل انکار حقیقت پر دال ہیں کہ ان تقاریب سے اقل قلیل مدت ہی میں حقیقی جذبہ عمل معدوم ہو جاتا ہے۔ اور وہ فلک رس تخیل محض خواب و توہم سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ قوم والہانہ شیفتگی و جذبہ استخلاص سے معمور ہو کر شخصیت پرستی میں الجھ جاتی ہے۔ اور اسے کارناموں سے حقیقتاً کوئی ارتباط نہیں رہتا۔ اب نصاریٰ کے ہاں نغمہ و سرود بربط و رباب گل و ریحان مئے و ناب کے دور دورہ ہی کا نام عید ہے نہ کوئی پروگرام ہے نہ کوئی پیام۔

**اسلامی عید** ولتکبروا اللّٰہ علیٰ ما ھدٰکم۔ اسلام اصلاح و توحید کا علمبردار بنکر جلوہ بار ہوا۔ وہ انسانی شرف و مجد کا محافظ اکبر بنا۔ وہ ناصیہ انسانی سے مخلوق پرستی کے بدنما داغ دور کرنے میں مستعد کار رہا۔ اس نے کارگہ عالم کو واحد القہار کی بارگاہ جبروت میں سجدہ ریز ہونے کی تلقین کی۔ وہ موسمی انقلابات فلکی زیر و بم اور مظاہر فطرت سے لمحہ بھر کے لئے بھی متاثر نہ ہوا۔ بلکہ یہی ذہنیت افروز آوازہ بلند کرتا رہا۔ کہ عالم کی نجات فقط ایک کی **عبادت** میں مضمر ہے۔ اسی کے تقرب کے لئے مسرت و انبساط ہے۔ اور اسی کی خوشنودی کے لئے رنج و محن ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین۔ اسی لئے اسلام نے موسمی تغیر سیارگان کے کسوف و خسوف اور امساک و تنزل باراں پر عید کی اساس نہیں رکھی۔ نہ ہی کسی قومی **فتح و عروج** کے دن کو تیوہار مانا۔ بلکہ اس مسرت کے لئے وہ یوم منتخب کیا۔ جس میں تمام کائنات کے

حلقہ بگوشاں توحید بیک ساعت شریک مسرت ہوں۔ ان کا گرد ا ربھی محفوظ ہو۔ اور اس منزل پر پہنچنے سے قبل ایسی وادی کے راہ نورد ہوں۔ جس نے امارہ عظیم کو مطیع و منقاد بنا دیا ہو۔ اور رسال بھر کی الاتش دور کر کے اعضاد جوارح کا صیقل کر دیا ہو۔ اور انہیں ایمان کی اس مستحکم چٹان پر لا کر کھڑا کر دیا ہو۔ جہاں بحر شیطنت کے تباہ کن تھپیڑے بھی اپنا سا منہ لے کر واپس آسکتے ہیں۔ اور کوئی قوت ان کے پائے ثبات میں لغزش پیدا نہیں کر سکتی۔ اب ان کی انتہائی مسرت یہ ہے۔ کہ پاک صاف لباس پہن کر خدائی بڑائی و جلالت کے اظہار میں مصروف ہیں۔ نغمات عالم انفرش تا عرش اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ہی کے روح پرور نغموں سے معمور ہے۔

یہ پاک خصلت انسان یہی راگ الاپتے ہوئے شہر سے باہر نکل جاتے ہیں۔ کسی میدان میں مجتمع ہو کر رب العزت کے آگے سجدہ عبودیت و شکرانہ ادا کرتے ہیں۔ اور ارجعوا فقد غفرت لکم وبدلت سیاتکم حسنات کا جان آفریں مژدہ پا کر حقیقی مسرت سے ہمکنار ہوتے ہیں۔ پس

## یہ ہے اسلام کی عید

یعنی تحمید و تقدیس، تکبیر و تہلیل، شکرانہ اور سجدہ عبودیت

بہ آں گروہ کہ از ساغر وفا مستند — سلام ما برسانید ہر کجا ہستند

مولینا ضیاء الحسن صاحب (دیوبند)

---

# غریبوں کی عید

عمر گزری ہو جن کی فاقوں میں — جن کو حاصل ہے فارغ البالی
کیا خوشی ہو ایسے بدنصیبوں کو — عید ہے ایسے خوش نصیبوں کی
عید آئی تو کیا کریں سرور — اک "دوگانہ" ادا کریں سرور
عید یہی عید ہے غریبوں کو — بس یہی عید ہے غریبوں کی

ابو النصرت سرور القادری

# شکوۂ احسان

دل کی لگی نے دونوں کو یکساں بنا دیا
پروانے کو بھی شمع شبستاں بنا دیا

آزادیٔ خیال کی وسعت کو کیا کہوں
زنداں کو بیٹھے بیٹھے بیاباں بنا دیا

بیمارِ غم کی اک نگہِ یاس خیز نے
پُر درد قصۂ شبِ ہجراں بنا دیا

اللہ رے تصرفِ تعلیمِ ضبطِ عشق
خود درد ہی کو درد کا درماں بنا دیا

پابندیٔ خیالِ رسوم و قیود نے
صحرا میں بھی تو قیدیٔ زنداں بنا دیا

اس کج ادا کی ایک لگاوٹ بھری نگاہ
کیا شے تھی جس نے تابع فرماں بنا دیا

احساںؔ جورِ چرخ نے ان کی نگاہ میں
ہستی کو مری خواب پریشاں بنا دیا

(از حضرت احسان نواب آف باندہ)

# رُباعیاتِ فضاؔ

دولت نہ رہی نہ اب سیاست باقی
کہنے کے لئے رہی حکایت باقی
اس قصۂ پارینہ کو سن سن کے فضاؔ
رونے کے لئے ہے چشمِ عبرت باقی

امروز کا غم ہے نہ تو فردا کی خوشی
کم کا نہ الم ہے نہ زیادہ کی خوشی
ہے اپنا ہر اک کام حوالے اس کے
راضی ہوں اسی میں جو ہو مولا کی خوشی

اخلاق و محبت نہیں باقی ہم میں
وہ قومی حمیت نہیں باقی ہم میں
دن رات لڑا کرتے ہیں آپس میں فضاؔ
افسوس شرافت نہیں باقی ہم میں

دنیا ہی دنیا میں بنائی ہم نے
تکلیف پہ تکلیف یہ پائی ہم نے
ہشیار جو تھے پہنچے وہ منزل پہ فضاؔ
غفلت ہی میں سب عمر گنوائی ہم نے

جناب فضا الہ آبادی

# درسِ حیات

جناب مرزا عاشق بیگ صاحب خیال مرادآبادی

(ماہ اکتوبر سے پیوستہ)

نکتہ می گویم از مردانِ حال    امتاں را لا جلال اِلّا جمال

یعنی اقوام کی زندگی اسی لا و اِلّا کے اندر مضمر ہے۔ ان دونوں کا اعتدال ترقی و ترفہ کا ضامن ہے۔ جبتک مسلمانوں میں جلالی و جمالی کیفیات حد اعتدال کے اندر تھیں۔ وہ دنیا میں بام ترقی پر نظر آتی تھی۔ مگر جب سے جمال اور اثبات میں مبتلا ہو کر بے اعتدالی میں مبتلا ہوئے۔ تنزل کے غار میں اوندھے منہ جا پڑے۔ صوفیائے کرام کا فرقہ مسلمانوں کی جمالیت پرستی ہی کا رہین منت ہے۔ چونکہ زندگی پیہم حرکت کا نام ہے۔ اس لئے جمالیت اس کے مخالف ہے۔ کیونکہ اس میں سکون اور جمود موجود ہے۔ اسلامی تاریخ کا سرسری مطالعہ اس حقیقت کو آشکارا کر دیتا ہے۔ کہ جب مسلمانوں میں عجمی رنگ کی ملوکیت اور اس کے جمالیاتی اثرات پیدا ہوئے۔ علوم و فنون عقلی اور نقلی کیطرف توجہات مبذول ہوئیں۔ تو جلال رخصت ہو کر محض جمالیاتی ماحول ہی رہ گیا۔ مامون الرشید کے دربار میں جمالیاتی اثرات کا نفوذ پوری آب و تاب سے نظر آتا ہے۔ قرآن مخلوق ہے یا قدیم کی بحث اور سینکڑوں علماء کی سربریدگی اسی جمال پرستی کا کرشمہ نہیں تو کیا ہے؟ فرقوں کی پیدائش علمی مناظروں کی بھرمار قرآن کی سادگی کو پیچیدگیوں میں الجھانے والے عقلیین کی شرکت یہ سب جمالیاتی ذوق کی تباہ کاریاں نہیں تو کیا ہیں؟ غرضکہ مسلمان جب جمالیاتی بن گئے۔ اور جلال ان میں سے رخصت ہوا۔ تو زندگی بھی ان سے خفا ہو گئی روٹھ گئی۔ اور تنزل کے فرشتہ موت نے ان کے سروں پر منڈلانا شروع کر دیا۔ کیونکہ اقبال کہتے ہیں ؎

ہر دو تقدیرِ جہاں کاف و نون    حرکت از لا زاید از اِلّا سکون

کامیاب زندگی کے لئے اس کائنات میں حرکت اور سکون کی ضرورت ہے۔ اور وہ بھی بحدِ اعتدال ہو۔ تو زندگی کا مقصد پورا ہوتا ہے۔ ورنہ نہیں۔ حرکت مسلسل بھی ہلاکت ہے۔ اور سکون پیہم بھی موت کا ہم معنی ہے۔ اھدنا الصراط المستقیم کی دعا

میں یہی راز مستتر ہے۔

من الحیث قوم مسلمانوں کی جمالیاتی پرستش جو حد اعتدال سے گذر چکی تھی۔ اور اس کے نتائج پر ہم مختصر اشارہ کر چکے ہیں۔ اب اس قوم کا حال دیکھئے جو جلال پرستی میں میانہ روی کی صراط مستقیم سے بھٹک گئی۔ اور پھر انسانیت کے درجہ سے نیچے گر پڑی۔ دور نہ جایئے۔ بالشویک روس کو دیکھئے۔ اس کے خونیں انقلاب کا نقشہ اپنی چشم تصور کے سامنے جمایئے۔ سرمایہ داری کے خلاف اس کی انتہا پسندی کے واقعات کو یاد رکھئے۔ تو آپ کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ جلال پرستی جو زندگی کا اہم جزو تھی۔ وہ افراط کو پہنچکر اس کے لئے ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کے نظام سیاسی اور اخلاقی کے لئے تباہی اور بربادی کا سبب بن گئی۔ روس جو زار روس اور اس کے فرعون صفت اہلکاروں کے ہاتھوں غلامی اور گرسنگی و عریانی کی بدترین مصیبتوں میں مبتلا تھا۔ جب اس پر جلال طاری ہوا۔ تو اس نے ظالم اور سفاک زار ہی کا تخت سلطنت نہیں الٹا۔ بلکہ تمدن معاشرت، مذہب و اخلاق غرض زندگی کے ہر شعبہ میں مجنونانہ انقلاب پیدا کر ڈالا۔ اقبال فرماتے ہیں ؎

روس را قلب و جگر گردید خون　　　　از ضمیرش حرف لا آمد برون

لیکن روس کا یہ جلال اس کے ضمیر کی یہ آواز "لا" حقیقتاً حد اعتدال سے بڑھ گئی۔ اس نے اپنے جوش غضب میں پرانے نظام تمدن، معاشرت، مذہب و اخلاق سب کو مردود و مقہور قرار دیکر ایک نئی زندگی اور نئے نظام کی تخلیق کا تصور قائم کرنا چاہا۔ مگر جاننے والے جانتے ہیں۔ کہ قہر و غضب تخریب تو بآسانی کر سکتے ہیں۔ مگر تخلیق اس کے بس کی چیز نہیں۔ ہمیں علم ہے۔ کہ حکمرانانِ روس کی ہوس اور زر پرستی سرمایہ داروں کی ہولناک چیرہ دستی غریب روس کو گرسنگی اور برہنگی پر مجبور کر چکی تھی۔ اور یہی چیز روس کے انقلاب کی محرک تھی۔ اس میں مذہب اور معاشرت کو کوئی دخل نہ تھا۔ نظام تمدن اور اخلاق روسیوں کی بدبختی کا سبب نہیں تھا۔ اگر کوئی ذمہ دار تھا۔ تو وہ صرف ستمگاروں کا نظام سیاسی تھا۔ لہذا انقلاب کے بعد روسیوں کا غصہ اسی پر اترنا چاہیئے تھا۔ مگر انہوں نے اپنے سارے نظاموں کو تباہ کر کے رکھ دیا۔ گیہوں کے ساتھ گھنوں کو بھی پیس ڈالا۔ پس یہ ان کی افراط تھی۔ ان کے جلال کی بے اعتدالی تھی۔ اسی لئے اقبال نے صحیح کہا ہے ؎

فکر او در تند باد لا بماند　　　　مرکب خود را سوئے الا نراند

یعنی روس جلال کے طوفان میں اڑ گئے۔ اور انہوں نے منزل الا اور حریم جمال کیطرف کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ حالانکہ صحیح اور حقیقی زندگی کے حصول کے لئے جمال کی بھی ضرورت تھی۔ تخریب کے ساتھ تعمیر بھی لازمی تھی۔۔۔۔۔۔۔ روس نے آج سب

پھر بگاڑ دیا۔ مگر کوئی اگر یہ سوال کرے۔ کہ اس نے کیا بنایا۔ تو وہ اس کا کوئی جواب نہ دے سکا۔ اشتراکیت کا جو تخیل اور عمل اس نے پیش کیا۔ اہلِ نظر جانتے ہیں۔ کہ وہ خود ان کے ہاں بھی ناکام ہو رہا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ دنیا متضاد قوتوں کے توازن کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی۔ سرمایہ داری اور مزدوری دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ مگر جس کی ضرورت ہے۔ وہ اعتدال اور میانہ روی ہے۔ اگر اقوام اس کو خود قائم نہیں رکھ سکتی ہیں۔ تو قدرت دھکے دے دے کر ان کو اس اعتدال کی طرف لایا کرتی ہے۔

دیکھا آپ نے کہ جلال پرست قوم کا کیا حشر ہوا؟ وہ اپنی اس انتہا پرستی کی دیوانگی میں انسانیت سے بھی خارج ہو گئے۔ ....... دوسری طرف اپنے ملاحظہ کی کیفیت جمال پرست مسلمانوں کی کہ انھوں نے افراط کے ہاتھوں پستی و زوال کی بدترین ذلتوں کو برداشت کیا۔

اس کے بعد اقبال نے لفظ لا کی قوت کو اس طرح ظاہر کیا ہے ؎

بندہ را با خواجہ خواہی در ستیز؟ تخم لا در مشت خاک او بریز

یعنی اگر تم کسی درماندہ قوم کو فرعون صفت آقاؤں کی غلامی سے رہا کرانا چاہتے ہو۔ تو ان کی مردہ دلی کی خاک میں لا خودی و خودداری کی تخم پاشی کر دو۔ پھر دیکھو کیا تماشہ ہوتا ہے۔ اس مردہ دلی کی خاک میں سے زندگی اور حرکت کے وہ آتشیں شرارے پیدا ہوں گے جو قصر ملوکیت میں آگ لگا دیں گے۔

اقبال کے نزدیک لا اور الا یا جلال و جمال زندگی کے دو عنصر ہیں۔ جن میں سے جلال مقدم اور جلال مؤخر ہے۔ مگر بقائے حیات کے لئے دونوں کا توازن اور اعتدال ضروری ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

لا و الا ساز و برگ امتان نفی بے اثبات مرگ امتان

یعنی دونوں چیزیں اقوام کی زندگی کا سامان ہیں۔ مگر صرف لا یا جلال قوموں کی موت کے مترادف ہے۔ پس اگر مسلمان پھر حیاتِ تازہ کے طلبگار ہیں۔ تو ان کو کلمہ لا الٰہ الا اللہ کو بجائے ورد زبان بنانے کے لائحہ عمل بنانا چاہیئے۔ وہ غیر اللہ کا انکار کر کے صرف خدائے واحد پر ایمان لائیں۔ اور اپنی روحانی اور مادی زندگی میں پہلے حرکت اور پھر سکون اس طرح پیدا کریں۔ کہ اعتدال کی صراطِ مستقیم سے ان کا قدم نہ ڈگمگائے۔ لا۔ الا۔ جلال و جمال حرکت اور سکون کا توازن ہی ان کو اس زندگی سے شاد کام کر سکیگا جو صحیح اور حقیقی زندگی کہی جا سکتی ہے اقبال کے اس پیغام میں افراد اور اقوام سب کیلئے دعوتِ عمل موجود ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ کتنے اس کو لبیک کہتے ہیں۔

ہندوستان جہالت نشان میں پیری مریدی اور قبر پرستی کی اس دہریت و الحاد کے زمانہ میں بھی کافی گرم بازاری ہے۔ زمین کے چپہ چپہ پر گمنام مزاروں کی کثرت سوسلی اور قوالیوں کی رسوم و عامہ ایسی چیز نہیں جس سے ناظرین کو خاص طور پر متعارف کرایا جائے۔

ہمارے صوفیوں اور پیروں کے پاس عہد حاضر میں سوائے پدرم سلطان بود کے کوئی روحانی کمال موجود نہیں ہے۔ اور یہ چیز ایک پیشہ ہو کر رہ گئی ہے۔ جس کے نام پر گدی نشین اور مجاور کسب معاش کے سامان مہیا کر رہے ہیں۔ ان کے اسلاف جو حسب روایات اخلاف جو کچھ بھی روحانی کمالات رکھتے تھے۔ اگر ان سے انکار نہ بھی کیا جائے۔ تو وہ حقیقت میں اسلام کے لئے کبھی بھی باعث فخر نہیں شمار کئے جاتے۔ ان کا تصوف، مراقبہ، روحانی کشف، فقر و غنا یہ سب چیزیں عملی دنیا میں کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی ہیں۔ قومی عمل کی سستی تنازع للبقاء میں پسپائی اور شکست خوردگی۔ تصوف کی پیداوار کی ذمہ دار نہیں۔ اسلام کے آغاز اور عہد ارتقاء میں ہمیں صوفیوں کا گروہ نظر نہیں آتا۔ البتہ دنیا میں جب اس کا زوال شروع ہوا۔ تو ہر طرف صوفیوں اور دلق پوش فقیروں کے جم غفیر نظر آنے لگے۔ شریعت اور طریقت کی تقسیم کی گئی۔ اور مسلمانوں کے دو گروہ بن گئے۔ ہر چند کہ پابندان طریقت میں باکمال اور پاک نفس لوگوں کی کمی نہ تھی۔ مگر مشکل یہ آ پڑی۔ کہ ان کی تعلیمات ترک دنیا۔ ترک علائق اور اپنی روح کی نجات کی تلقین نے مسلمانوں کے عوام کو عمل اور جد و جہد سے بے بہرہ کر دیا۔ اور آج جب کہ ہر چیز کی صورت مسخ ہو چکی ہے۔ تصوف اور پیری مریدی میں اسلاف کی شان کا کوئی نشان بھی باقی نہیں ہے۔ ان کے ہاں اس زمانہ میں اتنی سی معنویت ضرور تھی۔ کہ ایک شخص زمرۂ صوفیاء میں داخل ہو کر اپنے اخلاق و عادات کی تہذیب کر کے عقبیٰ کی نجات کا سامان مہیا کر لیتا تھا۔ لیکن آج یہ چیز بھی میسر نہیں آ سکتی۔ بہرحال فقر کی تعریف حضرت اقبال ایک نئے زاویہ سے پیش کرتے ہیں۔ اور عہد حاضر سے زیادہ عہد سلف کے صوفیوں کے اس غلط نظریہ کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں۔ کہ فقر کا مقصد ترک علائق زاویہ نشینی اور مراقبہ نہیں ہے۔ بلکہ اصل فقر لا الٰہ کی جلالی قوتوں کا عملی مظاہرہ ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ کہ ؎

فقر کار خویش را سنجیدن است ۔۔۔ بر دو حرف لا الٰہ پیچیدن است

(باقی)

(از نصیب خاتون صاحبہ متعلمہ ادیب عالم لاہور)

نصیب خاتون صاحبہ ایک ذہین خاتون ہیں اور ادبی دل میں شاعری کا بھی شوق رکھتی ہیں اس سے پہلے بھی آپ کی ایک غزل بعنوان "نعرۂ مستانہ" ماہ دسمبر ۱۹۳۶ء کے عارف میں شائع ہو چکی ہے اب یہ دوسری غزل (جو غالباً بہ رسالہ شاعر آگرہ ماہ ستمبر کے مصرعہ طرح "درد سے یکوں بتائے، نگہ ناز کہاں ہے" پر لکھی گئی ہے اگرچہ اس غزل میں بھی وزن اور بعض دیگر بھی غلطیاں ہیں۔ جو اصلاح استاد و مشق سخن سے دور ہو سکتی ہیں۔ تاہم محترمہ کے ذہن رسا سے رسائی حاصل کرنے کے لئے آپ کی اس غزل کو بھی عارف میں جگہ دی جاتی ہے۔ اور ساتھ ہی اس کے محترمہ کی خدمت میں یہ عرض ہے۔ کہ ابھی اس دماغی محنت کو فانی دنیا کی ذلیل اشیا کی تعریف و توصیف پر صرف کر سکیں گی اگر کسی استاد کامل سے اصلاح لے کر اس شوق سخن سے مذہب و ملت کی خدمت کی دے۔ تو دنیوی شہرت کے ساتھ ہی کیا تعجب کہ شاید نجات اخروی بھی حاصل ہو جائے۔ مدیر

پہلو میں اب میرے دلِ غماز کہاں ہے ۔۔۔ پھر کون بتائے نگہِ ناز کہاں ہے
بیٹھے ہیں آج سننے میرا نغمۂ دلسوز ۔۔۔ لانا تو میرا درد بھرا ساز کہاں ہے
دل میں کسک جگر میں خلش آنکھ میں آنسو ۔۔۔ سب ڈھونڈھ رہے ہیں نگہِ ناز کہاں ہے
سوز الم سے دل تو ہلا دول یہ کیا کروں ۔۔۔ وہ درد بھرا ساز وہ آواز کہاں ہے
چھوٹے الم و رنج و مصیبت ہو بیخودی! ۔۔۔ اب عشق و محبت کا وہ اعجاز کہاں ہے
جل جل کے شمع بجھ گئی اس غم میں صبحدم ۔۔۔ پروانوں کی جو شب میں تھی پرواز کہاں ہے
سوزِ غم فراق ہو پیدا ہو کس پہ اب ۔۔۔ اس رازِ دل کا میرے وہ ہمراز کہاں ہے
دم بھر سکونِ قلب ہو کیسے نصیب میں ۔۔۔ دم دینے کو ہیں سب مگر دمساز کہاں ہے

ہوں صدق و محبت کے نمونے کہاں نصیب
ہے غزنوی کہاں وہ اب ایاز کہاں ہے

آہ

# اقبالِ قوم کے ساتھ ہی کمالِ قوم بھی جاتا رہا

۱۳۵۷ھ ہجری کا موجودہ سال مسلمانانِ عالم میں سالِ حزن سے موسوم ہونا چاہیئے۔ ہمیں ابھی ماتمِ اقبال کی صفِ تعزیت بھی اٹھنے نہ پائی تھی۔ کہ ملتِ اسلامیہ میں مرگِ کمال کی صفِ ماتم بچھ گئی۔ یعنی دنیائے اسلام کے عظیم شاعر ماضی و حال علامہ سر اقبال علیہ الرحمۃ کی وفاتِ حسرت آیات کا زخمِ فراق مسلمانانِ عالم کے قلوب سے ابھی مندمل نہ ہوا تھا کہ اس کے پانچ ماہ ۱۹ یوم کے بعد ۱۰ نومبر ۱۹۳۸ء کو بطلِ حریت مجاہدِ ملک و ملت غازیٔ اسلام محافظِ دین و دانیال اتاترک مصطفےٰ کمال ملتِ اسلامیہ کی امیدوں کا آخری چراغ بھی گل ہو گیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

ایسے وقت میں جب کہ دنیائے اسلام کا ہر متنفس مغموم و رنجور تمام عالمِ اسلامی مصائب و ابتلا میں محصور ہے۔ دشمنانِ اسلام کے گھروں میں گھی کے چراغ جل رہے ہیں۔ ماسوائے تلقینِ صبر کرنے اور کارسازِ حقیقی کی اس قدرت کاملہ پر یقین رکھنے کے اور کیا عرض کیا جا سکتا ہے۔ کہ

گذشتہ جنگِ عظیم کے خاتمہ پر جب کہ یورپ کی سلطنتوں نے سلطنتِ ترکی کے حصے بخرے کر لئے تھے۔ قسطنطنیہ پر اتحادیوں کا قبضہ ہو چکا تھا۔ دشمنانِ اسلام نے خاندانِ اسلام کو خاک و خون میں ملا کر رکھ دیا تھا۔ ملتِ ترکیہ اپنی زیست سے ناامید اور ترکی شمشیر کی آب و تاب بے آب ہو چکی تھی۔ اس وقت خالقِ حقیقی نے اپنے دینِ اسلام کی عزت مسلمانوں کے ننگ و ناموس اور مجاہدینِ اسلام کی ہمت و عزیمت حسن خادمِ اسلام کے دل میں ودیعت کی۔ وہی مصطفےٰ کمال علیہ الرحمتہ تھے۔ جنہوں نے اپنے ان تمام نبرد آزما احباب کو جن کے سینے حریت کے خون سے جوش زن تھے۔ جمع کر کے سلطنتِ ترکی کا نقشہ ہی بدل کے رکھ دیا۔ اس بطلِ حریت جانبازِ اسلام نے پہلے تمام مجاہدینِ ملت کو ہمت و غیرت دلائی۔ اور پھر جس طرف بھی عنانِ عزیمت پھیری فتح و کامرانی حاصل کی۔ چند ہی سال میں ایشیائے کوچک کی ویران زمین پر فلک بوس عمارتیں۔ مہذب ممالک کی تمام آسائشیں موجودہ تمدن کی تمام راحتیں اپنی قوم کے لئے مہیا کر دیں۔

غرضیکہ غازیٔ اسلام مصطفےٰ کمال کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد اپنی قوم کو زندہ کرنا تھا۔ اور انہوں نے اپنی مردہ ترکی قوم کو اپنی زندگی میں زندہ کر دیا یہ وہ عظیم الشان کارنامہ ہے جو دنیا کا ایک سب سے بڑا مصلح ہی انجام دے سکتا ہے۔

بارگاہِ ایزدی میں دعا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ مصطفےٰ کمال مرحوم کی خدماتِ ملی و مذہبی کو قبول فرما کر نجاتِ اُخروی سے سرفراز فرمائے اور جس طرح خالقِ اکبر نے ملتِ اسلامیہ پر بطلِ حریت مصطفےٰ کمال کی ذاتِ ستودہ صفات سے ترکی قوم میں زندگی کی لہر پیدا کر دی۔ اسی طرح ان کے جانشین حقیقی عصمت پاشا کو بھی مسلمانوں کو متحد اور دشمنانِ اسلام کو پامال کرنے کی ہمت و عزیمت سے سرفراز فرمائے۔ آمین بحق سید المرسلین آمین ٭

مدیر

# جاپان کی ترقی کا راز

آج دنیا کے تمام بازاروں پہ جاپانی صنعتوں کا تسلط قائم ہے۔ اور وہ دن بہت قریب ہے۔ جب کہ جاپانی مصنوعات کو بازار عالم میں وہی حیثیت حاصل ہو جائے گی۔ جو حیثیت کہ جرمن مصنوعات کو جنگ عظیم سے پہلے حاصل تھی۔ سب جانتے ہیں۔ کہ اس وقت تمام بازاروں میں جرمنی کی بنی ہوئی چیزیں نظر آتی تھیں۔ اور سستے داموں پر فروخت ہوتی تھیں۔ یہی حال آج جاپان کا ہے۔ کہ باوجودیکہ غیر حکومتیں اس کی مصنوعات پہ زیادہ سے زیادہ ٹیکس عائد کر رہی ہیں۔ پھر بھی بہت بڑی مقدار میں اس کے مال کی نکاسی ہو رہی ہے۔ اور بہ نسبت دوسرے ملکوں کے جاپان کی چیزوں کی قیمت بہت کم ہوتی ہے۔

آخر اس کے اسباب کیا ہیں؟ ذیل میں ہم ان کو اجمالاً ذکر کرتے ہیں!

۱۔ جاپانیوں کا اجتماعی نظام۔ جو اصحاب ثروت کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ لوگوں کو عمل کی دعوت دیتا ہے۔ اور قوم کی خیر خواہی میں مر مٹنے کا حوصلہ پیدا کرتا ہے۔

۲۔ مزدوروں کی اجرت کی کمی۔

۳۔ آرٹسٹوں اور کاریگروں کی حوصلہ افزائی

۴۔ کارخانوں کی خوشحالی۔ مزدوروں کی کفایت شعاری اور مزدوروں کی اپنی عام سطح زندگی کو بہ[illegible] بے اعتنائی۔

۵۔ صنعتوں کا عام رواج

۶۔ مدبرین قوم کے ہاتھوں میں کارخانوں کی زمام کا ہونا۔

۷۔ مستحقین انعام کو انعام دینا۔

جاپان یورپ کو بڑی بڑی رقمیں دیکر۔ اس سے خام اشیا حاصل کرتا تھا۔ اور پھر چیزیں تیار کر کے [illegible] سستے داموں پہ ان کو بیچتا تھا۔ اہل یورپ جاپانی چیزوں کی قیمتیں سنکر انگشت بدنداں رہ جاتے [illegible]

نہیں آتا تھا۔ کہ کیوں کر جاپان اتنی سستی چیزیں تیار کرتا ہے۔ میٹریل بھی اپنا نہیں۔ بلکہ ہم سے خریدتا ہے۔ پھر بھی ہم سے کئی گنا کم قیمت پر اس کی چیزیں بکتی ہیں؟ اہل یورپ نے جاپان کے اس بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کے لئے اس کے مال پر زیادہ سے زیادہ ٹیکس عائد کر دیا ہے۔ مگر یہ سیلاب کہیں ان تنکوں سے رکتا ہے؟

اگر جاپان اپنی موجودہ جنگ میں کامیاب رہا۔ اور چین پر قابض ہو گیا۔ تو پھر اسے دوسری حکومتوں سے خام اشیاء کے حاصل کرنے کی بھی ضرورت ہی باقی نہ رہیگی۔ اور اس کے بعد اس کی مصنوعات کی ارزانی کا کیا عالم ہوگا۔ اس کا فیصلہ کچھ آنے والا وقت ہی کریگا۔ اتنا یاد رکھیئے۔ کہ موجودہ جنگ سے جاپان کی اصل غرض و غایت شمالی چین کی معدنیات پر قبضہ کرنا ہے۔

عبدالرحمٰن ناصر اصلاحی سرائے میر

# انتقاد

**شہر میلاد نبی** — مولفہ مولوی محمد ظفر صاحب

جیبی تقطیع۔ صفحات ۱۵۲ کتابت معمولی کاغذ ۔ قیمت بمد بذریعہ ٹکٹ صرف ایک آنہ۔ ملنے کا پتہ۔ محمد ظفر صاحب وکیل گوجرانوالہ (پنجاب)

مولینا موصوف کی مساعی جمیلہ قابل تشکر و امتنان ہیں جنہوں نے مسلمان بچوں کی اسلامی معلومات بڑھانے کیلئے ادارہ انجمن رفیق الاسلام گوجرانوالہ سے اسلامی ٹریکٹ شائع کرنیکا مفید سلسلہ جاری کر رکھا ہے۔ یہ ٹریکٹ اسی سلسلہ کا ستر والی نمبر ہے۔ جو کامل الحیاء والایمان حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مختصر سوانح حیات پر مشتمل ہے۔ لیکن شہر میلاد نبی نام کی تصریح نہ صرف اس بلند مرتبہ شخصیت بلکہ ادب کے لحاظ سے بھی ناموزوں سی ہے۔ تاہم ٹریکٹ زیر تنقید کا نفس مضمون اور اس کے ظاہری و معنوی محاسن بیشک قابل قدر ہیں۔ تمام مسلمانوں کو اپنے بچوں کے مطالعہ کے لئے ایسے مفید رسائل مندرجہ بالا پتہ پر منگا لینے چاہئیں۔

**عطر عروض** — مولفہ حضرت احسان نواب صاحب بابڑہ

جیبی تقطیع صفحات ۳۲۔ کتابت متوسط۔ کاغذ چکنا قیمت صرف ۴ر ملنے کا پتہ نواب احسان علی بہادر احسان منو رما گنج اندور

فن عروض کے رسائل تو بہت ہیں لیکن قابل مصنف نے فی الواقعہ اس رسالہ میں اصطلاحات عروض بحور ارکان زحافات متروکات و دیگر قواعد شاعری کا عطر کھینچ کر رکھ دیا ہے۔ جو نہ صرف فن شاعری کے مبتدیوں کے لئے بلکہ اکثر کہنہ مشق شعراء کے لئے بھی مفید اور کار آمد ہے۔ لہذا قدردان سخن کو عموماً اور شاعری کا شوق رکھنے والوں کو خصوصاً یہ رسالہ مندرجہ بالا پتہ سے طلب فرما کر بالضرور مطالعہ فرمانا چاہیئے۔

**جدت** — ہفتہ وار اخبار

بڑا سائز۔ صفحات ۱۲۔ رنگین ٹائیٹل۔ مقام اشاعت مراد آباد پرنس روڈ۔ چندہ سالانہ عہ ششماہی عہ۔

اخبار ہذا میں اسلامی لٹریچر کے علاوہ دلکش نظمیں اور ممالک اسلامیہ و غیر ملکی تازہ خبریں دلچسپ افسانے نیز دیگر متمدن ممالک کی مفید معلومات اور دیسی ریاستوں کے حالات بالالتزام اور نہایت قابلیت سے ایڈیٹ ہوتے ہیں۔ جدت کے کئی پرچے دیکھنے کے بعد کہا جا سکتا ہے۔ کہ یہ اخبار نہ صرف یوپی بلکہ بعض پنجاب کے ہفتہ وار اخبارات سے بھی عمدہ اور شائقین اخبار کے لئے مفید مطلب ہے۔ نمونہ مندرجہ بالا پتہ سے طلب فرمادیں۔

مدیر

# تخیلاتِ خلیق

(از حضرت خلیق برہانپوری)

جو چمکی تھی تجلّی طور پر جلوہ نما ہو کر
وہ میرے دل میں روشن ہے چراغِ مدّعا ہو کر

وہ دنیا میں کرے گا کیا حقیقت آشنا ہو کر
تصوّر میں خدائی کر رہا ہو جو خدا ہو کر

امیدِ دل کا نہ مل غازہ کبھی رخسارِ ہستی پر
ارے ناداں یہ اڑ جائے گا رنگِ حنا ہو کر

قریں منزل کے جب دیکھا مسافر رفتہ جاں کوئی
سسک کر رات روئی بیکسی کی ہمنوا ہو کر

مصائب کی حدیں جس پر جہاں میں ختم ہوتی ہیں
اسی کو پیستا ہے آسماں بھی آسیا ہو کر

محبّت کے چمن کی دلکشی کیا سوز و درد اثر نکلی
جو آیا سیر کو وہ رہ گیا نغمہ سرا ہو کر

میرے دل سے جدا اے دوست تیری یاد ہو کیونکر
کہیں رہتا ہے نغمہ ساز کی لَے سے جدا ہو کر؟

محبّت کے رموزِ باطنی کو خاک وہ سمجھے
جو رہ جائے طلسمِ آرزو میں مبتلا ہو کر

تڑپ اٹھیگی مظلومی کے احساسات سے دنیا
دکھاویں گی اثر جس دم مری آہیں رسا ہو کر

خلیق اس کی نگاہِ لطف کا انداز کیا کہنا
بانداز ستم نکلی کرم کی انتہا ہو کر

# غلامی اور فاروق اعظمؓ

(حافظ نذر احمد صاحب گنجوی منشی فاضل ادیب فاضل لاہور)

جس طرح آج غلامی کو نفرت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ اور اس کو ایک لعنت سمجھا جاتا ہے۔ آج سے چند صدیاں پہلے ایسا نہ تھا۔ بلکہ غلام ایک جائداد جیسی حیثیت رکھتا تھا۔ اس سے جو کام چاہتے لیتے۔ جس طرح چاہتے اس غریب سے سلوک کرتے۔ جو چاہتے کھلاتے۔ جیسا ردی سے ردی لباس چاہتے اس کو پہننے کے لئے دیتے اور کوئی روک ٹوک والا یا غلاموں کی داد فریاد سننے والا نہ تھا۔

یہ حالت کسی ایک شہر یا کسی ایک ملک کی نہ تھی بلکہ تقریباً تمام دنیا یا تمام ملکوں کے اکثر حصے اس کام کو روا سمجھتے تھے اور اس کی برائیوں کا احساس تک نہ کرتے تھے خصوصاً عرب کے ملک میں جو چند صدیاں پہلے مرکز شر و فساد اور خطۂ جہالت تھا۔ جو سلوک غلاموں سے کیا جاتا تھا۔ اگر اس کا نقشہ آج پیش کیا جائے۔ تو بدن پر لرزہ طاری ہو جائے۔

اسی زمانہ میں رحمت مجسم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ملک عرب میں مبعوث ہوتے ہیں۔ اور آپ کو یہ دیکھ کر احساس ہوتا ہے۔ کہ ایک انسان کا یہ سلوک دوسرے کیساتھ بیجا اور ناانصافی ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنے تابعین کو اگرچہ اس سے بالکل نہیں روکا لیکن ایسی پابندیاں ضرور لگادیں۔ اور ایسے احکام ضرور جاری کئے۔ جن پر عمل پیرا ہونے سے "غلام غلام نہ رہے" اور جلد ہی اسلامی دنیا سے غلامی کا خاتمہ ہی ہو گیا

اس سلسلہ میں جو کام حضرت فاروق اعظم عمر بن الخطابؓ آپ کے دوسرے جانشین نے کئے ہیں۔ ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ مولانا شبلی نعمانی کے الفاروق سے استناد اور اقتباس لوں گا۔

---

غلامی کی متعلقہ پابندیاں اور قوانین پیش کرنے سے پہلے ان شہروں کا ذکر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جہاں آپ نے بالکل ہی غلامی کا انسداد کر دیا۔

۱۔ آپ نے سابور اور شیراز کے معاہدوں پر صاف صاف الفاظ میں لکھدیا۔ کہ "لا یسبلو" یعنی کوئی غلام نہیں بنایا جاوے گا

۲۔ فارس۔ خوزستان اور کرمان کے عہدناموں پر آپ نے بالتصریح لکھا کہ لوگوں کی جان و مال سے تعرض نہ کیا جائے گا۔

۳۔ عراق میں سرے سے غلامی کی اجازت ہی نہ دی۔

۴۔ مسلمانوں کے ساتھ مصر کی جنگ میں جو دیہاتی لڑتے رہے اور نقصان پہنچاتے رہے۔ جب وہ شکست کھاکر مسلمانوں کی قید میں آگئے۔ تو مسلمان افسران کو غلام بناکر عرب لے گئے۔ جونہی کہ حضرت فاروقؓ کو معلوم ہوا۔ فوراً تلاش کرکر کے غلاموں کو اکٹھا کیا۔ اور آزاد کرکے پھر بھیجدیا۔ (ملاحظہ ہو تاریخ مقریزی جلد دوم)

۵۔ اس کے علاوہ آپ نے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی عرب کے تمام مرتد قبائل کے غلاموں کو مسلمانوں سے آزاد کرادیا۔ اور یہ قاعدہ کلیہ بنادیا۔ "لا یسترق عربی" یعنی کوئی باشندہ عرب غلام نہیں ہو سکتا۔ (ملاحظہ ہو فتوح البلدان صفحہ ۳۱۶)

---

اب سنیئے! ان شہروں کی نسبت آپ نے کیا کام کیا۔ جہاں فوج نے اصرار کرکے غلام بنائے۔ لیکن آپ انسداد ہی چاہتے رہے

۱۔ آپ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو حکم بھیجا۔ کہ کوئی کاشتکار یا پیشہ ور غلام نہ بنایا جائے۔ (ملاحظہ ہو کنز العمال جلد دوم)

۲۔ اس سے بھی سخت احکام سنیئے۔ جن سے آقاؤں پر زد پڑا۔ اور بردہ فروشی میں ایک قسم کی رکاوٹ پیدا ہوگئی۔ حضرات حاکمؒ و بیہقیؒ کا بیان ہے۔ کہ آپ نے حکام کے نام مندرجہ ذیل احکام بھیجے۔

(الف) لا تفرقوا بین الام و ولدہا۔ یعنی ماں اور بچوں کو جدا جدا کرکے نہ فروخت کرو۔ (کنز العمال)

(ب) لا یفرق بین السبایا و اولادھن۔ یعنی غلام اور اس کی اولاد کو جدا جدا کرکے فروخت نہ کرو۔ (کنز العمال)

(ج) لا یفرق بین الاخوین اذا بیعا۔ بھائیوں کو جدا جدا کرکے فروخت نہ کرو۔

۳۔ آپ نے حکم دیا۔ اور زور سے منوایا۔ کہ غلاموں کو مطائبہ لے کر آزاد کردو۔ اگرچہ یہ حکم پہلے سے ہی موجود تھا۔ مگر آقاؤں کی مرضی پر منحصر ہوتا تھا۔ کہ وہ مقررہ روپے لیکر آزاد کریں یا نہ کریں۔ آپ نے جو سختی اور زور اختیار کیا۔ اس کی صرف ایک مثال پیش کرتا ہوں۔

آپ کو حضرت انسؓ کے متعلق معلوم ہوا۔ کہ وہ اپنے غلام کو آزاد نہیں کرتے۔ حالانکہ وہ غلام مطائبہ (زر مقررہ) ادا کرنے کیلئے تیار ہے۔ یہ سنکر آپ نے ان کو دُرّے لگانے کی سزا دی۔ (ملاحظہ ہو صحیح بخاری کتاب المطائبہ)

۴. اس کے علاوہ آپ نے فرمان بھیجا۔ کہ ایسی کوئی لونڈی فروخت نہ کی جائے۔ جس سے اولاد ہو۔ گویا اب وہ گرہستی عورت کی طرح آزاد ہے۔

۵. انصاف اور عدل دیکھیے کہ مقوقس کی لڑکی ارمانوسہ جنگ میں، اسلامی سپاہیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہو جاتی ہے۔ مگر آپ کے سپہ سالار عمرو بن العاصؓ نے اس کو نہایت احترام سے اس کے باپ کے پاس بھیجدیا۔ بلکہ حفاظت کیلئے ایک سردار فوج بھی ساتھ دیا۔

---

اب وہ چیزیں پیش کرتا ہوں۔ کہ جن کے سبب سے غلام غلام نہ رہے۔ اور بالکل آزادوں کیطرح متصور ہونے لگے۔

۱. آپ نے کئی حکام اور عمال کو صرف اس لئے معزول کر دیا۔ کہ آپ کو ان کے متعلق شکایات پہنچیں۔ کہ وہ غلاموں کی عیادت (بیمار پرسی) کو نہیں جاتے (تواریخ اسلامی)

۲. آپ بار بار فرمایا کرتے۔ کہ غلاموں کے ساتھ کھانا کھایا کرو۔ جیسا خود کھاؤ۔ ان کو بھی کھلاؤ۔ عملی طور پر آپ خود بھی اکثر غلاموں کیساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا کرتے۔ اور فرمایا کرتے۔ کہ خدا کی لعنت ہو ان پر جو ایسا نہیں کرتے۔

۳. آپ نے غلام کو بھی اتنی ہی تنخواہ دی۔ جس قدر ایک آزاد آقا کو دی۔ اور غلام و آقا میں بالکل تمیز نہ کی۔

آج کوئی متمدن اور مہذب ملک بھی اپنی رعایا کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرتا۔ جو حضرت عمرؓ نے کیا۔ یہی وجہ تو تھی۔ جس نے حضرت عکرمہؓ کو (جو ایک غلام تھے) امام حدیث اور مفتی مشرع بنادیا۔ اور نافعؓ کو (جو غلام تھے) امام مالکؒ جیسے امام شرع کا استاد بنا دیا۔

بہ بیں حدیث بزرگانِ کہن — تا بدانی رنج من درد من
بہ بیں اے مسلم ہندی بہ بیں — ورنہ بینی دائے بر تو وائے بر من

---

## مستقبل قریب

پھر میاں سے کھنچنے والی ہے تیغِ انتقام
پھر بدلنے کو ہے فطرت بزمِ عالم کا نظام
بڑھ گئی ہیں حد سے پھر فرعونیاں شدّادیاں
پھر نیا آئین مرتب کر رہا ہے آسماں
پھر پرِ جبریل ہمت آزما ہونے کو ہے
پھر کوئی سطحِ زمیں تحت الثریٰ ہونے کو ہے
آمد آمد ہے پھر اک طوفانِ عالمگیر کی
پھر کسی کشتی کے سر بنیاد ہے تغییر کی
پھر کسی مظلوم کو دادِ فغاں ملنے کو ہے
پھر اساسِ عرش منزل آشیاں ہلنے کو ہے
پھر کسی کے ہاتھ میں سیف اللّٰہی آنیکو ہے
پھر کسی کردار کی کوئی سزا پانیکو ہے
ہو چکی مشقِ ستم مظلوم پر معذور پر
آسماں سے بجلیاں گرنے کو ہیں مغرور پر
عقل حیراں ہے کہ پل میں کیا سے کیا ہونیکو ہے
مختصر یہ ہے کہ اک محشر بپا ہونے کو ہے
آہ ان قوموں کا مستقبل ہے کتنا دلخراش
جسطرح آپسمیں ٹکرا کر ہوں شیشے پاش پاش

جناب سرخوش از اجمیر شریف

## ذوقِ حسن

کس درجہ ذوقِ درد کا پایہ بلند ہے
ہر اہلِ دل جہاں میں تیرا دردمند ہے
تیری ہی وجہ سے یہ دلوں کو پسند ہے
اے حسن تجھ سے عشق کا عَلم بلند ہے
اللہ رے جمال کا اندازِ دلفریب
لحظہ بہ لحظہ... اور زیادہ پسند ہے
تکمیلِ ذوقِ حسن تصور تو دیکھئے!
وہ پاس آ گئے ہیں مگر آنکھ بند ہے
پردے میں بھی لگاؤ ہے آنکھوں کو شکل سے
تارِ نظر نقاب کا ایک ایک بند ہے
سر رکھکے آستانے پہ ہے نازشِ فلک
تیرا نیازمند عجب سربلند ہے
اب اسکا تذکرہ ہی نئی روشنی میں کیا
اک چیز رخ پہ ہے کہ جو دل کی کمند ہے
قربان تجھ پہ جاں نہ کرے سیفؔ کسطرح
اے عشق تیرا حوصلۂ دل بلند ہے

جناب سیف از ٹونک (راجپوتانہ)

(از بابو جتیندر ناتھ صاحب جتیند رام نگر)

ہمارے ملک کے موجودہ اصلاح طلب نظام تعلیم و گرلز سکولز کے دستور و نصاب پر ایک تنقیدی تبصرہ آئندہ اشاعت میں ہدیۂ ناظرین ہوگا۔

اس موقعہ پر علم کی اصلی حقیقت اس کے حقیقی اغراض و مقاصد اور اس کی لازمی اور دائمی ضرورت پر ایک موثر اور مجمل طریقہ سے روشنی ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ امید ہے کہ ناظرین کے لئے دلچسپی اور نفع کا باعث ہوگا۔

**حقیقت علم** اگر بہ نظر تحقیق مطالعہ کیا جائے۔ تو عقل جو انسان کے راہ زندگی کی شمع ہے۔ اور جس کے دامنِ رہنمائی میں راز و مقصد حیات پوشیدہ ہیں اور جسکی بدولت انسان کو حیوانات بلکہ جمیع مخلوقاتِ عالم میں شرف حاصل ہے حتیٰ کہ جس عقل سے اس حقیقی سرچشمۂ عقل و حکمت (خدا) کے وجود کا پتہ چلا اس قدرتی دولت اور نعمت غیر مترقبہ کی غذا علم ہے۔ جس قدر علم کی غذائے لطیف اس کو ملتی رہتی ہے۔ اس میں تر و تازگی اور پختگی آتی رہتی ہے۔ یا یوں سمجھنا چاہیئے۔ کہ علم ایک صیقل ہے جو عقل کے اس زنگ آلود پردہ (جہالت) کو جو قدرتاً اس پر پڑا ہوا ہے۔ اس کو دور کر کے اس کے جوہر میں صفائی و آب و تاب پیدا کر کے اس کو منور و مجلا کر دیتا ہے۔ جس کی روشنی میں وہ صاحب علم و عقل خود کو مستفید اور دوسروں کو مستفیض کرنے کے لائق ہو جاتا ہے۔

جس طرح آفتاب عالمتاب کی روشنی کی عدم موجودگی میں شب تاریک میں انسان کی وہی قدرتی آنکھیں اپنا پورا فیض نہیں پہنچاتیں۔ اسی طرح انسان کی عقل طبعی میں پوری قوت اسی وقت آتی ہے۔ یا جہالت کی تاریکی جب ہی دور ہوتی ہے۔ اور انسان کے دیدۂ عقل میں پوری بصارت اسی وقت آتی ہے۔ جب آفتاب علم کی روشنی پہنچتی رہتی ہے۔ پس انسان کے عقل و دانش فہم و بصیرت کا خزینہ یا فہم و فراست دانائی و خرد کے نور بصارت کا سرچشمہ علم و آفتاب علم ہے۔

جس طرح کور چشم یا کم نظر شخص اپنی راہ با آسانی و بلا خطر نہیں طے کر سکتا یا منزلِ مقصود سے بھٹکتا رہتا ہے۔ یا جس طرح

کوئی سپاہی اپنی کند یا زنگ آلود تلوار سے میدانِ کارزار میں نبرد آزمائی یا فتحیابی کے قابل نہیں سمجھا جا سکتا۔ اسی طرح ایک محروم علم یا کم علم انسان اپنی زندگی کے صراط مستقیم سے گمراہ اور منزلِ حقیقت سے بھٹکتا رہتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو ہر شعبہ زندگی کے دینی و دنیاوی کشمکش کے مقابلہ میں ایک فتحمند سپاہی ثابت نہیں ہو سکتا۔

پس انسان کے حیاتِ انسانیت و روحانیت کی حقیقی روح علم، صرف علم ہے۔ اس کی عدم موجودگی میں انسان کو ایک بے روح انسان یا حیوان بصورتِ انسان سمجھنا چاہیئے۔ کیا ہمارے ملک کے تعلیمی ادارہ کے اکابر و ذمہ دار ہستیاں غور فرما سکتی ہیں۔ کہ ہمارے ملک کے علوم مدارس کس حد تک اس مقصد کی تکمیل میں کامیاب ہو رہے ہیں۔ اور موجودہ علوم کا اساس کس درجہ حقیقتِ علم پر مبنی ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ موجودہ تعلیم کے نصاب و طریقہ تعلیم طلباء کے دل و دماغ، ذہانت و ذکاوت کے لئے آسان، موافق اور موثر ثابت ہونے کے بجائے وہ ایک ناگزیر بار و ناقابلِ قبول مذاق ثابت ہو رہے ہیں۔

**اغراض و مقاصد علم**

چونکہ انسان مثل دیگر ذی روح کے اپنے لوازماتِ زندگی کے رفع کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتے ہی نہیں رکھتا۔ بلکہ وہ ایک مزغہ گوشت پیدا ہوتا ہے۔ اور غیروں کا محتاج رہتا ہے۔ اور رفتہ رفتہ ترقی یافتہ ہوتا ہے۔ اس لئے انسانی وجود فطرتاً تحصیل و تعلیم کا محتاج ہے۔ چنانچہ انسان کی نہفتہ صلاحیتوں کو بیدار کرنے۔ اس کے ذہن نارسا کو رسا بنانے۔ اس کے شعور و ادراک میں سرعت و سرگرمی پیدا کرنے۔ اس کے چشم بصیرت میں انجام بینی و دور اندیشی کے انوار پیدا کرنے۔ اس کے قوتِ حافظہ و دماغ میں غیر معمولی طاقت پیدا کرنے۔ اس کے قوائے ایجادات و اختراعات کی مشینوں کو متحرک کرنے۔ انسانیت و روحانیت کے راز کو سمجھنے و سمجھانے قدرت کے رموز و نکات کی تفتیش و تحقیقات کی صلاحیت پیدا کرنے حق و باطل میں تمیز کرنے اس کے قوتِ متخیلہ کو بلند پرواز بنانے کیلئے علوم دنیا میں جاری و پیدا کئے گئے۔ لہذا ان چند جملوں نے قارئین کے سامنے علم کے اغراض و مقاصد کی صحیح تصویر کھینچ دی ہوگی چنانچہ علم کے ایسے ہی اعلیٰ و پاکیزہ اغراض و مقاصد کے اجراء و عمل سے ہر زمانہ میں انسان کی ذاتی، قومی اور ملکی زندگی معراج و کمال حاصل کرتی رہی۔ اور مستقبل کے لئے بھی یہی دلیل و دعویٰ کافی و وافی ہے۔

افسوس ہے کہ ہمارے وطن کے موجودہ تعلیم کے نظام و نصاب پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ علم کی اصلی غرض و غایت اگر مفقود نہیں۔ تو مجروح ضرور ہے۔ ہمارے ملک کے حصول علم کا نصب العین صرف حصول معاش، حصول سرٹیفیکیٹ پر مبنی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل کے ہمارے بیشمار وطنی بھائی سرٹیفیکیٹ اور ڈگری کے اعتبارات

فارغ التحصیل اور منتہی شمار ہوتے ہیں۔ لیکن ان کو علمیت۔ لیاقت۔ اور عمل کی کسوٹی پر پرکھنے سے اشکِ ندامت سے منہ دھونا پڑتا ہے۔ ان کی مثال ایسی ہے۔ جیسے پیتل کے ظرف پر سونے کی پالش ہے۔ ہمارے ملک میں اسکول کالج اور یونیورسٹیوں کی تعداد بھی روز افزوں ترقی پر ہے۔ اور وقت اور دولت صرف کر کے صاحب علم بھی حشرات الارض کی طرح پیدا ہوتے جا رہے ہیں۔ لیکن باوجود ان سب باتوں کے بھی ان میں اصلی جوہر علمیت مفقود ہونا کیا موجودہ طریق تعلیم و مجاریہ دستور ونصاب کے تنقیص کی برملا دلیل ہے۔

معماران و رہبران ملک سے عموماً تعلیمی دائروں و مدرسوں سے خصوصاً خود علم بزبانِ حال فریادی ہے۔ حضرات گوشِ ہوش سے سنئے اور اس کی داد کو پہنچنے کی زحمت گوارا فرمائیں۔

**ضرورت علم** تاریخ شاہد ہے۔ اور واقعات و مشاہدات پیش نظر ہیں۔ کہ خدا کی اسی خدائی میں کسی انسان قوم یا ملک نے اگر مابہ الامتیازانہ فوقیت عالم میں حاصل کی۔ تو علم اور صرف کی رفاقت و حمایت سے۔ ان کا آفتاب علم نصف النہار تک پہنچتے ہی ان کی ترقی عظمت اور شہرت کا سکہ چار دانگ عالم میں جاری ہو گیا۔ زمانہ حال ہی میں ابھی اسی حصہ دنیا میں جہاں آفتاب علم کی شعاعیں کم پہنچی ہیں۔ یا بالکل نہیں پہنچی ہیں۔ وہی ہمارے ہم جنس انسان اور اس کے تہذیب و تمدن۔ مذہب و سیاست۔ عزت و شہرت پر گمنامی و جہالت کی تاریکی کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ لیکن جوں جوں علم کی روشنی پھیلتی جا رہی ہے۔ جہالت کی تاریکی دور ہوتی جا رہی ہے۔ اور لوگوں کی نظریں ان پر پڑنے لگی ہیں۔

پس اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ علاوہ خدا یا قدرت کے اس کائنات میں انسانی۔ ملکی یا قومی زندگی کی ترقی و بلند رتبی کا ہر شخص طالب و ساعی ہے۔ اس کا راز اگر دنیا میں کہیں موجود یا پوشیدہ ہے تو وہ صرف علم کے دامن میں ہے

چنانچہ اگر انسان و دنیا کے حالات و واقعات کی تشریح کی جاوے۔ اور بنظر حقیقت دیکھا جائے تو ان کو بے چون و چرا مان لینا پڑتا ہے۔ کہ نظام سیاست و حکومت کی عمارت کا سنگ بنیاد علم ہے۔ عبد کو معبود سے ملانے کا غیر فانی ذریعہ علم ہے۔ امن و راحت کی دنیا میں علم ہی کی حکمرانی ہے۔ ریل ہوائی جہاز وغیرہ اسی کی قوت کا مظہر ہے۔ ریڈیو۔ وائرلیس۔ ٹیلیگرافی گراموفون وغیرہ محیر العقول ایجادات میں اسی کی برقی قوت کام کر رہی ہے۔ عدل و انصاف کی باگ اسی کے ہاتھ میں ہے۔ حریت و آزادی کا یہی علمبردار ہے۔ احکام و قوانین کے نفاذ کا یہی سرچشمہ ہے۔ اسرار و نکاتِ قدرت کا یہی آئینہ دار ہے۔ سائنس فلسفہ کی ایجاد و تحقیقات کا یہی مخرج و منبع ہے۔ انسانیت و روحانیت کے

فیوض و برکات اسی کی دامن تحصیل وعمل میں پنہاں ہیں۔

طائرِ خیال کا شہپر۔ عقل و فہم کا رہبر۔ دنیاء انسانیت کا مصلح اکبر۔ ظلم وجہالت۔ عصیاں و پستی کے زہر کا تریاق یہی علم ہی ہے۔ یہ ایّام عیش میں صاحب علم کا زیور۔ ایام افلاس میں اس کے صبر و تحمل کا یارا۔ عالم یاس میں اس کی آس اس کے دنیائے رنج و غم میں مونس و غمخوار ہے۔ یہی تا حیات حق رفاقت ادا کرنے والا اور صادق ہے۔ یہی مشکلات و تردّدات کے کوہ گراں کو توڑنے والا آلہ محکم ہے۔ بلکہ ناکامی میں بھی ہمت و استقلال کو تازہ و مستعد کرنے والا ہے۔ نامرادی میں بھی یہی حصول مراد سے نا امید نہ کرنے والا ہے۔ ذرّے کو مثل آفتاب کے چمکانے والا ہے۔ الغرض یہ تا حیات خدمت سے نہ اکتانے والا وفادار غلام۔ ایام عشرت و عسرت میں یکساں رفیق و شفیق ہے۔ یہی نہیں بلکہ خرچ کرنے سے ہمیشہ بڑھنے والی اور خطرۂ دشمن و رہزن اور خراج ٹیکس و شہنشاہ سے محفوظ رہنے والی بیش بہا اور حیرت انگیز دولت۔ دوست علم رصرف دولت علم ہے۔

الغرض علم ہی اس گلشن ہستی کی بہار اور کشتی حیات کا ناخدا ہے۔ بلکہ اہل بصیرت تو اس نکتہ پر پہنچ چکے ہیں۔ کہ رفتار عالم زبان حال سے گویا ہے۔ کہ کائنات۔ اہل کائنات اور مالک کائنات تینوں کی حقیقت شناسی علوم کے وجود اور ترقی پر موقوف ہے۔

# سازِ تمنا

ملک حاجی محمد صاحب حاجی مینیجر رسالہ عارف لاہور

دلِ پُرسوز اپنا بالیقین سازِ تمنا ہے
کہ ہر تار رگِ جاں نغمہ ازِ تمنا ہے

نہیں ممکن نظر پڑتے ہی وہ بھی نہ تڑپ اٹھیں
نگاہِ عجز ہے اپنی کہ اعجازِ تمنا ہے

میری خودداریِ طبعِ رسا شکر کے کہتے ہیں!
بڑا خوددار ہے لیکن فسوں سازِ تمنا ہے

اودھر بیتابیٔ دل ہے اِدھر لب پہ ہے خاموشی
وہ اظہارِ محبت ہے یہ آغازِ تمنا ہے

نہیں معلوم کیا اسرار ہے ان مست آنکھوں میں
یہ اظہارِ محبت ہے کہ آغازِ تمنا ہے؟

نہ اس ٹوٹے ہوئے دل میں حصول کامیابی کی!
نہ آزادی کی خواہش ہے نہ پروازِ تمنا ہے

کبھی ناکامیٔ دل تھی سکونِ قلب کا باعث
نہ اب امید کی راحت نہ اعزازِ تمنا ہے

ہوس کو عشق سمجھا ہے جفا کو ہی وفا سمجھے
نہ ہو حرص وفا جس میں وہ جانبازِ تمنا ہے

وہ محوِ خواب تھے سن کر یہ مطلع چونک کر بولے
یہ حاجی ہے اسی کی ہی یہ آوازِ تمنا ہے

# مسلم کی عید

ملک حاجی محمد صاحب حاجی مینیجر رسالہ عارف لاہور

عید کو مسلم کریں کیا فکر و حال
ماتمِ اقبالؒ یا مرگِ کمالؒ

سنہ شاون اب کا ہے سالِ حزن
ہو فلسطیں کا بھی جانے کیا مآل

چونکہ پھر بھی حکم ہے ھل من مزید
ہو مبارک سب کو یہ رمضاں کی عید

# انگریزی لباس اور مسلمان

از کلیم صدیقی راوی روڈ لاہور

اس ترقی کے زمانے میں جب کہ دنیا کی تمام قومیں بام عروج پر پہنچنے کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ ہندوستان کی بدنصیب قوم مسلم اپنی غلامانہ ذہنیت کے زیر اثر اپنے عظیم الشان وقار کی مسمار شدہ عمارت کے کھنڈرات کو فیشن پرستی کی بھینٹ چڑھا رہی ہے۔ اور اپنی تباہی کے پیش خیمہ یعنی فیشن پرستی کو ہی اپنی ترقی کا راستہ تسلیم کئے ہوئے ہے۔

یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے۔ کہ جب تک مسلمان قرآن شریف اور رسول خدا صلعم کے احکام کی پیروی نہ کریں گے۔ انہیں کسی صورت میں بھی کامیابی حاصل نہ ہوگی۔ مسلمانوں کی مالی حالت ہندوستان کی دوسری قوموں کی نسبت ناگفتہ بہ ہے۔ اور فیشن پرستی نہ صرف قوم کی مالی حالت کو ہی بد سے بدتر بنا رہی ہے۔ بلکہ مسلمانوں کو اپنے سچے اور عالمگیر مذہب سے بھی بہکا رہی ہے مسلمان جس قدر فیشن کی قربت حاصل کر رہا ہے۔ اسی قدر اپنے مذہب سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ مسلمانوں کے موجودہ لباس کی طرف ہی دیکھئے۔ کم از کم پچاس فیصدی مسلمان انگریزی لباس میں ملبوس نظر آتے ہیں۔ اور ان سب کو ملا کر نوے ۹۰ فیصدی مسلمان انگریزی لباس کے خواہشمند اور متوالے ہیں۔ اگر مالی لحاظ سے دیکھا جائے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ جس جگہ ایک روپیہ سے بخوبی کام نکل سکتا ہے۔ وہاں پانچ روپے کے خرچ سے بھی مشکل کام چلتا ہے مثال کے طور پر شلوار اور پاجامے کے مقابلے میں تپلون اور کوٹ کی صرف سلائی ہی موجود ہے ایک روپے کا جوتا بھی ویسے ہی کام دیتا ہے۔ جیسے کہ چھ روپے بارہ آنے کے شوز

یہ ٹھیک ہے۔ کہ مذہب اسلام نے مسلمانوں کے لئے کوئی خاص لباس مقرر نہیں کیا۔ ہر ایک ملک کے باشندے اپنی ضرورت کے مطابق لباس استعمال کرتے ہیں۔ اگر عربی لباس اور وضع کا ہے۔ تو سرحد آزاد کے پٹھانوں کا لباس اور قسم کا ہے خصوصاً اس کی شلوار کے ہر پائنچے میں دس دس پنجابی (بشرطیکہ وہ دولتانہ یا گورمانی سے نسبت نہ رکھتے ہوں) بخوبی سما سکتے ہیں۔ بایں ہمہ ہم کو اپنی عقل سے کام لینا چاہیئے۔ اور اپنے بزرگوں کے افعال و اطوار کو مدنظر رکھنا چاہیئے۔ اور اس لباس کو اختیار کرنا چاہیئے جس سے مذہب میں رخنہ نہ پڑے۔ اگر انگریزی لباس (ہیٹ۔ کوٹ۔ تپلون۔ بیلٹ اور ٹائی) صرف مالی لحاظ سے ہی مسلمانوں کے لئے قابل اعتراض

ہوتا۔ تو میں اس معاملہ کو اس قدر اہمیت نہ دیتا۔ مگر افسوس کی بات تو یہ ہے۔ کہ ملی نقصان کے علاوہ یہ لباس ہمارے مذہب میں بھی بہت حد تک رخنہ انداز ہے۔ اور مسلمانوں کو صراطِ مستقیم سے بھٹکا کر گمراہ کر رہا ہے۔ مسلمان بھی اپنی غلامانہ ذہنیت سے مجبور ہیں۔ بلکہ غلامی نے ان کے دماغوں کو اس قدر خراب کر دیا ہے۔ کہ یہ بُرے بھلے میں نہ صرف تمیز سے ہی معذور ہیں۔ بلکہ برائی کیجانب بخوشی مائل ہیں

اس سے پیشتر کہ میں یہ ثابت کر دوں۔ کہ انگریزی لباس مسلمانوں کیواسطے مذہب کی رو سے قابلِ اعتراض ہے۔ میں ناظرین کی توجہ ہندوستان اور انگلستان کے جغرافیائی حالات کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ انگلستان ایک سرد ملک ہے۔ جس میں آئے دن بارش ہوتی رہتی ہے اور برف پڑتی ہے۔ اس لئے وہاں کے باشندوں یعنی انگریزوں کو ایسے لباس کی ضرورت ہے۔ جو ان کو نہ صرف بارش اور سردی سے محفوظ رکھ سکے بلکہ چست بھی ہو۔ ان کی یہ ضرورت ہیٹ اور سوٹ وغیرہ نے پوری کر دی ہے۔ ہیٹ ان کے چہروں کو بارش اور برف سے محفوظ رکھتا ہے اور چونکہ یہ سرد ملک کے باشندے ہونیکی وجہ سے گرمی برداشت نہیں کر سکتے۔ اس واسطے گرم ممالک میں یہی ہیٹ ان کو گرمی سے محفوظ رکھتا ہے۔ اسی طرح زمین میں نمی ہونے کیوجہ سے ان کو کرسیوں پر بیٹھ کر کام کرنا پڑتا ہے فرش بیٹھنے کے قابل نہیں ہوتا۔ اس لئے اگر انہوں نے ایک ایسے چست لباس یعنی کوٹ پتلون وغیرہ کا استعمال شروع کر دیا ہے۔ تو یہ عجیب بات نہیں۔ برخلاف اس کے ہندوستان کی آب و ہوا ایسی نہیں ہے۔ اگر ہم انگریزی لباس کو استعمال نہ بھی کریں۔ تو بآسانی گذر ہو سکتی ہے

مذہب کی رو سے نماز ہر بالغ مسلمان پر فرض ہے۔ جو مسلمان رسول کریم صلعم اور خداوند کریم کے احکام کے مطابق نماز ادا نہیں کرتا وہ مسلمان کہلانے کا ہرگز ہرگز حقدار نہیں ہو سکتا ...... اور انگریزی لباس نماز کی ادائیگی میں بہت حد تک مانع ہے۔ ہیٹ کو لیجیئے۔ جس کو پہن کر ہم سجدوں سے معذور ہو جاتے ہیں۔ پتلون ایسا لباس ہے۔ کہ جب تک اس کی شکنیں درست رہیں۔ یہ استعمال کے قابل رہتی ہے۔ جب شکنیں خراب ہو گئیں۔ تو یہ بھی پہننے کے قابل نہ رہی۔ اس طرح ایک ہی دفعہ کے رکوع و سجود سے پتلون قابلِ استعمال نہیں رہتی۔ اور اسی طرح بوٹ کے پانچوں وقت تسمے کھولنے اور باندھنے کی تکلیف ہی نازک مزاج فیشن پرست مسلمانوں کیلئے اس قدر زیادہ ہے۔ کہ وہ نماز کو تو جو اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض کر رکھی ہے چھوڑ دیتے ہیں۔ مگر فیشن پرستی سے کنارہ نہیں کر سکتے۔

انگریزی لباس میں سب سے زیادہ قابلِ اعتراض بات ٹائی کا باندھنا ہے۔ میرے خیال میں انگریزی لباس کے دلدادوں کی کافی سے زیادہ تعداد اس بات سے بھی بیخبر ہے۔ کہ ٹائی باندھنے سے کیا فائدہ ہے۔ اگر لیلائے فیشن کے شیدائی مسلمان ٹائی باندھنے کے مقصد کو جانتے۔ تو ان میں سے بہت سے مسلمان مکمل انگریزی لباس پہننے سے نہیں تو کم از کم ٹائی لگانے سے ضرور گریز کرتے۔ مگر افسوس کہ ہماری ذہنیت اس قدر بدل چکی ہے۔ کہ ہم صرف تقلید کرنا ہی جانتے ہیں۔ سوچنے اور کسی بات کے اچھے اور بُرے پہلو کے

پر غور کرنے کا مادہ تو ہم میں موجود ہی نہیں ہے...... ٹائی در اصل صلیبی نشان ہے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام نہاد پیرو یعنی عیسائی لوگ ہمیشہ اپنے پاس رکھتے ہیں۔ انگریزی تہذیب نے صلیب کی شکل (+) کو فیشن کا رنگ دیکر اس (♦) شکل میں تبدیل کر دیا ہے ....... کس قدر افسوس کا مقام ہے۔ کہ ہمارے مسلمان بھائی یہ ٹائی بالفاظ دیگر صلیبی نشان یعنی عیسائی ہونے کا ظاہر ثبوت گلے میں باندھنا فخر سمجھتے ہیں۔

ہندی مسلمان تو پہلے ہی اپنے افعال و اعمال کو اپنی غلامانہ ذہنیت کی بھینٹ چڑھا چکا ہے۔ مگر اب انگریزی لباس خصوصاً ٹائی کا لگانا اس بات کا بیّن ثبوت ہے۔ کہ ہمارے مسلمان بھائیوں پر فیشن کا بھوت اس قدر سوار ہے۔ کہ وہ مسلمان کہلانا یا دیکھنے والوں کی نظروں میں اپنے لباس وغیرہ سے مسلمان نظر آنا بھی قابل شرم سمجھتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ سے دعا ہے۔ کہ ہمارے فیشن پرست اور دوسرے مسلمان بھائیوں کو صحیح معنوں میں مسلمان بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ؛

# انتقاد

**رسالہ سب رس ماہانہ** سائز ۲۰×۳۰ صفحات تقریباً ۸۰۔ کتابت خوشخط کاغذ چکنا اور اچھا۔ زیر ادارت صاحبزادہ میر محمد علیخان میکش۔
ملنے کا پتہ۔ ادارہ ادبیات اردو رفعت منزل خیریت آباد حیدر آباد دکن۔

رسالہ سب رس گہوارہ اردو حیدر آباد دکن اور ادارہ ادبیات اردو کے ہر دلعزیز مشہور اہل علم و قلم ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور کی نگرانی اور صاحبزادہ میر محمد علیخان میکش کی ادارت میں نکل رہا ہے جس نے حیدر آباد دکن کے اردو رسائل کی لاج رکھ لی ہے۔ ورنہ ترقی اردو اور علم و ادب کی اس فراوانی کے باوجود جو عثمانیہ یونیورسٹی کی رہین منت ہے دکن میں علمی ادبی رسائل کا فقدان تھا اگرچہ جناب زور کی نگرانی جناب میکش کی ادارت اور ادارہ ادبیات کی اشاعت ہی سب رس کے ظاہری و معنوی محاسن کی ضمانت ہے تاہم اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے۔ کہ سب رس میں ہر رس کے علمی ادبی و عام فہم دلچسپ مضامین کے علاوہ اس کا آخری حصہ بچوں کی علمی ادبی معلومات کیلئے بھی وقف ہے جس میں دلچسپ معلومات منظومات کہہ مکرنیاں پہیلیاں و دیگر لطائف وغیرہ ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہ رسالہ ہر لحاظ سے مفید اور بچوں سے بوڑھوں تک کے لئے کارآمد ہے ہر اہل علم کو اس کی عملی ہمت افزائی کرنی چاہیئے۔

**ماہر القادری کے سو شعر** تقطیع $\frac{22\times18}{16}$ جیبی صفحات ۴۴ ٹائیٹل خوشنما کتابت و کاغذ اعلیٰ قیمت ۳ ملنے کا پتہ مسرور حسین قریشی کسیر کلاں ضلع بلند شہر۔
یہ سو شعر ہی روش اور اس کی تقلید نہ مجھے بھاتی ہے اور نہ میں کسی شاعر کی شاعری یا شعروں کے خود منتخبہ اس مختصر انتخاب کا قائل ہوں کیونکہ شعروں کا انتخاب نہ تو شاعر کی پسند پر موقوف ہے۔ نہ عوام کی پسند پر۔ البتہ جسطرح کسی شاعر فطرت کا ہر شعر مطابق فطرت ہوتا ہے۔ اسی طرح جناب ماہر القادری کا ہر شعر آرٹ سے وابستہ ہے جن کو پڑھ کر قاری و سامع دونوں کے دل میں حرکت احساس اور کشش پیدا ہوتی ہے۔ ماہر صاحب کا مخصوص شاعرانہ انداز اور رنگ اکثر شعراء سے مختلف ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنی شاعری کے ذریعہ انسانی زندگی کی تلخ حقیقتوں اور متمدن ممالک کے جابرانہ دستور اور استبدادی نظام کیخلاف سعی پیہم کرنے کی تلقین کی ہے۔ بہرحال دنیائے شاعری میں ماہر صاحب کے یہ سو شعر اگرچہ بالکل ہی نئے نہیں تاہم جدت نوا ہیں۔ لہٰذا اہل فن کو عموماً اور قدردانِ سخن کو خصوصاً مندرجہ بالا پتہ سے طلب فرما کر ان کی قدر کرنی چاہیئے۔

مدیر

براہ کرم

سب سے پہلے اِس بات کو ہمیشہ یاد رکھئے

کہ

آپ کو جس قسم کا قرآن مجید یا جس مضمون کی کتاب مطلوب ہو اسکے متعلق مندرجہ ذیل پتے سے ہماری خدمات سے فائدہ اٹھائیں

وہ اسلئے کہ

ہماری تجارت زیادہ فروخت اور تھوڑے منافع پر منحصر ہے،

ہمارا اصول قلیل منافع اور ہمارا معاملہ صداقت پر مبنی ہے

یہی وجہ ہے کہ

ہندوستان بھر میں ہمارے بالمقابل کوئی پبلشرز ارزاں کتابیں فروخت نہیں کر سکتا

لہذا

متفرقہ مضامین کی فہرست کتب ملاحظہ فرما کر کتب اپنے لئے یا اپنی دوستوں کیلئے یا اپنے بچے بچیوں کیلئے انعامات اور تحائف کیلئے جس قسم کی کتاب مطلوب ہو طلب فرما کر ممنون فرمائیں بلکہ ہمیشہ کیلئے ... تحریر فرمائیں

ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب بل روڈ لاہور

# تعلیم نسواں کی بہترین کتابیں

**تعلیم نسواں کی پہلی** - اس میں خدا و رسول صلعم کے احکام و عقائد اسلام - اخلاق ادب کی تعلیم ہے قیمت ۲ر

**تعلیم نسواں کی دوسری** - احکام اسلام اور بزرگوں کے آداب تعلیم خانہ داری وغیرہ کے آسان اور مختصر مضامین ہیں - قیمت ۳ر

**تیسری** تعلیم اسلام - سلیقہ شعاری - صبر - استقلال و دیگر مفید اسباق قیمت ۴ر

**چوتھی** - اسلامی طریق معاشرت - تہذیب و تمدن و دیگر تاریخی مضامین قیمت ۵ر

**پانچویں** - مسائل اسلام - مشاہیر نسواں و دیگر ادبی معلومات قیمت چھ آنے ۶ر

**ادیب نسواں** خاوند کی اطاعت پردہ - گھر کے کام کاج و اخلاق ادب کی تعلیم قیمت ۴ر

**انشائے نسواں** - اردو لکھنے کا طریق رسم الخط کے آسان قواعد قیمت ۳ر

**زنانہ اردو خط و کتابت** زنانہ محاورات میں خط و کتابت کرنے کا طریقہ - قیمت ۳ر

**انتظام خانہ داری** - گھر کیسا ہونا چاہئے اسکے انتظام کا کیا طریقہ ہے قیمت ۳ر

**کھانا پکانا** - ہر قسم کے کھانے پکانے کی آسان تراکیب - قیمت ۵ر

**خوان نعمت کلاں** - ہر قسم کے لذیذ و مرغن کھانے اچار، چٹنیاں - مربے وغیرہ بنانے کی ترکیب قیمت ۶ر

**رفیق نسواں** یہ کتاب مضامین کے لحاظ سے فی الواقعہ عورتوں کی رفیق حیات ہے قیمت ۶ر

**ماں بیٹی** بچپن سے لیکر بڑھاپے تک ضروریات زندگی و دیگر امورات کی تعلیم - قیمت ۶ر

**ہدیۃ المستورات** - بعض مذہبی ضروری مسائل، کی تعلیم و دیگر اسلامی معلومات - قیمت ۳ر

**گھر کی ملکہ** گھر کے انتظام کا مکمل طریقہ قیمت ۲ر

**لیڈی ڈاکٹر** بچوں اور عورتوں کی پوشیدہ بیماریاں اور ان کے علاج - قیمت ۳ر

**بہشتی حوریں** - نیک بی بیوں کے متبرک حالات اور ان کے کارنامے - قیمت ۳ر

**خورشید جہاں** - ایک کنواری لڑکی کی دل ہلا دینے والی سچی سرگذشت - قیمت ۴ر

**سگھڑ سہیلی** - سگھڑ اور پھوہڑ سہیلی کا مقابلہ، فضول خرچی اور خوشامد کے نتائج - قیمت ۲ر

ملنے کا پتہ:- ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب بل روڈ - لاہور

| نام کتاب | قیمت | نام کتاب | قیمت | نام کتاب | قیمت |
|---|---|---|---|---|---|
| انسان اور اس کی زندگی | ۲ر | رمغان عرب | ۴ر | ہجرت | ۳ر |
| حکایات عرب | ۳ر | امانت | ۳ر | کبڑا شہزادہ | ۳ر |
| افسانہ نما | ۵ر | سچائی کا پرندہ | ۳ر | پھولوں کا ہار | ۴ر |
| مور | ۲ر | پریوں کا بادشاہ | ۴ر | شاہ جہاں | ۱ر |
| بایزید بسطامی | ۲ر | انمول موتی | ۳ر | حسن بصری | ۱ر |
| انگلش ٹیچر جدید | ۸ر | سولہ کہانیاں | ۸ر | مہمان و میزبان | ۳ر |
| بڑی بی | ۱۲ر | چار سہیلیاں | عہ ر | غزال | ۱۰ر |
| بلقیس ملکۂ سبا | ۳ر | موروں کی شہزادی | ۴ر | پن شہزادی | ۲ر |
| وفادار بیٹی | ۱ر | بھکارن بہو | ۱ر | جرنیل جمیلہ | ۲ر |
| دلاور سلطانہ | ۴ر | یتیم لڑکی | ۱ر | ندیدی بیگم | ۱ر |
| دکھیاری دلہن | ۱ر | دکھیا شہزادی | ۱ر | شہزادی بلقیس | ۱ر |
| جہانگیر کی چہیتی بیگم | ۱ر | فریبی خالہ | ۱ر | چھ مائیں | ۱ر |
| اخلاقی گیت | ۱ر | ننھے میاں | ۱ر | رت جگے کی رات | ۱ر |
| دولت کی پجارن | ۱ر | لاڈلی بیٹی | ۱ر | سوتیلی ماں | ۱ر |
| چوروں کا گھر | ۱ر | چوروں کی بہو | ۱ر | بی بھائی | ۱ر |
| بجن کٹنی | ۱ر | جادوگرنی | ۱ر | فقیر کی جھونپڑی | ۱ر |
| سگھڑ بیوی | ۱ر | بازیگرنی | ۱ر | پھولوں کا گہنا | ۱ر |
| خط تقدیر | ۶ | فلورا فلورنڈا | ۱۲ | گناہ کی راتیں | عہ ر |
| بچپن کی محبت | ۳ر | تصویر عشق | ۳ر | تیر نظر | ۱۲ر |
| اسیر حسن | ۳ر | سوتیلی ملکہ | ۲ر | محبت کے آنسو | ۳ر |
| عورت کا دل | ۴ر | دل کی قیمت | ۴ر | شریف عیار | ۲ر |

# مثنوی مسدس۔ منظومات، غزلیات

**بانگ درا** سر اقبال مدظلہ العالی کا اسم گرامی محتاج تعارف نہیں۔ یہ انہیں کے اردو کلام کا مجموعہ ہے جسکا ایک ایک شعر جواہرات میں تولنے کے قابل ہے۔ اگر آپ نے آجتک اس مسلم اور فلاسفر شاعر اسلام کا کلام عالی نہیں دیکھا یا کچھ دیکھا ہے۔ اور کچھ نہیں دیکھا۔ تو آپ یہ کتاب ضرور مطالعہ فرمائیے، قیمت ع۸ر

**مسدس حالی** مولانا حالی کی یہ وہ نظم جو ہر صاحب ایمان کو وجد میں لاتی ہے۔ جسمیں زمانہ سلف وحال کے مسلمانوں کی پوری سیرت درج ہے قیمت ۱۴ر

**نظم حالی** یہ بھی حالی کی ادبی نظموں کا قابلقدر مجموعہ ہے جس کی ہر ایک نظم مطالعہ کے قابل ہے۔ قیمت ۱۴ر

**دیوان کلیات نعت سرور** قیمت عہ

**نور وحدت** کامل نعت رسول کا مختصر مجموعہ ۴ر

**شمع رسالت** " " ار

**صنم خانہ یثرب** " " ار

**ساقی کوثر** " " ار

**در یتیم** " " ار

**مدینۃ الرسول** " " ار

**مثنوی مولانا روم** اگرچہ اس سے پہلے بھی مثنوی کے کئی ایک ترجمے شائع ہو چکے ہیں لیکن ایسا منظوم ترجمہ آج تک طبع نہیں ہوا۔ جسکے اوپر مثنوی کا اصل شعر ہے اور نیچے ترجمہ کا اردو ترجمہ ہے۔ اسکے چھ حصے ہیں۔ فی حصہ کی قیمت ۱۲ر ہے اور چھ یکمشت طلب کرنے پر صرف مغہ ر

**دیوان فیضی** فیضی دربار اکبری کے ملک الشعرا تھے انکے فارسی علم ادب کا یہ نایاب مجموعہ ہے جسکا ہر ایک شعر تصوف میں ڈوبا ہوا ہے قیمت ۸ر

**میلاد اکبر** اکبر وارثی میرٹھی کا نعتیہ کلام۔ قیمت ۱۴ر

**باغ کلام اکبر** " " " ۳ر

**مولود جدید** حضور پرنور صلعم کی ولادت کا بیان " ۲ر

" **شہید** " " " " ۳ر

" **سعدی** " " " " ۲ر

" **رحمت الرحیم** " " " " ۱۲ر

" **مظہر النور** " " " " ۳ر

" **سعیدی** " " " " ۲ر

**مثنوی گلزار نسیم**۔ تعارف کی محتاج نہیں " ۲ر

**ترانۂ عاشق**۔ عاشق صاحب کے عاشقانہ کلام کا مجموعہ " عہ

ملنے کا پتہ:۔ ملک دین محمد اینڈ سنز پبلشرز و تاجران کتب بل روڈ لاہور

صرف ٹائیٹل دین محمدی پریس لاہور بل روڈ میں چھپا۔